نادر فقہی فتاویٰ جات کا بیش بہا خزانہ

فتاویٰ اکبریہ

جلد دوم

تصنیف

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ

محمد عبد المالک نظامی چشتی

مکتبة اکبریة

☆☆انتساب☆☆

میں اپنی اس علمی کاوش کو ان اساتذہ کے نام کر رہا ہوں جن کے فیضان کرم سے بندہ ناچیز یہ علمی سوغات عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا۔

میری مراد

☆ استاذ الاساتذہ جامع المعقول والمنقول علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ

☆ فخر المدارسین شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (فیصل آبادی)

☆ فاضل اجل مناظر اسلام علامہ ابوالفتح محمد اللہ بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ (واں بھچراں)

گر قبول افتد زہے عزو شرف

صاحبزادہ عبدالمالک

آستانہ عالیہ اکبریہ میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حسن انتخاب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وسماجی خدمت کے سو سال

جامعہ اکبریہ ماہ وسال کے آئینہ میں

میانوالی کی سنگلاخ سرزمین کو اپنے مرشد وہادی خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ایک صدی قبل سراج السالکین عمدۃ العارفین الفاضل الکامل حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی میروی رحمۃ اللہ علیہ نے میانوالی کو رشک طور بنایا۔ جانفشانی اور محنت سے ایک ایسا پودا لگایا جو تناور درخت بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق ایک گھنا سایہ دار میٹھے پھل والا کارآمد شجرہ طیبہ بن چکا ہے حضرت کی خدمات علمی وروحانی، سماجی کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

- ☆ میانوالی میں تکمیل علوم ظاہر کے بعد ورود مسعود — 1904ء 1323ھ
- ☆ مسجد علیخان کی توسیع، مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد۔ — 1905ء 1324ھ
- ☆ ہادی طریقت قطب دوراں خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت — 1906ء 1325ھ
- ☆ خرقہ خلافت وروحانی مدارج کی اجازت — 1908ء 1327ھ
- ☆ میانوالی کو مرکز روحانیت وارشاد بنانے کا فیصلہ — 1910ء 1329ھ
- ☆ انجمن اسلامیہ کا قیام ومسلمان یتیم بچوں کے لیے دارالکفالت کا قیام — 1912ء 1313ھ
- ☆ لائبریری ودارالکتب کا قیام — 1913ء 1332ھ
- ☆ عیدگاہ میانوالی کی تعمیر واجتماعی نماز عید کا اہتمام — 1918ء 1337ھ
- ☆ عیدگاہ میانوالی میں ترک موالات کی تحریک کا آغاز۔ (ہندوؤں سے قطع تعلق) — 1920ء 1339ھ
- ☆ عیدگاہ میانوالی میں اس سلسلہ میں تین روزہ اجتماع مولانا گلشیر مرحوم کے خطابات — 1924ء 1343ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واقعہ	سن
☆ حضرت ثانی کی تعلیم سے فراغت وشادی ترک موالات تحریک کی قیادت	1918ء 1347ھ
☆ تحریک ترک موالات کی حمایت میں فتوی کا اجراء	1930ء 1349ھ
☆ حضرت ثانی کا پہلا حج از بمبئی	1938ء 1357ھ
☆ میرا شریف کی سجادگی کا وصیت نامہ	1939ء 1358ھ
☆ مدرسہ اسلامیہ کی وسعت شعبہ درس نظامی کا قیام	1940ء 1359ھ
☆ بیماری ووفات حسرت آیات	1956ء 1365ھ
☆ حضرت ثانی کی طرف سے پہلا عرس مبارک	1957ء 1366ھ
☆ مسجد اکبریہ کی تعمیر نو	1973ء 1383ھ
☆ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کا بن فراغت وعملی ذمہ داریوں میں حصہ	1975ء 1385ھ
☆ انجمن اکبریہ کا قیام، مدرسہ کی تعمیر نو کا آغاز (جامعہ اکبریہ)	1970ء 1386ھ
☆ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علی وآلہ وسلم میں قبلہ استاذیم حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب (تحریک ختم نبوۃ ﷺ میں جامعہ کا کردار مرکزی تھا) کا نمایاں حصہ وگرفتاریاں۔	1977ء 1387ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ حفظ مع التجوید کا اجراء	1979ء 1389ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ بنات (گرلز سیکشن کا آغاز)	1980ء 1390ھ
☆ حضرت ثانی حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات	1984ء 1394ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں مڈل سکول کا قیام	1988ء 1398ھ
☆ جامعہ اکبریہ میں کمپیوٹر سنٹر کا قیام	1999ء 1410ھ
☆ ڈائننگ ہال واساتذہ کے کوارٹر کی تعمیر	2000ء 1411ھ
☆ اکبریہ ماڈل ہائی سکول کی رجسٹریشن سرگودھا بورڈ سے الحاق	2001ء 1412ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ جامعہ اکبریہ میں شعبہ للبنات کی مین برانچ کا اجراء بمطابق یکم رمضان المبارک	14 اکتوبر 2007ء 1428ھ
☆ زینب حال و کمیونٹی سنٹر کا قیام	2007
☆ کتاب جمال فقر کی دوبارا اشاعت	2007
☆ فتاویٰ اکبریہ جلد اول، دوم کی اشاعت	2008
☆ مختلف موضوعات پر بے شمار رسائل	2008
☆ جامعہ اکبریہ تجوید القرآن (مدینہ ٹاؤن)	**2008**
☆ اکبریہ گرلز کالج میں سکول کلاسز کا اجراء	2009

☆ تعمیرات ☆

☆ مرکزی جامع مسجد اکبریہ میانوالی کی تعمیر نو	1970 تا 1978
☆ مرکزی دار العلوم جامعہ اکبریہ کی تعمیر	1978 تا 2000
☆ مرکزی عید گاہ میانوالی کی تعمیر نو اور تزئین	2003/04
☆ اکبریہ گرلز کالج کی تعمیر (مدینہ ٹاؤن)	2006/07
☆ جامعہ مسجد العمر کی تعمیر (مدینہ ٹاؤن)	2009/10ء
☆ فارغ التحصیل علماء کرام (عالمیہ 2010)	235
☆ فارغ التحصیل فاضلات فاضل عربی / درجہ عالمیہ	600
☆ فارغ التحصیل حافظات	35
☆ فارغ التحصیل حفاظ کرام	800
☆ فارغ التحصیل کمپیوٹر کورس	188
☆ کل استفادہ کنندگان	4000

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اظہار تشکر

فتاویٰ اکبریہ کی جلد اول کا ایڈیشن پہلے بے حد مقبول ہو چکا ہے، یقیناً یہ سب قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بے پناہ ہے، زیر نظر جلد دوم کتاب النکاح اور کتاب الطلاق اور انکے متعلق ابواب پر مشتمل ہے۔ نماز، روزہ و دیگر مسائل کی مانند یہ بھی عوام خصوصاً علماء کو اس کی اہم ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لیے توقع ہے کہ یہ علم و عرفان کا خزانہ بھی پہلی جلد کی طرح ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جائے گا۔

استاذ العلماء والفضلا حضرت صاحبزادہ محمد عبد المالک حفظہ اللہ تعالیٰ مہتمم اعلیٰ جامعہ اکبریہ انجمن فضلاء جامعہ اکبریہ کمپوزر ایم **نذیر احمد اعوان** جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ، تدوین، ترتیب اور تخریج کے مشکل ترین مراحل میں نہ صرف میری مدد فرمائی ہے بلکہ میری ہمت میں اضافہ فرما کر صدقہ جاریہ میں عملاً حصہ ملایا نیز ان جملہ معاونین کا بھی شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے فتاویٰ اکبریہ جلد دوم کی اشاعت میں مالی معاونت فرمائی۔

ہر آن چیز کہ خاطر مے خواست

اخذ آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

یہ فتاویٰ کیا ہے؟ علم وفضل و عوارف کا ایک گنجینہ اسرار و رموز دین کا بحر بیکراں مجھے اپنی کوتاہ علمی کے سبب وہ الفاظ نہیں ملتے جن کے ذریعہ اس کے محاسن بیان کر سکوں۔ لاریب یہ خزینہ تعریف و توصیف سے بالاتر ہے۔ یہ فتاویٰ نہایت آسان و عام فہم ہے جس سے مشکل آسان ہو گئی ہے۔ یہ استاذ العلماء کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں اس سے استفادہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔فتاوی اکبریہ جلد دوم ارباب علم وفضل علماء ومشائخ آئمہ مساجد اورعوام الناس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس ہورہا ہے۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس بندہ عاجز کو علمی اوردینی خدمت کی توفیق بخشی۔میری دعاہے کہ اللہ رب العزت قبلہ والدگرامی اور جملہ اساتذہ اکرام وفضلاء اور معاونین کی خدمت کوقبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

امین ثم امین۔

بجاہ النبی الکریم ﷺ

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ

ایل۔ایل۔ایم شریعۃ لاء لیکچرر بین الاقوامی اسلامک

یونیورسٹی اسلام آباد خادم آستانہ عالیہ اکبریہ میانوالی

جمادی الاول 1431ھ

☆☆☆☆☆

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

سخنہائے گفتنی

ابو العرفان حافظ محمد علی اعظمی

فاضل جامعہ اکبریہ میانوالی

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک صاحب

مدظلہ العالیہ

سجادہ نشین آستانہ اکبریہ میانوالی

اللہ تعالیٰ عزوجل عزوجل تعالیٰ نے کروڑوں مخلوقات پیدا فرمائیں، انسان کو ان سب میں افضل اس لیے بنایا کہ اسے علم عطا کیا گیا اور پھر علوم کے بھی بہت زیادہ شعبے ہیں۔ یہ تمام علوم انسان کی مادی زندگی کے لیے معاون و مددگار ہیں۔ سب سے افضل علم معرفت رب ہے جس کے لیے یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے۔ یہ علم دنیا و آخرت کی سعادتوں کا مجموعہ بنایا، جیسا کہ ابن عدی کی روایت ہے،

العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء وورثتی و ورثۃ الانبیاء

اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت وصفات جاننے والے زمین کے چراغ انبیاء علیھم السلام کے جانشین میرے اور انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں اور یہ معرفت خداوندی ہی انسان کی تخلیق کا باعث بنی۔ یہ علم استاد بغیر یار ہبر کے حاصل نہیں ہوسکتا، علم کتاب میں ہو تو بھی معلم کی اہمیت مسلم ہے۔

حقیقت تک رسائی اور اسرار و رموز جاننے کے لئے استاد اور رہبر لازمی ہے، کیونکہ وہ اسرار و رموز بہتر طور پر جانتا ہے اور اصل منبع اور ذریعہ سے واقفیت کی بناء پر اس نظام کا حصہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام انبیاء علیہم السلام دراصل اسی لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

ایک فارسی جاننے والا فارسی میں لکھی کتابوں سے اپنی مرضی کے مطابق علم حاصل نہیں کر سکتا اس علم کے لیے فارسی جاننے والا اور علم سکھانے والا راہنما ضروری ہے کیونکہ اس نے استاد سے ملکر علم حاصل کیا ہے۔

سمجھ اور ادراک اس وقت ہوتا ہے جب استاد کی صحبت میسر آتی ہے۔ظاہری علوم کتابوں میں ہو تو بھی حقیقت تک رسائی کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے جو سمجھا سکے۔

حضرت ابو علی ثقفیؒ فرماتے ہیں، **العلم حیوۃ القلب** علم قلب کو زندہ کرنے کا نام ہے اور اسی نسبت سے کفار کے دل کو مردہ کہا گیا ہے۔اور غفلت والوں کے دل بیمار غافل اس لیے کہا گیا ہے وہ شریعت کی آسان باتیں پسند کرتے ہیں۔

انسان کی فکر، خواہشات اور سوچیں مختلف ہیں ان کی پرکھ اور پہچان کے لے من کی کتاب کی ضرورت ہے، من کی کتاب جسے دل کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں ان کے لیے بھی کسی راہنما، استاد یا راہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔یہی من کی کتاب اسے اپنی پہچان کراتی ہے۔

اور خالق و مالک کے بارے میں ادراک حاصل ہوتا ہے۔جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے آپ کو پہچان لیا یہ نفس کی پہچان دراصل من کی کتاب ہے، اس کا پڑھنا اور فہم و ادراک حاصل کرنا اتنا آسان نہیں۔ظاہری علم کی طرح اس کے لیے بھی استاد، راہبر اور راہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔صحیفہ دل جتنا پڑھا جائے فہم ادراک اور عقل بڑھتی ہے۔اس من کی دنیا کے ایک رمز شناش نے کہا

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

علم کے کئی ذرائع ہیں۔ علم حصولی اور علم حضوری، علم حصولی ادراک سے حاصل ہوتا ہے جب کہ علم حضوری اللہ عزوجل کے علوم کی قسموں میں سے ہے۔ اس علم کو معرفت کا علم بھی کہتے ہیں جن کے لیے بعض اوقات الفاظ بھی ساتھ دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے،

علم الباطن سر من اسرار الله عزوجل و حكم من حكم الله يلقوه فى قلوب من يشاء من عبادى۔

علم باطن اللہ تعالیٰ عزوجل کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کے احکام میں سے ایک حکم ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے القاء فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ نے تمام علوم کا ذریعہ خود اختیار فرمایا ہے اور اپنی پہچان کے لیے علوم و معارف عالموں کے سردار فضلاء کی سند کاملوں کے تاج اور اول آخر کے علوم کی تکمیل کرنے والے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے من کے اندر مکمل طور پر اتار دیئے، الغرض چشم باطن اور چشم ظاہر ایک آنکھ بن جائیں تو پھر علوم ظاہر اور باطنی سب ظاہر ہوتے ہیں یہ تزکیہ اتنا اشد ضروری ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کی پہچان نہیں ہوسکتی جب تک یہ پہچان مخلوق خدا کی قلب و ارواح میں نافذ نہ ہو۔ اس علم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ معلم کے بغیر انسان اپنی سوچ، عقل اور فہم کے مطابق نفس کی مرضی سے علم کے معانی سمجھتا ہے، جو طبعیت سے مناسبت رکھتے ہوں قبول کرتا ہے، ورنہ رد کر دیتا ہے۔ علوم کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔

کامل استاد کا کام یہی ہے کہ من کی کتاب کی پڑھائی اس انداز میں کرائے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کے عطا کردہ علوم حقیقی کی شکل میں اس کے اندر رچ بس جائیں۔ اور نفس کی سرکشی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درمیان میں حائل نہ ہو۔جیسا کہ سلطان العارفین فرماتے ہیں" کامل استاد وہ ہے جو دل کو درست اور چشم باطن کو کھول دے"

لو کان العلم دون التقوىٰ شرفا لكان الا بلمس اشرف الاخلق الله تعالىٰ

اگر علم معرفت خداوندی اور تقویٰ کے بغیر باعث بزرگی ہوتا تو ابلیس اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ ہوتا۔

من کی پڑھائی کا دوسرا نام تزکیہ نفس ہے۔تزکیہ نفس استاد کی قربت اور صحبت کے بغیر میسر نہیں آتا۔اسی چیز کا نام تصوف بھی ہے۔اور یہ اس وقت سے رائج ہے جب اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ نے اس کائنات کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی صحبت نے لوگوں کے قلوب کا ایسا تزکیہ کیا جو ظاہر اور باطنی طور پر ایسے کارآمد ثابت ہوئے کہ وہ لوگ جو کسی کام کے نہ تھے ایسی تربیت فرمائی کہ زمانے کے راہبر و استاد بن گئے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اگر آپ خلیفہ بلافصل کی زندگی کا مطالعہ کریں یا عزت اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والد نے تجارت کے لیے سامان خرید کر دیا۔مگر وہ تجارت سے قاصر تھے۔اونٹ خرید کر

دیئے مگر ذمہ داری نہ نبھا سکے۔ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی تاثیر پیدا کی کہ بائیس لاکھ مربع میل کے مثالی حکمران ثابت ہوئے۔ جن کی مثال آج تک تاریخ پیش نہ کر سکی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرشد ہادی واستاد تسلیم کیا تو وہ فراست عطا ہوئی کہ ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ وحی نازل فرماتے ہیں،

رائیہ بالوحی الکتاب کے مبارک لقب کے مستحق ہوئے یہ نور نبوت کا فیضان تھا کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ہزاروں میل کی مسافت پر سالار لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت دیتے ہیں۔

یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جا۔ وہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں تو رب تعالیٰ جل جلالہ فتح عطا فرماتے ہیں کیوں نہ ہو ہمارے آقا و مولیٰ تاجدار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس علم معرفت کے متعلق ارشاد پاک ہے،

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے نور سے دیکھ لیتا ہے یہ من کی کتاب اور استاد کی صحبت سے حاصل کردہ کمال کا نتیجہ ہے جسے فراست ایمانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آج گئے گزرے زمانے میں استاد کامل اور راہنمائی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ مادی سوچیں اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کے احکامات سے دوری کا سبب بنتی ہیں اور حقیقی مفہوم و معنی سمجھ نہیں آتے۔

جب تک نفسانی آلائشوں کا ادراک اور کامل استاد سے تزکیہ نفس کا علم نہ پڑھے اور صحبت استاد کے بغیر یہ سب کچھ ناممکن ہے، کیونکہ صحیفہ دل کے لیے نصاب کتابوں سے نہیں نگاہوں سے میسر آتا ہے۔

بقول شاعر

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ ولی کامل نائب حضرت خواجہ محمد اکبر علی رحمتہ اللہ علیہ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب طال اللہ عمرہ وحفظہ کی ہستی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے اور یہ ذات اقدس ہمارے لیے تحفہ ربانی سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ ان کی عمر اور فیض میں برکت فرمائے جن کی صحبت نافع سے پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اسلام اپنی اصلی شان وشوکت اور آب وتاب سے پہنچ رہا ہے، آپ کے تلامذہ فضلاء ملک کے کونے کونے میں علوم و معارف کے مدقق استاد ہیں کہ ان کے ذریعے لوگ من کا علم حاصل کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ عزوجل تعالیٰ انہیں اور ان کے متعلقین ومتوسلین اور فضلاء کو سلامت رکھے

آمین

بجاہ النبی العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ سلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کے معنی و مفہوم

محمد علی اعظمی

نکاح کے معنی و مفہوم لسان العرب میں علامہ منظور لکھتے ہیں نکاح کا مطلب وطی یعنی عمل ازدواج ہے، اور تزوج کو یعنی شادی کو نکاح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے۔ لغت میں مطلقاً نکاح کو ضم اور ملانے کو کہتے ہیں اور کبھی عقد کو بھی بولتے ہیں اور کبھی جماع کو بھی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل نکاح کی کلام عرب میں جماع ہے، اور بیاہ کو جو نکاح کہتے ہیں اس لیے کہ وہ سبب ہے جماع کا، ابو القاسم زجاجی نے کہا ہے کہ جماع اور وطی دونوں اصل میں نکاح ہیں۔

ابو علی فارسی نے ایک باریک بات کہی ہے کہ جب عرب کہتا ہے " نکح فلان فلانۃ " تو وہاں مراد ہوتا ہے کہ عقد کیا فلانے مرد نے فلانی عورت سے، اور جب کہتا ہے، " فلان امرأتہ " تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ جماع کیا فلانے مرد نے اپنی عورت سے اس لیے اپنی عورت کا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ یہاں عقد مراد نہیں بلکہ جماع ہی مردا ہے۔ امام صاحب رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح حقیقتاً جماع ہے اور مجازاً عقد ہے۔ (البحر الرائق)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح اور طلاق کی شرعی حیثیت

محمد علی الاعظمی

شریعت اسلام ایک مکمل اور پاکیزہ نظام حیات کا نمونہ ہے۔اس میں نکاح کو صرف ایک معاملہ اور معاہدہ نہیں بلکہ ایک گونہ عبادت کی حیثیت بخشی ہے جس میں خالق کائنات عزوجل کی طرف سے انسانی فطرت میں رکھے ہوئے شہوانی جذبات کی تسکین کا بہترین اور پاکیزہ سامان بھی ہے اور مرد وعورت کے ازدواجی تعلقات سے جو عمرانی مسائل بقائے نسل اور تربیت اولاد کے متعلق ہیں ان کا بھی معتدلانہ اور حکیمانہ بہترین نظام موجود ہے۔

نکاح وطلاق کے معاملہ پر مذہب وملت میں عام معاملات بیع وشراء اور اجارہ کی طرح نہیں کہ طرفین کی رضامندی سے جس طرح چاہیں کرلیں بلکہ ہر مذہب وملت کے لوگ ہمیشہ سے اس پر متفق ہیں کہ ان معاملات کو ایک خاص مذہبی تقدس حاصل ہے۔(آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے) اس کی ہدایات کے تحت یہ کام سرانجام پانے چاہیں۔اہل کتاب، یہود ونصاریٰ تو بہر حال ایک آسمانی دین اور آسمانی کتاب سے نسبت رکھتے ہیں ان میں سینکڑوں تحریفات کے باوجود اس قدر مشترک اب بھی ہیں کہ ان معاملات میں کچھ مذہبی حدود وقیود کے پابند ہیں، کفار ومشرکین جو کوئی آسمانی کتاب اور مذہب نہیں رکھتے مگر کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں جیسے، ہندو، آریا، سکھ، مجوس، آتش پرست، نجوم پرست لوگ وہ بھی نکاح وطلاق کے معاملات کو عام معاملات بیع وشراء یا اجارہ کی طرح نہیں سمجھتے، ان کے ہاں بھی کچھ مذہبی رسوم ہیں جن کی پابندی ان معاملات میں لازم سمجھی جاتی ہے اور انہی اصول ورسوم پر تمام مذاہب کے عائلی خاندانی قوانین چلتے ہیں۔

المختصر یہ کہ چونکہ معاملہ ازدواج کی درستگی پر موقوف ہے اس لیے قرآن کریم میں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان عائلی مسائل کو تمام دوسرے معاملات سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم کو بغور پڑھنے والا یہ عجیب مشاہدہ کرے گا کہ دنیا کے تمام معاشی مسائل میں سب سے اہم تجارت شرکت اجارہ وغیرہ ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کے تو صرف اصول بتلانے پر اکتفا فرمایا ہے ان کے فروعی مسائل قرآن میں شاذونادر ہیں۔ بخلاف نکاح وطلاق کے کہ انہیں صرف اصول بتلانے پر اکتفا نہیں بلکہ ان کے بیشتر فروع اور جزئیات کو بھی براہ راست حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں نازل فرمایا ہے۔

اسلامی اصول کا رخ یہ ہے کہ جن مرد و عورت میں اسلامی اصولوں کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو وہ پائیدار اور عمر بھر کا رشتہ ہو جس سے ان دونوں کی دنیا و آخرت بھی درست ہو اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے اعمال و افعال بھی درست ہوں۔ اسی لیے نکاح کے معاملے میں شروع سے آخر تک ہر قدم پر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک صاف رکھنے کی اور کبھی پیدا ہو جائے تو ان کے ازالہ کی پوری کوشش کی گئی ہے، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود بعض اوقات طرفین کی زندگی کی فلاح اسی پر منحصر ہو جاتی ہے کہ یہ تعلق ختم کر دیا جائے۔ جن مذاہب میں طلاق کا اصول نہیں ہے انہیں ایسے اوقات میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور بعض اوقات بہت برے نتائج سامنے آتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے قوانین نکاح کی طرح طلاق کے بھی اصول و قواعد مقرر کیے مگر ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی کہ طلاق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک نہایت مکروہ کام ہے، جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش رحمٰن ہل جاتا ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال اسلام نے اگر چہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ تا بمقدور اس سے روکا ہے، لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اجازت دی تو اس کے لیے کچھ اصول وقواعد بنا کر اجازت دی، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس رشتہ ازدواج کو ختم ہی کرنا ضروری ہو جائے تو وہ بھی خوبصورتی اور حسن معاملہ کیساتھ انجام پائے۔ محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کی صورت نہ بننے پائے۔

نکاح ایام جاہلیت میں

مذہب اسلام سے قبل جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت مٹ چکی تھی، شریعت عیسوی کے خدوخال مجہول ہو چکے تھے۔ اس وقت ملک عرب خصوصاً شہر مکہ میں بہت ساری برائیاں جنم لے چکی تھیں۔ اس وقت ان کے یہاں نکاح کی متعدد صورتیں تھی۔

۱: پہلی صورت یہ تھی کہ اگر کوئی عورت کسی شخص کو پسند آجاتی تو وہ اس کے گھر شادی کا پیغام بھیجتا، اگر وہ قبول کر لیتی تو شادی ہو جاتی چونکہ یہ صورت انسانیت کے دائرے ہی کے اندر تھی اس لیے وہ آج تک چلی آرہی ہے۔

۲: دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس تو آدمی آتے اور باری باری اس سے مباشرت کرتے کچھ مدت کے بعد جب اس کو استقرار حمل ہوتا تو عورت ان لوگوں کو بلاتی جنہوں نے اس سے مباشرت کی تھی اور ان لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہتی کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم نے باری باری تم لوگوں سے ایسا ایسا کیا ہے جس سے ہم کو حمل ہو گیا۔ اس لئے تم میں سے کوئی ایک اس بچے کا باپ بنے گا۔ پھر ان میں سے وہ کسی ایک کا انتخاب کر لیتی، یہی ان دنوں کا بیاہ تھا۔ پھر اس بچے کی نسبت آدمی کی طرف کر دی جاتی اور اسے مجال انکار نہ ہوتا، یہ شرم ناک صورت اس وقت بڑے بڑے ذی عزت لوگوں میں بھی رائج تھی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳: تیسری صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے ساتھ سینکڑوں آدمی منہ کالا کرنے آتے اس طرح کی عورتیں اپنے مکان پر جھنڈا نصب کیئے رہتی تھیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ عصمت فروش عورتیں ہیں۔ جب ان میں سے کسی کو بچہ پیدا ہوتا تو وہ اپنے ان تمام شناساؤں کو بلاتی کہ جن سے منہ کالا کیا تھا۔ ان میں ایک قیافہ شناس بھی ہوتا جو بچے کو دیکھ کر اس کی نسبت کسی ایک کی طرف کر دیتا یہی ان دونوں کی شادی تھی اور مرد کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی۔

۴: نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مرد وعورت آپس میں عہد وفا کرتے وقت اپنی اپنی چادریں ایک دوسرے کے اوپر ڈال کر پھاڑ ڈالتے اس کے بعد ان دونوں کے مابین رشتہ زوجیت قائم مانا جاتا جو ایسا نہ کرتے ان کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا کہ ان کی محبت ناپائیدار ثابت ہوئی، لہٰذا ان میں رشتہ زوجیت قائم نہیں مانا جاتا۔

نکاح قدیم روما میں

قدیم روما میں دو قسم کی شادی ہوتی تھیں۔ عارضی اور مستقل۔ عارضی شادی کی مدت صرف ایک سال تک ہوتی تھی اس میں مرد وعورت بغیر کسی تقریب ورسم ورواج کے باہمی تعلقات پیدا کر لیا کرتے تھے اور یہ تعلقات سال بھر تک برقرار رہتے تھے۔ اگر اس دوران میں مرد وعورت کی زندگی خوشگوار ثابت ہوتی تو مدت پوری ہونے کے بعد مستقل شادی کر لیتے۔

نکاح وحشی اقوام میں

وحشی اقوام میں ایک شادی کا رواج کبھی نہیں پایا گیا، ان کے یہاں اشتراکیت کی درجنوں صورتیں تھیں، یعنی جس طرح ایک مرد مختلف عورتوں کا شوہر بن سکتا تھا اسی طرح ایک عورت مختلف مردوں کی بیوی ہو سکتی تھی اور یہ ان کے معاشرے میں قطعی غیر پسندیدہ نہ تھا۔ چنانچہ شمالی ہند کے بعض کوہستانی علاقوں میں اب بھی یہ دستور پایا جاتا ہے کہ اگر ایک گھر میں متعدد بھائی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتے ہیں تو شادی صرف بڑے بھائی کی ہوتی ہے، لیکن عملی طور پر سب اسے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پہلی اولاد کی نسبت بڑے بھائی کی طرف دوسری کی نسبت دوسرے بھائی کی طرف تیسری کی نسبت تیسرے اور چوتھی اولاد کی نسبت چوتھے بھائی کی طرف ہوتی ہے ان میں نہ کبھی آپس کا جھگڑا ہوتا ہے اور نہ ہی باہمی جذبہ رقابت۔ بھوٹان اور تبت کے بعض علاقوں میں بھی یہی دستور ہے کہ ایک عورت کئی مردوں کی بیوی ہوتی ہے اور وہ ان سب کی فرماں برداری کرتی ہے۔ مرد جو کچھ کما کے لاتے ہیں بلاشرکت غیرہ وہ تنہا کل کی مالکہ ہوتی ہے۔

نکاح قدیم مصر میں

قدیم مصر کی شادی بیاہ کا رشتہ بہت لچکدار ہوتا تھا اور ستھرے مذاہب و پاکیزہ سوسائیٹی کے لحاظ سے دنیا کا آٹھواں یا گیارھواں عجوبہ چنانچہ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ عورت بانجھ ہے یا مرد ہی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے وہ باضابطہ شادی سے پیشتر علی الاعلان ازدواجی تعلقات پیدا کرلیتے تھے اگر اس اختلاط جنسی سے عورت کو استقرار حمل ہو جاتا تو وہ محبت کا واسطہ دے لے کر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کا ہو کر رہ جاتے بصورت دیگر کچھ مدت انتظار کے بعد الگ ہو جاتے۔

پورٹ لینڈ

جہاں کی سیمنٹ بہت مشہور ہے وہاں اب تک یہ رواج چلا آتا ہے کہ عورت شادی کئے بغیر مرد کے ساتھ رہنا شروع کر دیتی ہے اور جب حمل ٹھہر جاتا ہے تو دونوں شادی کر لیتے ہیں اور نہ فریقین مختار ہوتے ہیں خواہ جدا ہو جائیں۔ خواہ اپنی جمالیاتی حسن و جذبہ شہوت کی تسکین کی خاطر الگ نہ ہونے کی قسم کھالیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آزمائشی شادیاں

موجودہ یورپ جو اپنے کو مہذب اور ترقی یافتہ ہونے کا بہت لمبا راگ الاپتا ہے وہاں پر قبل از نکاح باہمی تعلقات پیدا کر کے جنسی اختلاط کر لیا جاتا ہے۔ محض معلوم کرنے کے لیے کہ آئندہ زندگی خوشگوار ہوگی کہ نہیں؟

اس قسم کی شادیوں کو آزمائشی شادیاں کہا جاتا ہے جو کورٹ شپ کا عمومی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ پہلے پہلے صرف باہمی تعارف ہوتا ہے، پھر آشنائی ہو جاتا ہے، رفتہ رفتہ وہی آشنائی یکجائی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور پھر یہی دلفریب یکجائی آگے چل کر ہر جائی ہونے کا باعث بن جاتی ہے۔

نکاح دھرم شاستر میں

ہندوؤں میں دھرم شاستر کی رو سے بیاہ کی آٹھ قسمیں ہے۔

۱۔ برہم بواہ۔ ۲۔ دیو بواہ۔ ۳۔ پرجاپتی بواہ۔ ۴۔ ارشا بواہ۔ ۵۔ اسر بواہ۔ ۶۔ کندھرب بواہ۔ ۷۔ راکشش بواہ۔ ۸۔ بشاج بواہ

منوسمرتی کے مطابق نکاح کے یہ آٹھوں طریقے جائز ہیں لیکن اول چار قسمیں برہمنوں کے لیے ہیں اور چار قسمیں کھشتریوں کے لیے ہیں۔ راجہ اگر چاہے تو راکشش بواہ بھی کر سکتا ہے۔ اسر بواہ یہ صرف نچلے طبقوں اور شودر قوموں کے لیے درست ہے، ان آٹھوں قسموں میں تقریباً ہر قسم کی شادیاں آ جاتی ہیں۔

۱: برہم بواہ: شادی کا وہ طریقہ جو ہندوؤں میں عام طور پر رائج ہے، یعنی لڑکی والے اپنی بیٹی کے لیے مناسب بر تلاش کرتے ہیں بعدہ دھوم دھام سے شادی کر دیتے ہیں۔

۲: دیو بواہ: اس میں لڑکی کی شادی کسی دیوتا سے کر دی جاتی ہے اور وہ لڑکی اس دیوتا کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مندر میں زندگی گزارتی ہے ایسی لڑکیوں کو دیوداسیاں یا مرلیاں کہتے ہیں۔

۳: ارشا بواہ: وہ تارک الدنیا لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا بالکل کنگال ہوتے ہیں لوگ انہیں مقدس سمجھ کر اپنی بیٹیاں دے دیتے ہیں اس کو اصطلاح میں کنیادان کہتے ہیں۔

۴: پرجاپتی بواہ: اس میں مرد و عورت نہایت اہتمام کے ساتھ شادی رچاتے ہیں اس میں ذات پات کا کافی لحاظ رکھا جاتا ہے لڑکی والے برادری اور بارات کو کھانا کھلا کر لڑکی کو مناسب جہیز دے کر رخصت کر دیتے ہیں۔

۵: اسر بواہ: یہ ادنیٰ درجے کا بیاہ کہلاتا ہے کیونکہ اس میں خرید و فروخت کو بھی ایک حد تک دخل رہتا ہے۔ یہ طریقہ ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

۶: گندھرب بواہ: آزاد مرد و عورت خوشی خوشی ایک دوسرے کو قبول کر لیں۔ خواہ گواہ پنڈت جی موجود ہوں یا نہ۔

۷: راکشش بواہ: کسی لڑکی کو جبراً بھگا کر اس سے شادی کر لینا۔

۸: پشاچ بواہ کسی لڑکی کو شراب یا دارو پلا کر بے ہوش کر دینا بعدہ اس سے منہ کالا کرنا یعنی نیند یا بے ہوشی کے عالم میں اس کی عزت لوٹ لینا۔

نکاح قدیم ایران میں

ایران کے بڑے بڑے گھرانوں میں یہ دستور تھا کہ جب ان کی لڑکیاں جوان ہو جاتی تھیں تو ہم نسب و ذی عزت لوگوں کو مدعو کیا جاتا اور لڑکی کو یہ اختیار دیا جاتا کہ جسے چاہے وہ اپنا شریک حیات منتخب کر لے۔ اصطلاح میں اسے جشن شوہر گراں کہتے تھے۔

اس طرح کا دستور ہمارے ہندوستان کے راجاؤں میں بھی تھا کہ جب ان کی لڑکیاں جوان ہو جاتی تھیں تو وہ کسی خاص بر کی تلاش نہیں کرتے تھے بلکہ پنڈتوں سے مہورت لے

کر شادی کا ایک خاص دن مقرر کر دیتے تھے اور تاریخ مقررہ سے پہلے ملک کے تمام راجاؤں کو مطلع کر دیتے تھے جب تمام راجے جمع ہو جاتے تو ایک جلسہ کیا جاتا اور اس جلسے میں ایک شرط رکھی جاتی تھی جو عالی نسب راجہ اس شرط کو پورا کر دیتا اس کے گلے میں راجکماری اپنی رضامندی کا ہار ڈال دیتی جس کی وجہ سے وہ راجہ راجکماری کا خوش نصیب شریک زندگی مانا جاتا تھا۔ اس تقریب کو سوامبر (یعنی جلسہ انتخاب شوہر) کہتے تھے۔ سوامبر کے تین واقعات ہندوستا میں بہت مشہور ہیں۔

شادی کا بنیادی مقصد

موجودہ عہد میں ترقی یافتہ ملکوں میں شادی بیاہ کا بنیادی مقصد خواہ کچھ بھی ہو خواہ جذبہ شہوت وہوس رانی کے لیے ایک خودساختہ دستور ہی کیوں نہ بنالیا گیا ہو۔ لیکن ہر ستھرے مذہب، ہر ستھری تہذیب، ہر مہذب قوم اور پاکیزہ معاشرے نے اپنے خاندان کو زیادہ تعداد میں کرنے اپنے نسلوں اپنی یادگاروں نیز انسانی نسل کی بقاء وتحفظ اور صحیح النسی کے لیے زندگی کا ایک اہم اور بنیادی فریضہ تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی میں شادی بیاہ کو بہت ہی زیادہ اہمیت حاصل ہے اور شادی کا بنیادی مقصد صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کو پاک و صاف اور اپنے خاندان کی عظمت و وقار نیز جذبہ شہوت کو سکون دینے کے لیے شادی ایک پسندیدہ نہیں بلکہ ایک ضروری امر تصور کیا جاتا ہے۔

مذہب اسلام

ایک فطری دین ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اپنے وسیع دامن میں اعتدال وتوازن کا درشہوار لیے ہوئے ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے اسلام نے نظام اعتدال وتوازن نہ پیش کیا ہو۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ویسے ہانکنے کو تو بہت ساری ترقی وشہرت یافتہ قوموں و مذہبوں نے بہت کچھ ہانکا ہے اور اپنی شرافت تہذیب شائستگی معاشرت تمدن کا گیت اور اپنے ہی منہ سے ان کی لاثانیت کا بہت لمباراگ الاپا ہے۔ (جیسا کہ موجودہ یورپ الاپ رہا ہے۔)

لیکن عملی دنیا میں ان کی بے چارگی کی تصویر دیکھ کر بہت رحم آتا ہے یقین نہ آئے تو قدیم وجدید تاریخوں کو چھان ڈالیے اس کے بعد ہی کچھ فیصلہ کیجئے۔

کسی قوم مذہب نے انسان کو حیوانیت وشہوانیت کا مجسمہ مانا اور اس کے لیے انسان کی نفس پرستی وہوس رانی کی سرپرستی کو اپنے تمدن کی سربلندی کا واحد سرٹیفکیٹ جانا نتیجے میں وہ قوم عین ونشاط اور عیاشیوں میں ڈوب کر فنا کے گھاٹ اتر گئی۔

اور کسی کے نزدیک انسان مجسمہ روحانیت ہے، لہٰذا اس کے فطری جذبات اور جنسی وشہوانی خواہشات کو جڑ سے ختم کر دینے کو روح کی توانائی ومحبوبیت الٰہی کے لیے واحد ذریعہ اور اختلاط جنسی کو تمام برائیوں کی جڑ بتایا۔

اس سلسلے میں اصل کلیسا نے سخت ترین اقدام کیا اور اختلاط جنسی کو خواہ نکاح کے ذریعہ یا بغیر نکاح، روح کی آلائش اور داعی الٰی عذاب النار یعنی دوزخ میں جانے کا سبب بتایا، نتیجے میں پوری قوم عیسائیت نے قلادہ مسیحیت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا اور شہوت رانی میں ایسی ڈوبی کہ گھوڑوں گدھوں بندروں، کتوں اور کتیوں سے بھی دو چار قدم آگے نکل گئی۔

انسان کے متعلق اسلامی نظریہ

اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دو مشہور ترقی یافتہ قوموں و مذہبوں نے انسان کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا۔

ایک نے اس مجسمہ روحانیت اور دوسرے نے مجسمہ شہوانیت مان کر اس کے

بارے میں اپنی ناقص عقل کا بگٹٹ گھوڑا کس طرح دوڑایا۔ مگر اسلام نے یہ تعلیم دی کہ ارے نادانو! تم کہاں بہک رہے ہو۔ انسان تو مجسمہ شہوانیت ہے کہ صرف اس کے لیے عیش پرستی و ہوس رانی کے لیے سامان تسکین مہیا کرو اور اس کے عواطف فکر و روح کو جڑ سے اکھیڑ دو اور نہ ہی مجسمہ روحانیت ہے کہ اس کے جذبہ شہوانیت کا قلع قمع کردو بلکہ وہ شہوانیت و روحانیت دونوں کا مجسمہ ہے، یعنی نوازع شہوانیہ و عواطف فکریہ روحانیہ دونوں سے مرکب ہے اسلام نہ تو رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ محض دنیاداری کی بلکہ وہ تو اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ **لا رھبانیہ فی الاسلام** یعنی مذہب اسلام میں تجرد کی زندگی نہیں۔

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید میں مسلمانوں کا رب ارشاد فرماتا ہے، (ترجمہ) عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ھے

نکاح کرنا میری سنت ہے۔ پس جو (استطاعت رکھتے ہوئے) میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان روحانیت و شہوانیت دونوں سے مرکب ہے تو شہوانی قوت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارے جذبہ شہوت کے لیے کوئی سامان تسکین فراہم کیا جائے اور قوت روحانیہ کا یہ مطالبہ ہے کہ ہماری آسودگی و بالیدگی کے لیے بھی کوئی سامان بہم پہنچایا جائے۔

اسلام نے ایک طرف انسانی جذبات کے تلاطم میں ٹھہراؤ اور سکون پیدا کرنے کے لیے نکاح کا حکم دیا۔ اور دوسری طرف اس کے عاطفہ فکر و روح کو مکمل تسکین دینے اس کے قلب کی صفائی و روح کی پاکیزگی اور بالیدگی کے لیے ایک مکمل نظام عبادت پیش کیا اور فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (ترجمہ) آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا

ہے۔اور معاشرے کی پاکیزگی وروح کی توانائی نیز انسان کی شہوانی قوتوں کو اخلاقی ڈھانچے میں لانے کے لیے زنا اور دوسرے غیر فطری افعال کے ارتکاب پر نہایت ہی معقول سزا مقرر کی۔

زنا کے متعلق قانون پیش کیا

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ (النور، آیت ۲)

(ترجمہ) زنا کرنے والے کنوارے مرد اور زنا کرنے والی کنواری عورت دنوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے لگاؤ۔

اور اگر یہی قبیح حرکت شادی شدہ نے کی ہے تو اسے سنگسار کر دیا جائے یعنی میدان میں کھڑا کر کے اس کے اوپر چاروں طرف سے اس قدر پتھر برسایا جائے کہ وہ بالکل ختم ہو جائے۔عہد رسالت ﷺ ہی میں اس پر عمل کیا جا چکا ہے۔غیر فطری افعال کے ارتکاب پر مسلمانوں کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

(ترجمہ) یعنی جس شخص نے مرد یا عورت کو پیچھے کے مقام میں مجامعت کی اس پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

ملعون من عمل عمل قوم لوط

(ترجمہ) ملعون ہے ہی کہ وہ شخص جس نے قوم لوط کا عمل کیا (یعنی لواطت کی)

اسلام میں شادی کا بنیادی مقصد

آزاد خیال طبقوں اور خود ساختہ مذہبوں میں شادی بیاہ کا بنیادی مقصد خواہ کچھ بھی ہو لیکن مذہب اسلام میں شادی کا مفہوم اتنا وسیع اور اس کا مقصد اتنا بلند اور عظیم ہے کہ اس کی عظمت کا انکار ممکن نہیں۔حضرت امام غزالی رحمت اللہ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت صفحہ ۶۳ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے خواہش جماع کو آدمی پر اس لیے مسلط کیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے تاکہ وہ تخم ریزی کرے اور نسل منقطع نہ ہونے پائے نیز یہ بہشت کی لذت کا نمونہ بھی ہے۔

چنانچہ اسلام نے شادی کا بنیادی مقصد افزائش نسل یعنی حصول اولاد کو قرار دیا۔ فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ

(ترجمہ) نکاح کرو نسل کو بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت کے سبب اور امتوں پر فخر کروں گا۔ (صحیح مسلم شریف ج۲ ص ۴۷۸) اور ساتھ ہی ساتھ جنسی خواہشات کی راہنمائی اور فطری جذبات کی تسکین کو اس بنیاد پر جزو لاینفک قرار دیا تاکہ انسانی زندگی آراستہ و معاشرہ پیراستہ ہو جائے اور مرد و عورت دونوں کی زندگی میں ایک مناسب ہی نہیں بلکہ ایک خوشگوار تبدیلی آجائے دونوں انتہائی نیک جذبے کے تحت زندگی گذاریں اور ہر اس فعل کے ارتقاب سے محفوظ رہیں۔ جس کو دھرم و مذہب معاشرہ و سوسائٹی برا سمجھتا ہو ہر اس کام کے قریب نہ بھٹکیں جس سے مذہب و سوسائٹی پر کوئی حرف آتا ہو۔ معاشرہ کی اصلاح کے خلاف جتنے بھی عمل ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیاں ان سے پاک رہیں ان سے کسی قسم کی بے حیائی و بے شرمی نہ سرزد ہو کہ جس سے خود ان کی عزت و آبرو اور خاندان کے ناموس پر کوئی دھبہ لگ سکے۔ اپنی جنسی خواہشات و جذبات کو غلط راستے پر لگانے سے محفوظ رہیں۔

گویا اسلام میں شادی کا بنیادی مقصد انسانی، معاشرتی، جنسی اور خود پیدا کی ہوئی ہر بیماری سے محفوظ رہنا ہے۔ نیز اپنے چمنستان محبت میں دو چار مسکراتے ہوئے گلاب اور دو ایک چہکتی ہوئی بلبلوں کو فخر و مسرت اور انبساط کے ساتھ دیکھنا ہے اسی بنیادی مقصد اور مستحسن نظام کو اختیار کرنے ہی کی وجہ سے انسانی معاشرہ انتہائی حسین تابناک اور قابل رشک بنا ہوا ہے۔

پیش لفظ

از

فاضل اجل حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی حافظہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العلمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام على من كان نبيا و آدم بين الماء والطين و على آله اطيبين الطاهرين و اصحابه الهاديين المهديين و على آئمة المجتهدين خصوصاً على افقه الناس فى الدين وابى حنيفة و على احبابه الذين زينوا الدين و زينوه و اتباعه اجمعين الى يوم الدين و بعد فيقول عبده الفقير الذليل احوج الناس الى الله لعلى العظيم جل مجده الكريم۔

محمد فضل رسول سیالوی

برادر محترم جناب صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب اللہ تعالیٰ انہیں اسم بامسمی کرے کہ جسے مالک کا بندہ ہونا نصیب ہوگیا وہ کامیاب وکامران ہوگیا۔ اگر یہ نہیں ہے تو سب زندگی لا حاصل۔

حاصل زندگانی یہ ہے کہ تو اپنے مالک کی معرفت کے بعد اس کی رضا طلب کر کیونکہ تیرا حدوث تیرے مخلوق ہونے کی دلیل ہے اور تیرا مخلوق ہونا تجھے خالق کا پتہ دے رہا ہے جس سے تجھے یہ اتفاق حاصل ہوگا کہ وہی تیرا مالک ہے اسے پہچاننا اور اسی کی طرف رجوع کرنا تجھے زیبا بلکہ فرض ہے۔ جن اللہ کے بندوں نے یہ پہچان لیا ان کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم مالک کے بندے ہیں بلکہ مالک جل جلالہ خود ان کا اپنا بندہ ہونے کے اعلان کے ساتھ مخلوق کو خبردار کردیتا ہے کہ فلاں میرا بندہ ہے اس کا خاص دھیان رکھنا اگر اس کے ساتھ تمہارا برتاؤ معاندانہ ہوا تو میں تمہیں تباہ و برباد کردونگا، من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر جب بھی عذاب آئے قوموں کو ہلاک کیا گیا فرعونوں کو غرق کیا گیا ابوجہلوں کو رسوا کیا گیا تو ان سب میں بنیادی طور پر یہی نکتہ کارفرما تھا کہ وہ قومیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی قدر شناسی سے محروم رہ کر ان کی ہتک کی مرتکب ہوئیں سو اندوہناک تباہی و بربادی ان پر مسلط کردی گئی۔

اللھم اجعلنا من عبادك الصالحين التوابين آمين يا رب العلمين

اے میرے مالک کریم عبدالمالک کو عبدِ مالک بنادے۔آمین۔

صاحبزادہ صاحب نے فتاوی اکبریہ برائے تصحیح بھیجا اس کے کسی صفحہ پر ایک مختصر سا جملہ تحریر کردیا کہ تقریظ اور تصحیح کردیں اور بس۔

دوستوں کی سوچیں اور رویئے بے تکلفانہ ہوتے ہیں اگر کوئی اجنبی ہوتا تو خدا جانے کتنے تکلفات کرتا۔اس وقت بندہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ یہ علم وفکر سے تہی دامن اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ برا ہوگا۔لیکن الامر فوق الادب ڈرتے کانپتے قلم اٹھایا۔

میں اپنے رب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے دل ودماغ میں وہی کچھ القا ہو جس کا نوک قلم پر آکر صفحہ قرطاس پر ثبت ہونا اس کی بارگاہ عالی میں قبولیت پا سکے۔آمین۔آمدم برسر مطلب فقیر حقیر نے جب اپنے ماضی میں جھانکا زمانہ طالب علمی کی بھولی ہوئی یادیں تازہ ہوگئیں جو نذر قارئین ہیں وما توفيقي الا بالله العلي العظيم۔

غالباً یہ ١٩٦٥ء کا دورانیہ تھا کہ شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں میں جہاں بڑے بڑے لائق اور ذہین طلباء کسب فیض کرتے تھے اس فقیر کا شمار بھی اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے ادنیٰ طلباء میں ہوتا تھا۔کیا عجب زمانہ تھا کہ روز وشب تعلیم وتعلم کے پرکیف سلسلوں اور حصول علم کی لذت آشنائیوں سے بھرپور تھے استاذ ایسا کامل کہ بحری العلم والحکمۃ اور مخزن جو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسخا اور طلباء میں ایک سے ایک بڑھ کر جستجوئے علم میں مستعد پھر اسی دورانیے میں ایک لڑکا اس مدرسہ میں داخل ہوا عمر چھوٹی لیکن وقار متانت بزرگوں جیسا جستجو ہوئی کہ یہ عجیب اداؤں کا مالک کہاں سے آیا ہے کسی دوست نے بتایا کہ یہ لڑکا حضرت مولانا اکبر علی صاحب مرحوم ومغفور کے خاندان کا چشم و چراغ ہے اور وارث و نائب غوث زمان زیب سجادہ آستانہ عالیہ اکبریہ حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانی صاحب کا نور نظر ہے (اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے)۔ اور اس کا نام عبدالمالک ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد دل نے تسلیم کیا کہ واقعی اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا عمر تو چھوٹی سے تھی لیکن اس بچے میں اعتماد و وقار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا حسن اخلاق سے عبادت سے خصائل حمیدہ سے متصف شکل وصورت من بھاونڑیں اپنے اساتذہ کرام کا مؤدب طالب علم میں مستعد اور محنتی سعادت و نیک بختی کی تمام علامتیں اس لڑکے میں موجود تھیں۔ عالی ظرفی اور حلم و حوصلہ اتنا کہ کیا مجال کبھی کسی نے اس کی پیشانی پر کوئی شکن دیکھی ہو انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ لڑکا ہر ایک کی آنکھوں کا تارا ہوتا تھا اس درسگاہ کے تمام طلباء میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ عبدالمالک کا پیار ومحبت سب سے زیادہ اس کے ساتھ ہے۔

اساتذہ کرام جن میں سے اکثر اس دار فانی سے کوچ فرما کر دار بقاء میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں (انشاء اللہ) اس کی نعمتوں سے مالا مال ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے وہ تمام اس طالب علم سے اپنے والدین سے زیادہ شفیق ومہربان تھے اور وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا خصوصاً ملک العلماء الکاملین استاذ الاساتذہ۔ ولیاً کاملا من اولیاء اللہ وارث سید المرسلین علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والتسلیم ملک المدرسین حضرت علامہ ابوالفتح حافظ محمد اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم وتقویٰ کی سند تو ان کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے ہیں اب جن کا شمار علماء اہلسنت کے چوٹی کے علماء میں ہوتا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے (اس فقیر حقیر کے علاوہ) وہ جہاں بھی ہیں اپنے علم وحکمت سے علم دینیہ کی آبیاری کررہے ہیں اورطلباء دین کوزیورعلم سے آراستہ اورمزین کررہے ہیں۔علم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس درویش میں وہ صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ ان کے اقران میں دیکھنے میں نہیں آئیں فقیر تھا لیکن دل غنی رکھتا تھا۔تھا تو درویش لیکن طبیعت شہنشاہانہ رکھتا تھا۔منبر ومحراب اور درس وتدریس کی زینت تھا۔ لگتا تھا کہ تخت شاہی رکھتا ہے۔درویش تھا لیکن اس نے حاکم بن کر زندگی گزاری اپنے بزرگوں کے علاوہ وہ کسی کا محکوم نہ تھا۔گو اللہ تعالیٰ نے اسے علم سے زینت شوکت، دبدبہ اور وقار بخشا لیکن اس مردقلندر نے بھی علم کے وقار کو چار چاند لگادیئے۔علم نے اگر اسے وقار دیا تو اس نے بھی علم کے وقار وآبرو کو بلند کیا اسے ذلیل اور رسوا ہونے سے بچایا اور محفوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اسلاف کی سیرت پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین۔تو وہ عبدالمالک نامی طالب علم ان کے دل کا قرار اورآنکھوں کی ٹھنڈک ہوا کرتا تھا۔آج فقیر کو اپنے محسن وشفیق استاذ کے محبت بھرے لہجے یاد ہیں۔

کبھی کبھی بطور خوش طبعی فرماتے کہ مالُک (بضمہ لام) کو بلاؤ کیونکہ میانوالی میں اکثر الفاظ پر پیش بولا جاتا ہے اس سے خود بھی محظوظ ہوتے اور اہل مجلس بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بچپن کے زمانے مین بھی سعادت مندی کے آثار اس کی پیشانی سے ہویدا وظاہر تھے اس وقت کس کو معلوم تھا کہ اس ننھے سے طالب علم کا مستقبل کتنا تابناک اور روشن ہوگا۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

ایں سعادت بزور بازو نیست۔تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس ننھے طالب علم کو آج لوگ آستانہ عالیہ اکبریہ کا سجادہ نشین کہتے ہیں۔اس کا تعارف استاذ العلماء کے پیارے خطاب سے کروایا جاتا ہے۔ان کی پہچان بحیثیت ایک عظیم مبلغ ومفتی کے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کروائی جاتی ہے۔لوگ اسے علوم دینیہ کے ایک منجھے ہوئے مدرس کی حیثیت دیتے ہیں۔

اسے ایک مدبر سیاستدان مانا جاتا ہے اور اہلسنت و جماعت ضلع میانوالی کی قیادت کا تاج اس کے سر پر سجا ہوا ہے۔ جماعت کا کوئی فیصلہ اس کے اشارے بغیر نامکمل رہتا ہے۔لوگ اسے اپنی عقیدتوں کا مرکز جانتے ہیں۔

اسے مسلمانوں کی مذھبی اور درسی ضرورتوں کا ضامن خیال کیا جاتا ہے۔ میری مراد حضرت علامہ استاذ الاساتذہ مفتی اعظم صاحبزادہ محمد عبد المالک زیب آستانہ عالیہ اکبریہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ سے ہے۔اس درویش نے اپنے اسلاف سے علمی اور روحانی بڑی میراث پائی ہے ۔لیکن گل ای ویکھ جیڑے نالائق تے نکھٹو ہوون او آپڑیاں وڈیریاں تے بزرگاں دیاں وراثتاں کوں چھڑا نئیں ونجیندے اپڑیں آپ کوں بھی ونجا چھوڑدن، بھلا میڈے بھرا دی تاں گل ای وکھری اے ایں کوں تاں خدا نے ایڈی شان دتی تے نوازہ اے۔

اس درویش نے نہ صرف اپنے بزرگوں کی میراث کو محفوظ رکھا بلکہ اسے ترقی وعروج سے ہمکنار کیا آج غوث زماں حضرت خواجہ اکبر علی اور امام الاتقیا حضرت مولانا خواجہ غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہا کے جاری کردہ ہم مختلف النوع شعبہ جات نے جو زیب و زینت اور شوکت و دبدبہ۔صولت و بلندی پائی ہے وہ سب اسی درویش کی صلاحیتوں کا ثبوت اور اس کے جوہر باطنی کی چمک کا عکس و پرتو ہے۔

ان شعبہ جات یہ میں دار العلوم اکبریہ، آستانہ عالیہ اکبریہ، جامع مسجد اکبریہ، اکبریہ گرلز کالج شامل ہیں، اگر آستانہ عالیہ اکبریہ کا ملک پاکستان کے ممتاز آستانوں میں شمار ہوتا ہے تو دار العلوم جامعہ اکبریہ کی مہک بھی دور دور محسوس کی جاتی ہے۔جس کے فارغ التحصیل علماء وفضلا اس کے ثبوت کے لیے کافی دلیل ہیں۔اللھم زد فزد۔ الھم تقبل منا انك انت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السمیع العلیم الحکیم و تب علینا انك انت التواب الرحیم۔

اے اللہ کریم میرے بھائی اور ان کے خاندان و متلوسلین کی عزت و حرمت میں اور اضافہ فرما اور اس کے جاری کردہ علمی و روحانی چشمہائے فیوض کو تا قیامت جاری و ساری رکھ تا کہ علم و حکمت کے پیاسے اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔ خصوصاً ان کے صاحبزادہ گان کو اس علمی و روحانی وراثت کا امین اور وقار بخشنے والا بنادے کہ تجھے یہ آسان ہے۔ آمین یارب العالمین۔

یہ کتاب مسمی باسم الفتاوی الاکبریہ علم فقہ سے متعلق ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رخ زیبا کی نقاب کشائی ہو جائے تا کہ اس کو طلب کرنے والا اسے عبث اور بے فائدہ خیال نہ کرے بلکہ اس کے دیدار میں اس قدر محو ہو کہ اسے ایک قیمتی متاع اور بیش بہا خزانہ تصور کرے۔

علم فقه کی فضیلت و ضرورة

اللہ تعالیٰ کا فرمان وعلم آدم الاسماء کلھا مطلق صفت علم کے افضل ہونے پر دال ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علی نبینا و علیہ والصلوۃ والتسلیم کو ہمہ صفات متصف فرما کر پیدا فرمایا لیکن ملائکہ پر ان کا شرف و فضل علم سے ظاہر فرمایا کہ فرشتوں سے سوال فرمایا اور وہ سب جواب سے عاجز رہے تو اس کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم فرمایا، آپ نے فرشتوں کو جوابات بتا دیئے حکم فرمایا کہ تم سب آدم کو سجدہ کرو ابلیس لعین کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اور آدم صفی اللہ علیہما السلام کی برتری و بزرگی تسلیم کر لی اگر دوسری صفات سے افضل ہوتیں تو ان کے ذریعے آپ کی بزرگی و عظمت کا اظہار فرمایا جاتا پس معلوم ہوا کہ انسانی صفات میں سے سب سے عظیم صفت علم ہے جس کی بدولت انسان جمیع مخلوقات سے افضل ہے لیکن انسانوں میں مختلف علوم کے حاملین افراد میں سے فضیلت و برتری اسے حاصل ہے جسے تفقہ فی الدین بخشا گیا ہو جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین اس سے معلوم ہوتا ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علم فقہ دیگر تمام علوم سے افضل و برتر ہے کسی آدمی نے حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس نے کہا کہ فقہاء اس میں آپ کی مخالفت کریںگے آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے هل رایت فقیها بعینیك انما الفقیه الزاهد فی الدنیا الراغب فی الاخرۃ البصیر بدینه المال ا ومر علی عبادۃ ربه الورع الکاف عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالهم الناصح لجماعتهم۔

کیا تو نے اپنی آنکھوں سے کوئی فیقہ دیکھا ہے۔ فرمایا فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو تارک دنیا اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے دین کا عالم ہو اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت کرے اور مسلمانوں کی عزتوں کا محافظ ہو اور (ناجائز) طور پر مسلمانوں کے مال ہضم کرنے سے پرہیز کرے اور انکو اچھی نصیحت کرے۔

حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علم کی چند اقسام ہیں جن میں سے کچھ یہ ہے علم شعر، علم نحو، علم حساب، علم تفسیر اور علم فقہ

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سب کو ضرورۃ کے مطابق حاصل کریں لیکن شہرت مہارۃ صرف اور صرف علم فقہ میں حاصل کریں۔ شعر وسخن میں شہرت و مہارت کا نتیجہ یہ ہے کہ اسے بھکاری بنا دے گا اور لوگ اپنی مدح وستائش یا ہجو کے خوف سے اسے کچھ عطا کریں گے اگر علم نحو میں مہارت تامہ حاصل ہو تو یہ بچوں کی تعلیم تک محدود ہوگی اسی لیے کہا جاتا ہے النحو علم الصبیان اذ قلما یتعلمه الکبیر۔ کہ نحو بچوں کا علم ہے کیونکہ کوئی بڑی عمر کا ادمی قلیل ہی نحو پڑھے گا اور علم حساب کا نتیجہ زمین ناپنا ہے اور تفسیر کا نتیجہ وعظ ونصیحت اور قصص وامثال بیان کرنا ہے۔ یہ سب علوم مفید ہیں لیکن جزوی اور قلیل طور پر اور علم فقہ چونکہ شریعت کے فرائض وواجبات حلال وحرام کا علم

ہے اور شریعت کی احتیاجی دائمی بھی ہے اور کلی بھی وہ کون مسلمان ہے جو مسائل فقہ کا محتاج نہیں۔

اور اسی سے تقویٰ اور ورع پیدا ہوتا ہے تقوی قرب خداوندی کا باعث وسبب ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اس کو دائمی عزت عطا کردی جاتی ہے۔ اللھم الا رزقنا ھا فقہا فی الدین۔

اذا ما عز ذو علم لعلم۔ فعلم الفقہ اولیٰ با عتزازی

جب عالم کی عزت وعظمت علم سے ہوتی ہے تو علم فقہ (فقیہ) عزت وشرف کے زیادہ لائق ہے

فکم طیب یفوح ولا کمسک۔ وکم طیر یطیر ولا کبازی

ہر خوشبو والی چیز خوشبو تو دیتی ہے لیکن عنبر اور کستوری کی طرح نہیں ہوتی۔

اور ہر پرندہ اڑتا تو ہے لیکن شہباز کی طرح نہیں اڑتا (اس کی اڑان اسی کا حصہ ہے۔

ہر علم سے خوشبو تو اٹھتی ہے مگر عنبر وکستوری کی طرح خوشبو دینے والا تو صرف علم فقہ ہے سب علوم کی اپنی اپنی پرواز ہے لیکن علم فقہ کی پرواز شہباز کی طرح ہے۔ الحمد للہ الذی عز ذو عظم علم الفقہ

علم فقّہ مورث تقویٰ

حصول علم کا مقصد عمل ہے اور عمل کی زینت تقویٰ ہے اور فقہ مورث وموجد تقویٰ ہے اسی لیے علم فقہ تمام علوم سے افضل واعلیٰ اور اہم ہے۔ ہم امام محمد علیہ الرحمۃ کے اس مضمون پر بلند پایہ اشعار،

تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی البر والتقویٰ واعدل قاصد

اے عزیز من علم فقہ حاصل کر کیونکہ یہ نیکی اور تقوے کی طرف سب سے افضل امام اور سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا قاصد و پیغام رساں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فان فقیها زاهدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد

بے شک متقی اور پرہیز گار فقیہ اور عالم شیطان پر ہزار عابد سے سخت ہے

کیونکہ عابد اگر جاہل ہو تو قوی امکان ہے کہ شیطان اس کی ساری زندگی کی عبادت ایک مکر سے برباد کردے۔ اور متقی عالم شیطان کے داؤ پیچ اور مکر سے واقفی کی بنا پر اس پر غالب ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علم کے ذریعے اس کی عبادت محفوظ رہے گی۔

تقوے کے مراتب

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تقویٰ کے چار درجے ہیں

عام مسلمان کا تقویٰ صالحین کا تقوی متقی کا تقویٰ اور صدیق کا تقویٰ

۱۔ عام مسلمان کا تقویٰ یہ ہے کم از کم اس میں شہادت کی شرط پائی جائے جو کہ عدالت ہے اور مسلمان عادل اسوقت کہلاتا ہے کہ جو چیزیں شرعا حرام ہیں ان سے اجتناب کرے ورنہ اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

۲۔ صالحین کا تقویٰ یہ ہے مشتبہات سے پرہیز کرے یعنی کسی چیز کی حلت و حرمت میں تردد ہو تو اسے ترک کردے

۳۔ متقی لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ اس حلال چیز کو بھی ترک کردے جس کے استعمال سے حرام میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو۔

۴۔ صدیقین کا تقویٰ ماسوا اللہ سے اعراض اور جو بھی ہو (خوشی۔ سرور، دکھ، تکلیف اگرچہ بظاہر مخلوق کی طرف سے ہو) وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہے۔ گویا وہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی تصویر ہوتا ہے۔ الحمد للہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر یہ سب مراتب تفقہ فی الدین اور علم فقہ کے مطابق عمل کرنے کے ثمرات ہیں

تو معلوم ہوا علم فقہ سب علوم سے افضل ہے۔

زیر نظر فتاوٰی اکبریہ اللہ تعالیٰ اسے عوام وخواص میں مقبول کرے اس سے استفادہ کرنیکی توفیق دے آمین۔قبلہ صاحبزادہ صاحب کی ایک علمی کاوش ہے جس میں مسائل کو سہل اور مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے جہاں خواص اس سے استفادہ کرینگے عوام بھی اس فتاوی سے اپنی علمی پیاس بجھائیں گے۔اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس فتاوی میں وہ اختلافی مسائل بھی واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کئے گئے جن کے ذکر کرنے سے اکثر ابنائے زماں کے قلم خشک ہوجاتے ہیں ہاتھوں پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل سے لوگ اختلاف کریں گے پراپگینڈہ کریں گے اور ہمارے تعلقات لوگوں سے خراب ہونگے اس لیے تقریباً ساری زندگی صوم سکوت کی افطاری کا وقت آتا ہی نہیں۔اور اکثر ایسا ہی ہے الا ماشاء اللہ ایسے لوگ فریب خوردہ، مخلوق خدا کو فریب دینے والے، خائن فی الدین والامانۃ اور نصف دین پر ایمان رکھنے والے اور نصف کو متاع بے قیمت قرار دیکر نظر انداز کرنے والے ہیں۔اور جس نے دین کے ایک حصہ کو چھوڑا نہیں بلکہ ایک حکم نظر انداز کیا تو (مومن کامل ہونا تو دور کی بات ہے) کیا وہ عالم کہلانے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں کہ یہ فریبی، خائن اور منکر ہے۔

فتاوی اکبریہ میں الحمد للہ اس پہلو کو بہت نمایاں حیثیت دی گئی ہے اور گومگو کی پالیسی کی بجائے فیصلہ کن انداز اپنا کر یہ واضح کر دیا گیا ہے ہم یہ فریضہ بطور مذھبی امین پوری دیانت داری سے ادا کر رہے ہیں۔ہمیں اس سے غرض ہی نہیں کہ لوگ کیا رویۓ اپنائیں گے بلکہ ہم تو محض اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر اس کے بندوں کی رہنمائی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اللھم تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔آمین

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ بھی میرے استاذ کریم کی کرامت ہے،

انا ں سبق تے سارے چنگے دتے

برحق گوئی تے بے باکی دا سبق وکھرا

ایہہ سبق ہر ہک نی رگ رگ وچ رچ بس گیا تے ہنڑ تک بالکل نہیں بھلا۔

الحمد لله علی ذالك

اس کے علاوہ دوسرے مسائل کے بیان میں سادگی اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو ابنائے وقت کی حالت زار کے انتہائی مناسب ہے۔

بعض مسائل سے بندہ کو اختلاف تھا بندہ نے اپنی علمی بساط کے مطابق دیانت داری سے ان کے جواب تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر علماء کی نظر میں وہ درست ہوں تو انہیں اپنے فتاوی کی زینت بننے کا اعزاز بخش دیں۔

الحمد لله رب العالمين۔ اسئل الله لنا ولكم العافية فی الدين والدنيا والاخرة وصلی الله تعالیٰ علی حبيبه الكريم وعلی اله واصحابه اجمعين۔

منجانب احقر العباد محمد فضل رسول سیالوی غفرلہ

مہتمم

خطیب جامع مسجد النور جنرل بس سٹینڈ سرگودھا

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مشتاق گولڑوی مفتی دربار غوثیہ گولڑہ شریف

اس فقیر پر تقصیر نے فاضل نوجوان حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ محمد عبد المالک طال اللہ عمرہ کے فتاوی اکبریہ جلد دوم کے کچھ ابواب نکاح وطلاق خصوصا طلاق ثلاثہ کے مختلف جوابات پڑھے، جہاں سے پڑھا خوب سے خوب تر پایا دلائل کے انبار۔ مہذب زبان، براہین کا سیلاب، تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کا عمدہ رد۔ متعہ کی بحث مسئلہ بسوال الاختیار، دور جدید کے بالکل عین مطابق براہین قاطعہ نقل کر کے مخالفین کی سرزنش، مختلف ابواب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف کی ان مسائل پر کافی وشافی گرفت ہے۔ جو لوگ تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں، فتاوی اکبریہ جلد دوم کو پڑھنے کے بعد اب ان کو حقیقت کو مان لینے سے بخل سے کام نہیں لینا چاہے کیونکہ مصنف موصوف کا ہر فتاوی مدلل وانتھائی قوی دلیل سے مزین ہے۔ خصوصاً طلاق ثلاثہ کی تحقیق میں کمال ہی کر دی ہے۔ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ اللھم زد فزد، کے دعائیہ کلمات زبان سے بخود سرزد ہوئے۔

میری دانست میں جہاں عوام کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے اتنی علماء کے لیے بھی مفید ہے۔ اس لیے کہ ماخذ ومراجع اس حسن وترتیب سے ہیں کہ ہر عالم کو اس کی ضرورت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ مولف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مفتی مشتاق احمد گولڑوی

دربار غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سراج اہلسنت مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد شریف صاحب رضوی بھکر

ایک مرد درویش ویراں بستی کو آباد کر گیا

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المالک دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق ایک دینی علمی اور صاحب ولایت خانواہ سے ہے۔ آپ کے دادا جان قطب الاقطاب خواجہ محمد اکبر علی علیہ الرحمۃ ایک مشہور عالم باعمل ہونے کے ساتھ صاحب ولایت درویش انسان تھے۔ میانوالی کی سرزمین علم کی پیاس سے خشک ہو چکی تھی۔ آپ کے فیض علمی وروحانی سے سرسبز ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک مرد درویش ویران بستی کو آباد کر گیا۔ مزید نکھار آپ کے والدگرامی حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کی جو کہ زبردست عالم دین، ولی کامل بزرگ تھے کی کوششوں ومحنت سے ہوا۔ شعبہ افتاء آپ کے دادا جان نے قائم فرمایا اس شعبہ سے فقط اہل میانوالی ہی نے فائدہ نہیں بلکہ پورے ملک سے فتاوی جات آتے آپ لکھتے بلکہ بہت عمدہ لکھتے بعض فتاوی جات جو علماء کی طرف سے دوسرے شہروں سے آتے کی تصدیق فرماتے۔ آپ کے فتاوی جات سے صرف عوام نے نہیں بلکہ علماء نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اسی شعبہ کو آپ کے والدگرامی نے زندہ اور پھر صاحبزادہ صاحب نے ایک نئی روح ڈالی باقاعدہ ریکارڈ رکھا۔ 1980ء سے لیکر آج تک جتنے فتاوی جات تھے ان کو ترتیب دیکر علماء اہلسنت اور آنے والے مفتیان عظام کے لیے فتوی دینا آسان ترین کر دیا۔ میں نے کتاب النکاح وکتاب الطلاق کے چند مسائل وابواب کو بغور دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب کی اور ان کے خصوصی معاون عزیزم حافظ محمد علی اعظمی کی محنت قابل تعریف ہے۔ اس فتاوی کو میں صرف عوام اہلسنت ہی نہیں بلکہ علماء و مذہبی لوگوں کے لیے بے حد مفید پاتا ہوں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ صاجزادہ صاحب اہل میانوالی کے لیے مذہبی و سیاسی جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل صد تحسین ہیں، لکھنے کے لیے جی تو چاہتا ہے لیکن اپنے مدرسہ کی مصروفیات کے علاوہ افتاء و پروگراموں میں حاضری صحت بھی وہ نہیں رہی نظر بھی کمزور ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل صحت کاملہ عطا فرمائے اور خصوصاً اس فتاویٰ کو ہر خاص و عام کے لیے مفید تر بنائے۔

ان کی خدمات کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ خصوصاً نیو کیمپس مدینہ ٹاؤن میانوالی میں شعبہ للبنات اکبریہ گرلز کالج کی تعمیر و اجراء کا کام اور جامعہ اکبریہ میں ایک درجن سے زائد کام کرنے والے شعبہ جات جو کہ آپ کی سرپرستی میں انتہائی کامیابی کے ساتھ ترقی کا سفر کر رہے ہیں وہ قابل صد تعریف ہیں۔

فقیر کو سیکڑوں مرتبہ جامعہ اکبریہ جانا نصیب ہوا، عرس شریف کی محافل میں شریک ہوا۔ تو وہاں جا کر روحانی سکون ملتا ہے۔ جامعہ اکبریہ کی بہاریں ساتھ لیٹے ہوئے مردِ قلندر کی برکات ہیں، ہر طرف قرآن کی آواز کہیں حدیث و قرآن کی تفسیر پڑھنے طلباء کا جم غفیر علماء و طلباء اپنے اپنے کام میں مگن۔

فتاوٰی اکبریہ کی چند خصوصیات

۱۔ سوال و جواب میں اختصار
۲۔ آسان ترین الفاظ کا استعمال کر کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے رعایت
۳۔ بہت زیادہ عربی عبارات نقل کرنے سے گریز
۴۔ آسان ترین ترتیب
۵۔ جدید فقہی مسائل پر بحث

۶۔ خوبصورت جلد بندی

۷۔ سابقہ بزرگوں کے فتاوی جات کونقل کر کے برکت کا حصول یقینی بنایا گیا ہے۔

۸۔ طلاق ثلثہ کے باب میں کلمہ واحد ہکے ساتھ تین طلاق کے مفصل اور جامع جواب دیگر غیر مقلدین کا رد بلیغ جماعت اہلسنت کے مسلک کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

آمین ثم آمین

فقیر محمد شریف رضوی

مہتمم جامعہ سراجیہ رضویہ بھکر

کلمئہ تحسین

فضیلت الشیخ فقیہ العصر شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد کریم بخش بہل ضلع بھکر

فتاوی اکبریہ جلد دوم کے چند مسائل جو کہ نکاح، طلاق اور بسئو الاختیار کے باب کے تھے مجھے بسئو الاختیار کے باب میں جو مسائل شامل کیئے گئے ہیں اختلاف ہے۔ حق وہی ہے جو امام اہلسنت نے فتاوی رضویہ میں لکھ دیا ہے۔ نکاح، طلاق اور ان کے متعلق ابواب پر مشتمل ذخیرے کا بغور مطالعہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرزمین میانوالی اہل علم و دانش سے کبھی خالی نہ رہی، میری مراد استاذ العلماء علامہ احمد دین، علامہ مفتی فخر الدین گانگوی عارف باللہ خواجہ محمد اکبر علی اور مجاہد ملت محمد عبد الستار خان نیازی ہیں، آپ ان کے حقیقی علمی وارث ہیں۔ فتاوی اکبریہ میں ایک نیا انداز اپنایا گیا ہے جو اہل علم کے شایان شان ہوتا ہے۔ علامہ عبد المالک طال اللہ عمرہ اہل علم میں جانی و پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کا شمار ملک کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے کیونکہ آپ علمی، مذہبی اور عرفانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا مدرسہ ملک کے اچھے مدارس میں سے ہے۔ فتاوی کے مسائل پڑھ کر خوشی ہوئی کہ انہوں نے نئے علماء و علم فقیہ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کی علمی پیاس کو کافی حد تک بجھا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کے علم، عمل اور زندگی میں بے پناہ برکتیں فرمائے۔

(آمین)

فقیر کریم بخش بہل ضلع بھکر

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ نکاح فرض ہے، واجب ہے یا سنت ہے۔ سائل: ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق با الصواب:

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں، نکاح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس میں بے شمار فوائد ہیں۔

ردالمحتار میں ہے

"ویکون (ای النکاح) واجب عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض"۔

بدائع الصنائع میں ہے

"ویکون سنة مؤکدة فی الاصح فیاثم بترکه"۔

درمختار جلد۲ ص ۳۵۸ میں ہے

"ویکون (ای النکاح) واجب عند لتوقان فان تیقن الزنا الا به فرض نهایه وهذا ان ملك المهر و النفقة والا فلا اثم بترکه بدائع و یکون سنة مؤکدة فی الاصح فیاثم بترکه ویثاب ان نوی تحصینا وولد احال الاعتدل ای القدرة علی وطؤ ومهر و نفقة ورجح فی النهر وجوبه للمواظبة علیه والانکار علی من رغب عنه و مکروها لخوف الجور فان تیقنه حرم ذالك"۔

﴿۲﴾ **فتوی شرعی**: گواہوں کی موجودگی میں مرد وزن ایجاب وقبول خود کر لیں کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد خالد نوید

الجواب: نکاح ہو جائے گا۔ ردالمحتار کتاب النکاح جلد۲ ص ۳۷۳ میں ہے

"وشرط حضور شاهدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح، فلا ینعقد بحضرة النائمین والا صمین"۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳﴾ **فتوی شرعی**: لڑکیوں کی شادی کا مناسب وقت کونسا ہے۔ سائل: اسلم خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بالغ بچوں کی شادی خصوصاً لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرنا بلا وجہ گناہ ہے۔ جب مناسب رشتہ مل جائے تو پھر تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

جیسا کہ مشکوۃ شریف کتاب النکاح ص ۲۷۱ میں حدیث شریف ہے

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليتزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه "۔ اور دوسری روایت میں ہے "من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فا ثم ذلك عليه"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے، اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہوا تو وبال اس کا باپ پر ہوگا۔

﴿۴﴾ **فتوی شرعی**: آج کل ہمارے ہاں رواج ہے کہ لڑکیوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں لیکن والدین شادی نہیں کرتے کیا ازروئے شرع صحیح ہے۔ سائل: محمد نوید خان سکنہ شیر والا چھدرو

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ باجود منگنی ہونے کے بیٹھائے رکھنا گناہ ہے، حدیث شریف میں ہے، جب لڑکی یا لڑکا بالغ ہو جائے اور والدین ان کا نکاح نہ کرے اور ان سے زنا سرزد ہو جائے تو باپ گناہ گار ہوگا۔ "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه"۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۷۱)

﴿۵﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک صاحب لڑکی عاقلہ بالغہ کو کراچی لے آیا ہے اور اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں دس ہزار روپے حق مہر کے عوض نکاح کیا، کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد رمضان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے "ولا یشترط الاعلان مع الشهود لما فی التبیین ان لنکاح بحضور الشاهدین یخرج عن ان یکون سرا و یحصل بحضورهما الاعلان"۔ (بحر الرائق جلد سوم ص ۹٤)

﴿۶﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے ہاں ایک نکاح ہوا، لڑکی کے والد اور بھائیوں نے لڑکی سے زبردستی نکاح کی اجازت لی حالانکہ لڑکی اس نکاح پر بالکل خوش نہ تھی، کیا زبردستی نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔ سائل: عبدالمجید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ زبردستی اور مار دھمکا کر عاقلہ بالغہ لڑکی سے ایجاب و قبول کرالیا جائے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد۲ ص ۳۷۳ "اذا حقیقة الرضا غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراه والهزل رحمتی (الی قوله) بل عبارا تهم مطلقة فی ان نکاح المکروه صحیح"۔

﴿۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے دوست ایک لڑکی کو اغوا کر کے لائے اور بغیر گواہوں کے نکاح کرلیا ہے، آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد اسلم پرویز

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے لیے گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے جس نکاح کے گواہ نہیں وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے

"لا نکاح الا بشهود (هدایه جلد دوم ص ۲۸۶)۔ و ینعقد النکاح بایجاب من احدهما و قبول من الاخر و شرط حضور شاهدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح"۔ ردالمحتار جلد دوم ص ۳۵۵۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۸۶ میں ہے "ولا ینعقد نکاح

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المسلمین الا بحضور شاہدین" ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں کم از کم دو گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کو سننا شرط ہے، اور جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے" اذا فات الشرط فات المشروط"۔ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

﴿۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ دو عاقل بالغ لڑکے اور لڑکی عاقلہ بالغہ عاقل گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر لیں تو کیا یہ نکاح درست ہو گا یا نہیں، کیا مولوی صاحب کو ضرور بلوانا ہوگا۔ سائل: محمد نوید میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دونوں لڑکا اور لڑکی بالغ اور ہم کفو ہوں، گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیں تو شریعت ایسے نکاح کو درست مانتی ہے، جیسا کہ درمختار جلد سوم ص ۳۷۳ میں ہے" النکاح ینعقد بایجاب وقبول، ولا ینعقد الا بحضور شاہدین، حرین عاقلین بالغین"۔

﴿۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ جس لڑکے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہو اور لڑکی خوش نہ ہو، بادل نخواستہ والدین نے لڑکی سے نکاح کا اقرار کرایا، سوال یہ ہے کہ زبردستی بالغہ سے نکاح کا اقرار کرایا جائے تو کیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ سائل: مجید اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح ہو جاتا ہے عورت کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا، کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے یعنی قبول کیا ہے،

جیسا کہ ردالمختار جلد ۲ ص ۳۷۳ میں ہے،

" اذا حقیقته الرضا غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الا کراہ و والھزل والی قوله لو اکرھت علی ان تزوجته بالف و مہر مثلها عشر الاف زوجها اولیاء ھا مکرھین فالنکاح جائزا"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۰﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے پڑوس میں ایک لڑکی کو افغانستان سے بوقت عشاء لیکر آئے اور رات کی تاریکی ہی میں دو عورتوں اور دو مردوں کے سامنے امام مسجد نے ایجاب و قبول کرالیا کیا یہ نکاح درست ہے، حق مہر شرع مقرر کیا گیا تھا۔ سائل: فلک شیر اعوان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب ہے یہ نکاح درست ہے، لڑکا اور لڑکی شب کی تاریکی میں ایک دوسرے کو نہ بھی دیکھ سکیں تو یہ نکاح درست ہے۔

جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۳۸۰ میں ہے،

"فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والا حتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها و سمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز"۔

﴿۱۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے سن رکھا ہے کہ نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے، اگر کسی نکاح میں ایک مرد عالم فاضل اور ایک عورت گواہ ہوں تو کیا یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ سائل: قاری مجیب الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب، نکاح و طلاق کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا لازمی ہے۔ درمختار جلد ۲ ص ۲۷۴ میں ہے، "وشرط حضور شاهدين حرين او حر و حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الاصح"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نکاح میں شرط ہے دو مرد آزاد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو کہ ایجاب و قبول کو سنیں ورنہ نکاح نہ ہوگا۔

﴿۱۲﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار نے میرے بیٹے سے بیٹی کی منگنی کی تھی ہم نے لڑکی کو کپڑے دیئے عرصہ دو سال تک میرے بیٹے کی ہی منگیتر رہی اب معمولی ناراضگی ہوئی تو انہوں نے منگنی توڑ کر ایک دوسری جگہ نکاح کر کے شادی بھی کر دی ہے، کیا یہ فعل درست ہے۔ سائل: غلام عباس

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ منگنی ہماری اصطلاح میں وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں۔ پس نکاح اس سے منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا دوسری جگہ جو والد دختر نے نکاح اس کا کیا صحیح کیا۔ جیسا کہ درالمختار جلد ۲ ص ۲۶۴ میں ہے،

"وھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح وان للوعد فوعد"۔

﴿۱۳﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنی بیٹی کی منگنی بھانجے سے کی تھی اب وہ ہیروئین یعنی نشہ کا عادی ہو چکا ہے، بالکل نکما ہے اور بیکار ہے، میرے خیال میں مجھے یہ رشتہ توڑ دینا چاہیے، شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے۔ راہنمائی فرمائیں۔ سائل: غلام علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ والد کے لیے ضروری ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھے دیندار صحت مند لڑکے سے کرے نہ کسی نشہ کرنے والے ہیرونچی سے۔ ایسے شخص سے نکاح کرنا بیٹی کو عذاب میں دھکیلنا ہے۔ اگر اس نے اختیار کو غلط استعمال کیا تو لڑکی کو مجاز عدالت سے فسخ کا حق حاصل ہوگا۔

فتاوی شامی جلد دوم ص ۳۸ میں ہے،

"ولا یزوج ابنتہ الشابۃ شیخا کبیرًا ولا رجلاً دمیما ویزوجھا کفواً"۔

﴿۱۴﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے ہاں ایک بیوہ کا نکاح ہوا۔ ایک ہفتہ بعد عورت نے نکاح سے انکار کر دیا اور کہتی ہے میرا نکاح جبراً پڑھا گیا ہے، میں ناخوش ہوں۔ سوال یہ ہے کہ عورت کا نکاح میں ناپسندیدگی کا اظہار صحیح ہے یا نہیں یعنی نکاح باطل ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد اویس ماڑی انڈس۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دو گواہ معتبر سے شوہر رضامندی عورت کی ثابت کر دے گا تو نکاح صحیح ثابت ہو جائے گا۔ عورت کا اظہار ناراضگی معتبر نہ ہوگی۔ اور اس کے گواہ دوبارہ عدم رضا مسموع نہ ہوں گے۔ جیسا کہ ردالمختار جلد ۲ ص ۴۱۶ میں ہے،

"قال الزوج للبکر البالغتہ بلغک النکاح فسکت وقالت رددت النکاح

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولا بینۃ لھما علی ذالک ولم دخل بھا طوعا فی الاصح فالقول قولھا الا ان یبرھن علی رضا ھا او اجازتھا "۔

﴿۱۵﴾ فتوی شرعی: بیوی کی بہو جب کہ لڑکا بیوی کا جو پہلے شوہر سے ہے مر جائے تو کیا ازروئے شرع بہو مذکور سے نکاح درست ہے یا نہیں۔

سائل: عبدالجبار نیازی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سوال میں مذکورہ بہو سے نکاح بالکل درست ہے جیسا کہ فتاوٰی درمختار جلد۲ ص ۳۹۱ میں ہے "فجاز الجمع بین مرأۃ وبنت زوجھا أوا مرأۃ ابنھا "۔

﴿۱۶﴾ فتوی شرعی: مسمی محمد زبیر اپنی حقیقی سالی کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے، ہمارے محلے کے امام مسجد نے کہا ہے کہ یہ نکاح درست نہ ہے اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں تاکہ ہماری تسلی ہو جائے اور شریعت کے مطابق عمل کر سکیں۔ سائل: محمد بلال عیسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر منکوحہ محمد زبیر کی محمد زبیر کے نکاح میں نہ ہوتو اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا اور دونوں کا اکٹھا نکاح میں رکھنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ رشتہ میں خالہ بھانجی ہیں۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد۲ ص ۲۷۶ میں ہے،

" ولا یجمع بین المرأۃ عمتھا او خالتھا او ا بنۃ اخیھا او ا بنۃ اختھا "۔

﴿۱۷﴾ فتوی شرعی: کہ ہم دو سگی بہنیں لائے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ایک کا نکاح باپ سے کردیں اور ایک کا نکاح اس کے بڑے لڑکے سے کردیں تو کیا یہ نکاح درست ہوں گے یا نہیں۔

سائل: گل مست خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دو بہنوں کا اکٹھا نکاح ایک آدمی سے منع ہے اگر باپ بیٹے کے نکاح میں ہوں تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ محرمات کی کل ۹ قسمیں ہیں اور دو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہنوں کا باپ بیٹے کے عقد میں ہونا ان میں سے نہیں ہے اس لیے ان کا دو بہنوں سے عقد جائز ہے ۔جیسا کہ قرآن کریم سورۃ النساء پارہ چار رکوع ۱۲ میں ہے، ۔"واحل لکم ما وراء ذلکم"۔

﴿۱۸﴾ فتویٰ شرعی: ہمارے چک میں کافی تعداد میں عیسائی رہتے ہیں۔ایک عیسائی لڑکی سے میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے، اگر کرلوں تو یہ شادی شرعاً صحیح ہوگی یا نہیں۔وہ مسلمان بھی ہوجائے گی۔

سائل: محمد فرحان مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عیسائی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے، جیسا ردالمختار جلد۲ ص ۳۹۷ میں ہے "وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا"۔

﴿۱۹﴾ فتویٰ شرعی: کہ میری موجودہ بیوی کا لڑکا فوت ہوگیا ہے، جو کہ سابق شوہر سے تھا۔اس کی بیوی کے والد اور بھائی بھی فوت ہوگئے تھے۔اب وہ بڑی پریشان ہے کہ کس کے پاس جاؤں گی۔کیا میں اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بیوی کے فوت شدہ لڑکے کی بیوی سے شادی کر سکتا ہوں یا نہیں۔سائل: محمد صغیر اللہ۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اپنی بیوی کے لڑکے جو کہ سابقہ شوہر سے ہو کے فوت ہوجانے کے بعد اپنی بیوی کے ہونے کے باوجود اس کی بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے، یعنی جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کے پسر کی زوجہ کے شرعاً درست ہے۔

"لعموم قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم الآیۃ"۔

درمختار جلد۲ ص ۳۹۱ میں ہے،

"فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجہا او امرأۃ ابیہا"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی کا میرے ساتھ دوسرا نکاح ہے پہلے والا خاوند فوت ہوگیا ہے، وہ اپنے ساتھ ایک لڑکی مسماۃ صغریٰ بی بی لائی تھی، کیا میں صغریٰ بی بی کا نکاح اپنے بیٹے محمد اسماعیل سے کرسکتا ہوں یا کہ نہ کیونکہ لڑکا اور لڑکی آپس میں تو کچھ نہیں لگتے۔ سائل: فدا رسول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ صغریٰ بی بی کا نکاح آپ کے لڑکے محمد اسماعیل سے یقیناً ہوسکتا ہے، کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں

"واحل لکم ماوراء ذلکم (النساء۔٤) ولا باس ان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابنہ امتہا او بنتہا لانہ لا مانع"۔ (بحر الرائق جلد سوم ص ۱۰٦)

﴿۲۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری شادی کو عرصہ ۱۰ سال ہوگئے ہیں کوئی اولاد نہیں ہوئی میں چاہتا ہوں کہ دوسری شادی کرلوں مگر میری بیوی نہیں مانتی آیا از روئے شرع دوسری شادی بغیر اجازت کے نہیں کرسکتا۔؟ سائل: محمد شہزاد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شرعاً مرد کو دوسری شادی کے لیے بیوی کی اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ اس کی اجازت کے بغیر بھی شادی کرسکتا ہے مگر شرط یہ ہے دونوں کے درمیان عدل و مساوات کی قدرت رکھتا ہو۔

جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ (سورۃ النسا)۔

پھر اگر ڈر برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی (بیوی) کافی ہے)۔

﴿۲۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک لڑکے کی منگنی ہوئی، اسی گھر میں لڑکے کا آنا جانا تھا رشتہ داری بھی تھی لڑکے نے نکاح سے پہلے زنا کیا اور اب نکاح ہوگیا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درست ہے۔سائل: نعیم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوا ہے۔جیسا کہ ردالمحتار جلد۲ ص۱۰۴ میں ہے "لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا"۔ پہلے جو زنا ہوا اس سے توبہ استغفار کرے یہی اس کا کفارہ ہے۔

﴿۲۳﴾ فتوی شرعی: کہ دو سگی بہنیں ہیں۔ بڑی بہن چچا کے عقد میں، چھوٹی بہن کی شادی بھتیجے سے ہوگئی، ایک بہن کی لڑکی اور دوسری کا لڑکا، کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: شفیق الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ النساء ۱۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "واحل لکم ما وراء ذلکم" الآیۃ۔

﴿۲۴﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکا محمد خالد، احمد دین کی لڑکی اغوا کر کے لے گیا، تقریباً دس دن تک محمد خالد کے پاس رہی، گاؤں کے معززین نے فیصلہ کیا کہ اب اس لڑکی کا نکاح محمد خالد لڑکے سے کردو، اور محمد خالد کی بہن کا نکاح احمد دین کے بڑے لڑکے سے کردیا جائے۔ محمد خالد اور اس کی بہن اس نکاح پر خوش نہ تھے، بہرحال لڑکی نے روبرو دو گواہوں کے نکاح کی ہاں کردی، نکاح مولوی نے پڑھادیا، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے جبراً نکاح منعقد نہیں ہوتا، آیا از روئے شرع جبراً نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں۔ سائل: حبیب الرحمٰن چوک اعظم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح اِکراہ کے ساتھ درست بھی ہے۔ خواہ مرد مکرہ کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے اور یہی صحیح ہے۔ لہٰذا نکاح صحیح ہوگا۔ جیسا کہ فتاوی شامی جلد۲ ص۱۷۲ میں ہے،

"بل عبارتهم مطلقة فی ان نکاح المکرہ صحیح کطلاقه و

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة"۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴ میں حدیث ہے

"قول وفى الحديث ثلاث جدهن جد و هزلهن جد الحديث

وعد صلى الله عليه وسلم فيهن النكاح"۔

«۲۵» فتوی شرعی: کہ ایک ایسی لڑکی جو کہ سرکس میں کام کر چکی ہو اور اس کے متعلق یقین ہو کہ یہ بدکار تھی لیکن اب توبہ تائب ہو چکی ہو کیا بدکار لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

سائل: محمد عظیم راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی لڑکی سے نکاح شرعاً درست ہے۔

جیسا کہ فتاوی الدر المختار جلد ۲ ص ۴۰۲ میں ہے

"وصح نكاح الموطوءة بزنا اى جاز نكاح من رآها تزنى وله وطؤها بلا استبراء"

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "الزانية ولا ينكحها الازان"۔

«۲۶» فتوی شرعی: کہ بنگلہ دیش سے ایک لڑکی آئی ہے وہ حلفاً کہتی ہے کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا، آیا از روئے شرع اس لڑکی کا نکاح کر دیا تو کیا منعقد ہو جائے گا یا نہیں۔ سائل: محمد ثاقب ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے اس لڑکی کا نکاح موافق اس کے بیان کے شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد ۵ ص ۱۷۱ میں ہے

"وحل نكاح من قالت طلقنى زوجى وانقضت عدتى ---- و حاصله انه متى اخبرت بامر محتمل فان ثقة او وقع فى قلبه صدقها لا باس بتزوجها"۔

خلاصہ کلام اس صورت میں عورت کے بیان کے موافق اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی عرصہ دس، گیارہ سال سے فوت ہوگئی ہے۔ اس سے میری صرف دو لڑکیاں ہوئی تھیں۔ اب میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرنے کا پیغام بھیجا۔ بیوہ کے بھائیوں نے کہا ہمیں رشتہ دو یعنی اپنی ایک لڑکی کا نکاح ہمارے بھانجہ سے کردو، تو کیا از روئے شرع یہ جائز ہے کہ میں بیوہ سے شادی کروں اور بیوہ کا بیٹا میری بیٹی سے شادی کر لے۔ سائل: محمد اصغر علی قائد آباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسا نکاح شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۸۳ "اما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال"۔

﴿۲۸﴾ **فتوی شرعی:** آج سے دس سال پہلے ہم کافی رشتہ دار اکھٹے ہوئے اور رسم منگنی ادا ہوتی نکاح ہوا اور نہ ہی ایجاب وقبول ہوا۔ اب لڑکے والے اس منگنی کو نکاح قرار دینے پر بضد ہیں جبکہ ہمارے پاس کافی تعداد میں گواہ ہیں لڑکے والوں کے پاس ایک بھی گواہ نہیں، میری بچی عاقلہ بالغہ ہے وہ اس لڑکے سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ سوال یہ ہے منگنی کی رسم ادا کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے۔

سائل: عبدالرشید شادیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے ایسی حالت میں نکاح نہیں ہوا،

فتاوی شامی جلد ۲ ص ۳۶۹ میں ہے

"فان قامت القرینة علی عدمه لا ینعقد نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۷۰ پر ہے "لا بد فی کنایات النکاح مع النیت من قرینته"۔

ہاں اگر آپ نے وعدہ نکاح کیا تھا تو وعدہ پورا کرنا اسلام میں ضروری ہے، لیکن چونکہ اب لڑکی عاقلہ بالغہ ہوچکی ہے اور نہیں مانتی تو باپ شرعاً مجبور ہے وہ عاقلہ بالغہ لڑکی پر باپ جبر نہیں کر سکتا۔ یہی حکم شرعی ہے، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۱ میں ہے "لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیباً"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شریعت جہاں مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے " وانکحو الایامیٰ"۔

«۲۹» فتوی شرعی: کہ ایک یتیم و غریب لڑکی جو کہ نابالغہ ہے بلا اجازت ولی اس کا نکاح کر دیا گیا بوڑھی والدہ کا انگوٹھا لگوایا گیا کیا ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں۔

سائل: خورشید احمد شادیہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر واقعی سوال درست ہے تو نکاح نہیں ہوا کہ نابالغ و نابالغہ کا نکاح بلا اجازت ولی نہیں ہوسکتا۔ اور عصبات کے موجود ہونے کی صورت میں والدہ ولی نہیں بن سکتی۔ اور لطف تو یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں مذکور کاروائی کو نکاح کہنا محض نام ہی نام ہے، نکاح شرعا ایجاب وقبول کے بغیر منعقد ہو بھی نہیں سکتا۔

فتاوی عالمگیری جلد اص ۲۶۷ میں ہے "اما رکنه فالا یجاب والقبول" اور ایجاب وقبول تلفظ کا نام ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے " والایجاب ما یتلفظ به اولا من ای جانب کان والقبول"۔ تو محض انگوٹھا اگر چہ رضا اور رغبت سے خود ولی شرعی لگا دے کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ والدہ صورت مسئولہ میں ولی شرعی بھی نہیں اور وہ بھی بلا رضا ہو تو نکاح کیسے ہوگا۔

«۳۰» فتوی شرعی: کہ میرا بچہ گونگا ہے۔ یہاں میانوالی کے سکول بہرے اور گونگے میں تقریباً چھ سال تک تعلیم حاصل کی، گھر میں اشاروں سے باتیں سمجھ سکتا ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ گونگے کا نکاح کیسے پڑھا جائے۔ سائل: انعام اللہ خان سکنہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس کو اشارہ سے سمجھایا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے کیا تجھے قبول ہے، پھر اگر وہ اشارہ کر دے کہ قبول ہے تو نکاح ہو گیا، یا یوں ہی لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے اور وہ قبولیت کا اشارہ کر دے یا لکھ دے تو جائز ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی عالمگیری جلد۴ ص۴۰۰ میں ہے

"ایماء الاخرس و کتابتہ کالبیان فی الوصیت والنکاح والطلاق"۔

نیز اسی میں ہے

"یجوز نکاح الاخرس وطلاقہ (الیٰ ان قالوا) اذا کان یکتب او یومی ایماء یعرف بہ۔

اور یونہی اکثر کتب مذہب میں ہے اور اس کا لکھنا اشارہ سے بھی اچھا ہے۔ جب کہ با قاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو مثلاً یہ کہ من کہ فلاں بن فلاں ہوں اس لڑکی فلانہ بنت فلاں کا نکاح قبول کرتا ہوں۔

﴿۳۱﴾ فتوی شرعی: میرا ایک دوست ہے جو کہ سنی شیعہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ لڑکی بھی اس کو پسند کرتی ہے اور شادی کرنا چاہتی ہے۔ کیا سنی لڑکا کسی سنی شیعہ لڑکی سے یا سنی شیعہ لڑکا سنی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ (نوٹ) براہ کرم تفضیلی فتوی باحوالہ لکھ کر دیں نوازش ہو گی۔ سائل: حافظ خدا بخش بھکر

الجواب: مکرمی خدا بخش صاحب مکمل جواب دینے سے پہلے تمہیدی بیان بڑی توجہ سے پڑھیں۔ شیعہ کے بہت فرقے ہیں، مشہور ہمارے علاقے میں دو ہیں، تفضیلی شیعہ اور سبّی شیعہ۔

تفضیلی شیعہ کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے، کیونکہ وہ فقط حضرت علیؓ کو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں باقی ان کے عقائد اہلسنت جیسے ہیں۔ اور بعض علماء و محققین ان کے ساتھ نکاح کو بھی باطل قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر قذف یعنی تہمت لگاتے ہیں، قرآن کے منکر ہیں، ان کے متعلق فتاوی عالمگیری جلد دوم، کتاب البیوع فی احکام المرتدین ص ۲۶۴، تہذیب التہذیب جلد اول اور انکے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں (تقیہ) جھوٹ بولنا ایمان کا حصہ ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ان کے ساتھ مناکحت نہ کی جائے۔

سبی شیعہ (سبی شیعہ وہ ہے جو شخص صحابۂ کرام اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دیتا ہے اور سب کا قائل ہے) ان سے اصلاً نکاح باطل ہے، کیونکہ ان کے عقائد تفضیلی سے بھی بدتر ہیں۔ بطور نمونہ انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی تسلی کے لیے لکھ دیتا ہوں۔

عقیدۂ توحید:

بداء کا عقیدہ: جملہ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل و ابد کو محیط ہے اور کوئی بھی ہونے والا واقعہ اس سے مخفی نہیں اور اس کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں ہوئی اور شیعہ امامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بارے بداء کا عقیدہ رکھنا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے، اور یہ شیعہ کی تمام عقائد، حدیث اور فقہ کی کتب میں باقاعدہ ایک باب موجود ہے۔

شیعہ حدیث کی معتبر اور مشہور کتاب اصول کافی باب البداء ص ۲۲۸ **عن احدهما علیهم السلام قال ما عبد الله بشئ مثل بداء** (ترجمہ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا امام جعفر صادق میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کسی چیز سے ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ بداء کے عقیدہ سے ہوتی ہے۔ اعتقادیہ شیخ صدوق ص ۱۸، اصول کافی جلد اص ۳۲۷، اصل واصول الشیعہ ص ۱۶

تقیہ: مذہب اسلام میں جھوٹ بولنا بڑا سنگین جرم ہے، قرآن میں جھوٹے پر لعنت کی گئی ہے، مگر شیعہ کے نزدیک اصل بات کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا خالص دین ہے، بلکہ ان کے نزدیک دین کے نو حصے جھوٹ میں مضمر ہیں۔

اصول کافی میں تقیہ کا ایک مستقل باب ہے، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے کہ، "ان تسعة اعشار الدين فى التقية ولا دين لمن لا تقية له"۔ (اصول کافی ص ٤٨٢)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: بے شک دین کے نوے فیصد دین تقیہ میں ہے اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

قرآن کا انکار: پوری امت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کا انکار کفر ہے اور جو پورے قرآن کا انکار کرے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے۔؟ شیعہ کی تمام جدید قدیم کتب میں بے شمار روایات تحریف قرآن پر موجود ہیں صرف چند بطور نمونہ نقل کرتا ہوں۔

علامہ نوری طبرسی ایرانی لکھتا ہے

"قال السید المحدث الجزائری فی الانوار مامعنا ان الاصحاب الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بصریحها علی وقوع التحریف فی القرآن کلاماً ومادةً واعراباً والتصدیق بها فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ص ۳۰

ترجمہ: محدث الجزائری نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب (شیعہ) سب کا اس پر اتفاق ہے وہ تمام مشہور بلکہ متواتر روایات جو صراحۃً قرآن کی عبارت، الفاظ اور اسکے اعراب میں تحریف بتاتی ہیں صحیح ہیں اور ہمارے تمام اصحاب تحریف قرآن کی ان روایات کی تصدیق پر متفق ہیں۔ تفسیر صافی جلد اص ۱۹، عقائد شیعہ ص ۴۹۔

اصول کافی ص ۶۷ میں ہے

"ان القرآن الذی جاءبه جبرائیل علیه السلام الی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سبعة عشر الف آیة"۔

بلا شک وہ قرآن جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لائے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ حالانکہ موجودہ قرآن صرف 6666 آیات پر مشتمل ہے۔ 10334 آیات چوری ہوگئی ہیں۔ یا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکری کھا گئی یا اصحاب ثلاثہ نے عمداً مذکورہ آیات حذف کردیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ نعمت اللہ الجزائری، انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۰ میں لکھتا ہے،

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصلی قرآن جمع فرمایا اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لے آئے انہوں نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا قرآن دیکھا اس میں اصحاب رسول ﷺ کی برائی تھی تو انہوں نے واپس کر دیا۔

"فقال لهم علی علیه السلام لن تروه بعد هذا الیوم ولا یراه احد"۔

موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر بے شمار دلائل ہیں ملاحظہ ہوں۔ شیعہ کتب کے نام "حیات القلوب جلد سوم ص ۱۲، تحقیق المتین ص ۷۶، ۷۴، تذکرہ ائمہ ص ۱۸، عقائد الشیعہ ص ۸۷، علامہ ڈھکو' وسیلہ انبیاء علیہم السلام جلد دوم ص ۱۰۹، انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۰۵، احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۶۵۔ تہذیب المتین ص ۲۶۸۔ وغیرہ

تمام آئمہ اللہ ہیں

جلا العیون جلد دوم ص ۸۵، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رب ہیں، جلد دوم ص ۶۶ ہمارے تمام امام خدا ہیں۔ شیعہ عقائد ص ۷۷ ہمارے تمام آئمہ میں خدائی صفات ہیں، بصائر درجات ص ۲۳

اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار

"وذلك انهم یقولون ان ربهم هوا الذی کان محمد خلیفة ابو بکر ونحن لا نقول بهذا الرب ولا بذالك النبی صلی الله علیه و آله سلم ولا ذلك النبی نبینا"۔ انوار نعمایه جلد دوم ص ۲۷۸

خلاصہ: نہ ہم اُس رب کو مانتے ہین نہ اس رب کے نبی کو ہی مانتے ہیں جس کا خلیفہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ

کہ اصل نبوت حضرت علیؓ کی تھی

"قالوا محمد بعلی اشبه من الغراب بالغراب والذباب بالذباب فبعث الله جبریل الی علی علیه السلام فغلط جبریل فی تبلیغ الرسالة من علی الی محمد ﷺ"

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خلاصۂ عبارت یہ ہے جیسا کہ کوا کوے سے مکھی مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مشابہ تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت علی کو نبوت دینے کے بجائے حضرت محمد ﷺ کو دے گئے دیکھیے شیعہ کی کتاب انوارِ نعمانیہ جلد دوم ص 237 اور دیکھیے تذکرہ ائمہ ص 53 حضرت علیؓ تمام انبیاء علیہم السلام ورسل سے افضل ہیں۔ جلا العیون ص ۲۰ حیات القلوب مترجمہ جلد دوم ص ۷۸۷، امام مہدیؓ کے ہاتھ پر اول بیعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں گے، حق الیقین ص ۳۲۰، مرتبہ امامت برتر نبوۃ است، حیات القلوب جلد سوم ص ۱۰۰، اصول کافی جلد اول ص ۲۰۰ "مرتبہ امامت نظیر درجہ نبوت است" حق الیقین جلد اول ص ۳۷ المجالس فاخرہ ص ۱۲' ایرانی انقلاب کا بانی لکھتا ہے الحکومت اسلامیہ ص ۲۵ پر کہ آئمہ کے مقام کو انبیاء علیہم السلام ورسل نہیں پہنچ سکتے۔ تمام رسول آئے ناکام ہو گئے حتی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مشن میں ناکام ہو گئے، (خطبہ اتحاد ویکجہتی ص ۲۵ از امام خمینی)۔

اصحاب رسول ﷺ کی ذات پر حملہ

اصحاب الرسول ﷺ جن کے ایمان واخلاص کی قرآن نے گواہی دی شیعہ ان کو کافر، مرتد، زندیق کہتے اور لکھتے ہوئے تھکتے نہیں،

تمام صحابہ مرتد: "قال علی السلام ارتد الناس کلھم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اربعۃ سلمان وابوذر والمقداد و عمار"

انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۸، رجالی کشی ص ۳۵، تفسری صافی جلد ۴ ص ۳۸۹، تنقیح المقال جلد اول ص ۲۱۶ بحار الانوار جلد ۸ ص ۳۳ حیات القلوب جلد دوم ص ۹۱۶، ترجمہ مقبول ص ۱۳۴، کتاب الروضہ ص ۱۱۵، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے چار کے سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، مفضل پرسید کہ مراد از فرعون وہامان در این آیۃ چیست حضرت فرمود کہ مراد

ابو بکر و عمر است۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس امت کے فرعون وھامان سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

روایت کردہ اند ہیچ عاقل را مجال آن ہست کہ شک کند در کفر عمر و کفر کسی کہ عمر را مسلمان داند۔ جلا العیون جلد اول ص ۶۳، حیات القلوب جلد دوم ص ۸۴۲ کہ حضرت عمرؓ کے کفر میں شک کرنا کفر ہے۔ امام زین العابدینؓ کی طرف منسوب روایت۔

ہر دو ابو بکر و عمر کافر بودند و ہر کہ ایشان را دوست دارد کافر است

نور ایمان ص ۲۹۵، حق الیقین ص ۵۲۲، ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں کافر تھے جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے۔

امام خمینی نے لکھا "عمر اصل الکفر والزندقۃ" کشف اسرار ص ۱۳۵ عمرؓ کافر و زندیق ہے۔ شراب خور خلفاء نے قرآن کو تبدیل کیا، ترجمہ مقبول ص ۴۲۹ پارہ نمبر ۱۲ شیطان کے مذہب کو سب سے پہلے قبول کرنے والا ابو بکرؓ ہے، چراغ مصطفوی ص ۱۱۸ ابو بکرؓ و عمرؓ بد قماش تھے، شیخ سقیفہ ص ۱۰ ہر نماز کے بعد اصحاب ثلاثہ پر لعنت کرنا تحفۃ العوام ص ۳۲۸، فروع کافی جلد سوم ص ۳۴۲ نوٹ: دل پر ہاتھ رکھ کر چند دلخراش حوالہ جات لکھ دیئے تا کہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے، ایسے عقائد رکھنے والے شیعہ کے بارے میں اہلسنت کے علماء نے کفر کا فتوی دیا ہے اور ان سے مناکحت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو برا کہے گی تو "فلا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم ولا تنا کحواھم ولا تجالسوھم وان مرضوا فلا تعودوا لھم"۔ شفا شریف جلد ۲ ص ۲۶۶، مشکوۃ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شریف ص ۵۵۴، کتاب الاعتصام ص ۵۲ جلد اول۔

ترجمہ: ان کا نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا ان سے مناکحت نہ کرنا اور نہ ہی ان کی مجالس میں شریک ہونا، اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرنا۔

فتاوی درمختار جلد ۴ ص ۲۳۷ میں ہے

"الکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرة معزیاً للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی ۔۔۔۔ نقل فی البزازیه عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما فھو کافر"۔

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور اس پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے، اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ علامہ ابوسی اور ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہما کا یہی فتوی ہے، اور قول مختار بھی یہی ۔۔۔۔۔ اور خلاصتہ الفتاوی میں ہے کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی گلوچ دے یا لعن طعن کرے وہ کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۲۹۲ میں ہے

"الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر ۔۔۔۔ من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه فھو کافر وعلی قوله وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر ۔۔۔۔ وھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة"۔

ترجمہ: جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالی بکے، وہ کافر

ہے، جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا وہ بھی کافر ہے بعض نے کہا کہ ایسا شخص بدعتی ہے، کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی نہیں بلکہ کافر ہے، یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں ظہیریہ میں یہی مذکور ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد دوم ص ۲۸۳ میں ہے

"ومنها ما هو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلا يجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمية لا حرة ولا مملوكة وتحرم ذبيحته وصيده بالكلب والبازى والرمى"۔

ترجمہ: مرتدین کے بعض احکام یہ ہیں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے، ایک یہ ہے کہ ان سے نکاح کا لین دین بالکل باطل ہے، لہٰذا کسی مرتد کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد اور باندی سے نکاح رچائے۔ اس کا ذبح کیا ہوا حرام ہے، اور شکاری کتے، باز اور تیر سے اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاوی عالمگیری اور دیگر کتب فتاویٰ سے واضح ہو گیا کہ شیخین پر لعن طعن کی وجہ سے شیعہ اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے، اور ہر مرتد کے متعلق امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کو رشتہ دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

فتاوی شامی جلد ۳ ص ۲۹۴ میں ہے

"لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها تعالىٰ او انكر صحبة الصديق"۔

جس شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قذف کی یا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہوا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی شامی جلد اول ص ۹۲ میں ہے

"ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم"۔

جو شخص سبی شیعہ کے کفر میں توقف کرے وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔

تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۳۰۴ میں ہے

"من کفرھما والعیاذ باللہ تعالیٰ جاز علیہ التکفیر واللعنۃ"۔

اگر حضرات شیخین کی کوئی تکفیر کرے عیاذ باللہ تو اسکی تکفیر اور اس پر لعنت جائز ہے۔

خود علماء شیعہ کا فتویٰ ہے کہ اہلسنت سے نکاح حرام ہے

اہل شیعہ کے امام اور ایرانی انقلاب کے بانی، تحریر الوسیلہ جلد دوم ص ۲۵۶ پر لکھتے ہیں،

"لا یجوز للمومنۃ ان تنکح الناصب المعون"۔ ناصبی یعنی (سنیوں) سے مؤمنہ (شیعہ) عورت کا نکاح جائز نہیں۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہٰذا انہیں رشتہ دینا یا ان کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔

الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۴ میں ہے

"عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المرأۃ العارفۃ ھل ازوجھا الناصب فقال لا لان الناصب کافر قال فازوجھا الرجل غیر الناصب ولا العارف فقال غیرہ احب الی منہ"۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۳۴۶۔

ترجمہ: فضیل بن یسار نے کہا، میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا کسی جانی پہچانی عورت کا نکاح کسی ناصبی (سنی) سے کر دوں فرمایا، نہیں، کیونکہ ناصبی (سنی) کافر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح کسی غیر ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں، فرمایا، ناصب (سنی) کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے، (لہٰذا اس سے بیاہنے میں کوئی حرج

نہیں ہے)

تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۳۰۲ میں ہے۔

"عن فضیل بن یسار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یزوج المومن الناصبۃ المعروفۃ"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار نے امام ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا، کہ امام نے فرمایا، کوئی صاحب ایمان (شیعہ مرد) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ کرے جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ میں ہے

"عن فضیل بن یسار قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا ناصبی (سنی) مرد شیعہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟، خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار جلد سوم ص ۱۸۴ میں ہے

"عن فضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تحل ذبیحتھم ولا تسکن معھم"۔

ترجمہ: فضیل بن یسار روایت کرتا ہے کہ امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناصب (اہل سنت) کی بات چیت ہوئی تو آپ نے فرمایا، ان سے نہ نکاح کرو، نہ انہیں نکاح دو، اور نہ ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھاؤ، اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

چند ایک کتابوں کے نام اور صفحات آپ کی تسلی کے لیئے لکھ دیتا ہوں تا کہ آپ کو حق الیقین ہو جائے،

من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۵۲، طبع ایران، الاستبصار جلد دوم ص ۹۹، طبع ایران،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فروع کافی جلد ۵ ص ۳۵۱، ۳۴۹، ۲۵۰، طبع ایران، تہذیب الاحکام جلد ہفتم صفحہ ۳۰۲، طبع ایران، اللمعۃ الدمشقیہ، جلد پنجم ص ۲۳۵، طبع ایران، علل الشرائع، جلد اول ص ۳۰۴، طبع ایران، وسائل شیعہ جلد نمبر ۱۴ ص ۴۲۳، طبع ایران، مرأۃ العقول کتاب النکاح ص ۲۳۵، طبع ایران، المبسوۃ شیعہ کتاب، کتاب النکاح ص ۲۴۸، طبع ایران، انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۸۵، طبع ایران، حلیۃ المتقین، ص ۱۴۱، طبع ایران وغیرہ۔

خلاصہ کلام، یہ ہے کہ ہر دو فریقن یعنی سنی وشیعہ کے فقہاء کی عبارات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ سنی حنفی لڑکے کا رشتہ سبی غالی شیعی لڑکی سے کرنا ہر گز جائز نہیں اگر کوئی کر دے تو علیحدگی فوراً ضروری ہے۔

﴿۳۲﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص عرصہ تک ایک عیسائی عورت سے زنا کرتا رہا ہے۔ اب اس کا پورا گھرانہ مسلمان ہو چکا ہے، کیا مزنیہ مسلمان لڑکی سے زانی شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔سائل: قاری عبد المجید اویسی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے زانی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ مزنیہ کی دختر ہمیشہ کے لئے زانی پر حرام ہے۔

جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۸۴ میں ہے

"وارادبحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعاً وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطؤ الحلال

﴿۳۳﴾ فتوی شرعی: کہ میرے تمام گھر والے خصوصاً والدین اس لڑکی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں جو مجھے پسند نہیں کیا اس سلسلہ میں میں والدین کی مرضی کے مطابق عمل کروں یا نہیں۔

سائل: حکیم محمد مشتاق محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ والدین پر لازم ہے کہ نکاح کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ میں اولاد سے مشورہ کریں اور اولاد کی جائز خواہش پر عمل کریں، اولاد کو بھی چاہیے کہ والدین کی مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح دیں والدین کا تجربہ اور شفقت زیادہ ہوتی ہے جو رشتہ اولاد کے لیے پسند کرتے ہیں وہ سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اور اولاد کو والدین کا رشتہ بخوشی قبول کر لینا چاہیے۔

﴿۲۴﴾ فتوی شرعی : کہ کچھ والدین بچوں کی شادی میں بڑی دیر کرتے ہیں اگر کوئی رشتہ آئے تو کہتے ہیں ابھی تعلیم مکمل کرنی ہے اس کے بعد شادی کے متعلق سوچیں گے یہ از روئے شرع صحیح ہے۔ سائل: اسلم خان سکنہ جھانبرہ شرقی میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آج مادیت کے دور میں والدین اپنے اس فریضہ سے غافل ہیں اعلیٰ تعلیم کے شوق میں بچے بوڑھے ہو جاتے ہیں خدا جانے کتنے بچے بچیاں اس وجہ سے غلط کاری کے سیلاب میں ڈوب چکے ہیں۔ حالانکہ شرع شریف کا حکم ہے۔

جیسا کہ مشکوۃ شریف ص ۲۷۱ پر ہے،

"عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذ ابلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه"۔

جب اولاد بالغ ہو جائے اور والدین ان کے نکاح سے آنکھیں بند کئے رکھیں اس صورت میں والدین بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب لڑکی لڑکا بالغ ہو جائیں تو ان کا رشتہ بھی ہو جائے تو دیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جلد ہی شادی کرنی چاہیے تاکہ گناہ سے محفوظ رہیں۔

﴿۲۵﴾ فتوی شرعی : کہ کیا بغیر عذر شرعی منگنی توڑنا کیسا ہے نیز کیا منگنی سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔ سائل: عمران خان غلبلی سکنہ واںڈھی آرائیاں والی میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ منگنی وعدہ نکاح ہے، اور بغیر عذر شرعی

وعدہ خلافی گناہ ہے، حدیث شریف میں وعدہ خلاف کو منافق کہا گیا ہے، ہاں اگر کوئی معقول وجہ ہو تو منگنی توڑی جاسکتی ہے باقی صرف رسم منگی تو صرف رسم منگنی ہے نکاح نہیں ہوتا بلکہ یہ وعدہ نکاح ہے۔

﴿۳۶﴾ فتوی شرعی: کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ رسم منگنی کے موقع پر لڑکا لڑکی کو صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ انگوٹھی وغیرہ بھی پہناتا ہے اور کچھ لوگ ہوٹل پر کھانے کے بہانے لے جاتے ہیں خلوت میں رہتے ہیں کیا یہ ازروئے شرع صحیح ہے یا نہیں۔ سائل: ظفر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا تو جائز ہے اس سے زیادہ تعلقات کی اجازت ہرگز نہیں، نکاح سے قبل ان دونوں کا تخلیہ میں بیٹھنا حرام ہے۔ انگوٹھی کی رسم مستورات ادا کریں۔

﴿۳۷﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنے بیٹے کا رشتہ بار بار مانگا مگر لڑکی والے برابر انکار کرتے رہے آخر ایک دن میں نے قرآن پاک لڑکی کے والد کی گود میں رکھ دیا پھر اس نے رشتہ دینے کا وعدہ کیا اب وہ انکار کر رہا ہے، ایک مولوی نے کہا ہے یہ قسم ہو گئی ہے کیا ازروئے شرع انکار کر سکتا ہے۔ سائل: محمد حنیف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ قرآن پاک کو گود میں رکھ دینے سے قسم نہیں ہوتی، اگر لڑکی کے والد نے رشتہ دینے کی حامی بھری تھی اب وہ انکار کرتا ہے تو یہ وعدہ خلافی ہے۔ جو گناہ ہے ہاں اگر اس نے قسم زبان سے کھائی تھی تو پھر قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے "فکفارته اطعام عشرة مسٰکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبه فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذلك کفارة ایمانکم اذا حلفتم"۔

ترجمہ: تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو درمیانی قسم کا کھانا یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ دے پائے تو تین دن روزے رکھے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ (کنزالایمان)

«۳۸» **فتوی شرعی:** کہ میرا بچہ بیرون ملک رہتا ہے،ہم نے اس کا رشتہ طے کیا لڑکی والے ہمیں تنگ کرر ہے تھے کہ جلدی نکاح کرلو ہمیں اور لوگ رشتہ کے سلسلہ میں دباؤ ڈال رہے ہیں ہم نے ٹیلیفون پر نکاح پڑھادیا یعنی ایجاب وقبول کرادیا کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔سائل:اسد خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول ایک مجلس میں کم ازکم دو گواہوں کی موجودگی میں ہو، یہ بات موبائل یا ٹیلیفون پر ناممکن ہے، لہٰذا اس صورت میں نکاح نہیں ہوا جب لڑکا آئے تو دوبارہ ایجاب وقبول کرالینا ضروری ہے۔

«۳۹» **فتوی شرعی:** کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ نکاح نامہ پر لڑکی سے صرف دستخط یا انگوٹھا لگواتے ہیں حالانکہ ان کے علاوہ لڑکی سے بوقت نکاح اُجازت بھی لینی چاہیے،سوال یہ ہے کہ کیا صرف دستخط کردینے سے لڑکی کی رضا سمجھی جائے گی یا نہیں۔سائلہ: نبیلہ بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے عاقلہ بالغہ لڑکی سے اس کے ولی اقرب نے اجازت نکاح لی اگراس نے اجازت دیدی اگر چہ جبر واکراہ سے دی ہو اور دستخط کر دیئے تو اجازت ہو جاتی ہے، اجازت سے کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ دو گواہوں کی موجودگی اسی مجلس میں ایجاب وقبول ہو جائے۔

«۴۰» **فتوی شرعی:** کیا نکاح کے سلسلہ میں لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے اگر دل سے لڑکی نہ مانے مگر والدین کے عزت کی خاطر وکیل کو بوقت نکاح ہاں کر دے مگر دل میں لڑکے سے نفرت کرتی ہو کیا ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا۔سائلہ: شمائلہ بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکی نے زبان سے ہاں یعنی اجازت دے دی یا اجازت کے وقت خاموش رہی ہو تو اجازت ہو جائے گی بشرطیکہ اجازت لینے والا ولی اقرب ولی العبد نے اجازت مانگی اور لڑکی خاموش رہی تو اجازت نہ سمجھی جائے لڑکی کا بول کر اجازت دینا ضروری ہے ورنہ نکاح موقوف رہے گا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر البصار ص ۶۲ جلد ۳ باب الولی میں ہے،

فان استاذ نھا غیر الا قرب کا جنبی اوولی ابعد فلا عبرت لسکو تھابل لا بدمن القول کا الشیب البالغۃ۔ تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ زبان اصل ہے اور دل اسکی فرع ہے۔ دل کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں، شریعت ظاہر پر حکم دیتی ہے۔

اگر وہ لڑکی خواندہ ہے اور اس کو اجازت کے وقت نکاح کا علم ہے تو اس کے دستخطوں سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اجازت کی صورت میں خاموشی رضا سمجھی جائے گی۔ جب کہ غیر اقرب کی صورت میں کم از کم ایک دفعہ تصریح ضروری ہے۔

﴿۴۱﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکے کا نکاح پڑھا گیا اس کا والد عرصہ دراز سے فوت ہو گیا ہے، جس کے پاس رہتا ہے وہ اس کو باپ کہتا ہے اور بوقت نکاح بھی اسی آدمی کی ولدیت درج کی گئی، سوال یہ ہے کہ اگر نکاح نامہ پر غلط ولدیت درج ہو جائے تو کیا نکاح ہو جائے گا یا دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ سائل: سید محمد نوید شاہ صاحب محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلط ولدیت جان کر نہیں لکھوانی چاہیے تھی تاہم مجلس نکاح کے حاضرین کو معلوم تھا کہ فلاں لڑکے کا نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہو جائے گا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿۴۲﴾ فتوی شرعی: ہمارے شہر میں ایک نکاح ہوا لڑکا موجود نہیں تھا ان کے وکیل نے قبول کیا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں از روئے شرع ہماری راہنمائی فرمائیں۔
سائل: استاد محمد ساجد صاحب میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے، بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو، از روئے شرع شریف دوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرنا صحیح ہے۔ بلکہ مجلس نکاح میں لڑکا موجود تھا مگر اس کی طرف سے اس کا بھائی یا کوئی سر پرست وکیل بن کر قبول کرے تو بھی نکاح ہو جائے گا۔

«۴۳» فتوی شرعی: کیا کسی نکاح میں لڑکی کا والد نکاح کی مجلس میں کہے کہ میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی بچی کا نکاح فلاں بن فلاں کے فلانے لڑکے (مثلاً جاوید) سے اپنی فلانی لڑکی (مثلاً کلثوم) کا نکاح کر دیا، پھر کہے کہ لڑکے کے سرپرست یا وکیل ہونے کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں، اور یہ جملہ کم از کم تین بار دہرایا اور اس مجلس میں کم از کم ۱۰ آدمی موجود تھے کیا یہ نکاح درست ہے۔ ہمارا امام مسجد کہتا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر پڑھنا ہوگا۔ سائل: ملک جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے امام مسجد کا کہنا غلط ہے، جس نکاح میں دو آدمی موجود ہوں تو نکاح ہو جاتا ہے اور یہاں تو دس آدمی موجود تھے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے باقی یہ کہ ایک ہی شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کا ولی ہو یا ایک طرف سے ولی اور دوسری طرف سے وکیل ہو اور وہ یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کر دیا تو نکاح ہو جاتا ہے، زبانی معلوم ہوا کہ دونوں لڑکی اور لڑکے کا سرپرست ایک ہی آدمی ہے، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نکاح میں ایک ہی آدمی لڑکی اور لڑکے دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے نکاح کے منعقد ہو جانے میں کوئی شک نہیں۔

«۴۴» فتوی شرعی: ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ اکثر غیر محرم آدمی کو نکاح کی اجازت لینے کے لیے بھیجا جاتا ہے جو کہ لڑکے کے رشتہ داروں سے ہوتا ہے یا کوئی دوست وغیرہ بہر حال لڑکی کا تو غیر محرم ہی ہوتا ہے، کیا از روئے شرع غیر محرم مرد لڑکی کا وکیل بن سکتا ہے۔ سائل: امجد خان دریا خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غیر محرم آدمی کا لڑکی کے پاس جانا خلاف شرع ہے، علاقائی رواج غلط ہے اس مکروہ رسم کو ختم کرنا از حد ضروری ہے بہتر ہے کہ والد یا بھائی لڑکی کا ولی اقرب ہے وہی اس کا وکیل ہو۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۵﴾ **فتوی شرعی:** کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہو جاتا ہے کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں اور اس نکاح کے جملہ فرائض لڑکی اور لڑکے کے والدین انجام دیتے ہیں کیا از روئے شرع ایسا نکاح درست ہے۔سائل: نور خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے چھوٹے بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہیے بعد میں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر نوبت لڑائی تک آجاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد ان کے رجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا مناسب ہے۔تاہم بعض والدین از راہ شفقت و محبت اسی میں اولاد کی بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں نکاح کر دیتے ہیں بہرحال شریعت نے ولی کی طرف سے نابالغی کے نکاح کو جائز رکھا ہے۔

﴿۴۶﴾ **فتوی شرعی:** ایک بچی کا نکاح اس وقت ہوا جب کہ والدہ کا دودھ پی رہی تھی یعنی بمشکل ایک سال کی تھی تو والد نے ایک شخص کو عام طریقے سے کہا کہ میں اپنی بیٹی غلام سکینہ تمہارے لڑکے غلام محمد کو دے دی ہے، اب لڑکے والے دعوی نکاح کرتے ہیں نہ ان کے پاس گواہ ہیں اور نہ کوئی تحریر نکاح اور نہ باقاعدہ کوئی مجلس نکاح منعقد ہوئی تھی۔میرا سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح کہنے سے نکاح ہو جاتا ہے۔

سائل: اسلم خان روکھڑی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے میں نے اپنی لڑکی غلام سکینہ تمہارے بیٹے غلام محمد کو دے دی کے الفاظ اکثر رشتہ کے وعدے یعنی منگنی کے لیے بولے جاتے ہیں۔اور کبھی نکاح کے ایجاب و قبول کے لیے بولے جاتے ہیں، سوال میں تحریر کیا گیا ہے کہ نہ مجلس نکاح تھی اور نہ گواہ اور نہ ہی کوئی تحریر ہے جس سے نکاح ثابت ہوتا ہو، زبانی معلوم ہوا کہ حق مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا، تو خلاصہ کلام ہے میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کے نکاح میں دے دی، کے الفاظ محض وعدہ نکاح یا منگنی شمار ہوں گے۔لہٰذا لڑکے والوں کا دعوی نکاح کرنا بیکار ہے اب لڑکی کے والدین جہاں چاہیں شادی کر سکتے ہیں، از روئے شرع کوئی گناہ نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۷﴾ فتوی شرعی: کیا غیر مسلم اور مرتد عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

السائل: عرفان محمد خان سکنہ جھبری میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مرتد اور غیر مسلم (تا بیہ نہ ہوتو) اس کا کسی مسلمان نکاح نہیں ہوسکتا۔

ہدایہ شریف جلد دوم ص ۵۸۳ میں ہے،

"اعلم ان تصرفات المرتد علی اقسام نافذ بالاتفاق کالا استیلاد والطلاق وباطل بالاتفاق کالنکاح والذبیحۃ لانہ یعتمد الملۃ ولاملۃ لہ"۔

جاننا چاہیے کہ مرتد کے تصرفات کی چند قسمیں ہیں ایک قسم بالاتفاق نافذ ہے جیسے، استیلاد اور طلاق دوسری قسم بالاتفاق باطل ہے جیسے نکاح اور ذبیحہ کیونکہ ان کا نفاذ ملت پر موقوف ہے ملت پر اور مرتد کی کوئی ملت نہیں۔

درمختار شامی جلد سوم ص ۲۰۰ میں ہے،

"ولا یصلح (ان ینکح مرتد اور مرتدۃ (آحدا) من الناس مطلقا وفی الشامیۃ وفی الشاہی وقولہ (مطلقا)، ای مسلما اؤ کافرا او مرتدا"۔

اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقا صحیح نہیں یعنی نہ مسلمان سے نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۵۸۰ میں ہے،

"فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ لا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ ولا مملوکۃ"۔

پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے نہ کسی مرتدہ سے نہ ذمی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورت سے نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب شرح مہذب جلد ۶ ص ۲۱۴ میں ہے،

"لا یصح نکاح المرتدۃ لأن القصد بالنکاح الاستمتاع ولما کان دمہما ھدرًا ووجب قتلہما فلا یتحقق الاستمتاع ولأن الرحمۃ تقتضی ابطال النکاح قبل الدخول فلا ینعقد النکاح معہا"۔

اور مرتد اور مرتدہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ نکاح سے مقصود نکاح کے فوائد کا حصول ہے، چونکہ ان کا خون مباح ہے اور انکا قتل واجب ہے اس لیے میاں بیوی کا استمتاع بمستحق نہیں ہوسکتا اور اس لیے کہ تقاضائے رحمت یہ ہے کہ اس نکاح کو رخصتی سے پہلے ہی باطل قرار دیا جائے اس بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی مع الشرح الکبیر جلد ۸ ص ۵۰۳ میں ہے،

"والمرتدۃ یحرم نکاحہا علی ای دین کانت لأنہ لم یثبت لہا حکم اہل الدین الذی انتقلت الیہ فی اقرارہا ففی حلہا اولیٰ"۔

اور مرتدہ عورت سے نکاح حرام ہے خواہ اس نے کوئی سا دین اختیار کیا ہو کیونکہ جس دین کی طرف وہ منتقل ہوتی ہے اس کے لیے اس دین کے لوگوں کا حکم ثابت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ اس دین پر برقرار رکھی جائے تو اس سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت نہیں ہوگا۔

درجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مرتد سے نکاح نہیں ہوتا بلکہ باطل محض ہے۔

﴿۴۸﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکی کا نکاح ہوا بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی ناجائز حاملہ تھی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زانی کا نکاح صرف زانیہ مرد سے ہوسکتا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ سائل محبوب احمد ،احمد شاہ والی

الجواب: قول صحیح یہ ہے کہ زانیہ عورت کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے ہوسکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے زانی عورت کے پاس جا سکتا ہے۔ اور غیر زانی نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جا سکتا۔ فتاوی شامی جلد سوم ص ۱۸ میں ہے

" وصح نکاح حبلی من زنی وان حرم وطؤها حتی بفنع لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً"

اور اسی طرح فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۸۰ میں ہے

" وقال ابو حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا یطؤها حتی تضع وقال ابو یوسف رحمة الله لا یصح والفتوی علی قولهما "کذا فی المحیط" وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل له ان یطأها عند الکل۔

﴿۴۹﴾ **فتوی شرعی**: آجکل آوارگی ہے، قوم کو میڈیا برباد کر رہا ہے۔ آزادی کے نام پر لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے، دفتروں اور کالجز میں اکٹھے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ایسا معاملہ ہمارے ہاں بھی ہوا کہ ایک لڑکے اور لڑکی کے ناجائز تعلقات ہو گئے۔ یہ بات بہت مشہور ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان دونوں کو کالج انتظامیہ نے نکال دیا۔ اب ان کا نکاح ہونے لگا ہے، کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟ سائل ندیم احمد میانوالی

الجواب: نکاح ہو سکتا ہے، اگر دوسرے شرائط پورے ہوں تو سابقہ گناہ کا وبال بدستور رہے گا۔ بہر حال نکاح کے بعد ایک دوسرے کے لیے حلال ہونگے۔ نکاح میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوگا۔

﴿۵۰﴾ **فتوی شرعی**: ایک عورت کے اپنے بہنوئی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اب انکی اولادیں جواں ہو چکی ہے اب اپنے بچوں کا نکاح آپس میں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کا نکاح ہو سکتا ہے۔ سائل عباس خان میانوالی۔

الجواب: ان دونوں کی بدکاری کا اولاد کے آپس میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

بچوں کا آپس میں نکاح صحیح ہوگا۔

﴿۵۱﴾ فتوی شرعی: لوگوں کا عام خیال ہے کہ لڑکی کا نکاح ایام مخصوصہ میں نہیں ہوتا کیا یہ بات صحیح ہے؟ سائلہ آسیہ خان میانوالی

الجواب: نکاح ہو جاتا ہے۔بہتر یہ ہے کہ رخصتی ایام کے ختم ہونے پر کی جائے۔رخصتی کر دی گئی تو صرف عمل خاص نا جائز ہے اور یہی شریعت پاک کا حکم ہے

﴿۵۲﴾ فتوی شرعی: خسر کی بیوی جو اپنی زوجہ کی حقیقی ماں نہیں ہے۔خسر کے انتقال کے بعد پہلی منکوحہ کی زندگی میں اس بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نا جائز؟ سائلہ ارم میانوالی

الجواب: ایسی دو عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو اگر مرد فرض کر لیا جائے تو دونوں کا نکاح نہ ہو سکے۔مثلاً دو بہنیں، خالہ، بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی اس اصول کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ ایک لڑکی اور سوتیلی ماں کے درمیان رشتہ کیا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ اگر لڑکی کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کا نکاح سوتیلی ماں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔کیونکہ وہ اس کے باپ کی منکوحہ مدخولہ ہے۔ جو مرد کسی عورت سے قربت کر لے خواہ نکاح سے خواہ زنا سے تو چار حرمتیں ثابت ہو جاتی ہیں مرد کے اصول و فروع عورت پر حرام ہو جاتے ہیں اور عورت کے اصول و فروع مرد پر ہو جاتے ہیں، لیکن سوتیلی ماں کو مرد فرض کر لیا جائے (تو اس صورت میں چونکہ وہ سوتیلی ماں نہیں ہو سکتی اس لیے) لڑکی سے اس کا عقد جائز ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔اس لیے خسر کی بیوہ سے جو بیوی کی سوتیلی ماں ہے بیوی کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔

﴿۵۳﴾ فتوی شرعی: ہمارے ہاں رواج ہے کہ ہم میں سے کسی لڑکی کو بیٹی یا بہن کہہ دیتے ہیں یا بعض اوقات انکے اہل خانہ سے دوستانہ تعلقات ہو جائیں تو ان کی بیٹیوں کو بیٹی، بہنوں کو بہن بنا لیتے ہیں۔کیا از روئے شرع ان سے نکاح ہو سکتا ہے؟ سائل اسماعیل احمد میانوالی۔

الجواب: منہ بولی بہن یا بیٹی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔شرعاً وہ نامحرم ہیں۔اور اس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے نکاح جائز ہے۔اس طرح ہمارے علاقے میں نکاح کے وکیل کو 'دَم' بھائی کہا جاتا ہے خاوند کی وفات کے بعد 'دَم' بھائی سے نکاح جائز ہوگا اسی طرح 'دَم' بھائی وکیل محض ہوتا ہے خاوند کی وفات کے بعد ان سے نکاح جائز ہوگا۔

﴿۵۴﴾ فتوی شرعی: میرے ماموں عرصہ دو سال سے وفات پا گئے ہیں۔ میری ممانی ابھی جوان ہے کیا میں ان سے نکاح کرسکتا ہوں۔؟ سائل: رضا خان میانوالی

الجواب: ممانی اگر غیر محرم ہو تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ھکذا فی المتون۔

﴿۵۵﴾ فتوی شرعی: میرے بھائی نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا۔ لیکن نہ صحبت ہوئی اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی۔اس سے قبل عورت وفات پا گئی۔اب اس مرحومہ کی لڑکی ہے کیا اپنے بھائی کا نکاح مرحومہ کی لڑکی سے کرسکتا ہوں؟ سائل: خضر حیات میانوالی

الجواب: جس عورت سے صرف نکاح ہوا ہو، صحبت نہ کی ہو اس کی طلاق یا موت کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح درست ہے،

قرآن پاک میں ہے "فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم"

﴿۵۶﴾ فتوی شرعی: محمد دین نے دعویٰ کیا مسماۃ شمیم اختر دختر غلام محمد ذات اعوان ساکن نواں تحصیل وضلع میانوالی کے ساتھ نکاح ہے۔جج صاحب نے مدعی سے نکاح ثابت کرنے کو کہا اور اس کے لیے متعدد تواریخ دیں لیکن مسمی محمد دین نکاح ثابت کرنے میں ناکام رہا جب کہ شمیم اختر اس نکاح سے انکار کرتی تھی۔عدالت نے ثبوت نہ ہونے کی بنا پر نکاح کو درست نہ مانا اور مسماۃ شمیم اختر کو یہ ڈگری دے دی کہ وہ آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے شرعی حکم بیان فرمائیں کہ شمیم اختر آگے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔سائل: غلام محمد اعوان ساکن نواں میانوالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں محمد دین پر جو کہ مدعی ہے گواہ ثبوت نکاح کے لیے پیش

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے ضروری اور لازمی تھے جب وہ گواہ پیش نہیں کرسکا اور جج نے عورت کو آزاد قرار دیدیا۔ اور محمد دین کے مبینہ نکاح کو ختم کردیا تو اب محمد دین شرعاً بھی شمیم اختر کو اپنی منکوحہ نہیں کہہ سکتا اور مسماۃ شمیم اختر جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے شرعی حکم یہ ہے کہ قاضی یعنی جج جو فیصلہ شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق کرے تو وہ شرعاً نافذ العمل ہے چونکہ جج کا یہ فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق ہے لہٰذا اگر بالفرض نکاح تھا تو بھی عدم ثبوت کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔

(۱) ونصابها لغيرها من الحقوق، كنكاح وطلاق، رجلان او رجل وامرأتان در مختار (جلد ٤ صفحه ٥١٥)

(۲) تولية الخصمين حاكما يحكم بينهما وركنه لفظه الدال عليه مع قبول الاخر، وشرطه من جهة المحكم صلاحيته للقضاء اى ولا محكم والحاصل انه كالقاضى رد المحتار دباب التحكيم (صفحه ٤٨٢، جلد ٤)

﴿۵۷﴾ فتوی شرعی: (۱) بھائی کی مطلقہ سے نکاح ہوسکتا ہے (۲) ایک عورت اگر بالغ نہ ہو تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں (۳) غیر مدخول بہا کی عدت ہے یا نہیں۔ سائل محمد علی میانوالی

الجواب: کنز الدقائق صفحہ ۱۵ا پر ہے، ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ ''ہر عاقل اور بالغ مرد کی طلاق واقع ہو جاتی ہے عورت کا بالغ ہونا ضروری نہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فما لكم عليهن من عدة'' (پ۲۲ رکوع ۳)

عورت نابالغ پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ کو تین کپڑے بھی دے اور نصف مہر بھی دے اگر مقرر کیا گیا ہو۔ بھائی کی مطلقہ سے بعد از عدت نکاح جائز ہے۔ غیر مدخولہ کی عدت نہیں۔

﴿۵۸﴾ فتوی شرعی: ایک شخص مسمی محمد یوسف ولد غلام محمد اپنی سالی مسماۃ امیراں خاتون دختر فتح خان کو اغوا کر کے لے گیا اس کے بیان حلفی کے مطابق اس نے اس کا اغواء اپنے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی محمد زمان سے نکاح کے لیے کیا۔ اب اس عورت کو برادری فیصلہ کے مطابق واپس کر دیا جائے گا۔ شرعی طور پر محمد یوسف کے نکاح کا کیا حکم ہوگا۔ سائل: محمد یوسف قادری

الجواب: اگر کوئی شخص اپنی سالی کو اغواء کر لے تو شرعی طور پر اس کا وہی جرم ہے جو دوسری عورت کے اغواء کا ہے۔ بمطابق بیان حلفی محمد یوسف اس نے سالی کو بہن بنا کر رکھا نکاح وغیرہ کا دعویٰ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا محمد یوسف کی بیوی نذیراں خاتوں دختر فتح محمد بدستور منکوحہ محمد یوسف رہے گی۔ اگر فرض محال سالی سے زنا کیا ہے تو بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۲۸۱ پر ہے

"فی الخلاصۃ وطی اخت امرتہ لا تحرم علیہ امراتہ"۔

البتہ محمد یوسف پر توبہ و استغفار لازم ہے۔

﴿۵۹﴾ فتوی شرعی: "گزارش ہے کہ میرے بھائی ناصر عباس ولد الٰہی بخش قوم بلوچ سکنہ واپڈا کالونی چشمہ نے اپنی شادی کے بدلہ میں اپنی ہمشیرہ نسیم بی بی کا نکاح اپنی بیوی کے بھائی مشتاق حسین کے ساتھ پڑھا دیا تھا۔ اس وقت میری ہمشیرہ نابالغ تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا۔ اور اپنا حق خیار بلوغ استعمال کرتے ہوئے عدالت میں تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی۔ آپ اس کی وضاحت فرمائیں کہ اب میری ہمشیرہ کا نکاح ختم ہو گیا ہے یا نہیں جب کہ بچپن میں میری ہمشیرہ کا نکاح میرے بھائی نے پڑھا دیا تھا۔

سائلہ: نسیم بی بی

الجواب: شرعی نقطہ نظر سے لڑکی اپنے بھائی کے پڑھائے ہوئے نکاح کے خلاف خیار بلوغ استعمال کر سکتی ہے جو شرعاً بھی معتبر ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۷ میں ہے

"فان زوجھما الاب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقام علی النکاح وان شاء فسخ"

یعنی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا تو بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو نکاح ختم کر دیں۔ لہذا نسیم بی بی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خیار بلوغ استعمال کرنے کے بعد عدالت سے اجرا کروانا لازم ہے اس کے بغیر لڑکی کو نکاح کا حق نہیں ہوتا اب جب کہ وہ شرط بھی مستحق ہے کہ جج نے نکاح فسخ ہونے کی ڈگری دے دی ہے تو اب اس کا نکاح کرنا جائز ہے۔

«۶۰» فتوی شرعی: ایک شخص غلام حسین ولد خدا بخش سکنہ کندیاں نے حلف بالطلاق اٹھایا کہ میں دوسری بھانجی سلیم بی بی کا نکاح کر کے دوں۔ تو مجھ پر طلاق ہے اگر لڑکی کا والد یا کوئی دوسرا شخص کر دے تو غلام حسین پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ سائل: غلام حسین سکنہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر غلام حسین نے نکاح کیا یا مجلس نکاح میں شریک ہوا یا نکاح کا کوئی معاملہ طے کیا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ والد یا کوئی اور نکاح کر دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

«۶۱» فتوی شرعی: مسماۃ نسیم خاتوں دختر محمد نواز خان یتیم بچی کا نکاح مسمی خان امیر ولد شیر زمان کے ساتھ اس طرح باندھا گیا کہ مولوی صاحب مسمی میاں محمد نے مسماۃ مذکورہ جو اس وقت بعمر تقریباً چھ یا سات سال تھی اس کی والدہ مسماۃ صاحب خاتوں سے نکاح کرنے کی اجازت لیکر صاحب خاتوں کو گھر بھیج دیا۔ اور مسمی خان امیر کے والد شیر زمان سے یوں کہلوایا کہ مسماۃ نسیم خاتوں دختر محمد نواز اپنے لڑکے خان امیر کو نکاح کر دی اور مولوی صاحب نے پھر لڑکے خان امیر جو کہ بالغ تھا اس سے کہلوایا کہ تو کہہ دے میں نے قبول کر لی۔ کیا اس طرح کا پڑھا ہوا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔ سائل نجیب اللہ خان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ماں نے اگر چہ بادل ناخواستہ اجازت نکاح کی دی تھی جو ماں کی طرف سے وکیل تھا اسے دوسرے کو وکیل بنانے کی شرعاً اجازت نہ تھی۔ " ولیس الوکیل ان یوکل فیما وکل بہ" (در مختار جلد اول صفحہ ۳۰۴)۔ مگر نکاح خواں نے اس لڑکے کے والد کو وکیل بنایا کہ تو یوں کہہ دے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ مؤکلہ (بچی کی والدہ) نے نکاح خواں کو آگے وکیل بنانے کی اجازت نہ دی تھی تو گویا ایجاب والدہ کی طرف سے نہ پایا گیا اور نکاح بغیر ایجاب قبول کے نہیں ہوتا۔ " النکاح ینعقد بایجاب وقبول " تو لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ تو اب اس لڑکی کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں۔

«۶۲» فتوی شرعی: کیا مرد عورت کا نکاح بغیر اجازت ولی کر دے تو شرعاً درست ہوگا ، جس طرح ہمارے علاقہ میں عموماً والد کر دیتا ہے۔ سائل جاوید اقبال ملک میانوالی

الجواب: نکاح فضولی میں مسلک احناف یہ ہے کہ نکاح فضولی منعقد ہو جاتا ہے۔ جس شخص کو اسے نافذ کرنے کا اختیار ہوتا ہے وہ اگر اجازت دیدے تو نافذ ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا۔ اور آپ کے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ لوگ چکر چلا کر مسئلہ پوچھتے ہیں بالفرض اس کے ولی کو اس وقت بتایا گیا ہو اور اس نے اسے جائز رکھا ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر والی لڑکی کو نکاح کی اجازت دینے اور اس پر اس لڑکی کے نکاح کر لینے سے تمام وکمال وبال وعذاب کس کے کھاتے میں لکھا جائے گا فتوی لکھنے سے پہلے تحقیق کر لینا لازم ہے تاکہ لوگوں کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔

یہ مسئلہ کنز الدقائق کفاۃ کی دوسری فصل ص ۱۰۲ میں اس طرح مذکور ہے،

نکاح العبد والامۃ بلا اذن السید موقوف کنکاح الفضولی۔ (شرح وقایہ باب الولی والکفوص ۳۰) وقف نکاح الفضولی و الفضولین علی الاجازۃ ای یجوز ان یکون من جانب الزوج فضولی و من جانب المرأۃ فضولی فیتوقف علی اجازتہما۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر الابصار اور در مختار جلد ثالث ص ۹۷

(ونکاح عبد وامة بغیر اذن السید موقوف) علی الاجازة (کنکاح الفضولی) سجیئی فی البیوع توقف عقوده کلها ان لها مجیز حالة العقد ولا تبطل۔ هدایه شریف فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها۔

فتح القدیر جلد ثالث ص ۱۹۸،۱۹۹

(تزویج العبد والامة بغیر اذن مولاهما موقوف فان اجازه المولیٰ جاز وان رده بطل وکذالك لو زوج رجل امرأة بغیر رضاها اورجلا بغیر رضاه) وهذا عندنا فان کل عقد صدر من الفضولی وله مجیز انعقد موقوفاً علی الاجازة وقال الشافعی تصرفات الفضولی کلها باطلة۔

غلام اور لونڈی کا بغیر اذن مولیٰ کے نکاح کرنا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر مولیٰ اجازت دیدے تو نافذ ہوجائے گا اگر رد کردے گا تو باطل ہوجائے گا۔ اور اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی مرد یا عورت کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کرے گا تو ان کی اجازت پر موقوف ہوگا اجازت دینے پر نافذ ہوجائے گا اور باطل کردینے سے باطل ہوجائے گا۔ یہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہر وہ عقد جو فضولی سے صادر ہو اور (اس وقت کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کو اس کے نافذ کرنے کی قدرت ہو) تو وہ عقد منعقد ہوجائے گا لیکن اصل کی اجازت پر موقوف ہوگا (اگر نافذ کہے گا تو نافذ ہوجائے گا باطل کرے گا تو باطل ہوجائے گا) حضرت ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے اس کے دلائل کی جس انداز سے وضاحت فرمائی ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اللہ ان کی اور تمام ائمہ فقہا کرام کی قبور مبارکہ کو روشن سے روشن تر فرمائے۔ آمین۔ آخر میں حضور محسن ملت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاوٰی رضویہ جلد پنجم ص ۱۶ اسی مسئلہ پر بحث فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔ بہر حال مذہب راجح پر یہ نکاح فضولی ہوتے ہیں۔ اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وفضولی ہے۔ بلکہ باجماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منعقد ہو جاتا ہے اور اجازۃ اصیل پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہو جائے گا اور رد کردے تو باطل ہو جائے گا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم ۔۔ جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے مفتی صاحب پر خلاف مذہب فتویٰ دینے پر جس سے حرام کو حلال کرنا لازم آتا ہے توبہ کرنا لازم ہے اور جن کو یہ فتویٰ لکھ دیا ہے انہیں اپنے رجوع کے متعلق بتا کر اس ہلاکت سے بچائیں ورنہ سب ذمہ داری سماج پر عائد ہوگی۔

«۶۳» فتویٰ شرعی: کلثوم بی بی دختر محمد حنیف سکنہ گلمیری تحصیل وضلع میانوالی بیان کرتی ہے کہ وہ کنواری ہے۔ اور اس کا نکاح شرعی یا کتابی کسی بھی شخص سے کبھی بھی نہیں پڑھایا گیا۔ جب کہ کلثوم بی بی کا چچا مسمی لطیف دعویدار ہے کہ اس کا نکاح اس کے لڑکے نجیب سے اس کے والد نے پڑھایا تھا۔ جب کہ لڑکی سے پوچھا تک نہیں گیا۔ نہ ہی گواہ ہیں۔ کیا ایسا نکاح شرعاً تسلیم کیا جا سکتا ہے۔؟ نیز کیا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کیا جا سکتا ہے۔؟ یا نہیں۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمایا جائے۔

نوٹ: کلثوم بی بی کا والد نشئی پوڈری ہے۔ سائل: سلطان ولد راجمیر سکنہ گلمیری

الجواب: صورۃ مسئولہ میں کلثوم بی بی کا نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ نکاح کے لیے بالغہ لڑکی کی اجازت ضروری ہے۔ اگر والد نکاح کر بھی دے تو منعقد نہ ہوگا۔ اگر بغیر اجازت کر دیا تو نکاح موقوف ہوگا

عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا اور اگر کسی نے کر دیا تو اجازت پر موقوف ہوگا۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۶۹ میں ہے،

"لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذالک فالنکاح موقوف

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل، "کذا فی السراج الوهاج"۔

خلاصہ یہ ہے کہ کلثوم بی بی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

﴿٦٤﴾ فتوی شرعی: مسمی امیر محمد خان ولد محمد نواز خان نے مسمی مہر خان ولد مہر زمان کی بیوی مسماۃ سرور خاتوں کا دودھ اس کے بیٹے ثناء اللہ کے ہمراہ پیا ہے۔امیر محمد کے برادر عزیز احمد کا رشتہ سرور خاتوں کی دختر شمشاد کے ساتھ کرنا درکار ہے جو کہ شمشاد ثناء اللہ سے چھوٹی چھٹی جگہ پر ہے۔ کیا شرعاً عزیز احمد کا رشتہ ہمراہ شمشاد دختر مہر خان (سرور خاتوں) سے ہوسکتا ہے۔سائل: محمد نور زمان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں عزیز احمد کا نکاح سرور خاتون کی دختر شمشاد سے ہوسکتا ہے۔جو کہ ثناء اللہ مذکور کی بہن ہے۔

جیسا کہ کنز الدقائق اور بحر الرائق جلد سوم صفحہ ۲٦۷ پر ہے "تحل اخت اخیه رضاعاً"۔

﴿٦٥﴾ فتوی شرعی: زید اور عمر دو بھائی ہیں دونوں نے غصہ میں آکر اپنی بیویوں کو طلاقیں دے دیں۔علماء سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ بغیر حلالہ شرعی کے بیویاں پہلے خاوندوں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ان دو بھائیوں زید اور عمر نے ایک دوسرے کی بیوی کو نکاح کرلیا اور بعد از طلاق وعدت ان عورتوں کا نکاح پہلے خاوندوں سے کردیا گیا۔عمر کے ہاں عدت گزرنے کے تین مہینے بعد علوق ٹھرا جس نطفہ سے ایک بیٹی پیدا ہوئی،اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس بیٹی کا نکاح زید کے بیٹے سے شرعاً درست ہوگا یا نہ۔سائل: محمد اکرم خان

الجواب: برتقدیر صدق سائل صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عمر کی بیٹی کا رشتہ زید کے بیٹے سے بلا شک وشبہ درست ہے۔وجہ یہ ہے کہ یہ رشتہ محرمات نسبیہ رضاعیہ میں داخل نہیں ہے۔بلکہ "واحل لکم ما وراء ذالکم" کے اطلاق میں داخل ہوکر حلت رشتہ کا مقتضی ہے۔دونوں لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ علیحدہ علیحدہ ہیں ان میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔"هذا فی المتون والشروح من الاسفار المذهب المهذب۔ هذا ما عندی و لعل عند غیری احق من هذا"۔

﴿۶۶﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص مسمی ربنواز خان ولد عبدالمجید خان سکنہ داؤدخیل کے نکاح میں ایک بیوی موجود ہے۔جس سے کوئی اولاد نہیں ہے۔کیا اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی سگی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔قرآن پاک اور سنت محمد ﷺ کی روشنی میں جواب صادر فرمائیں۔سائل: ربنواز خان ولد عبدالمجید خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا منع ہے۔بقولہ تعالیٰ " **وان تجمعو بین الاختین** "اور اسی طرح ایسی ایک شخص کے نکاح میں دو عورتیں ایک نکاح میں جمع کرنا کہ ان دونوں میں سے جسے بھی مرد فرض کریں تو ابدی طور ان میں نکاح حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔جیسے پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی، بحوالہ فتاوی عالمگیری تو مذکورہ صورت میں بھتیجی اور چچی جمع ہو رہی ہیں۔ تو اگر پھوپھی کو چچا فرض کرلیا پھر چچا بھتیجی کا نکاح لازم آئیگا جو کہ ابدی طور پر حرام ہے۔ہدایہ جلد دوم صفحہ ۳۰۹ پر یہ تفصیل موجود ہے۔لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاح منع ہے۔

﴿۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ ایک خاتون مسماۃ رضیہ خانم کی اولاد میں سے ایک لڑکے اشعر کمال نے کلثوم کوثر کے لڑکے امجد حمید کے ساتھ مل کر کلثوم کوثر کا دودھ پیا ہے۔تو اب امجد حمید کا نکاح اشعر کمال کی ہمشیرہ سلمہ بی بی سے ہوسکتا ہے یانہیں۔سائل: مشتاق علی / ارشد حمید

الجواب: صورۃ مسئولہ میں امجد حمید کا نکاح اشعر کمال کی بہن سے ہوسکتا ہے۔ہاں اشعر کمال کا نکاح امجد حمید کی بہن سے نہیں ہوسکتا کیونکہ امجد حمید کی ماں نے اشعر کمال کو دودھ پلایا۔لہٰذا وہ اس کی رضاعی ماں ہوگی اور اس کی تمام اولاد اشعر کمال کے رضاعی بہن، بھائی ہونگے، باقی رہا امجد حمید تو اس کا رضاعی بھائی صرف اشعر کمال ہے جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے۔اشعر کمال کی بہنیں اور بھائی امجد حمید کے رضاعی بہن بھائی نہ ہونگے کیونکہ امجد حمید نے اشعر کمال کی والدہ کا دودھ نہیں پیا تو جب اشعر کمال کے بھائی اور بہنیں اس کے رضاعی بھائی، بہنیں نہیں ہیں تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔صورۃ مسئولہ میں امجد حمید کا نکاح سلمہ بی بی سے جائز ہے۔

﴿۶۸﴾ فتویٰ شرعی: ایک لڑکی مسماۃ صورت بی بی دختر محمد شیر ندیم سکنہ علو والی کا نکاح عطاء محمد ولد دوست محمد سکنہ موضع شاہنواز والا کے ساتھ بچپن میں ہوا۔ زوجین نابالغ تھے۔ اور یہ نکاح زوجین کے والدین نے کر کے دیا۔ اس کے بعد لوگوں کی خواہش پر ایک ناخواندہ مولوی صاحب نے زوجین کے والدین سے قبولیت واپس لیکر مذکورہ لڑکی کا نکاح مذکورہ لڑکے کے چھوٹے بھائی محمد اقبال ولد دوست محمد سے کر دیا۔ اس خیال پر کہ عطاء محمد کا نکاح ماں باپ کی قبولیت واپس ہو جانیکی وجہ سے ختم ہو گیا ہے۔ مسماۃ صورت بی بی کا نکاح اول عطا محمد کے ساتھ ہے یا نکاح دوم محمد اقبال کے ساتھ ہے۔ سائل: دوست محمد سکنہ موضع شاہنواز والا

الجواب: صورۃ مسئولہ میں مسماۃ صورت بی بی کا نکاح اول عطا محمد کے ساتھ موجود ہے۔ والدین کی قبولیت واپس کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ جب تک بچہ عاقل بالغ ہو کر خود طلاق نہ دے دے۔ والد نکاح تو کر سکتا ہے، طلاق نہیں دے سکتا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے" **والذی بیدہ عقدۃ النکاح**" نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث پاک میں ہے" **الطلاق لمن اخذ بالساق**" طلاق اس کا حق ہے جس نے عورت کی پنڈلی پکڑی

لہٰذا مذکورہ لڑکی کا نکاح محمد اقبال کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور اس کا پہلا نکاح عطاء محمد کے ساتھ قائم ہے۔ جب تک عطاء محمد بالغ ہو کر طلاق نہ دے گا لڑکی از روئے شرع کسی طرح فارغ نہیں ہو سکتی۔

﴿۶۹﴾ فتویٰ شرعی: ایک لڑکا مسمی محمد کلیم اللہ خان ولد نادر خان سکنہ سوانس بقائمی ہوش و حواس یہ بیان دیتا ہے کہ میں بالغ ہوں۔ بلوغت کو دو سال ہونے والے ہیں۔ 15 سال کے لگ بھگ میری عمر ہے۔ ایک ماہ قبل میری بہن کے ساتھ ایک مسئلہ ہوا۔ اس کے صلح نامہ میں فریق مخالف نے ہمیں دو لاکھ دیئے۔ پر صلح کی تو مجھے میرے والد نے کہا کہ تمہیں ایک لڑکی کے ساتھ نکاح بھی کرنا ہوگا۔ تو میں نے رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ میرے والد نے میری مرضی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اجازت کے بغیر میرا نکاح پڑھا دیا۔ نکاح خوان (مولوی شیر زمان) کو کہا کہ کلیم اللہ بیمار ہے اور نابالغ ہے۔ یہ نکاح آج سے تقریباً ایک ہفتہ قبل ہوا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا بالغ لڑکے کا نکاح بغیر اجازت اس کے والد پڑھ دے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد کلیم اللہ خان ولد نادر خان

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عاقل بالغ لڑکا یا عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر ان کی رضامندی کے کوئی دوسرا پڑھا دے تو یہ ناجائز ہے۔ نکاح نہیں ہوتا۔ مذکورہ صورۃ میں محمد کلیم اللہ عاقل بالغ ہے خود اس نے منع بھی کیا یہ نکاح کسی صورت میں منعقد نہیں ہوگا۔ اس میں لڑکے کی رضا شامل نہیں۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۶۹ میں ہے

"لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذالك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل، کذا فی السراج الوهاج"۔

نابالغ اولاد کا نکاح والد یا کوئی ولی شرعی پڑھ کر دے دے تو وہ جائز ہے۔ اگر بالغ اولاد کا نکاح پڑھا دیا بغیر اجازت تو یہ نکاح اولاد کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ نکاح سے پہلے انکار ہے تو یہ نکاح کیسے صحیح ہوگا۔

﴿۷۰﴾ فتوی شرعی: تین سال پہلے ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے نکاح کیا اور رخصتی وغیرہ نہیں ہوئی نہ ہی لڑکے نے ہمبستری کی۔ لڑکی بالکل کنواری ہے۔ نکاح سے دو سال بعد گھریلو اختلافات کی بناء پر لڑکی کو طلاق دیدی اور ایک سال گزر گیا۔ اس دوران میں لڑکی نے کہیں اور شادی نہیں کی گھریلو حالات اب درست ہو گئے ہیں۔ اور لڑکا اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا حلالہ کے بغیر یہ نکاح ہوسکتا ہے۔ یا نہیں۔ صاحب بہار شریعت نے فتاوی عالمگیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ نکاح بغیر حلالہ کے جائز ہے۔ اور ہوسکتا ہے۔ آپ مکمل طور پر قرآن وسنت کی روشنی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں راہنمائی فرمائیں۔

سائل: میاں محمد مقبول

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اولاً طلاق کی کیفیت معلوم کی جائے کہ طلاق کیسے ہوئی ایک دفعہ تین طلاقیں (مثلاً کہا کہ میں نے فلاں بنت فلاں کو تین طلاقیں دیں) دی ہیں یا صرف ایک طلاق دی ہے یا میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ میں نے فلاں بنت فلاں کو طلاق دی۔ یعنی طلاقیں تین علیحدہ علیحدہ کہی ہیں۔

صورت اول میں بغیر حلالہ شرعی نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ عورت طلاق دہندہ پر حرام مغلظہ ہوگئی کہ محل طلاق کے قائم ہوتے ہوئے تینوں اکٹھی پڑ جائیں گی۔ اور پچھلی دونوں صورتوں میں بغیر تحلیل شرعی نکاح جائز ہے۔ دوسری صورت میں تو واضح ہے کہ صرف ایک طلاق دی گئی۔ تیسری صورت میں اس لیے کہ عورت مدخول بہا نہیں، اور ایک کہنے کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی دو طلاقیں لغو چلی جائیں گی۔ اس لیے پچھلی دونوں صورتوں میں نکاح جائز اور پہلی صورت میں بغیر حلالہ حرام قطعی ہے۔

«۷۱» فتوی شرعی: مسمی مہر خان ولد محمد یار سکنہ ڈھبہ کرسیال ضلع میانوالی گواہی دیتا ہوں کہ نور زمان کی بچی نور زمان کے والد (دادا) نے صلح میں دے دی۔ صرف دعائے خیر تھی ایجاب وقبول نہ ہوا تھا۔ جب نور زمان فوج سے آیا تو اس نے میرے سامنے صاف انکار کر دیا کہ میں اپنی بچی صلح کے بدلے میں نہیں دوں گا۔ دعائے خیر کے وقت صرف لڑکی کا دادا موجود تھا۔ باقی نور زمان کے بھائیوں سمیت اس مجلس میں کوئی موجود نہ تھا۔ تقریباً 12/13 سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ کیا شرعاً نکاح منعقد ہوگا؟

سائل: مہر خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ فقہی اصول کے مطابق ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کا پڑھا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ مثلاً

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دادا ولی ابعد (دور کا تعلق دار) نکاح پڑھا دے تو ولی اقرب (قریب کا تعلق دار) اجازت نکاح دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر اجازت نہ دے تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔

فتاوٰی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۶ پر ہے،

"ان زوج الصغیر او الصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضراً وھو من اھل الولایۃ توقف نکاح الابعد علی اجازتہ، کذا فی المحیط"

لہٰذا صورۃ مذکورہ میں دعائے خیر تھی تو یہ نکاح نہیں بلکہ وعدہ نکاح ہے۔ اور اگر ایجاب وقبول ہوا تھا تو بھی بچی کے والد کے انکار کرنے پر رد ہو گیا۔ اس بچی کا نکاح سابقہ یا دعائے خیر دونوں باطل محض ہیں۔ تفصیلات کے لیے فتاوٰی جات کی طرف رجوع کریں۔ بحوالہ احسن الفتاوٰی ص ۱۰۰ بذریعہ شامی جلد دوم ص ۴۳۳)

﴿۷۲﴾ فتوی شرعی: ایک بچی نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ بچہ سے دادا نے کر دیا اور بچی کے والد کو علم بھی نہیں ہے۔ اور جب علم ہوا تو باپ کا کہنا ہے مجھے یقین ہے کہ نکاح ہوا ہی نہیں اگر ہوا ہے، میں اپنی بچی کے اس نکاح کو قطعاً قبول نہیں کرتا ہوں۔ بعد ازاں بچی کے والد نے بچی کا نکاح ایک اور آدمی سے کر دیا۔ تو حل طلب یہ بات ہے کہ اب نکاح دادا کا نافذ العمل ہو گا یا باپ کا۔ سائل: رضا محمد ولد صدر دین

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ نکاح میں ولی اقرب (زیادہ قریبی رشتہ دار) کے ہوتے ہوئے ولی ابعد (دور کے رشتہ دار) کو نکاح کا حق نہیں ہے۔ تاہم اگر ولی ابعد نکاح کرا دے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ لہٰذا دادا کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر باپ نے جائز کر دیا تو نافذ العمل ہو گا۔ اگر باپ اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہو گا۔

جیسا کہ درمختار میں ہے، "ان کان الزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا یصح النکاح من غیر کفوا اصلاً"

لہٰذا صورۃ مسئولہ مذکورہ میں دادا کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا باپ کا پڑھا ہوا نکاح منعقد اور نافذ العمل ہوگا۔

«۷۳» فتوی شرعی: مجید الرحمٰن ولد عبد الرحمٰن سکنہ ترگ شریف ضلع میانوالی کا نکاح ہمراہ طاہرہ بی بی دختر فدا احمد سکنہ ترگ شریف بزمانہ نابالغی پڑھا گیا۔ بچی کا نکاح پڑھ کر دینے والا اس کا والد فدا احمد تھا جب کہ قبولیت خاوند کی جانب سے اس کے والد عبد الرحمٰن نے کی تھی۔ اور ایک گواہ بنام عبد الرحمٰن ولد غلام اکبر موجود ہے۔ اس کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ طاہرہ بی بی کو سابق مذکور خاوند نے کوئی طلاق وغیرہ بھی نہیں دی ہے۔ اور کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ تو کیا اب طاہرہ کا نکاح کسی اور جگہ سابق نکاح کے ہوتے ہوئے ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مزید برآن یہ کہ اس نکاح کا تحریری نکاح نامہ بھی موجود ہے جو کہ ریکارڈ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ سائل: مجید الرحمٰن

الجواب: برتقدیر صدق سائل طاہرہ بی بی کا نکاح ہمراہ مجید الرحمٰن مذکور سے شرعاً منعقد ہے۔ اس نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "والمحصنات من النساء" پ۵ اب اگر اس لڑکی کا کہیں نکاح پڑھایا جائے تو جن لوگوں کو اس کے نکاح کا علم تھا اس کے باوجود وہ مجلس نکاح میں شریک ہوئے اور ایسے ہی وہ مولوی جس نے اس نکاح کو جائز جانا اور نکاح کے گواہان اس لڑکی کا والد سب پر بعد توبہ تجدید اسلام تجدید نکاح لازم وفرض ہے اگر انکار کریں تو بااثر حضرات پر لازم ہے کہ ایسے مرتکبین کو ارتکاب حرام سے روکیں ورنہ عذاب عظیم عام وخاص کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

«۷۴» فتوی شرعی: کہ "میں چار سال عمر کی تھی میرا والد عبد الستار جوا باز تھا اور مسمی عطاء محمد ولد داد قوم اسٹر سکنہ ہرنولی یہ بھی جوا باز تھا۔ دونوں آپس میں جوا کھیلتے تھے۔ عطاء محمد نے کہا کہ مجھے رقم دے اگر رقم نہیں تو بچی کا نکاح میرے ساتھ کردو۔ میرے والد نے کہا کہ میری بچی کی عمر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار سال ہے۔ اور تمھاری عمر اس وقت تیں، پینتیس سال ہے۔ آخر کار میرے والد نے مجھے جہنم کے گڑھے میں ڈال کر اپنی جان چھڑوالی۔ 90 ہزار روپے جو کہ قرض تھا وہ بھی معاف نکاح کے عوض ہو گیا۔ عالیجاہ! جب میرا وقت بلوغت آیا تو میں نے شور مچایا۔ شور مچانے پر کافی آدمی جمع ہو گئے۔ میں نے ان لوگوں کے سامنے نکاح سے انکار کر دیا۔ بعد میں میں نے قاضی امیر عبداللہ ایڈووکیٹ کے معرفت دعوئ تنسیخ نکاح فیملی کورٹ عدالت عالمگیر جج میانوالی میں کر دیا۔ دونوں فریقین سے عدالت صاحب موصوف نے ثبوت لیا۔ میں جب عدالت میں بیان دینے حاضر ہوئی۔ میری عمر 16 سال تھی۔ اور عطاء محمد کی عمر تقریباً 50 سال تھی۔ جو شادی شدہ بال بچے دار ہے۔ آخر کار عدالت نے میرے حق میں فیصلہ مورخہ 2/2/1993 کو حکم سنایا کہ نکاح سابقہ منسوخ ہے۔ مدعیہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ حضور والا اس روشنی میں میں کیا کروں شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ سائلہ: فرزانہ دختر عبدالستار ضلع میانوالی

الجواب: والد یا دادا اگر نابالغ بچے یا بچی کا نکاح کسی کے ساتھ کر دیں اور یہ والد یا دادا بچے کی شفقت کو ملحوظ رکھ کر نکاح کریں اپنا کوئی ذاتی مفاد اور طمع نہ ہوں تو اس صورت میں والد یا دادا کا کیا ہوا نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اس بچے یا بچی کو بلوغ کے بعد نکاح توڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ والد یا دادا ذاتی مفاد اور طمع یا عدم شفقت سے نابالغ کا نکاح کسی کے ساتھ کر لیں تو نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

درمختار ج ۳ ص ۶۶ میں ہے،

"ولزم النكاح ولو بغبن فاحش او بغير كفء ان كان الولى المزوج بنفسه ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقاً وفى ان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه لا يصح النكاح من غير كفو اصلاً عن شرح الجمع حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه اولطمعه لا يجوز عقده اجماعاً ۰ (شامی جلد سوم صفحہ ۶۶۔)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صورت مسئولہ میں نابالغ لڑکی کے والد پر 90 ہزار روپے قرض تھا۔ اس کے عوض نکاح پڑھا گیا۔ یعنی اپنے مفاد کے خاطر تو شرعاً یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اور پھر نکاح کے وقت یہ شرط رکھی گئی تھی۔ کہ اگر مذکورہ رقم دی گئی تو ہم لڑکی کو آزاد کر دیں گے۔ لڑکی بھی راضی نہیں ان تمام احوال کو سامنے رکھتے ہوئے نکاح صحیح نہیں۔ یہ نکاح اصلاً باطل ہے لڑکی پر عدت واجب نہیں ہوگی اس کے فوراً بعد بھی لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ ''کما قال اللہ تعالیٰ۔ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علھن من عدۃ تعتدونھا'' (الاحزاب)

﴿۷۵﴾ فتویٰ شرعی: آج سے تقریباً 15,16 سال قبل بچی مسماۃ آسیہ (نابالغہ) عمر 4 سال دختر عبدالجبار ساکن داؤدخیل کا نکاح شرعی ممتاز احمد نابالغ بچی ولد محمد لقمان ساکن کمر مشانی سے ہوا۔ بچی مسماۃ آسیہ بی بی مذکورہ کا نکاح بچی کے دادا حقیقی مسمی محمد سلطان نے بچی کے والد عبدالجبار کی موجودگی اور اجازت سے پڑھوایا جب کہ اس نکاح شرعی کے نکاح خواں بچی کے حقیقی ماموں مولوی عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ اس نکاح کے گواہان عطا محمد ولد محمد یار ساکن کمر مشانی، سید غلام عباس ولد جندوڈا شاہ ساکن ڈیرہ اسماعیل خان محمد رفیق ولد عبدالرحمان ساکن کمر مشانی تھے۔ جن کی شہادت حلفاً بمعہ دستخط (تحریری) موجود ہے۔ اس نکاح شرعی کے موقعہ پر بچی کو کپڑے، بالیاں اور کنگن بھی پہنائے گئے اور بچی والدین کے ساتھ واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ایک دو عیدوں کے موقع پر بچی مذکورہ کے لئے بطور ہدیہ کپڑے بھیجے گئے۔

چونکہ ہمارے خاندانی رسم و رواج کے مطابق زیادہ تر عید بھیجنے کا رواج نہیں۔ اس لیے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب جب کہ مذکورہ لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور لڑکی کے دادا اور ماموں (نکاح خوان) مولوی عبدالرحمان دونوں وفات پا چکے ہیں۔ لڑکے (ممتاز احمد ولد محمد لقمان) والے اب لڑکی کی رخصتی لے کر اپنا گھر بسانا چاہتے ہیں۔ جب کہ لڑکی مذکورہ کے والد انکار کر کے اپنی بیٹی مسماۃ آسیہ بی بی مذکورہ کا کسی اور جگہ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا لڑکی مذکورہ کا سابقہ نکاح برقرار؟ اور اگر باقی ہے تو کیا لڑکی کا والد یا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی دوسرا ولی بنکر لڑکی مذکورہ کا نکاح بغیر طلاق لیے کسی دوسری جگہ کرا سکتا ہے؟۔ یہ بھی یاد رہے کہ لڑکی کی طرف سے والد کی موجودگی میں دادا نے اور لڑکے کی طرف سے لڑکے کے والد حقیقی نے ایجاب قبول کیا واضح ہو کہ بوقتِ نکاح شرعی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

سائل: محمد لقمان ولد ممتاز احمد ساکن (برزی) کمر مشانی تحصیل وضلع میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ کے بارے فریق اول لڑکے والے یعنی لڑکے کے والد لقمان بمعہ گواہان نکاح میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے تفصیلاً پوچھا جس پر لقمان نے بتایا کہ بوقتِ نکاح نابالغہ مولوی عبدالرحمان نے نابالغہ کے والد کو کہا کہ آؤ نکاح کے لیے تو نابالغہ بچی مسماۃ آسیہ بی بی کے والد عبدالجبار نے کہا کہ جب کہ میرا والد سلطان (نابالغہ کا دادا) بیٹھا ہے تو میری کیا ضرورت ہے۔ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نابالغہ کا نکاح کر دیا ہے جو ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔" اجازت صراحتاً یا دلالۃ" ہو تو نکاح ہو جاتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولی اقرب عبدالجبار والد آسیہ بی بی نے اپنی بچی نابالغہ کا نکاح پڑھانے کی اجازت اپنے والد سلطان کو دے دی، اور کپڑے بالیاں، نکاح کے موقع پر تحائف کپڑے وغیرہ بچی کے لیے قبول کرنا دلالۃً اور عملاً اجازت ہے۔

فقہ کی سب مشہور کتب میں اسی طرح موجود ہے،

" وان زوجھا الا بعد والاقرب حاضر توقف علی اجازۃ الاقرب"۔

فتاوی شامی ص ۳۴۱ میں ہے۔

" وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم ینص صریحاً ودلالۃً باب ولی"

علماء کرام اور فقہائے اکرام کے اقوال اور کتب کی روشنی میں میں آسیہ بی بی دختر عبدالجبار کا نکاح ممتاز احمد ولد لقمان کے ساتھ قائم ہے۔ بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

﴿۷۶﴾ فتوی شرعی: میری شادی کو تقریباً عرصہ دس سال ہو چکے ہیں۔ لیکن میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ کیا میں اپنی بیوی کی سگی بہن سے شادی کرسکتا ہوں۔

سائل: محمد کمال خان میانوالی

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک مرد کا دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ "کما قال الله وان تجمعوا بين الاختين" (پ۴ رکوع آخر) اور حدیث شریف میں ہے "عن الضحاك بن فيروز الديلمی عن ابیه قال قلت یا رسول الله انی اسلمت وتحتی اختان قال اختر ایتهما شئت" یعنی حضرت ضحاک بن فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرلے۔ (ترمذی) ابن ماجہ، داؤد، مشکوٰۃ ص ۲۷۴) یہاں تک کہ اگر ایک بہن کو طلاق دیدی تو جب تک کہ اس کی عدت نہ گزر جائے دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۶۱ میں ہے،

"لا يجوز ان يتزوج اخت متعدة سواء كانت العدة عن طلاق رجعی او بائن او ثلاث"

لہٰذا اگر اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو پہلی بیوی کو طلاق دینا ہوگی۔ پھر جب اس کی عدت گزر جائے تو اس کی بہن سے نکاح کریں۔ اس سے پہلے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ اور پہلی بیوی کی عدت صورت مسئولہ میں تین حیض ہوگی۔ "کما قال الله تعالیٰ والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء" (پ۲ ع ۱۲) اور طلاق کے بعد پہلی بیوی کو اپنے گھر میں نہ رہنے دیا جائے۔ اگرچہ اس سے میاں بیوی والا تعلق نہ رکھے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون ہو انگشت نمائی ہو شرعاً منع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے

"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقف مواقف التھم"

جو بات مسلمانوں پر فتح کو شک وشبہ میں ڈالے انہیں فتنے میں ڈالے انہیں فتنے میں مبتلا کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق" (فتاوی رضویہ جلد دھم ص ۲۲۷)

﴿۷۷﴾ فتوی شرعی: میری بیوی کی سگی بہن کا شوہر انتقال کر گیا ہے اب میں منکوحہ کی بہن بیوہ سے شادی کر سکتا ہوں۔ سائل: محمد رفیق دلے والا بھکر۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ کما قال اللہ وان تجمعوا بین الاختین (پ۴ رکوع آخر)۔ یعنی دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یجمعن ماءہ فی رحم اختین"۔ یہاں تک کہ اگر بیوی کو طلاق دیدے تو جب تک کہ عدت ختم نہ ہو جائے اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ شرح وقایہ جلد ثانی ص ۱۲ میں ہے، وھو ھذا والجمع بین الاختین نکاحا وعدۃ کہ دو بہنوں کو ایک شخص کا اکٹھا نکاح کرنا یا ایک سے نکاح تھا اسے طلاق دیدی اس کی عدت باقی تھی تو اس کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

﴿۷۸﴾ فتوی شرعی: عیسائی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے اگر عدالت یا دو گواہوں کے سامنے کر دیا جائے تو از روئے شرع نکاح ہو گیا یا نہ۔ سائل: چوہدری افضل ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عیسائی عورت کو مسلمان کئے بغیر اس سے

نکاح کرنا جائز ہے۔

فتاوی الگیری جلداول مصری ص ۲۶۳ میں ہے،"یجوز للمسلم نکاح الکتابیة الحربیة والذمیة حرة کانت او امة" کذا فی محیط السرخسی۔

لیکن مناسب نہیں اس سے فساد فی الدین کا دروازہ کھلے گا۔

فتاوی عالمگیری کے اسی صفحہ مذکورہ پر ہے۔

" والاولیٰ ان لا یفعل ولا توکل ذبیحتھم الا لضرورة" کذا فی فتح القدیر"۔

عیسائی عورت سے نکاح بھی اسی وقت جائز ہے جب کہ اپنے اسی مذہب عیسائیت پر قائم ہو اور اگر تثلیث کی قائل ہو یا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کی بیوی کا عقیدہ رکھتی ہو تو کافرہ ہے بغیر قبولیت اسلام کے نکاح نہیں ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ پہلے خاوند نہ رکھتی ہو اگر پہلے عیسائی یا یہودی کے نکاح میں ہو تو پھر تفریق قاضی یا جج ضروری ہے دوسرے شخص سے بعد عدت نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

﴿۷۹﴾ فتوی شرعی: ہمارے چک میں کافی عیسائیوں کی آبادی ہے۔ ہمارے بچوں کے ساتھ ان کے بچے پڑھتے ہیں۔ ہمارے گھر آنا جانا ہے، تو ایک عیسائی کی عورت مسلمان ہوگئی ہے۔ اب ہمارے گھر میں ہے اور وہ واپس عیسائی کے پاس جانا نہیں چاہتی کیا ہم میں سے کوئی اس عورت سے شادی کرسکتا ہے۔ جب کہ عورت راضی ہے۔ نوٹ: گواہوں کی گواہی بیان حلفی لف ہے۔ سائل: مولوی حافظ عبدالشکور تحصیل پپلاں ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر شوہر والی کافرہ عورت مسلمان ہو جائے تو حکم ہے کہ اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام لے آئے تو عورت بدستور اس کی بیوی اور اگر شوہر اسلام سے انکار کرے تو تین حیض کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی

ہے۔ اس سے پہلے آپ کا نکاح کرنا درست نہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر جلد سوم ص ۲۸۸ پر لکھتے ہیں، کہ ولید بن مغیرہ کی صاحبزادی صفوان بن امیہ کے عقد میں تھیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں مگر ان کا شوہر صفوان بھاگ گیا مسلمان نہ ہوا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق نہ کی یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے ایک نصرانیہ کے مسلمان ہونے پر اس وقت تفریق کی جب کہ اس کے شوہر نے اسلام لانے سے انکار کر دیا جیسا کہ فتح القدیر کی اسی جلد اور اسی صفحہ پر ہے۔ اور بہار شریعت حصہ ہفتم بیان حرمت بالشرک صفحہ ۲۷ پر ہے اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ورنہ بعد کو جس سے چاہے نکاح کرے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کافرہ عورت مسلمان ہوئی تو اس وقت سے اسے تین حیض آنے سے پہلے اگر اس کا شوہر مسلمان ہو گا تو وہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ طلاق یا اس کی موت کے بغیر اس کی بیوی سے نکاح کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو تین حیض آنے کے بعد وہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر تین حیض آنے سے پہلے نکاح کیا تو صحیح نہ ہوا مدت مذکور کے بعد دوبارہ نکاح کریں۔ اور نکاح صحیح نہ ہونے کے سبب جو گناہ ہوئے اس سے دونوں علانیہ توبہ استغفار کریں۔

«۸۰» فتوی شرعی: کیا زانیہ حاملہ لڑکی سے نکاح جائز ہو گا یا نہیں۔

سائل: محمد اعظم خان ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ زانیہ حاملہ اگر کسی کے نکاح اور عدت میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر اسی شخص نے نکاح کیا کہ جس کا وہ حمل ہے تو بعد نکاح حالت حمل میں وہ مرد اس سے ہمبستری کر سکتا ہے۔ دوسرا نہیں

"صح نكاح حبلى من زانا لا حبلى من غير الزنا الثبوت نسبه و ان حرم وطؤها حتى تضعها ولو نكح الزانى حل له وطؤها اتفاقا ۔

اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۲ میں ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"قال ابو حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا یطأها حتی تضع و قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ لا یصح والفتویٰ علی قولهما کذا فی المحیط و کما لا یباح وطاها لا تباح دواعیه کذا فی فتح القدیر، وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل وله ان یطأها عند الکل و تستحق النفقة عند الکل"۔

﴿۸۱﴾ فتوی شرعی: میرے بھٹہ پر چند مصلی کام کرتے ہیں۔ایک صاحب نے بیٹی کی شادی کی ہوئی تھی۔ایک بچہ بھی ہے۔اب میرے علم میں آیا ہے کہ لڑکی کے والد نے بیٹی کا نکاح ایک اور لڑکے سے کر کے رخصتی بھی کر دی۔اس بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہوگا۔

سائل: محمد ظفر اللہ خان ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے ہوا تھا اور اس سے اس کی اولاد یعنی بیٹا بھی ہے۔اور اب اس کے باپ نے دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے بغیر طلاق لیے دوسرے شوہر سے تو یہ نکاح ہرگز جائز نہ ہوگا۔اس لڑکی کے والد کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور نکاح پڑھانے والے اور گواہوں کو بھی توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔یہ نکاح بالکل نہیں ہوا۔ ان دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،"واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظلمین "(پ۷ ع ۱٤)

﴿۸۲﴾ فتوی شرعی: محمد اجمل نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب کہ وہ حاملہ تھی۔اسی دوران محمد اجمل کے بیٹے محمد اصغر نے اسی سے نکاح کر لیا۔جب ایک ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اصغر نے اسے گھر سے نکال دیا۔اب محمد اصغر نہ طلاق دیتا ہے اور نہ گھر میں رکھنا چاہتا ہے۔ ازروئے شرع مسئلہ بتایا جائے نوازش ہوگی۔سائل: محمد قمر الزمان پکی شاہ مردان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب اجمل نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں طلاق دی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

جیسا کہ پارہ ۲۸ سورہ طلاق میں ہے،

"واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن"

اس کا حکم یہ ہے کہ وہ کافر مرتد ہے کہ یہ معاملہ صرف عدت میں نکاح کا نہیں ہے بلکہ صورت یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کی منکوحہ مطلقہ حاملہ کی عدت کے اندر بزعم خویش نکاح کا ڈھونگ رچایا ہے۔ یہاں نصوص قطعیہ کے خلاف کرنے سے کئی طرح کفر لازم آتا ہے۔ ایک یہ کہ اس کے باپ کی منکوحہ تھی۔ دوسرا یہ کہ عدت کے دوران حرام کاری، تیسرا اس نے اسے بیوی بنا کر گھر رکھا تو اس کے ساتھ زنا کرتا رہا۔ چوتھا باپ کی کھیتی کو سیراب کیا۔ پانچواں ان سب کاموں کو ناجائز و مباح جانتے ہوئے یہ کرتوت سرانجام دیئے۔ ان چار میں سے کسی ایک کام کو جائز جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور یہاں تو چاروں موجود ہیں۔ اس پر نصوص پیش خدمت ہیں اور پھر اس کا اور سب شرکاء کا حکم عرض کیا جائے گا۔ **اقول وباالله التوفیق**۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

ولا تنكحوا ما نكح اٰباؤكم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة ومقتا وساء سبيلا۔ (پارہ ٤ آیت ۲۲)

پھر یہ جانتے ہوئے کہ عورت عدت میں تھی اس سے نکاح کیا تو وہ نکاح ہی نہ ہوا۔ اس صورت میں نہ طلاق کی ضرورت نہ عدت کی۔ عورت فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اجمل یہ علم بھی ہو وہ عورت عدت میں ہے اس طرح بھی نکاح فاسد ہوا۔ اس صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اصغر نے بعد نکاح فاسد اس سے وطی کی ہے تو جس دن اصغر نے بیوی کو گھر سے نکالا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی۔ عدت گزارے بغیر وہ نکاح نہیں کر سکتی۔ مگر نکاح فاسد کی عدت میں شوہر پر نفقہ واجب نہیں۔

جیسا کہ جوہر نیرہ جلد دوم ص ۱۴۶ میں کتاب النفقات میں ہے،

"انما تجب فی النکاح الصحیح وعدته اما الفاسد وعدته فلا نفقة لها فیه"۔ اور اصغر نے اگر اسے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکالا تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔" قال الله تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء" (پ۲ع۱۲) اور ایسی عورت مطلقہ کے حکم میں ہے۔

﴿۸۳﴾ **فتوی شرعی**: میں نے اپنی بیوی کے بھائیوں کو لکھ دیا تھا کہ اگر کسی دوسری لڑکی سے نکاح کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے۔ اب جب کہ ہماری شادی کو دس سال ہو گئے لیکن اولاد سے محروم ہوں۔ کافی علاج وغیرہ کرائے مگر اب تک اولاد نہیں ہوئی۔ مجھے ڈاکٹروں نے کہا ہے دوسری شادی کرلیں۔ امید ہے کہ تیری اولاد ہوگی۔ میں نے بیوی کو راضی کیئے اور بغیر بتائے شادی کرلی۔ کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے۔ میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

سائل: محمد زبیر اویسی ساکن ہزارہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاقیں واقع ہوچکی ہیں۔

﴿۸۴﴾ **فتوی شرعی**: میرا بھتیجا مفلوج یعنی ہاتھ پاؤں سے معذور ہے، میرا بھائی عرصہ دراز سے فوت ہوگیا ہے میرا خیال ہے کہ میں اپنی بیٹی نابالغہ کا نکاح کردوں جب میں نے مفلوج کے نکاح کے متعلق اپنے امام سے پوچھا تو اس نے کہا صحیح سلامت لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ آپ میری راہنمائی فرمادیں۔ سائل: محمد اجمل انصاری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ امام ان پڑھ ہے صحیح سلامت لڑکی کا نکاح از روئے شرع شریف مفلوج لڑکے سے یقیناً جائز ہے۔

جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خان ص ۱۶۰ جلد اول میں ہے

"الوکیل بالنکاح من قبل المراة اذا زوجها ممن لیس بکفو لها قال بعضهم یصح فی قول ابی حنیفة خلافا لصاحبیه وقال بعضهم لا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یصح علی قول الکل وھو الصحیح وان کان کفوا الا انہ اعمی او مقعد او صبی او معتوہ فھو جائز و کذا اذا کان خصیا او عنینا"۔

خلاصہ یہ ہے کہ مفلوج کے ساتھ صحیح سلامت لڑکی کا نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہو۔

«۸۵» فتوی شرعی: کیا ایک ساٹھ سالہ شخص ایک سولہ سالہ لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: محمد آصف محمود ولد عبدالسلام محلہ میانہ میانوالی

الجواب: کہ نکاح کسی بھی عمر میں ناجائز نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح نہ کیا جائے۔ ردالمختار مصری ص ۶۹ جلد ۲ میں ہے، **ولا یزوج ابنتہ الشابۃ شیخا کبیرا۔**

«۸۶» فتوی شرعی: آج کل ہمارے ہاں رواج ہو چکا ہے کہ لڑکی والے لڑکے والے سے رقم لیکر بارات کا کھانا تیار کرتے ہیں کیا از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں۔

سائل: محمد اکرم عطاری

الجواب: اگر لڑکے والا بارات کے کھانے کے لیے اس لالچ اور طمع میں روپیہ دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے لڑکی والا نکاح کر دے گا جیسا کہ بعض اقوام میں اس کا دستور ہے تو یہ یقیناً رشوت وحرام ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب عالمگیری ص ۳۴ ج ۲ میں ہے

"رجل انفق علی طمع ان یزوجھا قال الشیخ اللامام الاستاذ الاصح انہ یرجع زوجت نفسھا اولم تزوج لانہ رشوۃ"۔

ایک شخص نے ایک عورت پر اس طمع میں خرچ کیا کہ وہ اس سے نکاح کر دے گا تو شیخ امام استاذ نے حکم دیا کہ اصل قول یہ ہے کہ مرد رقم واپس لے، عورت نکاح کرے یا نہ کرے کہ وہ رشوت ہے۔ اور اگر لڑکی والے نے کہا کہ اس قدر روپیہ دو تو نکاح کر دیا جائے گا ورنہ نہیں جیسا کہ بعض

اقوام میں رائج ہے تو یہ بھی رشوت ہے۔

فتاوی خیریہ جلد ا ص ۲۸ میں ہے

"سئل فی امرأۃ ابی اقاربها ان یزوجوها الا ان یدفع طعام الزوج کذا فوعدهم به هل یلزم ام لا (اجاب) لا یلزم ولو دفع فله ان یاخذه قائما او هالکا لانه رشوۃ کما فی البزازیه"۔

اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس کے رشتہ داروں نے یہ شرط کی کہ شوہر انہیں اس قدر دے تو وہ اس کا نکاح کر دیں گے پس شوہر نے ان سے اتنی مقدار کا وعدہ کرلیا اور وہ مقدار بذمہ شوہر لازم ہوگی یا نہیں۔ علامہ خیر الدین رملی نے جواب دیا کہ لازم نہ ہوگی اگر شوہر دے چکا تو اس کے واپس لینے کا اس کو حق حاصل ہے اب چاہے وہ موجود ہو یا خرچ ہو چکی ہو کہ وہ رشوت ہے۔ فتاوی بزازیہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۷۶ میں ہے،

"اخذ اهل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوۃ"۔

لڑکی والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا حق حاصل ہے اس لیے کہ وہ رشوت ہے۔ اسی طرح بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور فتاوی عالمگیری میں ہے" اور اگر لڑکے والا لڑکی والے کو محض بطور ہدیہ یا بغرض صلہ یا بلحاظ ہمدردی و اعانت دیتا ہے کہ لڑکی والا بارات کو کھانا کھلا سکے اور ایسے ضروری امور انجام دے سکے جس کی بنا پر اسے خاندان اور قوم کے روبرو شرمندگی نہ ہو جیسا کہ ہمارے ملک کے کچھ علاقوں میں ہے عورت والوں کو کچھ روٹی دی جاتی ہے تو یہ نہ رشوت ہے نہ حرام"۔

فتاوی خیریہ ج ا ص ۲۷ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"(سئل) فی رجل خطب من آخر اخته و دفع له شیئا یسمی ملاکا ودراهم ایضا من عادة اهل الزوجة اتخاذ طعام به ولم یتم امر النکاح هل للخاطب ان یرجع فیه ام لا ؟ (اجاب) نعم له ان یرجع بذالک بشرط عدم الاذن منه فان اذن لهم باتخاذه و طعامه للناس صار کانه اطعم الناس بنفسه طعاما له و فیه لا یرجع"۔

اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ایک شخص کو اس کی بہن کا پیغام دیا اور اس کو کچھ وہ چیز دی جس کو املاک و دراہم کہا جاتا ہے اور عورتوں کی عادت اس سے کھانا تیار کرنے کی ہے، اور ابھی نکاح کا کام تکمیل کو نہیں پہنچا تو کیا پیغام دینے والا اسے واپس لے یا نہیں؟ علامہ نے جواب دیا کہ ہاں جب اس کی طرف سے اجازت نہیں تو وہ اس بنا پر واپس لے اور اگر اس نے لڑکی والوں کو لوگوں کے لیے کھانا پکانے اور کھلانے کی اجازت دی ہے تو گویا اس نے خود لوگوں کو کھانا کھلایا اور اس صورت میں اسے اس سے واپس نہیں لے سکتا۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ جب جانب شوہر سے لڑکی والے کو بغرض ضیافت روپیہ دیا تو اس کا ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا گویا شوہر ہی کا ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا ہے اس لیے وہ شوہر اس رقم کا اس سے مطالبہ بھی نہیں کرسکتا کہ ہدیہ وصلہ کا مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔

﴿۸۷﴾ فتوی شرعی: ہمارے ہاں گستاخ وہابی ہیں اور ہمارے سنی بھائی ان سے رشتہ کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک سنی نے اپنی لڑکی وہابی جو کہ گستاخ رسول ہے جو کفری عبارات کو صحیح مانتا ہے اور ان کے مصنفین کو اپنا رہبر و امام تسلیم کرتا ہے اور ان کی گستاخیوں کو کفر نہیں کہتا ہے ء آیا ایسے شخص سے سنی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سائل: صوفی محمد علی آف پنجہ شریف خوشاب

الجواب: سنی حنفی لڑکی کا نکاح گستاخِ رسول ﷺ سے نہیں ہوتا، مجمع الفتاوٰی جلد دوم ص ۳۶۳ میں ہے، کہ کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا پھر اس سے اولاد پیدا ہوئی تو ثابت النسب نہ ہوگی۔ نہ اس پر عدت واجب ہوگی کہ یہ نکاح باطل ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ردالمختار جلد۳ ص ۳۹۹ میں ہے،

"اجمع المسلمون ان شاتمه کافر و حکمه حکم القتل و من شك فی عذابه و کفره کفر"۔

اور اسی طرح درمختار جلد۲ ص ۲۸۰ میں ہے،

"فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لا ن النکاح باطل"۔

وہ شخص جو اکابرین وہابیہ کی کفریہ عبارات پر عقیدہ رکھتا ہے اور انکی کفریہ عبارات کو صحیح مانتا ہے اور ان کو اپنا رہبر و امام تسلیم کرتا ہے اور ان کی گستاخی کو کفر نہیں کہتا ہے جیسا کہ کذب باری تعالیٰ حضور ﷺ کے علم کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دینا، آپ ﷺ کی خاتمیت کا انکار کرنا، آپ ﷺ کی شفاعت کا منکر ہونا ایسے شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی سنی ہے اور لڑکا نجدی گستاخ ہو تو ان کا آپس میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

﴿۸۸﴾ فتوی شرعی: نکاح فارم پر دولہا کے نام کے بجائے اس کے بھائی کا نام درج ہو گیا لیکن نکاح اسی دولھا سے پڑھا گیا جس سے منگنی ہو گئی تھی کیا یہ نکاح درست ہو جائے گا یا دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ سائل: قاری وقار احمد کلور کوٹ

الجواب: اگر لڑکی کا نکاح اسی لڑکے سے ہوا جو مجلس عقد میں حاضر و موجود تھا جو تمام باراتی اور اہل زوجہ کے نزدیک دولہا ہونے کے لیے متعین و معلوم ہے۔ اور قاضی نکاح خوان نے اسی کو عاقد جان کر قبولیت عقد کا اسی سے اقرار کیا ہے اور اسی کے ساتھ عقد نکاح کیا ہے تو اس کا دولہا ہونا متعین ہو گیا تحریر کی غلطی کا اعتبار نہ ہوگا۔ ردالمختار میں ہے" ان المقصود نفی الجهالة و ذالك حاصل متعین عند العاقدین و الشهود ان لم یصرح باسمها" ۔ اب باقی رہا دولہا کے نام کا غلط ہو جانا تو وہ اس کے حق میں صحت عقد کے لیے مضر نہیں

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

کہ اس کا مجلس میں دولہا بن کر آنا۔ سب باراتیوں اور اہل زوجہ میں اسی کا دولہا ہونے کے ساتھ معروف و متعین ہونا۔ اسی کیطرف اشارہ حسیہ کا وقت عقد کیا جانا، رکن عقد یعنی قبولیت نکاح کے لیے اسی کو متعین کرنا، الفاظ قبول اسی سے اقرار لینا، یہ امور تعین اسم زوج سے زیادہ وزنی ہیں۔ لہٰذا نام کی غلطی سے اس دولہا معروف و متعین کے اس دولہن کے ساتھ عقد ہو جانے میں کوئی نقص اور خرابی لازم نہیں آتی۔

ردالمحتار میں ہے،

"لو کانت مشار الیها و غلط فی اسم ابیها او اسمها لا یضر لان تعریف الاشارة الحسیة اقوی من التسمیة لما فی التسمیة من الا شتراك العارض فتلغوا لتسمیة"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس ذولہن کا عقد شرعاً اسی دولہا کے ساتھ ہوا جو مجلس میں دولہا بن کر حاضر و موجود تھا۔ اب دوبارہ ان کے مابین ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نکاح صرف اور صرف ایجاب وقبول مع الشرائط کا نام ہے نہ کہ نکاح نامے والے کاغذ میں لکھنا نکاح کہلاتا ہے۔ اگر بالفرض ایجاب وقبول نہ ہوا اور صرف کاغذ پر نکاح درج کر دیا جائے تو کیا نکاح ہو جائے گا؟ یہ تو ایک رسید ہے اس میں غلطی ہوگی تو اس کی درستی چاہیے نہ کہ تجدید نکاح۔

﴿۸۹﴾ فتوی شرعی: میرا بیٹا اس لیے شادی نہیں کرتا کہ مجھ سے تہجد، اشراق اور دیگر مستحبات چھوٹ جائیں گے اور میں دنیاوی چکروں میں پھنس جاؤنگا کیا شادی نہ کرنا بہتر ہے۔

سائل: محمد اویس خان

الجواب: نکاح اور نکاح پر مرتب ہونے والے امور میں مشغولیت عبادت نافلہ سے افضل ہیں۔ ردالمحتار میں ہے "قالوا ان الاشتغال به (ای بالنكاح) افضل من التخلی لنوافل العبادت ای الاشتغال به وما يشتمل بمصالحه واعفاف النفس عن الحرام وتربيت الولد ونحو ذالك"۔

عدم نکاح سے کہ ترک سنت بھی لازم آیا اور ترک افضلیت بھی شادی کر لینا ہی بہتر ہے۔

﴿۹۰﴾ فتوی شرعی: کہ ایک بچی جس کا والد انتقال کر چکا ہے، اب اس کے نکاح کا معاملہ رشتہ دار آپس میں لڑ رہے ہیں یعنی ہر ایک اس کا وارثِ نکاح بننے کی کوشش کرتا ہے۔ از روئے شرع ایسی بچی کا وارث کون ہے۔ جب کہ چچا زندہ ہے۔ سائل: ملک محمد نواز

الجواب: ایسی صورت میں جب چچا زندہ ہو تو ولی نکاح چچا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ النکاح الی العصبات، رہی اقرب و ابعد کی تفصیل اسکی صراحت قاضی خان میں اس طرح ہے "اقرب العصباك الی الصغیر و الصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب وان سفلو ثم العم لاب وام"۔

یعنی نابالغ اور نابالغہ کا سب سے قریب ولی نکاح باپ ہے پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی پھر ان دونوں کی اولاد مذکور اسی ترتیب پر پھر حقیقی چچا۔ اسی لیے ولی اقرب ہے ولی ابعد پر مقدم ہوگا۔

درمختار میں ہے

" فلاقرب منهم حق الفسخ "

یعنی ولی اقرب کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

قاضی خاں میں ہے

"وان زوجها الابعد والاقرب حاضر یتوقف علی اجازۃ الاقرب"

یعنی اگر ولی ابعد نے ولی اقرب کے موجود ہوتے ہوئے نکاح کر دیا تو یہ نکاح اس ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

﴿۹۱﴾ فتوی شرعی: میرے پڑوس میں رہنے والے باپ بیٹا ہر وقت اس بات پر

جھگڑا کرتے ہیں کہ باپ کہتا ہے لڑکی کا وارث میں ہوں جہاں میں چاہوں گا شادی ہوگی لڑکا جو کہ لڑکی کا سگا بھائی اور اس کی عمر اب ۲۴ سال ہے، وہ کہتا ہے نہیں میں بہن کا وارث ہوں میری مرضی سے شادی ہوگی۔ جب کہ باپ سوتیلا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس لڑکی کا از روئے شرع کون وارث ہوگا۔

نوٹ: لڑکی ابھی نابالغ ہے۔ سائل: محمد مظفر خان نیازی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کے باپ دادا ہونگے وہ نہ ہوں تو اس کا یہ بھائی ولی ہے۔ فتاوی شامی میں ہے "یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم ابن الاخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق"۔ پہلے مستحق ولایت باپ ہے، پھر دادا پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھتیجا، پھر سوتیلا بھتیجا پھر حقیقی چچا۔ فتاوی عالمگیری اور فتاوی طحطاوی میں ہے سوتیلے باپ کو بھائی کے ہوتے ہوئے کوئی استحقاق ولایت نہیں۔

﴿۹۲﴾ فتوی شرعی: کیا بالغہ لڑکی کے نکاح کے معاملہ میں اجازت ضروری ہے۔

سائل: مولوی محمد رمضان پپلاں

الجواب: جب لڑکی بالغہ ہو تو اس کی رضامندی ضروری ہے۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

"ومن شرائط النکاح رضاء المراۃ اذا کانت بالغۃ بکرا کانت او ثیبا"۔

یعنی عورت بالغہ کی رضا نکاح کے شرائط میں سے ہے، چاہے وہ کنواری ہو یا مطلقہ۔ والد اگرچہ ولی اقرب ہے لیکن عورت اپنے حق نفس میں تصرف کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ لہذا بغیر اس کی اجازت کے جو نکاح بھی ہوگا اسے نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"بالغۃ زوجہا ولیہا فبلغہا الخبر فقالت لا ارید الزوج او قالت لا ارید فلانا یکون ردا"۔

یعنی کسی بالغہ کا اس کے ولی نے عقد کیا جب اس کو خبر پہنچی تو کہا میں خاوند نہیں چاہتی، یا فلاں شخص مجھے پسند نہیں تو اس کا یہ قول نکاح کے لیے رد ہو جائے گا حتی کہ اگر اس کے والد نے بغیر ذکر مہر اور معرفت زوج کے اس سے نکاح کی اجازت چاہی اور اس نے اس پر سکوت کیا تو یہ سکوت بھی اس نکاح کی اجازت نہ ہوگا۔

ایک جگہ اسی فتوی میں ہے

"فان استامرھا الاب قبل النکاح فقال ازوجك ولم یذکر المهر ولا الزوج فسکتت لا یکون سکوتها رضا ولها ان ترد بعد ذالك"۔

یعنی اگر باپ نے قبل نکاح کے اس طرح بالغہ سے کہا کہ تیرا نکاح کرتا ہوں اور مہر اور زوج کا ذکر نہ کیا تو اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کی رضا نہ ہوگا۔ اور وہ بعد اس کے رد کرنے میں مختار ہے۔ جب لڑکی نے نہ پہلے اجازت دی تھی نہ اب دی ہے تو یہ نکاح باطل ہوگا۔

﴿۹۳﴾ فتوی شرعی: ہمارے گاؤں میں ایک ایسا نکاح ہوا کہ لڑکی کے والدین فوت ہو چکے ہیں حقیقی بھائی کے علاوہ دوسرے رشتہ دار موجود تھے۔ نکاح کی اجازت فقط بھائی نے دی ہے بالغہ عاقلہ لڑکی عمر تقریباً ۲۰ سال ہو چکی ہے۔ بھائی کی اجازت سے کیا ہوا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد رفیع اللہ خان

الجواب: جب لڑکی بالغہ ہے تو اسکے نکاح کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے کیونکہ بالغہ لڑکی پر کسی کی جبری ولایت نہیں ہوتی۔ در مختار میں ہے،

"لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لا نقطاع الولایۃ با البلوغ"

اب اس کی بلا اجازت جو اس کے بھائی کی اجازت سے نکاح پڑھایا گیا یہ خلاف سنت کیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گیا اور نکاح فضولی ہوا جو اس عورت کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اجازت دے تو جائز ہو جائے گا اور رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۰۶ میں ہے

"ان زوجها بغير استمارها فقد اخطا السنة و توقف على رضاها"۔

اسی طرح بحرالرائق نے محیط سے نقل کیا حدیث شریف میں ہے،

"لا تنكح الايم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن"۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۴۵۵)

شادی شدہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اذن حاصل کر لیا جائے۔

﴿۹۴﴾ فتوی شرعی: ہمارے شہر میں ایک مولوی آئے ہیں جو نکاح کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں۔ وہ کہتے ہیں فاسق لوگوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا۔ کیا انکا کہنا درست ہے یا نہ۔ سائل: محمد ارشد خان خٹک

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح کے گواہ صرف نامزد کردہ گواہ نہیں بلکہ مجلس نکاح کا ہر وہ شخص گواہ ہے کہ جس نے ایجاب وقبول کے الفاظ کو سنا۔ اور اگر صرف دو فاسقوں نے ایجاب وقبول کو سنا تو بھی نکاح صحیح ہوگا۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے" یصح بشهادة الفاسقين والاعمين"۔ یعنی دو فاسقوں یا صرف دو اندھوں کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اور بحرالرائق جلد سوم ص ۸۹ میں ہے "انعقد بحضور الفاسقين و الاعمين" یعنی دو فاسقوں یا صرف دو اندھوں کی موجودگی میں نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ فاسقوں کی گواہی سے نکاح ہو جاتا ہے۔

﴿۹۵﴾ فتوی شرعی: بالغ لڑکا اور لڑکی دو گواہوں کی موجودگی میں معین شرعی حق مہر کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدلے نکاح کرلیں تو کیا ازروئے شرع نکاح صحیح ہوگا یانہیں۔سائل: ڈاکٹر غلام اصغر علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے۔اگرلڑکی کو پتہ تھا اور اس نے یہ علم کے بعد اذن دیا کہ میرا نکاح فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے حق مہر کے بدلے ہورہا ہے اور اس نے اس کو قبول کیا تو یہ نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۳ میں ہے"لو قال تزوجینی نفسك فقبلت انعقد"۔

﴿۹۶﴾ فتوی شرعی: میری بیوی حقوقِ زوجیت ادانہیں کرتی۔اوروالدین کے گھر جا کرکئی ہفتے لگا کرواپس آتی ہے۔ازروئے شرع آیا وہ گنہگار ہوگی یانہیں۔سائل: محمد رمضان پنڈی گھیب

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ انکار کردے تو وہ ذات جو آسمان پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوجاتا ہے جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہو۔(مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۱) ایک اور حدیث میں ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو عورت کو اس کا حکم ماننا چاہیے اگرچہ کہ وہ کھانے پکانے میں مشغول ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید میں ہے،

"هن لباس لكم وانتم لباس لهن (پ۲ع۷)"۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کے لباس ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت مرد کے پاس آنے سے احتراز کرتی ہے تو وہ گنہگار ہوگی۔اس میں مرد کے گناہ کا تعلق نہ ہے والدین کے گھر بھی زیادہ ٹھہرنا شرعاً منع ہے۔ھکذا فی الھدایہ۔

﴿۹۷﴾ فتوی شرعی: ارم بی بی کا نکاح شیرخوارگی کی حالت میں ایک لڑکے محمد اکرم سے کردیا گیا۔اب وہ پڑھ لکھ گئی ہے۔اور جوان بھی ہے۔محمد اکرم ان پڑھ ہونے کے علاوہ شارب الخمر، تارک الصلوۃ، قمار باز ہے لڑکی نے شادی سے انکار کردیا ہے۔کیا اس صورت حال میں ہم

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بغیر طلاق لیے دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں۔ سائل: خان زمان خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے ارم بی بی کا نکاح اگر اس کے باپ دادا نے کیا تھا یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے نے کیا تھا یا ان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے نکاح کر دیا تھا۔ مگر علم ہونے پر باپ نے یا اس کے نہ ہونے کی صورت میں دادا نے اسے جائز ٹھہرا دیا تھا تو ان تمام صورتوں میں ارم بی بی طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکی۔ اور اگر حالت نابالغی میں باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے نکاح کیا تھا۔ اور باپ دادا زندہ نہ تھے یا زندہ تھے مگر نکاح کا ان کو علم نہ ہوا اور مر گئے تو ان صورتوں میں لڑکی کو بالغ ہوتے ہی فوراً فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ مگر فسخ نکاح کے لیے قضائے قاضی شرط ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

"ان زوجها الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجها غير الاب والجد فلكل منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ هذا عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ و يشترط فيه القضاء"۔

اور جس ملک میں قاضی (مسلمان جج) نہ ہو تو ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہوگا۔ اسکی طرف رجوع کیا جائے گا۔

﴿۹۸﴾ فتویٰ شرعی: (۱) اگر سیدہ عاقلہ بالغہ کا ولی راضی نہ ہو وہ خود کورٹ میں جا کر کسی اچھی ذات والے شخص سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہ۔ (۲) اگر نابالغہ سیدہ کا نکاح اس کا ولی کسی اعلیٰ ذات کے لڑکے سے کر دے تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: سید ابرار الحق ضلع لیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر بالغہ سیدہ بذات خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں جب تک کہ اس کو ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہو کر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے۔اور اگر نابالغہ ہے اور اس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کر دے تو وہ بھی محض باطل مردود ہوگا۔"کل ذالك مصرح فی کتب الفقه کالدرالمختار وغیرہ من الاسفار"۔(فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۲۹۳)

﴿۹۹﴾ فتوی شرعی: رقیہ بی بی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی اس کا باپ فوت ہوگیا۔کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ نے ایک دوسرے مرد سے شادی کر لی۔جب رقیہ کی عمر چار سال ہوئی تو اس کے حقیقی چچا محمد اکرم نے رقیہ بی بی کا نکاح محمد ارشد سے کر دیا۔رقیہ بی بی عاقلہ بالغہ ہے۔پڑھی لکھی ہے۔اس کے شوہر محمد ارشد نے اور شادی کر لی ہے۔رقیہ کو طلاق نہیں دیتا۔رقیہ بی بی کی والدہ اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے تو طلاق حاصل کئے بغیر رقیہ بی بی کا دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔سائل:محمد اسلم خان ترگ شریف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے نکاح کرنے کے لیے اگر باپ یا دادا پھر پردادا وغیرہ پھر بھائی کو حق ولایت حاصل ہے اگر ان میں سے کوئی نہ تھا تو حقیقی چچا کو حق ولایت حاصل تھا۔اگر اس نے نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ سوال میں نہ غیر کفو کے کا ذکر ہے اور نہ ہی غبن فاحش کا لیکن یہ انعقاد بچی کے خیار بلوغ کے استعمال پر موقوف تھا اگر اس نے بلوغت کے اثار بظاہر ہوتے وقت فوراً کہہ دیا کہ میں اس نکاح کو رد کرتی ہوں یا مجھے نامنظور ہے تو اب نکاح کا حکم ختم ہو جائے گا۔لیکن اسے مجاز کچہری کے جج سے رجوع کرنا ہوگا وہ اسے فسخ کرنے کا مجاز ہے۔فسخ کر دے تو اب اس لڑکی کو نکاح کرنا جائز ہے ان میں سے کوئی شرط بھی نہ پائی گئی تو اسے نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہ ہے۔فتاوی رضویہ جلد ۵۔عدالت مجاز سے خیار بلوغ استعمال کرتے ہوئے نکاح فسخ کرا لے۔

درمختار میں ہے،

"ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا"۔

اور اگر کفوو مہر معجّل کے ساتھ کیا تھا تو منعقد ہو گیا تھا۔ لیکن اس صورت میں اگر لڑکی کو نکاح ہونا پہلے سے معلوم تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ کر سکتی تھی۔ اگر فوراً اس نے فسخ نہ کیا تو اب اختیار فسخ جاتا رہا اور اس کے بارے میں مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر شرعاً مسموع نہیں۔ اس صورت میں لڑکی 'ارشد' کی بیوی ہے۔ اگر خاوند نہیں رکھنا چاہتا تو جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے۔ انکار کی صورت میں عدالت سے رجوع کیا جائے۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص ۲۶۷ میں ہے،

"ان زوجھا غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ"۔

پھر اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد ہے

"یبطل ھذا الخیار فی جانبھا بالسکوت اذا کات بکرًا ولا یمتد الی اخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وھی بکر بطل الخیار"

اور شرح وقایہ جلد دوم ص ۲۲ میں ہے

"ان البکر اذا سکتت بعد البلوغ او العلم بناء علی انھا لم تعلم ان لھا الخیار یبطل خیارھا فان سکوتھا رضاء ولا تعذر با الجھل"۔

﴿۱۰۰﴾ **فتوی شرعی:** اگر خاوند مرتد ہو جائے تو عورت کیا کرے اسی کے ساتھ رہے یا علیحدگی اختیار کرے۔ سائل: صوفی محمد رضاء الدین

الجواب: صورت مسؤلہ میں جواب یہ ہے کہ عورت فوراً نکاح سے نکل گئی ان میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہو گیا اب اس سے قربت زنائے خالص ہوگی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ تنویرالابصار میں ہے "وارتد اواحد هما فسخ عاجل"۔ خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے اسی وقت نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

﴿۱۰۱﴾ **فتوی شرعی:** مرد سفر کی وجہ سے عورت سے کتنی مدت تک دور رہ سکتا ہے۔سائل: محمد انصر عباسی ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شوہر اگر سفر ضرورت کی وجہ سے کر رہا ہے تو اس کی کوئی حد مقرر نہیں، تحقیق حضور اکرم ﷺ نے ضرورت پوری ہو جانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا، سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی گھر لوٹے، لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اسی کا حکم فرمایا۔ھکذا فی فتاوی الرضویۃ فی الجز الثانی۔

﴿۱۰۲﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی کی دو بیویاں ہیں نئی بیوی کے پاس رہتا ہے، پہلی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا، حتی کہ خرچہ تک نہیں بھیجتا، شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔

سائل: محمد نواز میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مرد پر واجب ہے کہ وہ دونوں بیویوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے۔

درمختار میں ہے "یجب وظاهر الاٰیۃ انه فرض نهران یعدل ای ان لا یجوز فیه الحا فی القسم بالتسویۃ فی البیوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ"۔

درمختار میں ہے۔آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے، یعنی معاملات کی تقسیم میں ظلم نہ کرے، بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت میں برابری قائم رکھے۔یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جھکا اٹھے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں،

"من کان لہ امرأتان فمال الیٰ واحدۃ منھما دون الاخری جاء یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل"

جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظرانداز کرتے ہوئے دوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی (مفلوج اُٹھے گا) دونوں کے درمیان مساوات قائم رکھنا لازم ہے طبعی میلان قابل مواخذہ نہیں ہے۔

﴿۱۰۳﴾ فتوی شرعی: ہمارے علاقہ میں کوئی مقرر نکاح خواں نہیں۔ نکاح کے موقع پر کسی مولوی کو لے آتے ہیں کیا بدعقیدہ مولوی کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

سائل: غلام قاسم سیال ضلع اٹک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ مولوی کا نکاح پڑھا ہوا صحیح ہے لیکن ان سے نکاح پڑھوانا بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تعظیم ہے۔ اور بدعقیدہ مولوی کی تعظیم نہ کی جائے۔ صحت نکاح میں کوئی شک نہیں نکاح خواں حقیقت میں وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لیے متقی ہونا شرط نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد سوم صفحہ ۴۴۰ میں ہے "تجوز وکالۃ المرء تدبان وکل مسلم مرتد او کذا لو کان مسلماً وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ"۔

﴿۱۰۴﴾ فتوی شرعی: ہمارے علاقہ میں یہ بحث چل رہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح حضرت زلیخا سے ہوا تھا یا نہیں۔ آپ ہماری راہنمائی فرمادیں۔

سائل: چوہدری رفاقت علی چک نمبر ۱۴ ضلع بھکر۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح حضرت زلیخا سے ہوا تھا، اور یہ دعا، "اللھم الف بینھما کما الفت بین یوسف و زلیخا"۔ صحیح ہے۔ ان کے نکاح نہ ہوا یہ بتانا سراسر غلط ہے۔ ھکذا فی الفتاوی فیض الرسول فی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجزالاول۔

﴿۱۰۵﴾ **فتوی شرعی**: مجلس نکاح میں گواہوں نے نکاح خواں سے ایجاب و قبول کے الفاظ نہ سنے تھے آیا نکاح ہوا یا نہیں۔ سائل: محمد رتاس خان ضلع لیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ گواہوں نے اگر ایجاب و قبول کے الفاظ نہیں سنے تو نکاح درست نہ ہوا۔ بلکہ اگر پہلی بار ایک گواہ نے سنا اور دوسرے نے نہیں سنا پھر جب نکاح کے لفظ کو دہرایا تو اب دوسرے نے سنا پہلے نے نہیں سنا یا دونوں نے ایک ساتھ ایجاب سنا مگر قبول نہ سنا۔ یا قبول سنا ایجاب نہ سنا یا ایک نے ایجاب سنا دوسرے نے قبول سنا تو ان سب صورتوں میں بھی نکاح درست نہ ہوا۔ اس لیے کہ دو گواہوں کا ایجاب وقبول کے الفاظ کو ایک ساتھ سننا نکاح میں شرط ہے۔

درمختار میں ہے،

"شرط حضور شاهدين حرين او حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا على الاصح"۔

فتح القدیر جلد دوم ص ۳۱۰ میں ہے،

"اشتراط السماع لانه المقصود من الحضور"۔

فتاوی قاضی خاں ص ۴۱۵ میں ہے،

"ان سمع احد الشاهدين كلامهما ولم يسمع الشاهد الآخر لا يجوز فان اعاد لفظة النكاح فسمع الذى لم يسمع العقد الاول ولم يسمع الاول العقد الثانى لا يجوز"۔

فتاوی عالمگیری ج دوم ص ۲۷۸ میں ہے،

"لو سمعا كلام احدهما دون الآخر او سمع احدهما كلام احدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿١٠٦﴾ **فتوی شرعی**: باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے۔

سائل: مشتاق اعوان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اپنے باپ کی چچازاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے۔اس میں کوئی قباحت نہیں۔اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔

قال اللہ تعالی "واحل لکم ماوراء ذالکم"۔

﴿١٠٧﴾ **فتوی شرعی**: محمد وقار اور محمد سلیم دونوں حقیقی بھائی ہیں اور ان دونوں کے بھانجے محمد اویس اور محسن ہیں۔محمد وقار کی لڑکی کا نکاح اویس کے ساتھ ہوا تو محمد سلیم کی موت کے بعد اس کی بیوی سے محمد محسن کا شادی کرنا جائز ہوگا؟۔سائل: محمد خالد خان قادری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ محمد محسن کا محمد سلیم کی بیوی کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہوتو یہ نکاح جائز ہوگا۔اور کتاب اللہ میں یہی حکم ہے "واحل لکم ماوراء ذالکم"۔

﴿١٠٨﴾ **فتوی شرعی**: شیر محمد کی بیوی سے سسر نے زنا کیا۔شیر محمد نے تصدیق کی اسی کشمکش میں شیر محمد شاہ نے بیوی کو طلاق مغلظہ دیکر والدین کے گھر بھیج دیا۔عرصہ چھ سال گزر گئے۔شیر محمد شاہ سابقہ بیوی کو حلالہ کر کے نکاح میں لایا ہے۔آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں۔سائل: محمد نعیم الحق خانگاہ سراجیہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرہ طلاق مغلظہ کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔لہٰذا حلالہ کے بعد بھی شیر محمد کی بیوی اس پر حرام رہے گی۔ماخذ فتاوی نوریہ۔

﴿١٠٩﴾ **فتوی شرعی**: محمد احمد شادی شدہ لڑکی کا اغوا کر کے لایا ہے۔شوہر نے طلاق نہیں دی تھی۔احمد نے کچھ ایام مغویہ کو اپنے پاس رکھا پھر کچھ دنوں کے بعد احمد فوت ہوگیا۔احمد کا لڑکا محمد عمران جو سابقہ عورت سے ہے طلاق حاصل کرنے کے بعد اس عورت کو اپنے پاس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رکھ سکتا ہے یا نہیں۔سائل عبدالحمید PAF بیس میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جب عورت مذکورہ کواحمد نے رکھا تو وہ اس کے لڑکے پر حرام ہوگئی پہلے خاوند سے طلاق کے بعد بھی احمد کے لڑکے کا نکاح اس عورت کے ساتھ حرام ہے۔ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۶ میں ہے" تحرم المزنی بها علی آباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه و ان سفلوا "۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے ان دونوں کوایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہ پڑھائیں ورنہ گناہ گار ہوں گے۔

﴿۱۱۰﴾ **فتوی شرعی**: ایک شخص کی بیوی سے اس کے والد نے زنا کیا، آیا وہ شخص بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں۔سائل: ملک احمد دین دنندہ شاہ بلاول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ ثبوت زنا کے لیے از روئے شرعی زانی کا اقرار یا چار عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔لہٰذا اس صورت میں اگر والد اپنی بہو سے زنا کرنے یا شہوت کے ساتھ چھونے کا اقرار کرے یا اس کی بیوی اقرار کرے اور وہ بھی تصدیق کرے یا شہادت شرعیہ سے زنا ثابت ہو یا بشہوت چھونا ثابت ہوتا تب لقمان کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی۔مولوی لقمان پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔

بحرالرائق جلد۳ ص ۱۰۰ پر ہے، فتح القدیر "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان یصدقها ویقع فی اکبر رأیه صدقها وعلی هذا ینبغی ان یقال فی مسه ایاها لا تحرم علی ابیه وابنه الا ان یصدقها او یغلب علی ظنه صدقها ثم رأیت عن ابی یوسف ما یفیدٗ ذالك "۔

" وقال الله تعالیٰ وامر ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین "(پ۷ع۱٤)۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

﴿۱۱۱﴾ **فتوی شرعی**: ایک آدمی نے بہو سے زنا کیا وہ عورت اب اس شخص مذکورہ کے بیٹے کے لیے حلال ہوگی یا نہیں۔ اگر حرام ہوگی تو کتنی مدت تک حرام ہوگی کیا کوئی حلال کی صورت ہوسکتی ہے۔ سائل: مولوی سراج الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس شخص نے بہو سے زنا کیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو چھوا۔ بہر صورت یہ عورت اسکے بیٹے پر حرام ہوگئی۔

فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۵۶ میں ہے، "تحرم المزنی بها علی ابا الزانی واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا کذا فی فتح القدیر"

اور اسی میں ہے،

"کما تثبت هذه الحرمة بالوطئی تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشهوة کذا فی الذخیرہ۔ واعلم ان المس بشهوة انما یوجب حرمة المصاهرة اذا لم یکن بینهما ثوب صفیق هکذا قال العلماء ما هو السنة والله تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(ب) ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اب اس شخص کے بیٹے پر حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا اگر اس شخص کا بیٹا اسے طلاق دے کر اپنے سے فوراً الگ نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

﴿۱۱۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ محمد بلال کی شادی ثمرہ بی بی سے ہوئی نابالغی کی حالت میں محمد بلال ثمرہ کی والدہ سے زنا بھی کیا۔ اب ایک سال گزر گیا ہے محمد بلال نے ثمرہ بی بی کو طلاق دے دی اور اس کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا از روئے شرع یہ نکاح ہوگا یا نہیں۔

سائل: محمد ارشاد تونسوی ہزارہ شمالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جبکہ بلال کی شادی ثمرہ سے

ہوئی تو ثمرہ کی والدہ اس پر حرام ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پارہ چہارم کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا "وامہت نسائکم" یعنی تمہاری عورتوں کی مائیں تمہارے لیے حرام ہیں، اس آیت کریم کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بیویوں کی مائیں صرف عقد نکاح سے حرام ہو جاتی ہیں۔ خواہ وہ بیویاں مدخولہ ہوں یا غیر مدخولہ یعنی ان سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۲۷۸ میں ہے "نکاح البنات یحرم الامہات"۔ لہٰذا بلال کا نکاح ثمرہ کی ماں سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کی شادی جو ثمرہ سے ہوئی وہ بھی غلط اور ناجائز تھی کیونکہ اس پر پہلے حرام ہو چکی تھی کہ اس کی مزنیہ کی بیٹی ٹھہری اب اس نے طلاق دی ہے سرے سے اس کا نکاح ہی منعقد نہ ہوا تھا۔ تو طلاق کیسی یہاں بیٹی ماں کی وجہ سے حرام ہوئی اور ماں بیٹی کی وجہ سے حرام ہوئی اور یہ حرمت ابدی ہے۔

﴿۱۱۳﴾ فتوی شرعی: ہمارے قصبہ میں یہ افواہ گردش کر رہی ہے کہ ایک عورت فضل بی بی اس کی دو لڑکیاں کلثوم بی بی، فاطمہ بی بی، ایک لڑکا کا جو کہ رشتہ دار ہے انکے گھر آنا جانا کثرت سے رہا ہے۔ لڑکا فضل بی بی اور کلثوم سے زنا کرتا رہا اب فاطمہ بی بی سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا اس کا فضل بی بی کی دوسری لڑکی سے نکاح جائز ہوگا، فضل بی بی کی دوسری لڑکی سے نکاح کے بعد بھی دونوں سے زنا ہوتا رہا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ سائل: محمد اقبال علو والی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ واقعی اگر لڑکے نے فضل بی بی سے زنا کیا تو اس کا نکاح فضل بی بی کی کسی بھی بیٹی سے ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگا۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۵۶ میں فتح القدیر سے ہے "من زنی بامرأۃ حرمت علیہ امہا و ان علت وابنتہا وان سفلت"۔ اب لڑکے پر فرض ہے کہ فضل بی بی کی لڑکی کو اپنے سے الگ کر دے، میاں بیوی کا تعلق اس سے ہرگز ہرگز قائم نہ کرے، اور فضل بی بی اور اس کی دوسری لڑکی سے ناجائز تعلق ختم کرے اور علانیہ توبہ استغفار کرے اگر لڑکا ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا سلام وکلام اور ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں، اگر مسلمان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔" قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین"۔ (پ۷ع ۱۴)

«۱۱۴» فتوی شرعی: میں نے جب سے شادی کی میری زندگی کا سکون برباد ہوگیا ہے۔ ہر وقت لڑائی جھگڑے آئے روز پریشانیاں۔ آخر کار میں نے طلاق کا فیصلہ کرلیا ہے، میری بیوی والدین کے گھر سے ہوکر آئی تو کہنے لگی سلیم اگر تو مجھے طلاق دے دے تو میں ایک لاکھ روپیہ حق مہر معاف کرتی ہوں، میں نے کہا اچھا سوچنے کا موقع دے۔ دو دن بعد پھر کہا میں نے ہاں کردی کہ میں تجھے ایک لاکھ روپے کے بدلے طلاق دیتا ہوں۔ پھر میں نے تین طلاق اسٹامپ پیپر پر لکھ کر عورت کے حوالے کردی۔ آیا طلاق ہوئی یا نہ حق مہر عند الشرع معاف ہوا یا نہیں۔ سائل: غلام عباس خان ٹولہ بھنگی خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ غلام عباس کی بیوی حرام مغلظہ ہوگئی اور یہ طلاق چونکہ مال کے بدلے ہے اگرچہ اس نے لفظ خلع استعمال نہیں کیا لیکن خلع کے حکم میں ہے تین طلاقیں لکھ دی ہیں اگر ایک بھی ہوتی تو رجوع کا کوئی حق حاصل نہ تھا کہ خلع طلاق بائن کے حکم میں ہوتا ہے۔ باقی رہا مہر تو وہ طلاق کا بدل قرار پاکر ساقط ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔ اس آیت کا شان نزول پڑھ لیں مسئلہ واضح ہو جائے گا دوسری بات یہ ہے کہ مہر کی رقم عورت کا حق تھا جب اس نے معاف کردیا تو معاف اور ساقط ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

واتوا النساء صدقتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شئی منه نفسا فکلوہ ھنیا مریئا۔

عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ معلوم ہوا مہر عورت کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔

اور نشوز و نافرمانی اگر عورت کی طرف سے ہو تو مرد کو بدل طلاق لینا جائز ہے۔

درمختار باب الخلع میں ہے،

کرہ اخذ شئی ان نشز و ان نشزت لا۔

اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو مرد کو طلاق کا بدل لینا مکروہ تحریمی ہے اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو بدل طلاق لینا جائز و حلال ہے۔

وان شئت اطلاع علی التفصیل فلیرجع الی کتب المذہب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۱۱۵﴾ فتوی شرعی: محمد افضل لڑکے نے روبینہ بی بی سے نکاح کیا تقریباً دس سال محمد افضل کے ساتھ رہی مگر اس سے محمد افضل کی کوئی اولاد نہ ہوئی، گھریلو ناچاقی کی وجہ سے روبینہ کو طلاق ہوئی۔ پھر ایک سال بعد محمد افضل نے نسیم بی بی سے نکاح کیا، اس سے اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ روبینہ بی بی جو افضل کی سابقہ بیوی تھی اس کی شادی محمد رستم سے ہو گئی۔ اس سے اس کی اولاد ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ شرع کے مطابق محمد افضل اور محمد رستم کی اولاد کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سائل: محمد انصر اویسی کلور کوٹ۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ محمد افضل اور محمد رستم کی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا عند الشرع جائز ہے۔ بشرطیکہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ کیونکہ سابقہ شوہر کی اولاد اور مدخولہ بیوی کی اولاد (جو دوسرے شوہر سے ہو) کے آپس میں نکاح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی نہیں جیسا کہ درمختار جلد ۳ ص ۳۱ میں ہے، اما بنت زوجۃ ابیہ وانہ فحلال۔ باپ کی سابقہ بیوی کی بیٹی اور بیٹا (جو اس کے دوسرے خاوند سے ہو) حلال ہے اس سے ثابت ہوا کہ محمد افضل کے بیٹوں اور بیٹیوں پر روبینہ کے بیٹوں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا حلال و جائز ہے۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے یہ اضافہ فرمایا، قال خیر الرملی ولا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا امر زوجة الاب ولا بنتها ۔ کہ علامہ رملی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں حرام نہیں ہوتی اور نہ ہی باپ کی بیوی کی ماں اور نہ ہی اس کی بیٹی حرام ہے۔ ان عبارات سے صراحۃ ثابت ہوا کہ محمد افضل اور روبینہ کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

﴿۱۱۶﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے گاؤں میں کافی تعداد میں قادیانی رہتے ہیں ایک مسلمان لڑکے کو قادیانی لڑکی سے عشق ہو گیا ہے لڑکی والے رشتہ دینے کا اظہار کر چکے ہیں، اگر ان دونوں میں شادی ہو جاتی ہے تو کیا از روئے شرع جائز ہو گی یا نہیں۔ سائل: خانزمان خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ قادیانی بالاتفاق مرتد ہیں، پورے ملک کے جید علماء اہلسنت نے ان کے کفر کا حکم فرمایا اور ان کے عقائد و نظریات مسلمانوں جیسے نہیں۔ حکومت پاکستان بھی انہیں کافر قرار دے چکی ہے، **فتاوی شامی** جلد سوم ص ۲۰۰ میں ہے "ولا یصلح (ان ینکح مرتد اور مرتدۃ آحدا من الناس مطلقا و فی اشامیۃ و قولہ مطلقا ای مسلما اؤ کافرا او مرتدا"۔ اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقا صحیح نہیں یعنی نہ مسلمان سے نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۵۸۰ میں ہے،

"فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ اولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ ولا مملوکۃ"۔ پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے نہ کسی مرتدہ سے نہ ذمی عورت سے نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کسی قادیانی لڑکی سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اگر کر دیا گیا تو زنا خالص ہو گا۔ والدین کے ساتھ ساتھ شریک نکاح لوگ بھی مجرم ہوں گے۔ ہاں اس صورۃ میں کہ قادیانیت سے سچی توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے تو نکاح درست ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿١١٧﴾ **فتوی شرعی**: کیا مرتد نکاح کا گواہ بن سکتا ہے؟ سائل محمد رمضان

الجواب: مرتد کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ ولی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جو ولی نہیں بن سکتا وہ نکاح کا بھی نہیں بن سکتا۔ فتاوی رضویہ جلد۵ ص ٢٦ پر ہے، مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں فتاوی عالمگیری جلد اول ص ٢٥٠، الاصل فی ھذا الباب ان کل من یصلح ان یکون ولیا فی النکاح بولایۃ نفسہ صلح ان یکون شاھدا او صلح لا فلا کذا فی الخلاصۃ۔

﴿١١٨﴾ **فتوی شرعی**: وہ کونسا بچہ ہے جس کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ سائل محمد ارشد

الجواب: جو بچہ پیدا نہیں ہوا اس کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اعلحضرت فتاوی رضویہ جلد۵ ص ٧٥، اذا لا ولایۃ علی الجنین لا حد کما فی غمز العیون۔

﴿١١٩﴾ **فتوی شرعی**: نکاح کے باوجود اپنی عورت سے جماع کرنا حرام ہوگا یا نہیں۔ سائل ناصر اقبال خان

الجواب: نکاح کے باوجود اپنی بیوی سے درج ذیل صورتوں میں جماع حرام ہوگا۔

(١) نماز کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں

(٢) حالت حیض میں۔

(٣) حالت نفاس میں

(٤) فرض یا واجب روزہ کی حالت میں

(٥) حالت اعتکاف میں۔

(٦) حالت احرام میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) ایلا میں

(۸) ظہار میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے

(۹) وطی باشبہ کی عدت میں

(۱۰) عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہو جانے کی صورت میں جب تک کہ آگے کے مقام میں وطی ہونے کا یقین نہ ہو۔

(۱۱) جب کہ عورت اپنی کمسنی، مرض یا موٹاپے کی وجہ سے وطی کو برداشت نہ کر سکے۔

(۱۲) جب کہ عورت مہر معجّل لینے کے لیے اپنے کو شوہر سے روکے تو اس صورت میں بھی وطی حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں الشباہ والنظائر ص ۳۳۵ الذی یحرم علیہ وطی زوجتہ مع بقاء النکاح الحیض والنفاس والصوم الواجب وضیق الوقت الصلاۃ والاعتکاف والاحرام والایلاء والظہار قبل التکفیر وعدۃ وطی الشبہۃ واذا صارت مفضاۃ اختلط قبلہا ودبرہا فانہ فانہ لا یحل لہ اتیانہا حتی یتحقق وقوعہ فی قبلہا وفیما اذا کانت لا تحملہ لصغرا ومرض او سمنہ وعند امتناعہا لقبض معجل مہرہا لم یحل کرہا۔

﴿۱۲۰﴾ **فتویٰ شرعی**: ایک باپ کے دو لڑکے ہیں ایک لڑکے کا دوسرے لڑکے کی ہمشیرہ سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ سائل عامر نیازی

الجواب: ایک والد کے دو لڑکے دو عورتوں سے ہوں تو لڑکے کو دوسرے لڑکے کی اخیافی یعنی ماں شریکی بہن سے نکاح کرنا بالکل جائز ہے جو دوسرے باپ سے ہے،۔

جیسا کہ کتاب الرضاع ص ۱۹۱ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یجوز ان یتزوج باخت اخیہ من النسب و ذلک مثل الاخ من الاب اذا کان لہ اخت من امہ جاز لاخیہ من ابیہ ان یتزوجہا۔
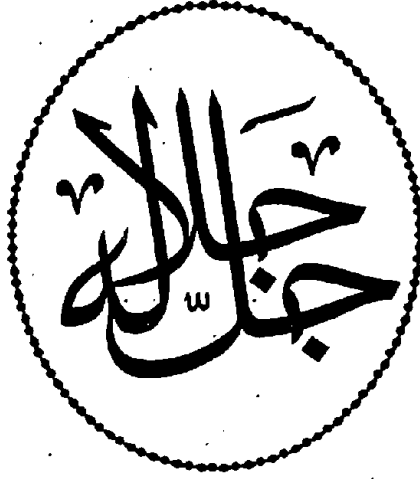
﴿۱۲۱﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میں کہ بھانجی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟۔ ہمارے امام صاحب نے کہا ہے ہوسکتا ہے۔ دوسرے مولوی

صاحب سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ حرام ہے۔ آپ اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمادیں۔؟ سائل: اشرف خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بھانجے کی لڑکی سے نکاح قطعاً ناجائز ہے۔ عام فہم لفظوں میں عرض کردوں جس طرح بہن سے نکاح حرام ہے بالکل اسی طرح ہمشیرہ کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہوگا۔ قرآن پاک میں سورۃ النساء آیت ۲۳ میں بھی یہی حکم ہے ترجمہ: حرام کی گئی تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہنوں کی بیٹیاں اور تمہاری دودھ پلانے والی (رضاعی) مائیں اور تمہاری دودھ کی بہنیں اور تمہار بیویوں کی مائیں۔

﴿۱۲۲﴾ فتوی شرعی: میرے والد کی پہلی شادی سے چار بچے ہیں۔ پھر بیوی فوت ہوگئی۔ میرے والد نے دوسری شادی اپنی سگی خالہ کی بیٹی سے کی۔ اس کے دو بچے ہیں۔ پھر پہلی بیوی کی لڑکی کی شادی دوسری بیوی کے بھائی سے کردی۔ اب وہ میرے رشتہ میں ماموں اور ممانی لگتے ہیں۔ اور سوتیلی بہن بہنوئی بھی۔ ان کا ایک بیٹا ہے۔ کیا میں ان سے نکاح یعنی شادی کرسکتی ہوں۔؟ سائل راحیل خان میانوالی

الجواب: آپ کی سوتیلی بہن جو رشتہ میں آپ کی ممانی بھی لگتی ہے۔ اس کے لڑکے سے آپ کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انکا بیٹا رشتہ میں آپ کا بھانجا ہوا۔ خالہ بھانجے کا نکاح شریعت پاک میں قطعاً حرام ہے۔

﴿۱۲۳﴾ فتوی شرعی: میں جیل میں کسی کیس کے سلسلے میں بند تھا۔ وہاں میری ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جو کہ قیدی تھی۔ میں رہا ہونے والا تھا تو اس نے کہا میری ضمانت کرادے۔ میں نے اس شرط پر ضمانت کرالی کہ تو مجھ سے شادی کرے گی۔ اس نے وعدہ کرلیا۔ پھر میں نے اس عورت کی ضمانت کرائی اور اس عورت نے مجھ سے شادی کرلی۔ اب میرے دو بچے ہو چکے ہیں۔ ایک شخص میرے پاس آیا جو کہ میری بیوی کے شوہر ہونے کا مدعی تھا۔ پھر میں نے بیوی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا گیا تو نکاح والی تھی۔ تو اس نے تصدیق کر دی ہاں میں صرف نکاح والی نہ تھی بلکہ ایک بچہ بھی چھوڑ کر آئی تھی۔ اب میں بڑا پریشان ہوں کیا کروں۔ شرعی مسئلہ بتا دیں۔؟ سائل محمد عارف خان سوانسی میانوالی

الجواب : یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب اس عورت نے شادی کی اور بچہ کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس شادی و نکاح کے گواہ بھی موجود ہیں تو یقیناً یہ عورت پہلے شخص کی منکوحہ ہے۔ اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اس کی بیوی ہے۔ نکاح پر نکاح نہیں ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عورت آپکی بیوی نہیں۔ بلکہ سابقہ شوہر کی بیوی ہے۔ آپ فوراً علیحدہ ہو جائیں۔ اور توبہ کریں۔ اگر آپ نکاح پر نکاح کو جائز سمجھیں گے تو آپ شریعت کی حد کو توڑیں گے خدارا خلاف شرع کام نہ کریں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کو نہ توڑیں۔

﴿۱۲۴﴾ **فتویٰ شرعی**: ایک لڑکی کا نکاح باپ نے اپنے بھتیجے سے کیا۔ نکاح تقریباً دس سال پہلے ہوا اور اسکے باقاعدہ شرعی گواہ موجود ہیں۔ وہ لڑکی ایک ماہ پہلے کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ اغوا ہو گئی۔ اور اس نے اس سے نکاح کر لیا ہے کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے۔؟

سائل: محمد آصف محمود میانوالی

الجواب : باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ باقاعدہ شرعی گواہ بھی موجود ہیں۔ لڑکی اور لڑکا اگر جنسی تعلق قائم کریں گے تو اس طرح خالص زنا ہوگا۔ باقی اغوا کنندہ کو سزا دینا یہ عدالت کا کام ہے۔ مفتی کا کام فتویٰ اور رہنمائی ہے۔

﴿۱۲۵﴾ **فتویٰ شرعی**: میری بچی جو کہ تقریباً ایک سال کی تھی میں نے بھانجے کو منگنی کر دی تھی۔ یعنی صرف اتنا کہا کہ یہ بچی دونگا۔ پھر میری بچی پڑھی لکھی ہے۔ جب کہ میرا بھانجا ان پڑھ اور نالائق بالکل نکما ہے۔ میری بہن مجبور کر رہی ہے اور بہنوئی کہتا ہے کہ بچپن کی منگنی تھی اب رشتہ دو ورنہ ہم عدالت میں چلے جائیں گے۔؟ سائل الیاس خان میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صرف منگنی سے نکاح نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ صرف وعدہ نکاح ہے۔ پھر لڑکی کی رضامندی بھی نہیں ہے۔ والدین بھی رشتہ دینا نہیں چاہتے، کیونکہ لڑکا بالکل ان پڑھ نکما ہے، عدالت میں جانا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تک بالغ لڑکی راضی نہیں ہوتی نکاح نہیں ہوتا۔ ھکذا فی المتون۔

﴿١٢٦﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکی جو کہ عاقلہ بالغہ ہے۔ جس کی عمر ١٨ سال ہے۔ اس کی شادی ایک زیادہ عمر والے شخص سے ہونے لگی جو کہ پہلے شادی شدہ تھا۔ نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامہ پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کر دیا۔ کیونکہ لڑکی اس نکاح پر بالکل راضی نہ تھی وہ مسلسل رو رہی تھی اور۔ والدین نکاح کرانا چاہتے تھے۔ لڑکی روتے روتے بیہوش ہوگئی۔ اسی بیہوشی کی حالت میں نکاح نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا گیا کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ۔ سائل: محمد لقمان میانوالی

الجواب: عاقلہ بالغہ لڑکی کو شریعت نے مکمل اختیار دیا ہے جس سے چاہے نکاح کرے تاہم اولاد کو چاہیے کہ اپنی رائے کا اظہار والدین کے سامنے کر دے باقی معاملہ والدین پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اولاد کے حق میں والدین جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بہتر ہی کریں گے۔ باقی سوال نامہ میں جو واقعات لکھے گئے ہیں اگر واقعی وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت نہیں اس لیے نکاح نہ ہوا۔ اجازت کے وقت انکار سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

﴿١٢٧﴾ فتوی شرعی: میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں ہر اچھائی برائی کو جانتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہر بالغہ لڑکی کو اسلام نے پسند کی شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر میرے والدین میرا نکاح میری مرضی کے خلاف کر دیں تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا نہ۔ سائلہ فاطمہ خان میانوالی

الجواب: اسلام نے ہر لڑکی کو پسند کی شادی کرنے کی اجازت بخشی ہے۔ اگر والدین والا رشتہ آپ قبول نہیں کریں گی تو نکاح نہ ہوگا۔ اگر بوقت نکاح والدین اور دوسرے رشتہ داروں

کی آبرو کے طور پر بوقت نکاح وکیل کے سامنے خاموشی اختیار کی یا ہاں کر دی تو نکاح ہو جائے گا۔ کنواری لڑکی کی خاموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہے۔

﴿۱۲۸﴾ **فتوی شرعی**: میرے پڑوسی کے ایک لڑکی سے تعلقات تھے۔لیکن وہ لڑکی اس سے نکاح کرنا نہیں چاہتی تھی۔ایک دن گھر والے نہ تھے وہ لڑکی کو اپنے گھر لے آیا۔اس سے کہا ان کاغذات پر انگوٹھا لگا دو یہ لاٹری کے کاغذات ہیں۔اگر تمھارے نام کی لاٹری نکل آئی تو آپ امیر بن جائیں گی۔پھر کچھ دنوں کے بعد گھر والے اس لڑکی کا نکاح ایک جگہ کرنے لگے تو لڑکے نے کہا اس کا نکاح تو میرے ساتھ ہو چکا ہے۔یہ کاغذات ہیں۔میرا سوال یہ ہے کہ کیا دھوکہ سے کیا ہوا نکاح ہو سکتا ہے جب کہ گواہ بھی نہیں۔لڑکی کو بھی نکاح کی خبر نہیں ہے۔سائل امیر محمد خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر واقعی ایسا ہے جو لکھا گیا ہے تو لڑکی کا نکاح نہیں ہوا۔اب لڑکی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔کیونکہ نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت اور گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔یہاں دونوں چیزیں نہیں۔لہٰذا نکاح نہ ہوا۔

﴿۱۲۹﴾ **فتوی شرعی**: میں نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جس کی ایک لڑکی کلثوم بی بی سابقہ خاوند سے تھی۔اب میری بیوی فوت ہوگئی ہے، کیا میں کلثوم بی بی سے نکاح کر سکتا ہوں۔سائل: محمد آصف محمود محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا کیونکہ آپ کی بیوی کی یہ لڑکی آپ پر حرام ہے، چنانچہ منصوص قرآن شریف اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جمیع کتب مذہب اور اسفار فقہ میں صراحۃً مذکور و مزبور ہے۔

ہدایہ میں ہے، "منصوص ولا بنت امرأت التی دخل بها الثبوت قید الدخول بالنص سوا كانت فی حجرہ اوفی غیر حجرہ لان ذکر الحجر خرج مخرج العادۃ لا مخرج الشرط"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۲۰﴾ **فتوی شرعی**: میں نے اپنے بھائی کا نکاح ایک بیوہ کی لڑکی سے کیا شادی سے پہلے لڑکی فوت ہوگئی ہے، متوفیہ کی والدہ سے نکاح ہوسکتا ہے۔ سائل: محمد مختار مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی کا نکاح بالکل نہیں کر سکتے۔ قرآن پاک میں محرمات کے بیان میں ارشاد ہوا" **وامهات نسائكم**" یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ یہ ارشاد مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۶۰ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اذا نكح الرجل المرأة ثم طلقها قبل ان يدخل بها فله ان يتزوج ابنتها وليس له ان يتزوج امها"

ایک اور حدیث میں ہے،

"ايما رجل نكح امرأة فدخل بها اولم يدخل بها فلا يحل له نكاح امها"۔

یعنی جو مرد کسی عورت سے نکاح کرے، اس کے ساتھ دخول کرے یا نہ کرے اس کی ماں کسی حال میں اس پر حلال نہیں رہتی۔

مبسوط جلد ۴ ص ۱۹۹، فتح القدیر، ہدایہ جلد ۳ ص ۱۱۸ درالمختار شامی جلد ۲ ص ۳۷۳، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴ میں ہے،

"والنظم من المبسوط من تزوج امرأة حرمت عليه امها ثبت بقوله تعالىٰ وامهات نساءكم وهذه الحرمة تثبت بنفس العقد۔ بحر الرائق جلد ۳ ص ۹۳ میں ہے "والنظم من البحر وهو مجمع عليه عند الائمة الاربعة"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ آپ کے بھائی کا نکاح لڑکی کی والدہ سے کسی صورت میں نہیں ہوسکتا۔ اور اگر نکاح کریں تو اس پر لازم ہے کہ عورت منکوحہ کو چھوڑ دے اور اگر وہ نہ چھوڑے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ چھوڑ دے اور جدا ہو جائے۔

﴿۱۲۱﴾ **فتوی شرعی**: غلام محمد خان کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور اس کی دوسری بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی بھی آئی ہے۔ کیا غلام محمد کے لڑکے کی شادی غلام محمد کی دوسری بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے خاوند سے ہے کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ سائل: محمد سعید نواز ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ نکاح ہوسکتا ہے باپ کی بیوی کی وہ لڑکی جو پہلے خاوند سے ہو محرمات منصوص علیہا سے خارج ہے اور قرآن کریم میں ہے "واحل لکم ما وراء ذلکم" اور حضرت محمد بن الحنفیہ ابن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اپنے صاحبزادے کو اس عورت کی لڑکی نکاح کردی۔

بحر الرائق جلد ۳ ص ۹۸ میں ہے،

"ولا باس ان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابن امها او بنتها لانه لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیته امرأۃ وزوج ابنه بنتها"۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۶ میں محیط سرخسی سے ہے،

"لا باس بان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابنه بنتها او امها"۔

﴿۱۲۲﴾ **فتوی شرعی**: میرے عزیز محمد اکرم نے ایک بیوہ سے شادی کی اور اس بیوہ کی ایک لڑکی پہلے خاوند سے ہے جس کی عمر بوقت نکاح محمد اکرم پانچ سال ہے۔ اب اکرم ضد کرتا ہے کہ لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے جو کہ پہلی بیوی سے ہے کردیا جائے اب لڑکی عاقلہ بالغہ اور رضامند بھی ہے، شرعی حکم کیا ہے۔ سائل: اقبال خان

الجواب: ۔صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کرنا یقیناً جائز ہے۔

قرآن پاک میں ہے،

"واحل لکم ما وراء ذلکم" فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۶میں ہے، والنظم من الدر واما بنت زوجته ابیه او ابنه فحلال "۔

بحرالرائق جلد۳ ص ۹۸ میں اضافہ فرمایا،

"وقد تزوج محمد بن الحنفیته امرأة و زوج ابنه بنتها"۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ یہ نکاح کرنا حلال ہے اور اہل بیت کرام میں بھی ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام محمد بن حنیفہ نے اپنی بیوی کی لڑکی اپنے صاحبزادے کو نکاح کر دی۔

﴿۱۳۳﴾ **فتوی شرعی**: اولاد کی ساس سے نکاح جائز ہے، اگر جائز ہے تو قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ سائل: چوہدری عبدالغفور کندیان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ نکاح کر سکتا ہے کہ اولاد کی ساس محرمات شرعیہ سے یقیناً خارج ہے اور ارشاد قرآن کریم ہے" فانکحوا ما طاب لکم من النساء" (پ۴ ع۱۲) اور ارشاد مبین ہے واحل لکم ما وراء ذلکم (پ۵ ع۱)

فتاوی خیریہ جلد ۱ ص ۲۳، شامی میں ہے،

" ولا تحرم بنت زوج الام ولا ام زوجته الابن "

بحرالرائق جلد۳ ص ۹۸ میں ہے،

"ولا باس ان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنه امها او بنتها لانه لا مانع و قد تزوج محمد بن الحنفیته امرأة و زوج ابنه بنتها"۔

﴿۱۳۴﴾ **فتوی شرعی**: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی دوسرے دن سالی کو اغواء

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کر کے کراچی چلا گیا ہے کیا عدت کے اندر سالی سے نکاح ہوسکتا ہے۔سائل: غلام حیدر بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر اس کی عدت پوری کرنے کے بعد اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے اور قبل از انقضائے عدت نکاح کرنا حرام ہے۔

شامی جلد۲ص ۳۹۰، بحرالرائق جلد۳ص۱۰۲، فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۷ میں ہے،

"والنظم من الهندية ولا يجوز ان يتزوج اخت معتدته سواء كانت العدة عن طلاق رجعي او بائن او ثلاث او عن نكاح فاسد او عن شبهته"۔

﴿۱۳۵﴾ فتوی شرعی: میرے بھائی کے نکاح میں ایک عورت ہے اب وہ اپنی بیوی کی خالہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، رشتہ میں وہ خالہ اس عورت کے والدین سے بہن ہے کیا دوسری عورت کی خالہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔سائل: محمد اعظم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک شخص کے نکاح میں بھانجی اور خالہ نہیں آسکتیں خواہ اکٹھا نکاح کرے یا آگے پیچھے تو پچھلی کا نکاح صحیح نہیں اور اس مرد پر لازم ہے کہ اس عورت کو الگ کردے اور اگر وہ خود الگ نہ کرے تو حاکم وقت کا فرض ہے کہ الگ کرائے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۶ میں ہے،"فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسبا اورضاعا وخالتها كذلك" نیز اسی میں ہے" وان تزوجها في عقد تين نكاح لا خيرة فاسد ويجب عليه ان يفارقها ولو علم القاضي بذلك يفرق بينهما"۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا،" لا جمع بين للمرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها "۔

﴿۱۳۶﴾ فتوی شرعی: ایک لڑکی جس کی عمر چھ سال کی تھی ایک حادثہ میں والدین سمیت چچا اور بھتیجے فوت ہوگئے صرف ماموں زندہ ہیں اور کوئی نہیں اب ماموں نے آٹھ سال

کی عمر میں اپنے بیٹے سے نکاح کیا۔ پھر ایک سال بعد اس نے اور جگہ نکاح کر دیا ہے۔ اب لڑکی نابالغ ہے کیا اس کا نکاح پہلا نافذ ہوگا یا دوسرا۔ سائل: حافظ محمد عمر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حسب تصریحات فقہائے کرام ماموں زاد ولڑکے ذوی الارحام سے ہے، اگر انعدام حیات یا فقدان اقربا کے وقت نابالغہ کا نکاح بلا کمی فاش مہر مثل بلحاظ جمیع اقسام کفایت ہم کفو سے کر دے تو ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مشہور ترین روایت کی بنا پر نافذ جائے گا۔ "خلافا للائمته الثلاثته و الصاحبین والروایة الضعیف عنه ایضا"۔ مگر لڑکی فسخ کر سکتی ہے۔ بشرط انقضاء اور اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم غبن فاش پر کر دے تو نہیں، پس صورت مسئولہ میں اگر نکاح اول شرائط نفاذ کے ساتھ ہوا ہے تو بوجہ نفاذ دوسرا نکاح لغو وفضول ہوا اور وہ ولی اور گواہان و نکاح خواں نکاح پر نکاح کرنے سے گنہگار ہوئے اور مستحق تعزیر بھی، "ویکن لا یفتی بکفر احد منهم ولا بفسخ النکحتهم و ان استحلو المکان اختلاف الائمته العظام و التعزیز اسم للتادیب الغیر المقرر فی الشرع بل مفوض الیٰ رأی الامام بحسب کوائف الانام من حیث الانزجار اورا گر نکاح اول بوجه فقدان شرائط کلا او بعضا" نہیں ہوا تو دوسرا نکاح اگر شرائط موجود تھیں تو ہوگیا بحق الفسخ عند البلوغ ورنہ نہیں، "ولا اثم علیٰ احدنی الصورتین الا من اقدم رائیا ان النکاح الاول نافذ او ان ثانی ایضا غیر مستجمع الشرائط فانما الاعمال بالنیات فسیتو جبون التعزیر"۔ توبہ کی صورتوں میں لازم ہے اور اگر نکاح ثانی بھی نہیں ہوا تو بالغہ پر اپنی رضا اور غبت سے خود انتخاب کر کے نکاح کر سکتی ہے اور حیض وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں پورے پندرہ سال ہو جانے سے بلوغ ہو جاتا ہے "و جمیع الاحکام ماخوذة من الهدایته و الفتح القدیر و بدائع الصنائع الکنز البحر الرائق و الدر المختار۔ ماخذ فتاوی نوریہ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۲۷﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمت مصاہرہ کا کیا مطلب ہے واضح کردیں۔ سائل: حبیب الرحمٰن نیازی میانوالی۔

الجواب بتوفیق الملک الوھاب: اسی قسم کے سوال کا جواب ہدایہ مع

فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۱۷ میں ہے کہ حرمت مصاہرہ کا مطلب جس عورت سے کسی شخص نے وطی کی (حلال وحرام) یا شہوت سے چھوا، یا اس کے شرمگاہ کی طرف شہوت سے نظر کی یا شہوت سے بوسہ لیا۔ ان تمام صورتوں میں اس عورت کے اصول وفروع (ماں، نانی، دادی، بیٹی، نواسی، پوتی وغیرہ) اس مرد پر حرام ہو جائیں گے اور اس مرد کے اصول وفروع (باپ، دادا، نانا، بیٹا، نواسہ، پوتا وغیرہ) اس عورت پر حرام ہوں گے۔

جن عورتوں سے قربت ہو چکی ان کی تمام اولاد (نیچے تک) قربت کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیوی کی مائیں، نانیاں، دادیاں (اوپر تک) بھی قربت کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ باپ یا دادے یا نانے (اوپر تک) ان عورتوں سے بھی نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد نے (نیچے تک) جن عورتوں سے جائز یا ناجائز قربت کی وہ بھی حرام ہیں۔

حرمت مصاہرۃ گواہی یا اقرار پر موقوف نہیں حرمت مصاہرہ ان اسباب سے ثابت ہوتی ہے وہاں گواہی وغیرہ کا امکان بہت کم ہوا ہے بلکہ بسا اوقات ایک فریق کو اس کا احساس ہوتا ہے اور دوسرا فریق سرے سے اس کی خبر ہی نہیں رکھتا۔ لیکن حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے یہ حرمت گواہی یا اقرار پر موقوف نہیں۔ حرمت لازم ہو جاتی ہے۔ اب یہ ان لوگوں کی حس ایمانی پر منحصر ہے کہ وہ اس کے تقاضے پورے کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

احناف نے حرمت مصاحرۃ میں بہت احتیاط بلکہ شدت برتی ہے۔ لاعلمی میں ہو یا غلطی سے۔ سہو سے ہو یا خطا سے جب بھی شہوت کی حالت میں کسی کو ہاتھ لگ گیا حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔

علامہ ابن عابدین شامی نے تبصرہ فرمایا ہے وہ بڑا ہی حقیقت پسندانا یہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا قول:

"ذکر محمد نکاح فی الاصل ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ

المصاحرۃ والرضاع بل یفسد'

امام محمد نے نکاح الاصل میں یہ بات ذکر کی ہے کہ حرمت مصاہرۃ ورضاعت سے نکاح ختم نہیں ہوتا فاسد ہوتا ہے۔

لغوی تحقیق: اس کا مادہ صہر (ص۔ھ۔ر) ہے۔لغت میں اس کا مطلب "اذابۃ الشحم" چربی پگھلانا، سسرالی رشتہ قریب ہونا "الصہر الختن واھل بیت المراۃ" برادر نسبتی، عورت کے گھر والے، اصہار قربت، یا نسبت یا نکاح سے پیدا ہونی والی حرمت۔

علامہ ابن منظور لسان العرب ص ۴۲۸ میں لکھتے ہیں

"الاصھار اھل بیت المراۃ ولا یقال لا ھل بیت الرجل الا ختان واھل بیت المراۃ اصھار ومن العرب من یجعل الصحر من الاحماء والا ختان جمیعا۔ یقال صاھرت القوم اذا تزوجت فیھم"۔

خاوند کے گھر والوں کو اختان، عورت کے گھر والوں کو اصہار۔ کچھ عرب میاں بیوی دونوں خاندان والوں کو حمو اور اختان کہتے ہیں۔ کہا جاتا میں نے فلاں قوم سے سسرالی رشتہ قائم کرلیا، یعنی ان میں شادی کرلی۔

حرمت مصاھرت

بدائع الصنائع ص ۲۶۰ جلد ۲ میں ہے "حرمت مصاہرہ یعنی شادی سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ چار فریق ہیں"۔

۱۔ بیوی کی ماں، دادیاں اور نانیاں (اوپر تک)

۲۔ بیوی کی بیٹی، اس کی بیٹیاں، اس کی بیٹیوں کی بیٹیاں (نیچے تک)

۳۔ صلبی بیٹے کی بیوی (بہو) پوتے کی بیوی، نواسے کی بیوی (نیچے تک)

۴۔ جن عورتوں سے باپ یا دادا (اوپر تک) نکاح کرلیں، وہ بیٹے، پوتے (نیچے تک) پر حرام ہیں۔

فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۱۸ میں بنت الملاعنہ کے بارے میں ہے "خاوند نے بیوی پر بدکاری

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تہمت لگائی، شرعی ثبوت نہ لا سکا، دونوں میں لعان ہوا۔ میاں بیوی میں تفریق ہوگئی اس بیوی ملاعنہ سے بچی پیدا ہوئی اس سے خاوند کا نکاح حرام ہے، (,) بدکاری سے بچی پیدا ہوئی وہ بچی زانی پر حرام یونہی بیٹا پیدا ہوا تو زانیہ پر حرام ہے۔ **الدرمختار** میں ہے" صل مزنیہ۔۔۔ و فروعهن" شامی میں ابن عابدین لکھتے ہیں۔" قال فی البحر۔ اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی و فروعه نسبا و رضاعا و حرمت صولها و فروعها علی الزانی نسباً و رضاعاً کما فی الوطء الحلال"۔

حرمت مصاهرہ چار قسم پر ھے۔

۱۔ جس عورت سے زنا کیا گیا وہ زانی کے اصول (باپ، دادا وغیرہ) پر حرام ہے۔

۲۔ اس زانی مرد کی نسبی و رضاعی اولاد پر بھی وہ عورت حرام ہے۔

۳۔ اس عورت کے اصول (ماں، نانی، وغیرہ) اوپر تک۔

۴۔ جس عورت سے زناء کیا گیا اس کی اولاد (نیچے تک) زانی مرد پر حرام ہے۔ خواہ یہ اصول و فروع نسبی ہوں خواہ رضاعی۔ جیسے حلال وطی سے یہ حرمتیں ثابت ہوتی ہیں۔

چار حرمتیں مصاہرت سے ثابت ہوتی ہیں خواہ مصاہرت حلال طریقہ یعنی نکاح سے ہو یا حرام طریقہ یعنی زنا سے۔

۱۔ وطی کرنے والے پر اس عورت کے اصول، فروع، خواہ نسبی ہوں خواہ رضاعی سب حرام۔

۲۔ موطئہ عورت پر اس مرد کے اصول فروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ تمام ائمہ کا متفق علیہ فیصلہ ہے

"شھوت سے چھونا"

احکام القرآن جلد ا ص ۳۷۰ میں علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ مالکی المعروف با بن العربی لکھتے ہیں،

"قد اختلف الناس فی ذلك هل يتعلق باللمس فی التحريم يتعلق بالوطء. علىٰ قولين فعندنا و عند ابی حنيفة هو مثله"۔

لوگوں سے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کیا چھونے سے بھی وہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے جو قربت سے ہوتی ہے؟ اس میں دو قول ہیں، ہمارے مالکیہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہوت سے چھونا، قربت کے برابر ہے۔ ہدایہ جلد ۲ ص ۲۷۷ میں ہے "اسلام میں خصوصاً احناف کے نزدیک حرمتیں جس طرح نکاح سے ثابت ہوتی ہیں اسی طرح بدکاری یعنی زناء سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں۔ جیسے منکوحہ کی ماں، نانی، دادی (اوپر تک) بیٹی، پوتی، نواسی (نیچے تک) نکاح کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح زانی پر مزنیہ کی ماں، دادی (اوپر تک) اور تمام اولاد (نیچے تک) حرام ہو جاتی ہے۔" من زنی بامراۃ حرمت علیہ امها و بنتها" جس نے کسی عورت سے زنا کیا اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جاتی ہے۔

قرآن پاک کی روشنی میں حرام رشتے:

قرآن کریم میں جو رشتے حرام فرمائے گئے ہیں ان میں کچھ نسبی، کچھ رضاعی ہیں اور کچھ صہری۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے

"ولا تنكحوا ما نكح اباؤكم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة و مقتا وساء سبيلا، حرمت عليكم امهتكم و بنتكم و اخوتكم و عمتكم و خلتكم و بنت الاخ و بنت الاخت و امهتكم التی ارضعنكم و اخوتكم من الرضاعة و امهت نسائكم و ربائبكم التی فی حجوركم من نسائكم التی دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم و حلائل ابنائكم الذين من اصلابكم و ان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف ان الله كان غفورا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رحیما"۔

ان آیات مبارکہ میں ان رشتوں کا بیان کیا گیا ہے جو حرام ہیں۔یعنی جن سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ان رشتوں میں، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، دودھ پلانے والی مائیں، دودھ شریک بہنیں، بیویوں کی مائیں بیویوں کی (پہلے خاوند سے) بیٹیاں بشرطیکہ ان بیویوں سے تم نے صحبت کی۔تمہارے نسلی، نسبی بیٹوں کی بیویاں (بہوویں) رضائی بیٹے کی بیوی ان میں شامل ہے اور دو بہنوں کو جمع کرنا اور شوہر والی (مگر کافروں کی عورتوں جو تمہاری ملک میں آجائیں۔استبراء رحم کے بعد تمہارے لیے حلال ہیں۔)

نکاح حرام ہونے کے اسباب

جیسا کہ الدر المختار جلد ۳ ص ۲۸ میں ہے کہ نکاح حرام ہونے کے سات اسباب ہیں،

۱۔قرابت ۲۔مصاہرت ۳۔رضاع ۴۔جمع کرنا ۵۔ملک ۶۔شرک ۷۔باندی کو آزاد پر لانا

ان کے علاوہ جس عورت کو تین طلاقیں دیں حلالہ کے بغیر اس سے بھی دوبارہ نکاح حرام ہے، اور جو عورت کسی دوسرے کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو، وہ بھی حرام ہے۔

۱۔ قرابت

۱۔ اپنی بیٹیاں اور اپنی اولاد کی بیٹیاں (نیچے تک)

۲۔ آدمی کے اصول اس پر حرام ہیں جیسے اس کی مائیں ماؤں کی مائیں، باپ دادا کی مائیں (اوپر تک)

۳۔ ماں باپ کے فروع (نیچے تک) مثلاً بہن بھائیوں کی بیٹیاں، بہن بھائیوں کی اولاد کی بیٹیاں (نیچے تک)

۴۔ دادا، نان کے فروع جو ایک بطن سے ہوں مثلاً پھوپھیاں، خالائیاں حرام ہیں، مگر خالہ، پھوپھی، چچا، ماموں کی بیٹیاں حلال ہیں۔

۲۔ مصاہرت

۱۔ ان بیویوں کی اولاد جس نے قربت ہو چکی ہے۔ (نیچے تک)

۲۔ ان بیویوں کی مائیں، دادیاں اور نانیاں جن سے شرعی نکاح ہوا۔ (اوپر تک) اگر چہ بیویوں سے قربت نہ ہوئی ہو۔

۳۔ باپ، دادا، نانا، بیٹا پوتا اور نواسہ نے جن عورتوں سے قربت کی خواہ جائز جیسے (نکاح و ملک یمین سے) خواہ ناجائز (جیسے زنا سے)

۴۔ یونہی ان عورتوں کے اصول وفروع یعنی آباء واجداد اور اولاد بھی حرام ہو جاتے ہیں جن کو شہوت سے کسی نے ہاتھ لگایا یا بوسہ دیا۔

۳۔ رضاعت

دودھ سے اسی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے نسب سے مثلاً دودھ پلانے والی ماں اور دودھ شریک کے بہن بھائی وغیرہ۔

۴۔ جمع کرنا

دو بہنوں کو ایک نکاح میں بیک وقت لانا، یونہی بھتیجی، پھوپھی، بھانجی اور خالہ کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا، یا چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے۔

۵۔ ملک

آقا اپنی باندی سے اور مالکہ اپنے غلام سے نکاح نہیں کر سکتے، حرام ہے۔

۶۔ شرک

کتب آسمانی پر ایمان نہ رکھنے والے/والی سے مسلمان کا نکاح حرام ہے، جیسے مجوسی، ہندو، مرتد وغیرہ۔

۷۔ باندی کو آزاد کر لانا

غلام عورت (باندی) کو مالک آزاد کر دے تو اس کا غلامی والا نکاح قائم نہیں رہتا۔

۸۔ **خنثیٰ مشکل** ۔جس میں نہ عورت کی علامات ہوں نہ مرد کی، اس سے نکاح کرنا

حرام ہے۔کتابی عورتیں مسلمان مرد کے لیے ایسے ہی حلال ہیں جیسے مسلمان عورتیں۔کتابی سے مراد یہودی و عیسائی عورتیں ہیں۔بشرطیکہ مسلمان سے کتابی نہ بنیں۔ان سے نکاح جائز ہے ضروری نہیں۔لہٰذا یہ شادیاں اگر نقصان دہ ثابت ہوں تو ہرگز، ہرگز نہ کرے۔مثلاً دشمن کے لیے جاسوسی کریں یا اولاد کو گمراہ کرنے کا سبب بنیں۔بعض مسلمانوں نے اس اجازت کو ضرورت سمجھ لیا ہے۔اندھا دھند کتابی عورتوں سے شادیاں کر کے اپنے گھروں بلکہ ملکوں کو تباہ کرر ہے ہیں۔ نسلوں کو تباہ کرر ہے ہیں۔لہٰذا اس رخصت سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

﴿۱۳۸﴾ فتوی شرعی: خسر نے بہو کو شہوت سے پکڑا اور کہا اندر آؤ، شوہر اور بہو دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔کیا حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔سائل: مولوی فاروق احمد عیسیٰ خیل

الجواب: اگر واقعی ایسی صورت پیش آئی تو اس سے بشہوت چھونا پایا گیا اور بشہوت چھونا حرمت مصاہرت ثابت کر دیتا ہے۔

فتاوی شامی ص ۴۸۹ میں بزازیہ سے ناقل ہیں

"لمس بشہوۃ تثبت حرمۃ المصاحرۃ"

اور ثبوت شہوت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جانبین سے ہو پس ایک جانب سے پایا جانا کافی ہے

فتاوی شامی ص ۲۹۰ میں ہے

"وتکفی الشھوۃ من احدھما"

لہٰذا یہ مس شہوۃ حکم میں زنا کا قائم مقام ہے۔

شامی میں ص ۴۸۷ میں ہے

"لان المس والنظر سبب دائم للوطی فیقام مقامہ فی موضع الاحتیاط"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن اس کے ثبوت کے لیے عورت کا بیان کافی نہیں "لان الحرمة لیست الیہا کما نص علیہ۔ البتہ اگر شوہر اس بیان کی تصدیق کرے اور اس کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہو تو یہ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شوہر پر حرام ہو جائے گی کسی طرح اس شوہر اور خسر پر حلال نہیں ہو سکتی مگر یہ عورت اب تک نکاح سے خارج نہیں ہوئی شوہر کو یہ ضروری ہے کہ اسے چھوڑ دے اور یہ کہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا میں نے تجھے جدا کیا اس چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے پھر بعد گذر جانے عدت وہ عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

فتاوی شامی جلد۲ ص۲۹۰ میں ہے

"وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب اللعان﴾

﴿۱۳۹﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگاتا ہے پھر اس غلط الزام کا خود اعتراف بھی کرتا ہے۔ کیا
اس کی عورت طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں۔ سائل: حافظ محمد خان

الجواب بتوفیق الملک الوہاب: جب شوہر اپنی بیوی کو صرف زنا کی تہمت لگائے تو فقط اتہام سے نہ عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ نکاح فسخ ہوتا ہے بلکہ تہمت کے بعد عورت مسلم جج یا ضلع کا سب سے بڑے عالم دین کے یہاں خاوند پر دعویٰ کرے اور وہ تمام شرائط لعان کو مدنظر رکھتے ہوئے خاوند اور بیوی کو لعان کا حکم دے اور دونوں شرعی طور پر لعان بھی کر لیں تو صرف لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

چنانچہ شامی جلد۲ ص ۲۰۵ میں ہے

"ولا تقع الفرقة بنفس اللعان قبل تفریق الحاکم"

حاکم کی تفریق سے پہلے خود لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک اور جگہ میں ہے

"مفادہ لا تحصل حرمة الوطی قبل التفریق"۔ (شامی جلد۲ ص ۲۰۷)

مراد یہ ہے کہ تفریق سے پہلے وطی کی حرمت حاصل نہیں۔

فتاوی قاضی خان جلد۲ ص ۲۶۶ میں ہے

"وما یفرق القاضی بینهما فهی امرأته ولها النفقه عندنا"

جب تک مسلم جج ان دونوں میں تفریق نہ کرے تو وہ اس کی بیوی ہے اور ہمارے نزدیک اس کو نفقہ کا حق حاصل ہے۔ بلکہ لعان کے بعد خود شوہر طلاق دے دے اور اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو مسلم جج ان دونوں میں تفریق کرے تو مسلم جج کی تفریق سے مطلقہ ہو جائے گی۔

جوہرہ نیرہ جلد۲ ص ۱۳۵ میں ہے

"ولا تقع الفرقة حتی یقضی بالفرقة علی الزوج فیفارقها بالطلاق فان امتنع من ذالك فرق القاضی بینهما و قبل ان یفرق الحاکم لا تقع الفرقة والزوجیة قائمة یقع طلاق الزوج علیها و ظهاره و ایلائه و تجری التوارث بینهما اذا مات احدهما"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورت نکاح سے خارج نہیں ہوتی یہاں تک کہ شوہر کو جدا کرنے کا حکم دیا جائے گا تو شوہر اسے طلاق دے کر جدا کرے پس اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو مسلم جج زوجین میں تفریق کردے اور حاکم اسلام کی تفریق سے پہلے وہ عورت نکاح سے خارج نہیں ہوتی بلکہ تعلق زوجیت باقی رہتا ہے کہ شوہر کی طلاق اور ظہار وایلا واقع ہو سکتے ہیں۔ اور جب ایک مرجائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔

فتاوی سراجیہ ص ۴۶ میں ہے

"اذا فرغا من الملاعنة فرق القاضی بنیهما ان ابیا التفریق فیکون تطلیقة بائنة و قبل التفریق کانت الزوجیة باقیة"۔

جب زوجین لعان سے فارغ ہو جائیں تو قاضی ان میں تفریق کرے اور اگر وہ تفریق سے انکار کریں تو وہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی اور تفریق سے پہلے تعلق زوجیت باقی رہے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب لعان سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی تو صرف زنا کی تہمت لگانے سے کس طرح طلاق واقع ہو سکتی ہے اور کس طرح نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور یہ ساری گفتگو بھی اسی صورت میں ہے کہ جب شوہر تہمت پر برقرار رہے اور جب وہ تہمت کے غلط ہونے کا اعتراف کرے تو بقائے نکاح میں کوئی شک نہیں۔ ردالمحتار جلد ۲ ص ۲۰۵ میں ہے **"ولو اکذب نفسه حل له الوطی من غیر تجدید النکاح"**۔ اسی طرح جوہرہ نیرہ جلد ۲ ص ۱۳۳ میں ہے **"اما اذا کذب نفسه لم یبق التلاعن بعد الاکذاب"**۔

اگر شوہر نے تہمت زنا کو خود ہی جھٹلایا تو بغیر تجدید نکاح خاوند کے لیے اس سے وطی کرنا حلال ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الخلع

﴿۱۴۰﴾ **فتوی شرعی** : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خلع کسے کہتے ہیں اس کی تعریف کریں۔سائل: انور خان میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب: خلع کے معنی ہیں عورت کی جانب

سے علیحدگی کی درخواست ۔ شریعت نے عورت کو حق دیا ہے جس طرح بوقت ضرورت مرد طلاق دے دیتا ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کرسکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر کو آمادہ کرے حق مہر یا اور کوئی مال عوض دیکر عدالت کے ذریعے یا ضلع کے مفتی کے ذریعے شوہر سے گلوخلاصی کرلے خلع سے ایک بائن طلاق ہوتی ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان بعد میں مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ ہوسکتا ہے۔

﴿۱۴۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک عورت کا خاوند بیوی کو نہ خرچہ دیتا ہے اور نہ علاج وغیرہ کراتا ہے۔ نہ گھر لے جاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ بوقت نکاح ایک لاکھ روپے حق مہر مقرر ہوا تھا۔ جب عورت حق مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو صاف انکار کر دیتا ہے۔ وہ عورت غربت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اب کیا عورت حق مہر کے بدلے خلع کرسکتی ہے۔

سائل: حافظ فرحت اللہ برکت والا ضلع بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اِن دونوں کے درمیان بہتر ہے کہ خلع ہو جاوے۔ لیکن خلع میں رضامندی زوجین کی ضرورت ہے۔ عورت تو خود چاہتی ہے اور خلع پر راضی ہے، مرد کو بھی راضی کر لینا چاہیے، اگر وہ بعوض خلع کر لے گا خلع ہو جاوے گا، اور عورت اس کی قید نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ پس شوہر کو سمجھانا چاہیے یا بذریعہ حکام اس کو مجبور کیا جاوے کہ وہ خلع کرلے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۷۵ میں ہے ”واذا اشتاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان یفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ، فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ ولزمھا المال“۔

اسی طرح درمختار جلد دوم ص ۲۷۵ میں ہے

"ویجب الطلاق لو فات الامساك بالمعروف"۔

﴿۱۴۲﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیٹی کی شادی کو تقریبا تین سال ہو گئے ہیں۔ میری بیٹی کو خاوند سے نفرت ہے۔ وہ کہتی ہے میں اب تو خاوند کے گھر نہ جاؤنگی اگر آپ زبردستی بھیجیں گے تو میں زہر کھالوں گی یا نہر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لوں گی۔۔ وہ ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہے۔ سکول ٹیچر ہے۔ درج ذیل نفرت کے سبب بیان کرتی ہے،

ا۔ شراب کا عادی ہے، ۲۔ چرس پیتا ہے۔ ۳۔ جوا کھیلتا ہے، ۴۔ کئی کئی راتیں گھر نہیں آتا میں اکیلی ہوتی ہوں۔ ۵۔ طوائفہ گھر لے آتا ہے۔ ۶۔ جب میں منع کرتی ہوں تو غلیظ گالیاں دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے وکیل سے مشورہ کیا۔ تو اس نے خلع کا مشورہ دیا ہے۔ کیا وکیل کا مشورہ شرعا جائز ہے۔

سائل: محمد زوہیب نیازی ٹولہ بھنگی خیل ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیٹی کا شوہر کے گھر ان وجوہات کی بنا پر نہ جانا جائز و با موقع ہے۔ لیکن خلع بدون رضامندی شوہر کے نہیں ہوسکتا۔ خلع کے بعد مہر وغیرہ ساقط ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۴۰۲ میں ہے

"واذا انشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس بان یفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال"۔

اسی طرح در المختار میں ہے

"ویجب الطلاق لو فات الامساك با المعروف، فاذا فعل ذلك

وقع بالخلع تطلیقة بائنة۔ (هدایه جلد دوم ص ۳۸۷

﴿۱۴۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا خاوند سے نبھانہ ہوسکا۔ عرصہ تقریباً پانچ سال سے والدین کے گھر رہ رہی ہوں۔ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیئے۔ کچھ آدمی صلح کیلیے آئے میں نے خاوند کے گھر جانے سے انکار کیا۔ پھر ایک آدمی نے کہا آپ طلاق لے لیں۔ میں نے ہاں کر دی۔ المختصر کہ بیس ہزار روپے کے بدلے طلاق کا معاملہ طے ہو گیا۔ ہم نے رقم دے دی۔ کیونکہ جب طلاق والا اسٹامپ پیپر ہمارے سامنے آیا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے، میں با ہوش وحواس مسماۃ بلقیس بی بی کو بیس ہزار کے بدلے چھوڑتا ہوں۔ جس جگہ اس کا دل چاہے نکاح کرلے۔ کیا ان الفاظ کے کہنے اور لکھنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہ۔

سائلہ: بلقیس بی بی سکندر آباد ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر بہ نیت طلاق شوہر نے یہ الفاظ لکھے تو طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور چونکہ خاوند نے اس پر مبلغ بیس ہزار روپے لیے ہیں اس لیے وقوع طلاق غالب ہے۔

جیسا کہ ہدایہ جلد دوم میں ہے

" فاذا افعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال لقوله عليه السلام الخلع تطليقة بائنة ولا نه يحتمل الطلاق حتى صار من الكنايات والواقع بالكنايات بائن "۔

﴿۱۴۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری شادی ایک ظالم شخص سے ہوئی، پہلے دن سے اس نے مجھے نہ بیوی سمجھا اور نہ مجھے نان ونفقہ دیا، حالانکہ نان ونفقہ از روئے شرع بیوی کا خاوند پر حق

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے، آئے روز مختلف حیلوں بہانوں سے مجھے تنگ کیا، ایک سال میں نے اس طرح بسر کیا۔ آخر تنگ آ کر اسلام آباد فیملی کورٹ کی عدالت میں بعوض پچاس ہزار روپیہ حق مہر خلع کا دعویٰ کر دیا۔ تیسری پیشی پر میرے خاوند کے بھائی مختار نامہ لیکر ہمراہ وکیل حاضر ہوئے، پانچویں پیشی پر ہر دو وکلا کے دلائل سن کر عدالت نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس عرصہ میں دار الامان میں رہی اور فیصلہ کے بعد بھی وہیں رہی۔ ایک ہفتہ بعد میرے والدین اور میرے خاوند آ گئے، والدین نے مجھے مجبور کیا اور خاوند نے مجھ سے معافی مانگ لی کہ آئندہ محتاط رہونگا اور سابقہ غلطیوں کو نہ دہراؤنگا۔ میں ان کی باتوں میں آ گئی اور خاوند کے پاس چلی آئی گھر آتے ہی خاوند اور میرے سسر نے مجھے بہت مارا حتیٰ کہ میرے جسم کے مختلف حصوں سے خون آنے لگا پھر انہوں نے مجھے ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ دو ٹائم کی روٹی کے علاوہ دروازہ نہ کھولتا۔ میں نے اس طرح چھ ماہ گزار دیئے، پھر نرمی ہوئی، صرف کام کے وقت مجھے چھوڑتے اور خاوند مجھے غلیظ گالیاں نکالتا، پھر دس ماہ اس طرح بسر کئے، ایک دن میں نے سسر سے عرض کیا مجھے معاف کر دو انہوں نے مجھے معاف کیا۔ لیکن خاوند اس دس ماہ کے عرصہ میں ایک دن بھی میرے پاس نہ آیا۔ اور نہ نان ونفقہ کے متعلق پوچھا، آخر مجبور ہو کر پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اب پھر حق خلع کا دعویٰ کروں۔ میں نے رات کے وقت گھر کو چھوڑ دیا پھر میں نے اسلام آباد کی عدالت میں دعویٰ خلع دائر کر دیا۔ دوسری تاریخ پر میرا خاوند اور اس کا وکیل پھر پیش ہوئے، کیس کا مقابلہ کیا۔ چھٹی پیشی پر عدالت نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ فیصلہ کے پندرہ دن بعد پھر میں اسلام آباد گئی اور خاوند کے وکیل نے اس فیصلہ کی رضامندی پر دستخط کرا کر لائی۔ یعنی میرے مخالف وکیل نے اپنی طرف سے اور میرے خاوند کی طرف سے لکھ دیا کہ ہم عدالت عالیہ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، اگر تسلیم نہ کرتے تو اعلیٰ عدالت میں جاتے۔ اب اس فیصلہ کو پانچ ماہ گزر چکے ہیں، آیا از روئے شرع میں مطلقہ ہو چکی ہوں یا نہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائلہ: فوزیہ بی بی میانوالی۔

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائلہ مدعیہ فوزیہ۔ بی بی، مدعی علیہ کے تنسیخ نکاح کے فیصلہ کے تمام ریکارڈ اور فیصلہ جج اور آپ کے شوہر کے فیصلہ قبول کرنے پر دستخط بمعہ دو گواہان کے دستخط الگ الگ صفحات پر موجود ہیں جو لف ھذا ہیں جس کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔ خلاصہ جواب بر بناء صدقِ سائل یہ ہے کہ خلع میں رضا مندی زوجین شرط ہے جب عورت کچھ مال دینے پر اور اتنا مال لینے پر زوج یعنی خاوند راضی ہو اور قبول کر لے تو یہ خلع شرعی ہے اور یہ خلع قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ مذکورہ سائلہ سابق خاوند کی گرہ نکاح سے مکمل آزاد ہے، بعد از عدت بمرضی خود یا برضاء ولی خود جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے سائلہ کی دوسری شادی پر شرعاً کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہ مسئلہ پ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۲۹ پر صراحۃً مذکور ہے۔

﴿۱۴۵﴾ فتوی شرعی : میری شادی کو دس سال ہو چکے ہیں کچھ عرصہ کے لیے میں افریقہ چلا گیا، میرے بیوی کے ساتھ اسی عرصہ میں تعلقات اچھے نہ رہے۔ بعد میں میرے سسرال بھی میرے سخت مخالف ہو گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات مزید خراب ہو گئے۔ حتی کہ میری بیوی نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ عدالت میں دائر کر دیا۔ المختصر یہ کہ چھ ماہ بعد تنسیخ نکاح کا فیصلہ خلع کی بنیاد پر میری بیوی کے حق میں ہو گیا۔ مجھے پچاس ہزار ملنے تھے۔ دو ماہ گزر گئے مگر تا حال رقم مجھے نہیں ملی۔ میں نے سنا ہے کہ میری بیوی کی شادی ایک اور جگہ ہو رہی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ نہ میں نے رقم قبول کی اور نہ میں نے طلاق دی، اور نہ میں اس خلع کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ کیا وہ از روئے شرع دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔

سائل: محمد نوید شاہ میانوالی

الجواب : خلع میں زوجین کی رضا مندی شرط ہے۔ اگر ان میں سے ایک راضی نہیں تو خلع بھی نہیں۔ کیونکہ فقہائے امت اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ (عقد) ہے جو میاں

بیوی کی رضامندی پر موقوف ہے۔

فقہ حنفی کتب: السرخی مبسوط جلد ۶ ص ۱۷۳ ابدائع الصنائع جلد سوم ص ۱۴۵، شامی جلد سوم ص ۴۴۱ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۴۸۸،

فقہ شافعی کتب: کتاب الام جلد ۵ ص ۲۱۴، شرح مہذب ص ۱۷ جلد سوم

فقہ مالکی کتب: ہدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۱، قرطبی الجامع الاحکام القرآن جلد سوم ص ۲۱۲

فقہ حنبلی کتب: زاد المعاد جلد ۵ ص ۹۶، المغنی ص ۱۷۴

اس کے علاوہ طے شدہ رقم کو قبضے میں کرنا بھی لازمی ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس میں آپ کی رضا بھی نہیں۔ اور عوض خلع بھی مفقود ہے تو پھر خلع کہاں۔ از روئے شرع وہ آپ کی بیوی ہے۔ آپ کا نکاح باقی ہے۔ وہ کسی دوسرے جگہ شادی نہیں کرسکتی اگر کرے گی تو زنا خالص ہوگا۔ ساری زندگی گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ بیوی کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کرسکتا ہے اور نہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع حاصل کرسکتی ہے۔ عدالت زوجین کی رضامندی سے خلع کرسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو کوئی عدالت خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "بیدہ عقدۃ النکاح"

ترجمہ: مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے لہذا خاوند کی رضامندی ضروری ہے۔

﴿۱۴۶﴾ فتوی شرعی: میرے خاوند بے نمازی ہیں۔ بری محافل کی زینت بنتے ہیں۔ تاش کھیلتے ہیں۔ گھر کی ہر چیز کو بیچ ڈالا حتی کہ میرے جہیز کے سامان کو بھی تقریباً ختم کر ڈالا ہے۔ اگر میں کچھ کہتی ہوں تو مارتا ہے۔ گندی گالیاں دیتا ہے۔ میں نے کئی بار طلاق کا مطالبہ کیا لیکن وہ طلاق دینے کو تیار نہیں۔

میں نے اپنے محلّہ کے امام مسجد سے کسی کے ذریعے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ خلع لے لیں۔ نکاح فارم پر پچاس ہزار روپے حق مہر عندالطلب ہے کیا میں مذکورہ رقم کے عوض خلع کرسکتی

ہوں۔سائلہ: زرینہ خاتون میانوالی

الجواب : عورت کے طلاق مانگنے سے طلاق نہیں ہوتی۔البتہ اگر عورت بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق مانگے تو ایسی عورت کو حدیث میں منافق فرمایا گیا ہے۔اگر مرد کے ظلم جیسا کہ سائلہ نے لکھا ہے اور اس کے برے کردار سے تنگ ہو کر اگر طلاق مانگے تو وہ گنہگار نہ ہوگی۔ بلکہ مرد کے لئے لازم ہے کہ اگر عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر سکتا تو طلاق دے دے۔باقی رہا خلع تو شریعت پاک نے آپ کو حق دیا ہے کہ آپ کورٹ میں خلع کی بنیاد پر دعویٰ دائر کریں۔پچاس ہزار حق مہر کے عوض خلع حاصل کرلیں تو اس طرح اگر عدالت آپ کے دلائل سن کر آپ کے حق میں شریعت کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے آپ کے حق میں فیصلہ دیتی ہے تو اس طرح آپ کو ایک طلاق بائن ہو جائے گی اور بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔عدالت میں خاوند کی حاضری کے بغیر خلع نہیں ہوسکتا۔

﴿۱۴۷﴾ **فتوی شرعی**: میری بیوی نے میرے خلاف عدالت میں مع حق مہر کے 60000روپے کے بعوض طلاق حاصل کرلی ہے۔عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے۔میری بیوی کے اپنے بیانات میرے حق میں جاتے ہیں۔اس کے باوجود اس نے عدالت سے اثر ورسوخ کی بناء پر طلاق حاصل کرلی ہے۔ وجہ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں، حالانکہ اس کے بطن سے پانچ سال اور تین سال کے میرے دو بچے بھی ہیں۔کیا اس کو شرعاً طلاق ہوگی یا نہیں۔کیا وہ شرعاً دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔

سائل: ولی خان میانوالی

الجواب: شرعاً صحیح فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے۔اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے۔اور شوہر کو

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صفائی کا پورا موقع دے۔ اگر تمام کاروائی کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہے تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے۔ اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلو خلاصی پر راضی نہ ہو تو عدالت ازخود تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگر اس طریقہ سے فیصلہ ہوا ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کر دیا گیا۔ نہ عورت سے گواہ طلب کیے اور نہ شوہر کو بلوا کر اس کا مؤقف سنا گیا۔ ایسا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہے اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے۔ اس کو دوسری جگہ عقد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ مرد ایسے فیصلے کے خلاف عدالت بالا میں اپیل دائر کر دے۔

﴿۱۴۸﴾ فتوی شرعی: کسی شخص کی منکوحہ دوسرے آدمی کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس شخص نے عدالت عالیہ میں جھوٹا نکاح نامہ پیش کر دیا۔ جب کہ شوہر کے عزیزوں نے اصلی نکاح نامہ پیش کیا۔ لیکن اغوا کنندہ عدالت کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ شوہر نے اس مقدمہ میں دلچسپی نہیں لی اور عدالت میں حاضر بھی نہ ہوا، نہ اس نے طلاق دی ہے۔ کیا عدالت کے فیصلے کے بعد پہلا نکاح فسخ ہو گیا۔ اور کیا یہ عورت اغواء کنندہ کے پاس بیوی کی حیثیت سے رہ سکتی ہے۔ ازروئے شریعت کیا حکم ہے۔ سائل: مشتاق احمد میانوالی

الجواب: معزز عدالت مجاز ہے کیونکہ جان بوجھ کر غیر حاضر ہونے سے خاوند نے اپنا حق ضائع کر دیا۔ پہلے خاوند کا نکاح فسخ ہو گیا دوسرے خاوند کے لیے بطور بیوی بسانا جائز ہے۔

﴿۱۴۹﴾ فتوی شرعی: اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے۔ جج فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے، یعنی عورت کو نکاح ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا ازروئے شریعت عورت نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں۔؟ سائل: فہیم عباس میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہو تو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہو گا۔اور اگر مقدمہ کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطہ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے، شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں ہوگی۔شرعی قواعد کے مطابق فیصلہ یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے۔اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کیے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کر سکی تو شوہر سے حلف لیا جائے۔اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا۔اور اگر عورت گواہ پیش کر دے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔اوزاگر عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے۔اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جب کہ وہ عورت کے حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت از خود فسخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو، جج غیر مسلم نہ ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیر مسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ھکذا فی المتون۔

﴿۱۵۰﴾ **فتویٰ شرعی**: کہ میری شادی کو دو سال ہوگئے ہیں۔آج تک میرے شوہر نے میرے حقوق زوجیت ادا نہیں کیئے حالانکہ میں اس کے مخصوص کمرے میں سوتی ہوں۔ میرا خاوند نامرد ہے۔ پہلے دن سے علاج کرا رہا ہے۔کافی حکیموں سے علاج کرایا مگر ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا۔میں نے کہا مجھے آزاد کر دو وہ مجھے طلاق بھی نہیں دیتا، حق مہر 60000 ہزار روپے عند الطلب نکاح فارم پر لکھا ہوا ہے اب میں کیا کروں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔سائلہ:ش۔ن پائی خیل

الجواب: آپ عدالت میں دعویٰ دائر کریں کہ یہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں۔لہٰذا مجھے بطور خلع طلاق دی جائے۔عدالت آپ کے خاوند کو ایک سال کی مہلت بغرض

علاج دبے گی۔ ایک سال بعد صحبت پر قادر ہو جائے تو ٹھیک ورنہ عدالت نکاح کو حق مہر کے عوض خلع، نکاح فسخ کرنے کا آرڈر کر دے گی۔ عدالت کے فیصلے کے دن سے عدت شروع ہو گی۔ بعد از عدت دوسری جگہ نکاح ہو گا۔ اگر ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق قابل علاج نہیں ہے تو عدالت فوراً نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

﴿۱۵۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک لڑکی مسماۃ ثریا اور ایک لڑکے مسمی محمد افضل نا بالغان کا نکاح بصورت وٹہ سٹہ ان کے والدین نے ایک اور شادی کے عین موقعہ پر ثریاؔ کے والد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کر دیا۔ جب کہ ثریاؔ کی عمر چھ سال تھی اور محمد افضل کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ ایجاب وقبول دونوں کے والدین نے کیا۔ بالغ ہو کر مسماۃ ثریا نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور عدالت میں دعویٰ کر کے تنسیخ نکاح کی طلبگار ہوئی۔ جج نے محمد افضل کو طلب کیا وہ حاضر ہوا۔ دونوں فریقین نے تین تین گواہ پیش کیئے۔ مقدمہ کی با قاعدہ سماعت کے بعد جج نے بصورت خلع بعوض مبلغ دس ہزار روپے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی۔ مسماۃ ثریا نے مبلغ دس ہزار روپے عدالت کے ذریعے خزانہ سرکار جمع کرا دیئے۔ فوٹو سٹیٹ رسید ہمراہ لف ہے۔ اس فیصلہ کو اب چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران محمد افضل نے اور جگہ شادی کر لی ہے۔ کیا مسماۃ ثریا اب دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ سائل: غلام محمد ولد نور محمد

الجواب: مجاز عدالت نے موجودگی فریقین خلع کا فیصلہ بعوض دس ہزار روپے زر خلع صادر فرمایا۔ خلع شرعاً طلاق بائن کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس میں فریقین کی رضا شرط ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہیں "واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان یفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذالك وقع بالخلع تطلیقة بائنة وازمها المال" ہدایہ، جلد دوم باب الخلع ص ۳۸۳۔ عورت نے عوض خلع طور پر بذریعہ عدالت مورخہ 25-10-99 جمع کرا دی ہے۔ مرد نے اس کے خلاف کوئی اپیل دائر نہیں کی۔ جو اس کی رضا کی دلیل ہے۔ لہٰذا عورت شرعاً بھی مطلقہ ہو چکی ہے۔ جج قاضی شرعی کے قائم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مقام ہے اُس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔

﴿۱۵۲﴾ **فتوی شرعی:** ظفر اقبال نے کہا ہے کہ میں ایسے علاقہ میں رہائش پذیر ہوں وہاں کوئی شرعی اسلامی عدالت نہیں لیکن کچھ لوگوں نے برائے نام کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں۔ جو مسائل حل کرتی ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ میری منکوحہ نے میرے خلاف تنسیخ نکاح کا دعویٰ مذکورہ بالا کمیٹی میں دائر کیا۔ حلفاً کہتا ہوں کہ اس کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے۔ کمیٹی کے چیئر مین نے میری عدم موجودگی میں منکوحہ کو یہ لکھ دیا کہ میں تجھے بحثیت چیئر مین اسلامی کمیٹی طلاق دے رہا ہوں۔ اب تو عدت گزارنے کے بعد خود مختار ہے۔ لیکن اگر تو اس علاقہ میں رہ کے شادی کرنا چاہتی ہے تو تجھے قانونی طور پر اس ملک کے قانون کے مطابق عدالت سے طلاق لینا ہوگی۔ کیونکہ میری طلاق صرف اسلامی طلاق ہے۔

چیئر مین مذکورہ نے اس کیس کا فیصلہ تین بنیادوں پر کیا ہے۔

اول یہ کہ میری منکوحہ کو عرصہ دراز سے میری طرف سے خرچہ نہیں ملا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میری منکوحہ اپنے والدین کے ہاں خوشی سے رہتی ہے۔ اور باقاعدہ یہاں ایک کمپنی میں کام کرتی ہے اور اس نے میرے بار بار بلانے کے باوجود میرے گھر میں قدم نہیں رکھا۔ جب کہ میں اس کی ہر شرعی بنیادی ضرورت پوری کرنے کو تیار ہوں۔

دوم یہ کہ بقول اسی چیئر مین کے ''راضی نامہ'' کی سب کوششیں رائیگاں گئیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ چیئر مین کمیٹی نے اپنی طرف سے ایک کوشش بھی نہیں کی۔

سوم چیئر مین صاحب کہتے ہیں کہ میرے شوہر کو اس نے بہت سے خطوط لکھے کہ تو اپنی منکوحہ کو شرعی طلاق دے دے لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔ اس لیے میں بحثیت چیئر مین کمیٹی ھذا اس کی منکوحہ کو شرعی طور پر طلاق دے رہا ہوں۔ چیئر مین کا صرف ایک خط ملا جسکا جواب فوراً دے دیا گیا گزارش یہ ہے کہ آیا یہ تینوں اسباب شریعت اسلامیہ میں تنسیخ کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو شرعی حل کیا ہے۔

سائل: ظفر اقبال خان حال پاکستان

الجواب : درج بالا سوال مین چند وجوہات کا ذکر ہے جو شرعاً معتبر نہیں۔

۱۔ تنسیخ نکاح کا اختیار بدون موجودگی مدعی و مدعا علیہ کسی شرعی عدالت کو بھی نہیں۔ قاضی کو مقرر کرنا حکومت وقت کا کام ہے۔

۲۔ ارشاد خدا تعالیٰ ہے۔ " بیدہ عقدۃ النکاح "سورۃ البقرہ۔ مرد کے ہاتھ میں اختیار نکاح کا ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں کہ وہ طلاق دے۔

۳۔ صاحب فتح القدیر نے اسی باب میں لکھا ہے کہ طلاق ثانی کے موقف سنے بغیر عدالت بھی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ کوئی کمیٹی جو خود ساختہ ہو فیصلہ طلاق کرلے۔

۴۔ حقوق زوجیت ادا نہ کرنا عورت کیطرف سے ہو۔ تو مرد خرچہ دینے کا پابند نہیں۔

۵۔ جب تک مدعا علیہ حاضر ہو کر کمیٹی کا فیصلہ نہ مانے اس کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہوگا۔

خلاصہ جواب

۱۔ کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہے اسے تنسیخ نکاح کا قانونی / شرعی اختیار نہیں۔

۲۔ طلاق کا فیصلہ صرف خاوند ہی کر سکتا ہے کوئی اور نہیں۔

۳۔ کمیٹی کی قضاء علی الغائب نافذ نہیں ہوگی۔

۴۔ عورت مرد کا کہنا نہ مانے یا حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو مرد نان ونفقہ / حق مہر کا ذمہ دار نہیں۔ لہٰذا مذکورہ کمیٹی کا فیصلہ غیر شرعی ہے۔ جو نافذ نہیں ہوگا۔ عورت بدستور ظفر اقبال کی منکوحہ ہے۔ بدون طلاق اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہ ہوگا۔

﴿۱۵۳﴾ **فتوی شرعی** : کہ موجودہ عدالتی نظام میں خاوند کی مرضی کے بغیر عدالتی احکام پر خلع واقع ہو جاتا ہے یا نہیں؟ سائل: غضنفر علی میانوالی۔

الجواب : اگر میاں بیوی مین تعلقات خراب ہو جائیں اور صلح کی کوئی صورت نہ ہو اور خاوند طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عورت مال دیکر خاوند سے طلاق لے سکتی ہے۔ اگر خاوند مال کے

بدلے طلاق دینے پر آمادہ ہوگیا اور دونوں میں اتفاق ہوگیا تو عورت پر مال لازم اور خاوند پر طلاق دینا لازم ٹھہرا۔ جونہی خاوند نے مال وصول کرلیا عورت کو طلاق بائن ہوگئی اور نکاح ٹوٹ گیا۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں

"اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس بان تفتدی نفسها منه بال یخلعها به فاذا فعلا ذلك وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال۔(هدایه مع فتح القدیر ص ۵۸ ج ٤) ولا بد من القبول منها"۔ عورت کا قبول کرنا لازم ہے۔(شامی ص ۴۴۰ ج ۳)

ظاہر ہے کہ عورت نے مال دینا ہے لہٰذا خلع کا دارومدار عورت کے تسلیم کرنے پر ہے۔ جونہی مرد نے طلاق کے عوض مال مانگا اور عورت نے دیدیا عورت کو طلاق بائن ہوگئی اور نکاح ختم ہو جائے گا۔

﴿۱۵٤﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک عورت مسماۃ تاج ریحان بی بی نے سول عدالت میں تنسیخ نکاح (خلع) کا دعویٰ دائر کیا۔ عدالت میں دس ہزار روپے بدل خلع مقرر کر کے نکاح فسخ کر دیا۔ خاوند کے وکیل نے سول ناظر سے بدل خلع وصول کرلیا کیا یہ نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔؟ سائل: محمد خالد فاروق

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر بدل خلع خاوند یا اس کا وکیل وصول کرے تو خلع پر رضامندی پائی گئی، یہ نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔ جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے

"واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بائس بان یفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذافعل ذالك وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال" هدایه، جلد دوم باب الخلع ص ۳۸۳۔

﴿۱۵۵﴾ **فتوی شرعی**: کہ خلع کی صورت میں عدالت کو اختیار ہے کہ وہ بدل خلع میں کمی بیشی کر سکتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ خاوند بدل خلع میں غبن فاحش کرتا ہو۔

سائل: ملک غلام حسین

الجواب: نکاح کو مال کے بدلے زائل کرنے کا نام خلع ہے۔ یہ مرد عورت کا باہمی معاہدہ ہوگا۔ جس میں رضامندی اور یقین ضروری ہے۔ عورت بدل خلع دے اور خاوند قبول کرے یا رضا کا اظہار کرے تب خلع متحقق ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ صفحہ ۳۸۵ پر ہے "فاذا فعل ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال" یعنی جب شوہر مال کے بدلے خلع کرے تو خلع کی وجہ سے عورت پر طلاق بائن ہو جائے گی اور اس کو مال دینا واجب ہوگا۔ خاوند کے لیے مہر سے زیادہ مال بدلے خلع کے طور پر طلب کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر زیادہ لے لیگا تو خلع قضاء جائز ہوگا۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۴۵ پر ہے" ان كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له اخذ شئى من العوض على الخلع"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ بلا معاوضہ طلاق دے دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ اس کا بائیکاٹ کریں۔

یا حاکم وقت فریقین سے اختیار لے لے اور کہہ دے کہ میرا شرعی فیصلہ تمہیں منظور ہے۔ اور وہ اقرار کرلیں تو حاکم خود بدل خلع تعین کر کے فیصلہ دے سکتا ہے۔ بوقت فیصلہ فریقین یا ان کے بااختیار وکلاء کی حاضری لازمی ہے۔ جن کو فیصلہ کا اختیار تفویض کیا گیا تو عدالت کا فیصلہ بدل خلع میں بھی نافذ ہوگا۔

﴿۱۵۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرے بیٹے محمد جاوید اقبال کی شادی میری بھتیجی نسیم بیگم کے ساتھ ہوئی میری بھتیجی نسیم بیگم نے میرے بیٹے کے خلاف تنسیخ نکاح عدالت میں دائر کر دیا جس کی اطلاع ہمیں نہیں ملی میرا بیٹا نہ ہی عدالت میں پیش ہوا اور نہ ہی طلاق دینے کا بیان دیا۔ عدالت نے میرے بیٹے کی غیر حاضری میں طلاق کا آرڈر کر دیا۔ اور میرے بھائی احمد خان نے اپنی بیٹی نسیم بیگم کی شادی محمد امیر ولد خان زمان کے ساتھ کر دی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فتوٰی صادر فرمایا جائے کہ مذکورہ بالا حالات میں طلاق ہو گئی تھی یا نہیں اور میرے بھائی نے جو اپنی بیٹی نسیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیگم کی دوبارہ شادی محمد امیر ولد خان زمان کے ساتھ کر دی جائز ہے یا نہیں اور شادی میں شامل گواہان کے بارے میں بھی فتوی صادر فرمایا جاوے۔ سائل: مہر خان ولد محمد خان ساکن چاہ آگرال تحصیل وضلع میانوالی

الجواب: اللہ تعالٰی فرماتے ہیں "بیدہ عقدۃ النکاح" مرد کے ہاتھ میں ہے طلاق کی گرہ۔ عورت کی طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ عدالت کے جج صاحب کو حدیث ابن ماجہ میں ہے "ھو ازالۃ ملك النكاح المتوقفة علی قبولها و شرطها" کا لطلاق " درمختار جلد دوم صفحہ ۷۶۶ "الطلاق لمن اخذ الساق " فتاوی رضویہ جلد ۱۳ ص ۲۶۴۔ نکاح میں شامل لوگ علانیہ توبہ و نیز صدقہ خیرات کریں دوسرا نکاح غلط ہوا ہے۔

﴿۱۵۷﴾ فتوی شرعی: طلحہ بی بی کی شادی اکرام اللہ خان کے ہمراہ ہوئی۔ زوج طلحہ بی بی کو بہت مارتا ہے، غلیظ گالیاں دیتا ہے بلکہ بعض اوقات جان سے مار دینے کی دھمکی بھی دیتا ہے، طلحہ بی بی تنگ ہو کر والدین کے گھر آ گئی، خاوند کے گھر جانے کے لیے رضامند ہرگز نہیں، اکرام اللہ خان کو طلاق کے لیے کہا تو وہ کہتا ہے شادی کا پورا خرچہ دینا ہوگا، نیز شادی کے موقع پر جو جہیز دیا گیا اس کا مالک کون ہوگا۔

سائل: محمد طاہر خان میانوالی

الجواب: اگر زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اس صورت میں پوری شادی کا خرچہ خلع کے بدل میں اکرام اللہ خان کا طلب کرنا جائز نہیں، مال کا مانگنا بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری معہ خانیہ جلد اول صفحہ ۵۱۶ میں ہے، "ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل لہ اخذ شئی من العوض علی الخلع"۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "کرہ تحریما اخذ شئی و یلحق بہ الابراء عما لها علیہ ان نشز"۔ فتاوی رضویہ میں ہے، جہیز عورت کی ملکیت ہے جلد پنجم صفحہ ۳۴۹، اسی طرح درالمختار میں ہے "ان الجهاز ملك المرأۃ"۔ عدالت خاوند

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رضا مندی کو تسلیم کر کے بمطابق نکاح خود عوض مقرر کر سکتی ہے۔

﴿۱۵۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ کیا جج کو حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کو خلع کا فیصلہ دے، کیا وہ فیصلہ نافذ ہوگا۔ سائل: محمد رمضان

الجواب: خلع کے لیے زوجین رضا کی شرط ضروری ہے، خلع کا حق خاوند یا اس کے وکیل کے علاوہ کسی دیگر شخص کو حاصل نہ ہے، عدالت کا فیصلہ غیر شرعی ہوگا اور شریعت کے خلاف قاضی / جج کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۷۶۶ میں ہے "هو اذلة ملك النكاح، المتوقفة على قبولها وشرط كالطلاق"۔

قرآن مجید میں ہے "بيده عقدة النكاح" نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے "الطلاق لمن اخذ بالساق"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جج کا فیصلہ (خلع) بغیر رضامندی شوہر کے نافذ نہیں ہوگا۔

﴿۱۵۹﴾ **فتوی شرعی**: کہ مجھے خاوند نے عرصہ دراز سے بے آباد کر رکھا ہے، عدالت نے نان نفقہ اور مہر کے بدلہ خلع کا فیصلہ دے دیا ہے، خاوند عدالت میں موجود تھا اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ شرعاً کیا یہ خلع درست ہوگا۔ سائلہ: شازیہ بی بی

الجواب: خلع کا اختیار خاوند کو ہے، عدالت کو نہیں۔ اگر خاوند راضی ہے تو خلع ہو جائے گا ورنہ نہیں، جیسا کہ درمختار جلد دوم ص ۵۷۹ میں ہے، ہدایہ باب الخلع جلد دوم ص ۳۸۴ میں ہے "ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل، ولو عبد اومكره فان طلاقه صحيح"۔

﴿۱۶۰﴾ **فتوی شرعی**: عدالت نے سامان جہیز اور نان ونفقہ مبلغ -/25000 روپے کی ڈگری خاوند کے خلاف دے دی ہے، خاوند کا مطالبہ -/34000 روپے کا تھا جو اس نے شادی پر خرچ کیا تھا، عدالت نے -/25000 کے عوض نکاح فسخ کر دیا، شرعاً نکاح کا کیا حکم ہے، سائل: زوجہ محمد صدیق

الجواب : سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عوض میں تنازعہ ہے، خاوند کا مطالبہ -/34000 روپے اور عدالت کا فیصلہ -/25000 روپے ہے، خاوند فسخ طلاق پر راضی ہے، بہر صورت فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

﴿۱۶۱﴾ **فتوی شرعی** : نصیراں بی بی کا نکاح والد نے بطور ولی ایام نابالغی میں پڑھ دیا تھا، جو بلوغت کے بعد اس نے مسترد کر دیا۔ عدالت نے خیار بلوغ کو مسترد کرتے ہوئے بطور خلع نکاح فسخ کر دیا، عوض خلع -/15000 روپے مقرر کیا ہے، خاوند نے تسلیم کرنے سے انکار کیا، پھر والد نے بیٹی کی طرف سے توہین عدالت کی درخواست پر اسے گرفتار کر کے عدالت میں زبردستی اقراری بیان لیا گیا، کیا شرعا خلع نافذ ہوگا، اور ایسے بیان کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔

سائل عزیز اللہ خان سکنہ بوری خیل

الجواب : عدالت کو حق حاصل ہے کہ اپنا فیصلہ نافذ کرائے، اگر مدعا علیہ کو اعتراض تھا تو اس کے خلاف عدالت بالا میں اپیل دائر کرتا، اپیل دائر نہیں کی اب فیصلہ کرنے والی عدالت اپنا فیصلہ زبردستی نافذ کر سکتی ہے۔ خاوند نے گرفتاری یا سزا کے خوف سے اقبالی بیان دے دیا دستخط ثبت کر دیئے، اور وکیل نے تصدیق کر دی تو خلع نافذ ہو جائے گا، اس صورت میں شرعاً بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہدایہ شریف ص ۳۸۴ میں ہے "**فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال**"۔

﴿۱۶۲﴾ **فتوی شرعی** : کہ میرا نکاح محمد نعیم نامی شخص سے ہوا مگر نباہ نہ ہوا، میں نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا، جو 10/11/2000 کو میری حق میں ڈگری ہوا۔ خاوند عدالت میں حاضر نہ تھا، اب وہ دعویدار ہے کہ میرا نکاح موجود ہے۔ حالانکہ خاوند توہین عدالت کی درخواست میں اس نے جج کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور وکیل کی گواہی موجود ہے۔ اس تنسیخ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ سائلہ: مسماۃ زاہدہ بی بی

الجواب : اگر خاوند روبرو عدالت تسلیم کر چکا ہے فائل پر دستخط بھی کر دیئے ہیں تو شرعاً

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس نے قضاء بالغائب کو مان لیا ہے، جیسا کہ درمختار ج ۲ ص ۳۶۶ پر ہے "الخلع هو ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها اس کے آگے لکھا ہے، ای المرأة قال فی البحر ولا بد من القبول منها حيث كان على مال او كان بلفظ خالعتك واختلعي"۔

﴿۱۶۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بہن کا نکاح بطور (وٹہ سٹہ) ہوا۔ مگر اس کا نباہ خاوند سے نہ ہوا۔ تنسیخ نکاح بطور خلع دعویٰ عدالت مجاز میں دائر ہوا۔ عدالت نے -/10000 روپے بطور زر خلع مقرر کر کے نکاح فسخ کر دیا، ہم نے دس ہزار روپے عدالت کی وساطت سے خزانہ سرکار میں جمع کرا دیا ہے، کیا میری ہمشیرہ کا نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا۔ سائل: ظفر اقبال خان عیسیٰ خیل

الجواب: اگر خاوند یا اس کا وکیل زر خلع وصول کر لے تو نکاح شرعاً بھی فسخ ہو جائے گا کیونکہ بوقت فیصلہ خاوند موجود نہ تھا اس کی رضا خلع میں ضروری ہے، بدل کی وصولی رضا سمجھی جائے گی، جیسا کہ ہدایہ میں ہے "واذا تشاق الزوجان، فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
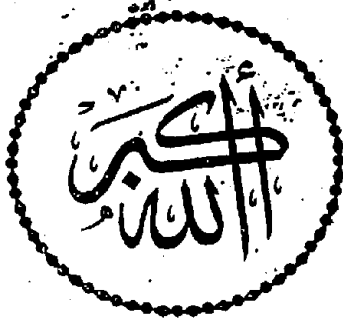
﴿باب المتعہ﴾

کوئی ایسی امت اپنی ماؤں جن کے قدموں میں اللہ نے جنت رکھی ہے
کے شرف ووقار کا تحفظ
کیونکر کر سکتی ہے جو نکاح متعہ کو جائز کہتی ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہے۔
(اصلاح شیعہ ص ۱۷۹)
مصنفہ ڈاکٹر موسیٰ موسوی ایران

﴿۱۶۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں: کہ ہمارے دفتر میں کچھ ساتھی جواز متعہ کے قائل ہیں اور اس کو آئمہ کی طرف سے جائز اور فعل ثواب سمجھتے ہیں، آیا قرآن وحدیث کی رو سے متعہ جائز ہے یا نہیں مفصل جواب تحریر فرما دیں۔
سائل محمد فاروق سرور میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب: صورۃ مسئولہ میں جواب با صواب یہ ہے کہ متعہ معروفہ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس سلسلے میں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔
قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ پ۲۲ ع۳ میں ارشار فرماتا ہے
"یا ایها النبی انا احللنا لك ازواجك التی اتیت اجورهن وما ملکت یمینك مما افآء الله علیك"
اے نبی! بے شک حلال کیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو، اور وہ لونڈیاں جو خدائے تعالیٰ نے بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں۔ اور جن کے تم مالک ہو۔
شیعہ مسلک کی کتاب منہج الصادقین ص۱۹۴، ۱۹۵ جلد ششم میں لکھا ہے، (ترجمہ) پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو
مباشرت کے لیے تلاش کرے گا پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے۔
تفسیر مجمع البیان جلد ۷ ص۹۹ میں لکھا ہے، (ترجمہ) سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو (مباشرت کے لیے) طلب کیا، پس یہ لوگ ظالم ہیں اور غیر حلال کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔
ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی سے جو آدمی بھی ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا اور بصورت متعہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا وہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہوگا۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

جامع ترمذی جلد اول ص ۱۳۳، صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۱ اور تفسیر طبری ص ۹ جلد ۵ میں ہے؛

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، متعہ ابتدائے اسلام میں (جائز) تھا۔ اور لوگ اس کے جواز کے لیے "فما استمتعتم به" آیت پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی کہ کوئی انجان آدمی کسی ایسے شہر میں وارد ہوتا جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی، تو اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت سے شادی کر لیتا وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے اور ضرورت زندگی بھی تیار کر کے دیتی رہے، ایسا ہوتا رہا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے "حرمت علیکم امهاتکم" پوری آیات حرمت نازل فرمائی تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن پاک کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے، وہ یہ ہے "الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم" اس آیت میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی ان کے سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے۔ آیت مذکور میں دو قسم کی عورتیں یہ ہیں، ایک وہ عورت جس سے نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے، اور دوسری مملوکہ لونڈی ہے جس کے ساتھ بغیر نکاح کئے وطی از روئے شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے ہم بستری حرام ہے۔ لہٰذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت چونکہ دو اقسام سے خارج ہے، لہٰذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

بخاری شریف جلد دوم ص ۷۶۷ میں ہے،

"حدثنا مالك بن اسماعيل قال حدثنا ابن عيينة انه سمع زهری يقول اخبرنی الحسن ابن محمد ابن علی و اخوه عبد الله عن ابيهما ان علی قال لابن عباس ان النبی صلی الله عليه و سلم نهی عن المتعة و عن لحوم الحمر الاهلية زمن خيبر"

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے وقت متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔
حرمت متعہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔

السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۷ ص ۲۰۶ میں ہے،

"حدثنا ابو محمد عبد الله بن یوسف الاصبهانی انبا ابو محمد عبد الرحمٰن بن یحیٰی الزهری القاضی بمکة حدثنا محمد بن اسماعیل الصائغ حدثنا ابو خالد الاموی حدثنا منصور بن دینار حدثنا عن عمر بن محمد عن سالم بن عبد الله عن ابیه عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال صعد عمر علی المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال ما بال رجال ینکحون هذه المتعة وقد نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عنها الا وانی لا اوتی باحد نکحها الا رجمته"

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر اللہ کی حمد وثنا کہی پھر فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا پکڑا گیا تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

سنن ابن ماجہ "باب نهی عن نکاح المتعه" ص ۱۴۱ میں ہے،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محصن آدمی متعہ کرتے پایا گیا تو میں اسے رجم کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا (تو اسے چھوڑ دیا جائے گا)

بیہقی جلد ۷ ص ۲۰۶ میں ہے،

"انبا ابن وھب اخبرنی عبد الله بن عمر عن نافع عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما انه سئل عن متعة النساء فقال حرام"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعۃ النساء کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا، حرام ہے۔

طحاوی جلد دوم ص ۱۶ میں ہے،

"عن ابن شهاب قال اخبرنی سالم ابن عبد الله بن عمر عن المتعة فقال حرام قال فان فلانا يقول فيها قال والله لقد علم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرمها يوم خيبر وما كنا مسافحين"

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعہ کے بارے پوچھا، تو آپ نے فرمایا، وہ حرام ہے، سائل نے کہا ایک آدمی متعہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے، آپ نے فرمایا، خدا کی قسم وہ جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا اور ہم زانی نہیں۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے متعہ کو حضور اکرم ﷺ کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمائی۔

تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ جلد ا ص ۱۰۵ امی ہے

"وثبت حرمتة المتعة باجماع الصحابة والاجماع قوی من هذا"

حرمت متعہ اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے اور اجماع صحابہ خبر واحد سے زیادہ معتبر دلیل ہے۔

فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۲ میں ہے

"قال الخطابی تحریم المتعة کالا جماع الا بعض الشیعة"

خطابی نے کہا کہ حرمت متعہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف بعض اہل تشیع کا اس میں اختلاف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے لیکر آج تک پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ متعہ حرام ہے۔

درمختار جلد اول ص ۱۹۰ میں ہے،

"بطل نکاح متعة و موقت وان جهلت المرأة او طالت فی الاصح متعه"

اور مقرر وقت تک کا نکاح باطل ہے اگر وہ مدت مقررہ مجہول ہو یا دراز ہو اصح قول میں۔

دلائل اہلسنت کی معتبرہ کتب سے ملاحظہ کیجیئے، درج ذیل کتب میں روایات درج ہیں کہ متعہ حرام ہے۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹، ہدایۃ المجتہد جلد دوس ۵۸۔ ترمذی شریف جلد اول ص ۴۰۸، مسند احمد امام احمد حنبل جلد ۴ ص ۴۳۶، ابن ماجہ شریف جلد دوم س ۱۴۰، صحیح مسلم جلد ۴ ص ۳۲، فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۳، تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۵، تفسیر در منثور جلد دوم ص ۱۴۱، تفسیر قرطبی جلد دوم س ۳۶۵، تفسیر المنار جلد ۵ ص ۱۵، تفسیر ابن عباس جز رابع ص ۶۸، تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۷۵۔ تفسیر معارف القرآن جلد دوم ص ۵۸۸۔ طحاوی شریف جلد دوم ص ۱۶، نووی شرح مسلم ص ۳۹۴، ارشاد الساری جلد سوم س ۲۷۰

﴿۱۶۵﴾ ﴿متعہ شیعہ مسلک میں بھی حرام ہے﴾

کوئی ایسی امت اپنی ماؤں جن کے قدموں میں اللہ نے جنت رکھی ہے، کے شرف ووقار کا تحفظ کیونکر کرسکتی ہے جو نکاح متعہ کو جائز کہتی ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہو۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی شیعی ایرانی جو کہ خمینی صاحب کے معتمد شخصیات میں سے ہیں اپنی کتاب اصلاح شیعہ ص ۹۷ الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"عن زید بن علی عن ابائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم لحوم الحمر الا هلیة ونکاح المتعة"

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے گھریلو پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ سے متعہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس صراحت ووضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ اس کی یہ تاویل کرے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا ازروئے تقیہ تھا، حرام کو حلال بنانے کی تہمت مقدس ہستیوں پر ہے۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۳ میں ہے،

"عن المفضل بن عمر قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول فی المتعة دعوها اما یستحیی احدکم ان یری فی موضع العورة فیحمل ذالك علی صالحی اخوانه واصحابه"

ترجمہ: مفضل کہتا ہے، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ متعہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ اس کو چھوڑ دو، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ ایک شخص عورت کی شرمگاہ کو دیکھے پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور احباب سے کرے۔

یہ حدیث اس کتاب کی ہے جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیح ترین کتب حدیث میں سے ہے، اور اس کی (حدیث) صحت میں کوئی قیل وقال نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعہ) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں تو اس فعل بد کے مرتکب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے حیائی ہے۔ کسی محب اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔

الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲ اور تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ میں ہے، من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۰۔

"عن زید بن علی عن ابائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول الله علیه وسلم لحوم الحمر الاحلیة و نکاح المتعة"

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرما دیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضٰیؓ تک تمام ان حضرات سے حرمت متعہ کی روایت کرر ہے ہیں جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت سنی۔

فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۳، وسائل شیعہ جلد ۱۴ ص ۴۷۵، میں ہے

"عدة من اصحبنا عن سهل بن زیاد عن محمد بن الحسن بن شمون قال کتب ابو الحسن علیه السلام الی بعض موالیه لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة فلا تشتغلوا بها عن فر شکم و حرائر کم فیکفرن و یتبرین و یدعین علی الامر بذالك و یلعنونا"

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا۔ متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم پر سنت کی پابندی لازم ہے اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو نکاح میں ہوں انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔ یا کفر کی طرف منسوب کریں گی اور تم سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ اور اس کی شکایت حاکم وقت کے پاس لے جائیں گی۔ اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجیں گے (کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہے لہٰذا ہمیں بھی تمہارے ساتھ لعنت کرنے ہی اکٹھا کر لیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ درج کئے گئے سنی، شیعہ کتب کے دلائل کی روشنی میں متعہ فعل حرام ہے۔
صحابہء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی عقیدہ اور نظریہ تھا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
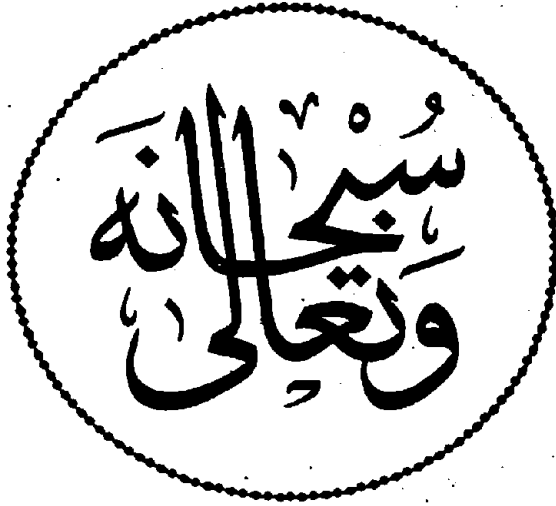
﴿۱۶۶﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ہمارے ہاں ایک ایسا نکاح ہوا جس میں لڑکی کی رضاء بالکل نہ تھی، والد نے بغیر رضا مندی کے نکاح کر دیا۔ کیا ایسا نکاح نافذ ہوگا یا نہ۔ (نوٹ) نکاح کے معاملہ میں کیا لڑکی کو اختیار ہے یا نہ، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ سائل: قاری احمد حسن جوہر آباد

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق باالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جوان عورت عاقلہ بالغہ کنواری یا بیوہ اپنے آپ کی اپنے ولی باپ وغیرہ سے زیادہ حقدار ہے۔

صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۵۵ سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۲۸۶، سنن ترمذی جلد ۱ ص ۱۴۳، سنن نسائی جلد ۲ ص ۷۷، ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی جلد ۷ ص ۱۲۲، معانی الآثار للطحاوی جلد ۲ ص ۸ وغیرہا کتب احادیث میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

"الایم احق بنفسها من ولیها"۔

لہٰذا بلا اجازت عورت کسی کو اجازت نہیں کہ نکاح کر سکے۔

صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۷۱، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۲۸۵ وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع ہے،

"لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستأذن"۔

تو اگر ولی عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں نکاح کر دے تو عورت خود مختار پر لازم نہیں ہوگا، خصوصاً صورت مذکورہ میں نکاح بوجہ انکار محض مردود ناروا ہوگیا۔ سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۲۸۵، سنن نسائی جلد ۲ ص ۷۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶ وغیرہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے،

"ان جاریته بکرا اتت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فذکرت له ان اباها زوجها وهی کارهته فخیرها النبی صلی الله علیه وسلم"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سنن بیہقی جلد ۷ص ۱۱۷ میں حضرت ابن عباس سے یہ بھی ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نکاح بکر وثیب انکحهما ابوهما وهما کارهتان"۔

اور جب باپ کا کیا ہوا نکاح مردود و باطل ہو گیا تو دوسرا نکاح جو رضاءِ لڑکی سے کیا جائے گا صحیح ہوگا۔

﴿۱۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ نکاح ولی کی اجازت سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سائل: جاوید اقبال طرہ باز ٹاؤن میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں نکاح کی نسبت صرف لڑکے لڑکی کی طرف کی گئی ہے۔ تاہم احادیث میں باپ دادا یا دوسرے بزرگوں سے اجازت ومشورہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ مسئلہ بھی بہت بگڑ گیا ہے اور بنیادی وجہ قرآن وسنت کے احکام سے لوگوں کو لاعلمی اور خاندانی رسم ورواج کی اندھی تقلید ہے، ہر عاقل بالغ لڑکے لڑکی کو جس طرح اپنے مال میں تصرف کا حق ہے اسی طرح اپنی ذات کے فیصلوں کا بھی حق ہے۔

ساری عمر ہاتھ پکڑ کر کوئی نہیں چلتا۔ بیاہ شادی میں بھی ان کی مرضی بنیادی شرط ہے۔ والدین کو بھی ان کے جذبات ومیلان کا لحاظ کرنا چاہیے۔ ساری عمر انہوں نے ایک ساتھ چلنا ہے والدین خواہ مخواہ جبر نہ کریں۔ لیکن بالغ اولاد بھی والدین سے مشورہ واجازت سے بے پرواہ ہو کر اتنا بڑا فیصلہ خود تنہا نہ کرے، دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور انکا لحاظ دوسرے پر فرض ہے۔ اگر والدین کی تجویز موزوں ہے تو وہ اولاد کو پیار اور دلیل سے سمجھائیں اور قائل کریں۔ اور اگر اولاد کا خیال بہتر ہے تو وہ دلیل وادب سے والدین کو قائل کریں۔ تاکہ باہمی اتفاق ومحبت سے شادی کے معاملات طے پائیں اور عمر بھر ایک دوسرے کی محبت، موافقت، ہمدردی وتعاون اور خوشگوار ماحول موجود رہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پاک میں ولی کی حیثیت

اسلام میں دونوں کی ضرورت وحقوق وافادیت کوملحوظ رکھ کر راہ عمل متعین کی گئی ہے۔قرآن پاک کی سورۃ النساء میں ہے"وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوما ملکت ایمانکم ذلك ادنیٰ الا تعولوا"۔ اوراگرتمہیں اندیشہ ہوکہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کروگےتو نکاح میں لاؤ جوعورتیں تمہیں پسند ہوں اوردودوتین تین اور چار چار۔پھر اگرڈروکہ بیویوں کوبرابرنہ رکھ سکوگےتوایک ہی کرو،یا کنیزیں جن کےتم مالک ہویہ اس سےزیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں نکاح کی نسبت لڑکےلڑکی کی طرف کی گئی ہے(کیونکہ لڑکی کی رضاواجازت لازمی ہے) لہٰذاپسند کی شادی قرآن کی روسے ہرلڑکےلڑکی کاحق ہے بلکہ فرض ہے۔ایک اورجگہ قرآن پاک میں سورۃ النساء میں ہے"ولا تنکحوا مانکح اباؤکم من النساء"۔
اورجن عورتوں سےتمہارےباپ دادانےنکاح کیاان سےنکاح مت کرو۔قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں ارشادہے"ولا تنکحوا المشرکۃ حتی یؤمن"مشرک عورتوں سےنکاح مت کرجب تک مسلمان نہ ہوجائیں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں پارہ۲آیت۲۳۰میں ہے"فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ" پھراگرخاوندتیسری طلاق دیدےتویہ بی بی اس کےلیےحلال نہیں ہوسکتی جب تک کسی اورسےشادی نہ کرے۔یہاں بھی نکاح کرنےکی نسبت عورت کی طرف ہےولی کی طرف نہیں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ آ۲۳۲پارہ۲میں ہے"فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف"۔(عورتوں کےوالیو!) عورتوں کواپنے(مجوزہ) خاوندوں کےساتھ نکاح کرنےسےمت روکو!جب کہ آپس میں شرع

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے موافق رضا مند ہوں۔ یہاں بھی طلاق یافتہ عورتوں کو پسند کے خاوند سے شادی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

احادیث میں ولی کی حیثیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" لا تنكح الايم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن قالوا يا رسول الله كيف اذنها قال ان تسكت "۔ متفق عليه

غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت کیسے ہو گی (وہ شرماتی ہیں) فرمایا اس کی خاموشی بھی اجازت ہے۔

مسلم شریف میں ہے"ان الايم احق بنفسها من وليها"۔ غیر شادی شدہ عورت ولی سے زیادہ اپنا اختیار رکھتی ہے۔حضرت ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں " فذهبوا جميعا الى انه لا يجوز تزويج البالغة العاقلة دون اذنها"۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ شریف) علماء اس طرف گئے ہیں کہ عاقل بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

سنن ابی داؤد میں ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میرے باپ نے میری ناپسندیدگی کے باوجود میرا نکاح کر دیا۔"فخيرها النبي صلی اللہ علیہ وسلم " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی (قبول یا رد کرنے کا) اختیار دیدیا۔

ایسا ہی واقعہ خنساء بنت خذام سے پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ (بخاری شریف)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ولی کی اجازت عاقل بالغ لڑکا لڑکی خود مختار ہیں اور اپنی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرضی سے نکاح کر سکتے ہیں اور کوئی ان پر جبر نہیں کر سکتا۔تو والدین یا کسی اور کو ہرگز اجازت نہیں پہنچتی کہ وہ اولاد کی مرضی کے خلاف انکی شادی کریں۔

دوسرا پہلو

اس سلسلے میں دوسرے پہلو کا بھی خیال رکھنا چاہیے، مسلم گھرانہ مثالی ہوتا ہے یہاں ہر ایک کے حقوق محفوظ ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ والدین اور بزرگوں کے بھی اولاد پر کچھ حقوق ہیں۔ لہٰذا والدین کے جائز جذبات وخواہشات کا لحاظ و پاس رکھنا بھی ممکن حد تک لازم ہے، یہ بات بڑی شقاوت وسنگدلی ہے کہ جن والدین کی محنت ومحبت سے انسان پلتا بڑھتا اور ترقی کرتا ہے، بیاہ شادی کے معاملہ میں ان کی رضامندی ومشورے کو اہمیت ہی نہ دی جائے اور ان کو اس موقع پر ناراض کردیا جائے۔لہٰذا ان کے حقوق جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا اور ان سے رہنمائی لینا خوش بختی ہے، اس حقیقت کو آقا علیہ السلام نے ان ارشاد میں واضح فرمایا ہے۔ابن ماجہ، احمد، ترمذی، ابوداؤد اور دارمی ان سب میں یہی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں"**ایما امراۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فان دخل بھا فلھا المھر لماا ستحل من فرجھا فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ**"۔

جو عورت اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی تو اس عورت کو مہر ملے گا کیونکہ اس نے اس کو شرمگاہ حلال کی ہے۔پھر اگر (سرپرست) اختلاف کریں تو حاکم اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔

احناف کے نزدیک عاقل بالغ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔اور قرآن پاک اور احادیث جیسے دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔مذکورہ حدیث ان حضرات کی سب سے مضبوط دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔مگر غور کریں تو اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ اس کا نکاح باطل ہے زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ مگر نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر کے قربت کر لی تو مہر پورا دینا ہوگا۔ اگر نکاح حقیقتاً باطل ہوتا یعنی منعقد ہی نہ ہوتا تو نہ عورت حلال ہوتی نہ نکاح ہوتا اور نہ حق مہر لازم ہوتا۔

فقہائے احناف کے ارشادات میں ولی کی حیثیت

ہدایہ جلد ۳ ص ۱۵۷ میں ہے" ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولیها بکرا کانت ثیبا عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله فی ظاهر الروایة"۔

آزاد عقلمند بالغ عورت کا نکاح اس کی رضا سے ہو جاتا ہے خواہ اس کا ولی نہ کرے۔ کنواری ہو یا ثیبہ، ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک یہی ہے۔

ہدایہ ص ۱۵۷ میں ہے،

امام محمد رحمہ اللہ: امام محمد کے نزدیک نکاح موقوف ہوگا ولی کی اجازت پر اگر ولی اجازت دے تو نکاح ہو جائے گا۔ ہاں اگر ولی اجازت دیدے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ خواہ کفو میں نکاح کرے خواہ غیر کفو میں ہاں ولی کو غیر کفو کی صورت میں اعتراض کا حق ہے۔

امام مالک و شافعی رحمہما اللہ: امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک عورتوں کے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔ فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۶ میں ہے " ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح" ولی بالغہ لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔

آج کل والدین دینی علم نہ ہونے کی وجہ سے کئی ایسے ظالمانہ فیصلے اپنی نابالغ اولاد کے بارے میں کر دیتے ہیں اور اپنی اولاد کا بچپن میں نکاح کر دیتے ہیں یہ فیصلے مستقبل میں بچوں کی زندگی

جہنم بنانے کے ساتھ ساتھ خود ان کے لئے سوہان روح بن جاتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمائے کرام، مشائخ اور دین دار لوگ پہلے خود ان مسائل کو سمجھیں اور پھر معاشرے کے ان پڑھ اور پڑھے لکھے جاہلوں کو بتائیں، دین رحمت سے خود بھی فیض یاب ہوں اور اپنی اولاد کو بھی مستفیض کریں۔

قرآن کریم نے "حتی اذا بلغوا النكاح" کہہ کر نکاح کو بلوغ کے ساتھ معلق کیا نابالغ بچوں کی زندگی کے فیصلے کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ جلدی ہے۔ والدین کو سمجھائیں کہ بچوں کی شادی سے پہلے اور بھی فرائض ہیں جو زیادہ اہم ہیں۔ مثلاً ان کی صحیح اسلامی خطوط پر تربیت وغیرہ۔ یہ سمجھتے ہیں ہم پر دو ہی فرض تھے۔ ایک جننا اور دوسرا جلدی جلدی رشتہ نکاح میں ان کو جکڑنا۔ اللہ کرے ہمارے سمجھدار لوگ اس طرف متوجہ ہوں اور اس کو ختم کریں۔ قرآن پاک واضح حکم دیتا ہے "فانكحوا ما طاب لكم من النساء"۔ عورتوں میں سے جو پسند ہو ان سے نکاح کرو (النساء ۴: ۳) یہاں حال یہ ہے کہ بچوں کی پسند ناپسند کو نہ دیکھا جاتا ہے نہ پوچھا جاتا ہے۔ از بس لازم ہے کہ شادی بزرگوں کے مشورے واجازت سے کی جائے لیکن بزرگوں کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کو وہ حقوق دیں جو قرآن ان کو دے رہا ہے۔ شادی کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی ضرور کریں مگر اپنے غلط فیصلے ان پر نہ ٹھونسیں۔ جب تک شریعت مطہرہ ان کی پسند میں حائل نہ ہو یہ بھی حائل نہ ہوں۔

فقہائے احناف کے مطابق نابالغ بچے یا بچی کا نکاح اگر باپ یا دادا کردے تو بالغ ہونے کے بعد ایسے بچے اسے مسترد نہیں کرسکتے، نکاح ہو جاتا ہے۔ البتہ عدم موافقت کی بناء پر لڑکا طلاق دے سکتا ہے، اگر باپ دادے کے علاوہ کوئی بزرگ نابالغ کا نکاح کردے تو ایسے بچے بالغ ہونے پر اسے مسترد کرسکتے ہیں۔

بالغ اور آزاد لڑکی اپنا پیغام نکاح بھیج سکتی ہے۔ عاقل بالغ لڑکی اپنا نکاح اپنی مرضی سے شرعاً کرسکتی ہے۔ لہٰذا والدین کو اس کی رضا کے بغیر قدم نہ اٹھانا چاہیے۔

ایک صاحب نے رسول اکرم ﷺ سے نکاح کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، فانظر الیھا اس کو دیکھ لے۔ سنن ابوداؤد میں ہے "اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی نکاحھا فلیفعل" جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اگر اس کی خوبیاں دیکھنا ممکن ہو جو کہ اس کے لیے باعث رغبت ہوں تو دیکھے۔

پس قرآن وحدیث کی رو سے بالغ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور محتاط و محفوظ طریق سے وہ نکاح سے قبل ایک دوسرے کو ایک بار دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں تنہائیوں میں ملاقاتیں یا سفر وغیرہ کرنا حرام ہے۔

آجکل نکاح سے پہلے انگوٹھی پہنانا منگنی کے بعد دلہن بنا کر لڑکے کے ساتھ بیٹھا کر فوٹو بنوانا یہ جملہ امور ناجائز و حرام ہیں۔ اگر شوق پورا کرنا ہے تو نکاح پہلے کر دیا کریں تاکہ اس گناہ سے بچ جائیں۔

الله اکبر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
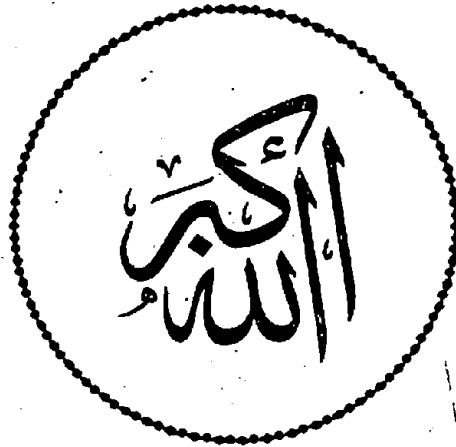
﴿۱۶۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری شادی ایک ایسے مرد سے ہوگئی جو برص کے مرض میں بتلا ہے، اب اس کو جنون بھی ہونے لگا ہے۔ ذہنی امراض کے ڈاکٹروں سے کافی علاج کرایا مگر کوئی خاص فرق نہیں آیا ہے۔ اب اس وقت ڈاکٹر صاحب کا علاج جاری ہے۔ میں اس سے نفرت کرنے لگی ہوں۔

کیا ازروئے شرع میں کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہوں۔ سائلہ: ارم بی بی کندیاں ضلع میانوالی

الجواب: جب شوہر میں کسی قسم کا عیب جنون، جذام وغیرہ پیدا ہو تو اسکی عورت کو اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ہدایہ ص ۴۰۲ میں ہے" واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لها عند ابی حنیفة "۔ ردالمحتار مصری جلد ۲ ص ۱۶۳ میں ہے،" ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون و جذام و برص"۔ مجمع الانہر جلد ا ص ۴۶۳ میں ہے" لا خیار لها ان وجدت المرا بالزوج جنونا او جذاما و برصا عند الشیخین"۔

بدالمنتقی مصری جلد ا ص ۴۶۳ میں ہے" ولا خیار لها ای للزوجة وجدت به عیباً ولو فاحشا جنونا او جذاما او برصا "۔ شرح کنزالدقائق مصری ص ۱۷۷ جلد اول میں ہے" ولم یتخیر احدهما ای الزوجین بعیب فی الاخر ولو فاحشا کجنون و جذام و برص رتق و قرن"۔

اسی میں ہے" ولم یخیر احدی الزوجین بعیب فی الاخر کالجنون والجذام والبرص"۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۴ میں ہے" واذا کان بالزوج جنون او برص او جزم فلا خیار لها کذا فی الکافی"۔ ردالمحتار میں ہے" لیس لواحد من الزوجین خیار فسخ النکاح بعیب فی الاخر عند ابی حنیفة و ابی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوسف وھو قول عطاء النخعی و عمر بن عبد اللہ ابن و ابی ابی فلا بنۃ و ابن ابی لیلی والا وزاعی والشوری والخطابی و دائود الظاہری واتباعہ فی المبسوط ما مذہب علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم"۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آپ کو اپنے شوہر کے عیب جنون کی بنا پر اپنا نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔لہٰذا آپ کسی دوسرے مرد سے عقد نہیں کرسکتیں۔

﴿۱۶۹﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک عورت کا نکاح ایک ایسے مرد سے ہوا جو کہ وطی پر قادر نہیں نہ وہ طلاق دیتا ہے اور نہ خلع کے لیے تیار ہے۔کیا کوئی علیحدگی کی صورت ہے۔

نوٹ: عورت ایک سال تک مرد کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتی رہی مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا۔

سائل: نواب الدین قصوری دوآبہ

الجواب: اگر شوہر ابتداء سے عنین یعنی جماع پر قدرت نہیں رکھتا تو عورت کو حق مطالبہ ہے۔یہاں تک کہ درمختار میں ہے" ولو وجد تہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقھا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلھا المطالبۃ"۔ اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس تاخیر سے عورت کا حق باطل نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اس کو مطالبہ کا اختیار ہے لیکن اس وقت حاکم شرع نہیں ہے۔لہٰذا عورت شوہر سے طلاق حاصل کرے اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو اس کو خلع پر تیار کر لے، یا دونوں زن شوہر برضامندی کسی عالم دین کو اپنی طرف سے اس مقدمہ میں حکم مقرر کر کے اس کے روبرو پیش کریں اور وہ اگر عالم ہو تو خود موافق قواعد شرعیہ اور اگر عالم نہ ہو تو کسی عالم سے اس کا طریقہ دریافت کر کے اسی کے موافق دونوں میں تفریق کرادے۔عورت کو حق فسخ حاصل ہے۔

درمختار میں ہے"ھو (التحکیم) تولیتہ الخصمین حاکما یحکم بینھما وفیہ فان حکم لزمھما ولا یتعدی الیٰ غیرھما"۔

﴿۱۷۰﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا خاوند مجھے مارتا ہے بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، اکثر میں کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء والدین کے گھر سے لاتی ہوں۔ جب میں کسی جائز یعنی گھریلو اشیاء لانے کو کہتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور گھر سے نکال دیتا ہے۔ برائے مہربانی مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ کیا بیوی کو گھر میں کوئی حق نہیں۔ سائلہ: نازش بی بی

الجواب: حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید اور ان کو بلا وجہ مارنے اور ان کی حق تلفی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے (مشکوۃ سریف صفحہ ۲۸۲) فرمایا "ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ"۔ بیشک بلحاظ ایمان کے مسلمانوں کا کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے اہل کے ساتھ زائد نرمی کرنے والا ہو۔

مشکوۃ شریف ص ۲۸۲ میں ہے "اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم نسائھم"۔ از روئے ایمان کے مسلمانوں کا کامل ترین شخص بہترین خلق والا ہے اور تمہارا بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہو۔

مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۱ میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی"۔ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر وہ ہے اور میں اپنے اہل کے لیے تم سے زیادہ بہتر ہوں **بخاری شریف** و **مسلم شریف** اور **مشکوۃ شریف** ص ۲۸۰ میں ہے، کہ حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لا یجلد احدکم امراتہ جلد العبد"۔ تمہارا کوئی شخص اپنی عورت کو غلام کی طرح نہ مارے۔

ابوداؤد ابن ماجہ دارمی میں حضرت ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ ﷺ نے فرمایا، "لا یضربوا آماء اللہ" الحدیث۔ تم اللہ کی باندیوں کو مت مارو (یعنی اپنی بیویوں کو نہ مارو)

مشکوۃ شریف ص ۲۸۱ میں ہے، ابو داؤد ابن ماجہ و مسند امام احمد میں حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے راوی انہوں نے سرکار رسالت ﷺ میں عرض کیا۔ "ما حق زوجة احدنا علیه قال ان تطعمها اذا اطعمت و تکسوها اذا اکتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت"۔

یارسول اللہ ﷺ ہمارے اوپر بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا جب تو کھائے تو بیوی کو بھی کھلا اور جب تو کپڑے پہنے تو بیوی کو بھی پہنا اور اس کے چہرے پر مت مار اس کو بدی کے ساتھ منسوب نہ کر۔ اور اس سے علیحدگی نہ کر مگر خوابگاہ میں۔ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیوی کے ساتھ کس قدر حسن معاشرت کا حکم دیا اور اس کو بلا وجہ مارنے کی کتنی ممانعت فرمائی۔ اور اس کا کھانا اور کپڑا ذمہ شوہر پر قرار فرمایا! اب جو شوہر اس کے خلاف عمل کر کے یعنی اپنی بیوی سے بد خلقی اور بری معاشرت اختیار کرے اس کو بلا وجہ مارے اس کی حق تلفی کرے۔ اس کو کھانے پینے کو نہ دے تو وہ حقیقتاً رسول پاک ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ لہٰذا آپ کے شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے آپ کو نہ مارے آپ کی حق تلفی نہ کرے اور اپنی حرکات سے باز آئے۔

باب الرضاعت

﴿۱۷۱﴾ فتوی شرعی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں،

کہ میری خالہ نے بڑے بھائی کے ساتھ میری والدہ کا دودھ پیا ہے کیا خالہ کی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ ہوسکتا ہے۔

(نوٹ) خالہ نے میرے بڑے بھائی کے ساتھ دودھ پیا تھا میرے ساتھ نہیں۔

سائل منور علی متعلم گورنمنٹ کالج میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق با الصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی حقیقی خالہ دودھ پینے سے آپ کی رضاعی بہن بن گئی تو اس کی لڑکی آپ کی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح شرعاً حرام ہے اگرچہ رضاعی ہو اور اس بات میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ آگے پیچھے پینے سے بھی رضاع ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فرق بھی نہیں کہ قصداً پلایا جائے یا شغلاً بلکہ دودھ حلق سے اتر جائے اگرچہ کم ہو تو بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۴۲ میں ہے،

قلیل الرضاع وکثیرہ اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق بہ التحریم

نیز اسی میں ہے، ان القطرۃ من اللبن اذا دخلت حلق الصبی تکفی لثبوت الحرمۃ،

نیز اسی میں ص ۴۲ پر ہے،

مسئلہ مذکورہ کی دلیل ابتدأ عالمگیری میں ہے اور وہ یوں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولھما و فروعھما من النسب و الرضاع جمیعا۔

دودھ پینے والے ولد پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول اور ان کے نسبی یا رضاعی فروع یعنی اولاد۔

حتی کہ مرضعہ نے اس ارضاع سے پہلے یا اس کے بعد اسی مرد سے بچہ جنا ہے یا دوسرے خاوند سے جنا ہے۔ (آپ نے شرط کو ذکر فرمایا اور وہ بھی ادھورا جب تک اس کی جزا ذکر نہ ہو تو اس کا کیا مطلب ہے۔ یاد رہے سائل اندھا ہے۔ اس لیئے پوری عبارت جس کا ابتدائی حصہ فقیر نے ذکر کیا ہے جزا تک ذکر فرمائیں۔ تاکہ اس کا واضح مطلب سمجھ آئے۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہے،

الحکم فی الجزأ والشرط قید له فلھذا لا یثبت الحکم بذکر الشرط۔ ھذا عند اھل العربیه و عند المناطقه للشرط و الجزا معنی آخر

حتی ان المرضعة لو ولدت من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا لا رضاع او بعدہ۔ اور فرمایا، کل من تحرم بالقرابة والصھریة تحرم بالرضاع۔

﴿۱۷۲﴾ فتوای شرعی: جس لڑکے نے خالہ کا دودھ پیا کیا اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ سائل مجیب الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ دودھ پینے سے وہ لڑکا اپنی خالہ کا رضاعی پسر ہو گیا، کیوں کہ ایک قطرہ دودھ سے بھی جو بحالت شیر خوارگی کسی بچے کو پلایا جاوے حرمت

رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ پس خالہ کی وہ لڑکی اور یہ لڑکا جس نے کوئی قطرہ دودھ کا پیا بہن بھائی رضاعی ہو گئے۔ ان دنوں کا باہم نکاح درست نہیں ہے۔

جیسا کہ فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۰۴ میں ہے،

قلیل الرضاع وکثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق بہ التحریم۔

جیسا کہ فتح القدیر جلد سوم ص ۱۲۵ میں ہے،

اما لو شك بان ادخلت الحلمته فی فم الصغیر و شكت فی الارتضاع لا تثبت الحرمۃ بالشك ۔۔۔ والواجب علی النساء ان لا یرضعن كل صبی من غیر ضرورۃ۔

﴿۱۷۳﴾ **فتوای شرعی:** کہ میرے بیٹے نے چچی کا دودھ پیا ہے، اس کی کئی لڑکیاں ہیں، کیا جس لڑکی کے ساتھ میرے بیٹے نے دودھ نہیں پیا اس لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

سائل صوفی حمید الرحمٰن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس پر چچی کی ساری لڑکیاں حرام ہو گئیں۔ وہ ان لڑکیوں کا اب رضاعی بھائی بن چکا ہے۔ ان سے نکاح درست نہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۳۲۱ میں ہے، یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا۔

﴿۱۷۴﴾ **فتوای شرعی:** کہ دو بہنوں کی شادی اکٹھے ہوئی، ایک سال بعد ایک کا لڑکا اور ایک کی لڑکی پیدا ہوئی، ایک بہن نے دوسری بہن کے بچے کو اپنا سمجھ کر اپنا دودھ اس کے منہ میں دے دیا۔ یہ معلوم نہیں کہ کتنا دودھ بچہ کے منہ میں پہنچا ہے۔ جس بہن نے دودھ دیا ہے وہ

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حلفاً گواہی دینے کو تیار ہے۔اب ہم ان دونوں بہنوں کے لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔سائل حبیب الرحمن

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس حالت میں رضاعت ثابت نہیں کیونکہ اس کے ثبوت کے لے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے،صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

کنز الدقائق جلد۳ص۲۴ میں ہے،

" ویثبت الرضاع بما یثبت به المال۔

البحر الرائق جلد۳ص۲۴۹ میں ہے،

وهو شهادة رجلين عدلين اورجل وامرأتين فلا يثبت بشهادة امرأة واحدة۔

لہٰذا ان دونوں کا نکاح درست ہے۔

﴿۱۷۵﴾ **فتوای شرعی:** کہ بڑی ہمشیرہ جو کہ شادی شدہ تھی اس نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو دودھ پلایا ہے۔کیونکہ والدہ فوت ہوگئی تھی۔اور کوئی عورت بہن کو دودھ پلانے والی نہ تھی۔ اب جب کہ چھوٹی بہن کے بچے ہیں اور بڑی کے بھی ہیں کیا ان دونوں کی اولاد میں آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔سائل قاری فضل الرحمن خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بڑی بہن نے بحالت شیر خوارگی دودھ پلایا ہے تو چھوٹی بہن بڑی بہن کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور بڑی بہن کی اولاد اس کے بہن بھائی ہو گئے۔پس چھوٹی اور بڑی بہن کی اولاد کا آپس میں نکاح شرعاً صحیح نہ ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ بحرالرائق جلد۳ ص ۲۳۸ میں ہے،

حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة و محرية ولو كان الرضاع قليلا لحديث الصحيحين المشهور يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔

﴿۱۷۶﴾ **فتوای شرعی:** تقریباً آٹھ سال کے بچہ نے رات کو سوتے وقت اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے، سوال یہ ہے کہ آٹھ سال کے بچے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

سائل غلام فرید خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آٹھ سال کا بچہ دودھ پیئے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ حرمت رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اس کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ فتاوی بحرالرائق جلد۳ ص ۲۳۹ میں ہے، وقيد بالثلاثين (شهرا) لان الرضاع بعد ما لا يوجب التحريم۔

﴿۱۷۷﴾ **فتوای شرعی:** دو بھائی اکٹھے رہتے ہیں، ایک فوجی ہے جو کہ دو تین ماہ بعد گھر آتا ہے، بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی منکوحہ سے زنا کیا، سوال یہ ہے کہ آیا چھوٹے بھائی کی بیوی کے نکاح میں کوئی خلل آیا یا نہیں۔ سائل حاجی حفیظ اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نکاح میں کچھ خلل نہیں آیا، عورت چھوٹے بھائی کے عقد میں بدستور ہے، دونوں بھائیوں کو چاہیے کہ علیحدہ علیحدہ مکان میں رہیں، جیسا کہ فتاوی ردالمحتار جلد۲ ص ۳۸۶ میں ہے، لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه و جازله وطؤها عقب الزنا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الظهار

﴿۱۷۸﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بیٹے کی طبعیت خراب تھی اکثر نزلہ زکام وگلہ کی شکایت رہتی ہے، دوائی لینی تھی گھر پر بیوی کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اس نے بیوی کو ماں کہہ کر پکارا اور دوائی طلب کی۔ ہم نے سنا ہے اگر کوئی شخص بیوی کو ماں یا بہن کہہ دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ المختصر کہ میرا بیٹا ناسمجھی کی وجہ سے بیوی کو بعض اوقات ماں کہہ دیتا ہے کیا نکاح تو نہیں ٹوٹے گا۔

سائل: محمد کمال خان ولد بہادر خان کھباڑ انوالہ

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھوالله الموفق باالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر سوال مذکور واقعی صحیح ہے تو نہ نکاح فاسد ہوا اور نہ ہی کفارہ پڑا ہے البتہ یہ مکروہ تحریمہ ہے، لہٰذا اگر حالت ہوش میں کہا ہے تو توبہ استغفار کرے ورنہ کچھ نہیں۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۲۶ میں ہے

"لو قال لها انت امی لا یکون مظاهرا وینبغی ان یکون مکروها"۔

﴿۱۷۹﴾ **فتوی شرعی:** ہمارے والد صاحب بڑے غصہ والے ہیں۔ بات بات پر ہماری والدہ صاحبہ سے لڑتے ہیں کل والدین کے درمیان لڑائی ہوئی اور بحالت غصہ کہا تو میری ماں بہن ہے، تو مجھ پر حرام ہے اور تجھے طلاق ہے۔ ہم بڑے پریشان ہوئے، ہم ایک مولوی صاحب کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا تم لوگ جناب کے پاس جاؤ، ہماری آپ راہنمائی فرمادیں۔

نوٹ: ہم دونوں بھائیوں اور والد صاحب کے بیان حلفی لف ہیں۔

سائل: محمد انور قریشی دلیوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے اور کفارہ بھی نہیں پڑتا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے، تو مجھ پر حرام ہے طلاق بائن اور تجھے طلاق ہے دوسری طلاق ہے کہ طلاق بائن کے بعد رجعی طلاق دے تو دونوں بائن ہو جائیں گی اب شوہر رجوع نہیں کر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سکتا اس لیئے نکاح کرنا پڑے گا۔ لہٰذا حلالہ نہیں پڑتا اور نکاح جدید ہو سکتا ہے اور چونکہ آپ کے والد ہی طلاق دہندہ اور صاحب عدت ہے یعنی عدت اس کے حق کے لیے ہے لہٰذا یہ عدت کے اندر ہی نکاح کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی اور شخص سے نکاح کرے تو عدت پوری کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

هكذا فی الكتب الفقه

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
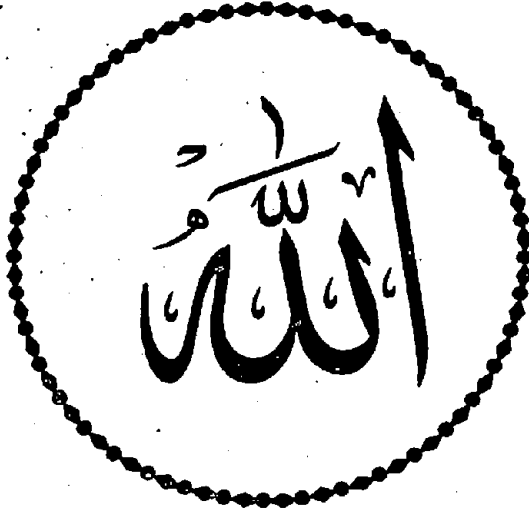
﴿۱۸۰﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میں نے اپنی بیٹی کو جہیز میں پانچ لاکھ کا سامان دیا وہ رضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہے، میرے داماد جہیز کے سامان پر قابض ہیں آیا شرعی طور پر جہیز کا مالک میرا داماد بن سکتا ہے؟

سائل: ملک محمد اشرف چشمہ روڈ کندیاں

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق بالصواب:

وہ مال تمام وکمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ عورت کے ترکہ میں شوہر اور اس کے والدین اور اس کے بچے شرعاً وارث ہیں چونکہ ورثا کی تفصیل معلوم نہیں اس لیے جواب اجمالاً لکھا جاتا ہے۔ اولاد ہونیکی دو صورتیں ہیں صرف لڑکیاں یا لڑکا بھی ہے۔ اگر صرف لڑکیاں ہوں تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض اور باقی اصحاب فرائض سے جو بچے گا وہ باپ بطور عصبہ لے گا اگر لڑکا ہے تو اب باپ صرف چھٹے حصے کا وارث ہے۔ اور بیٹی کی اولاد نہ ہونیکی صورت میں اصحاب فرائض سے جو بچے گا سب کا سب باپ لے جائے گا۔ اور شوہر اولاد نہ ہونیکی صورت میں اپنی بیوی کے نصف ترکہ کا وراث ہوگا اور اولاد ہو تو چوتھائی ترکہ پائے گا۔ اور مرحومہ کی والدہ اس کی اولاد نہ ہونیکی صورۃ میں جب کہ مرحومہ کے بھائی بہن بھی نہ ہوں اور زوج بھی بالفرض پہلے فوت ہو چکا ہو تو اب اسے سارے ترکہ کا ثلث ملے گا۔ اگر زوج زندہ ہے اور باقی مسئلہ بحالہا ہے۔ تو اب ماں کو شوہر کے حصہ نکالنے کے بعد جو بچ گیا ہے اس کا ثلث ملے گا۔

﴿۱۸۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا داماد نشہ کا عادی ہو چکا ہے گھریلو اشیاء فروخت کرنے لگا ہے، آئے روز گھر میں جھگڑا فساد ہوتا ہے، میں نے بچی کو جو جہیز دیا تھا اکثر فروخت کر چکا ہے، اب زیورات کا مطالبہ کرتا ہے، اور کہتا ہے زیورات سمیت ہر چیز کا مالک ومختار میں ہوں کیا اس کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ سائل: محمد عنایت اللہ خان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ زیور اور دیگر سامانِ جہیز کہ ملک محمد اشرف نے اپنی بیٹی کو دیا وہ خالص ملک دختر ہے، شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ نافذ ہو سکے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے" جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له الا سترد ادمنها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فى صحته بل تختص بها و به يفتى"۔

کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وہ اس کو ھبہ کر دیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص اس عورت کی ملکیت ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ جہیز حالت صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں

"كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة لا حق لا حد فيه"

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

﴿۱۸۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ بوقت شادی میں نے اپنی بیٹی کو زیورات کے علاوہ سامان جہیز بھی دیا تھا اور کچھ زیورات خاوند نے بھی دیئے تھے۔ بوقت نکاح فارم پر نکاح خواں سے ہم نے لکھوا لیا تھا کہ تمام سامان جہیز اور زیورات میکوی و سسرالی دلہن عابدہ پروین کے ہونگے۔ خاوند اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ اب خاوند فوت ہو گیا ہے اس کے والدین میری بچی کے سامان اور زیورات پر قابض ہیں۔ ہمیں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ اس سامان کا حقدار کون ہے۔ سائل: عبدالجبار ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ نے زیور و دیگر سامان جہیز جو خاص اپنی لڑکی کو دیا تھا وہ اس کا ملک ہے۔

درمختار جلد ۲ ص ۳۷۵ میں ہے "جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص و به یفتی"۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

"کل احد یعلم ان الجهاز ملك المراة لا حق لا حد فیه"

اور جب مکان بعوض معین مہر دیا وہ بھی خاص ملک عورت کا ہے۔

البتہ جو زیور شوہر نے پہنایا تھا وہ ہمارے عرف کی رو سے مالک شوہر ہے اور اگر شوہر نے وہ زیور دیتے وقت یا اس کے بعد یہ کہا کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا یا تجھ کو یہ زیور ہبہ کر دیا یا رواج میں شوہر کی جانب سے جو زیور دیا جاتا ہے وہ بطور تملیک ہوتا ہے تو ان صورتوں میں اس زیور کی بھی عورت ہی مالک ہوگی۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الکفو
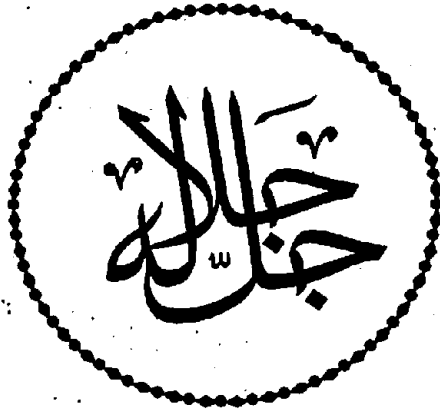
﴿۱۸۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے علاقہ میانوالی میں یہ رواج ہو چکا ہے کہ ہر قوم والے اپنی ہی قوم میں رشتہ کرتے ہیں جب کہ دوسری قوموں کی طرف اچھا رشتہ ہی کیوں نہ ہو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ جب کہ یہاں کے پٹھان قوم کسی دوسرے کو تو رشتہ دینا باعث عار و شرم سمجھتے ہیں۔ اور پٹھان قوم باقی تمام اقوام کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہین۔ کیا شرعاً یہ درست ہے اگر کسی دوسری قوم میں رشتہ دیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔؟ سائل: سرفراز احمد موسیٰ خیل

الجواب: جواب سے قبل ان چند امور کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ مسئلہ کفائت اور حقیقت میں شرافت و ذلت کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اول: شرافت کسی قوم پر منحصر نہیں حقیقی شرافت حسن عمل اور تقوی اور پرہیزگاری ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

یعنی تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ **آیت کریمہ** سے ثابت ہوا کہ حقیقتاً شریف وہ شخص ہے جو متقی پرہیزگار ہو چاہے وہ عرف کے اعتبار سے کمتر قوم ہی کا کیوں نہ ہو اور ذلت کا سبب فسق و فجور ہے تو وہ قومیں جو عرف میں شریف مشہور ہیں لیکن اعمال میں فاسق و فاجر ہیں یہ شرافت شرعاً معتبر نہیں وہ شرعاً معتبر نہیں۔ اسی طرح علم بھی شرافت کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

" هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون " یعنی علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ **آیت کریمہ** سے ظاہر ہو گیا کہ عالم کو بھی حقیقی شرافت حاصل ہے اب چاہے وہ کسی قوم کا ہو کہ شرف علمی نسبی شرافت سے زیادہ ہے تو عالم ہر عرفی شریف کا کفو ہے اسی لیے سادات کرام علوی، قرشی، مالدار ہر شریف کے ساتھ عالم کا نکاح صحیح ہے۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۲۳ میں ہے" العالم يكون كفوا للعلوية لان شرف

الحسب اقویٰ من شرف النسب"۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے

"قالوا الحسیب یکون کفوا للنسیب فالعالم العجمی یکون کفوا للجاھل العربی والعلویہ لان شرف العلم فوق شرف النسب"

اسی میں بزازیہ سے منقول ہے۔

"العالم الفقیر یکون کفوا للغنی الجاھل والوجہ فیہ ظاھر لان شرف العلم فوق شرف النسب فشرف المال اولیٰ"۔

تو علم اور تقویٰ حقیقی شرافت کے سبب ہیں اور ان کا کسی قوم پر انحصار نہیں، اب کسی مسلمان کو نہ محض اپنی قومیت پر فخر کرنا جائز نہ دوسرے کی قوم پر طعن کرنا اور نہ کم نسبی کی بنا پر کسی مسلمان کو حقیر کہہ کر اس کا دل دکھانا درست ہے۔

حدیث شریف میں ہے

"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ"

یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور اگر بھنگی (غیر مسلم سویپر) مسلمان ہو گیا تو اسے بھی نظر حقارت سے دیکھنا حرام ہے کہ وہ اب ہمارا دینی بھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد ہے

"انما المؤمنون اخوۃ"

یعنی مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ الحاصل شریعت میں حقیقی شریف عالم اور متقی پرہیز گار ہے اور حقیقی ذلیل فاسق وفاجر ہے۔

دوم: اہل عرف نے بعض قوموں کو شریف اور عالی نسب قرار دیا ہے اور بعض قوموں کو ذلیل اور کم رتبہ ٹھہرایا ہے اسی طرح بعض پیشوں کو باعزت سمجھا ہے اور بعض کو ذلیل بنا لیا ہے تو اس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حد بندی نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے جو ایک دوسرے کے لیے باعث ننگ و عار بن گئی ہے تو شرعاً بھی کفائت کا مدار عرف پر ہی رکھا گیا اس لیے کہ اگر شریعت عرف کو کفائت کا موقوف علیہ نہ بنائے تو اس کا مسلمانوں کے تمدن و معاشرت اور اخلاق پر ناخوش گوار اثر پڑتا ہے، مثلاً بیوی ان میں سے ہو جو عرف میں شریف اقوام کہلاتی ہیں تو اس میں باعتبار اخلاق و تہذیب اور طرز معاشرت کے ضرور شریفانہ اثرات ہونگے اور شوہر ان اقوام سے ہو جنہیں عرف میں کمتر قرار دیا ہے اور اس میں علم و تہذیب اور اچھی صحبت کے اثرات بھی نہیں ہوتے اب ایسی با تہذیب بیوی کی نظر میں اس شوہر کا کیا وقار ہوگا اور وہ شوہر اپنی جہالت سے بیوی کے حقوق کا کب احترام کرے گا اور اس کی شائستگی کی حرکات کا اخلاقی جواب دیکر اس کا دل کیسے خوش کر سکے گا۔ تو اس صورت میں ان کے تعلقات میں ناخوشگواریوں کا ہونا لازمی ہے اور آپس میں جو زن و شوہر میں گہرے روابط ہونے چاہیں وہ ان میں کیونکر باقی رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا نکاح کا جو مقصد اتحاد اور ہمدردی و محبت تھی وہ فوت ہو جائے گا۔ اس لیے شریعت نے کفائت کا عرف پر مدار رکھا ہے۔

خود احادیث میں وارد ہے

"الناس معادن کمعادن الذهب والفضة والعرف اساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیهقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابی عباسؓ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یوں ہی آدمیوں کی نسلیں ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔

حدیث میں ہے

"تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیهم (وفی لفظ) فان النساء یلدن اشباہ اکفاهن واخواتهن رواہ ابن ماجة و الحاکم والبیهقی وابن عدی وابن عساکر کلهم عن ام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المومنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نطفہ کے لیے اچھی جگہ تلاش کرو کفو میں نکاح کرو اور کفو سے بیاہ کراؤ کہ عورتیں اپنے ہی کنبہ کے مشابہ جنتی ہیں۔ایک اور جگہ ارشاد فرمایا"تزوجوا فی الحجر الصالح فان العرق دساد رواہ ابن عدی والدار قطنی عن انس رضی اللہ عنہ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔

لہٰذا ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ کفو ہونے کا لحاظ کس قدر ضروری ہے اور کفو میں بے شمار منافع ہیں اسی طرح غیر کفو کے نہایت زہریلے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی لیے فقہاء کرام نے غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔

درمختار مصری ص ۳۰۵ میں ہے

"ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان"۔

یہ فتوی اس وقت ہے کہ بغیر اجازت اور بغیر رضاءِ ولی عورت خود عقد کرے۔تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نکاح منعقد ہے لیکن ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہے۔اور دوسرا یہ کہ یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔اس قید پر کہ اس کے عدم جواز پر فتوی ہے۔

علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے،

وھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض بہ قبل العقد

کہ یہ فتوی اس وقت ہوگا کہ اس عورت کا ولی قبل العقد راضی نہ تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ ولی اگر اس [illegible] پر عقد سے پہلے راضی ہو یا سرے سے ولی ہے ہی نہیں تو اس نکاح کے صحیح اور نافذ ہونے [illegible] شک ہی نہیں جیسے شامی میں اسی جگہ ہے،

[illegible] لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجہ

عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الاولیاء اما المراة رضیت باسقاط حقها (فتح)

بہر حال اگر اس عورت کا ولی ہے ہی نہیں تو یہ نکاح اتفاقاً مطلقاً صحیح اور نافذ ہوگا کہ اس روایت کے مطابق عدم جواز کی وجہ اولیاء سے (عار) کا ضرر دفع کرنا ہے باقی رہا عورت کا حال تو وہ اپنا حق ساقط کرنے پہ راضی ہے۔

سوم: عام لوگ غیر کفو کے معنی صرف غیر قوم جانتے ہیں اگر چہ وہ علم، تقویٰ، نسب، مال، شرافت و جاہت میں اپنا ہمسر ہی ہو۔ اس طرح کفو کے معنی صرف ہم قوم سمجھتے ہیں اسی بنا پر یہ لوگ اپنے ہم قوم فاسق کو صالحہ یا بنت صالح کا کفو جانتے ہیں اور اپنے ہم قوم ایسے غریب کو جو مہر معجّل اور نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو مالدار عورت کا کفو قرار دیتے ہیں اور اپنے ہم قوم جاہل کو عالم کا کفو ٹھہراتے ہیں اور سب سے بڑی لاعلمی یہ ہے کہ اپنے ہم قوم بد مذہب جیسے گستاخ وہابی، دیوبندی سنّی رافضی، قادیانی کو صحیح العقیدہ کا کفو سمجھتے ہیں لہٰذا کفو کے یہ معنی محض عوام نے ہی بنا رکھے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں کفو کے یہ معنی نہیں، کفو شرعی کے یہ معنی ہیں کہ مذہب، نسب، کسب، پیشہ اور مال میں کوئی ایسی کمی یا نقص نہ ہو جو عورت کے ولیوں کے لیے ننگ و عار کا سبب ہو۔

تنویر الابصار میں ہے

"تعتبر (الکفاءة) نسبا حریة واسلاما ودیانة ومالا وحرفة"

جس کے مذہب، نسب، تقویٰ، پیشہ اور مال امانت، دیانت میں کوئی ایسا نقص و کمی ہو جس کے سبب سے اس عورت کا اس سے نکاح ہونا اس کے ولیوں کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ تو شریعت کی رو سے سنی صحیح العقیدہ مذہب والے کا کفو نہیں، اچھے پیشے والا ذلیل پیشے والے کا کفو نہیں، فاسق متقیہ کا کفو نہیں، ایسا غریب جو مہر معجّل اور نفقہ پر قادر نہیں وہ مالدار کا کفو نہیں۔ اب چاہے یہ تمام ہم قوم ہی کیوں نہ ہوں تو شریعت نے کفائت کے لیے ان باتوں کا اعتبار کیا ہے اور اسی معنی پر احکام مرتب فرمائے ہیں۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

درمختار ص ۳۲۸ میں ہے

"تعتبر (الکفائة) فی العرب و العجم دیانة ای تقویٰ فلیس فاسق کفو الصالحة"۔

تو اب جہاں کفو کا لفظ آتا ہے اس سے یہ شرعی معنی ہم پلہ مراد ہوتے ہیں نہ عرفی معنی جو عوام سمجھتے ہیں۔

چہارم: کفائت کا اعتبار کفو میں صرف مرد کی جانب میں ہے نہ کہ عورت کی جانب میں، چنانچہ مرد بالغ کم درجہ کی کسی قوم کی مسلمہ عورت سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہے کہ عورت کی جانب میں کفائت معتبر نہیں۔

درمختار ص ۳۲۵ میں ہے

"الکفائت معتبرة فی ابتداء النکاح للزومه اولصحته من جانبه ای الرجل لان الشریفة تابی ان تکون فراشا للدنی ولذالا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظه دنائة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح"۔

اور اگر لڑکا، لڑکی نابالغ ہوں اور باپ دادا کے سوا کوئی اور ولی ناکح ہو تو دونوں جانبوں میں کفو کا اعتبار ہے،

ردالمحتار ص ۳۲۵ میں ہے

"غیر الاب والجد لو زوج الصغیرة او الصغیر غیر کفو لا یصح ومقتضاه ان الکفاءة للزوج معتبرة ایضا وقد منا ان هذا فی الزوج الصغیر"۔

بلکہ وہ باپ دادا جنہوں نے اس سے قبل کسی اور لڑکی کا کبھی اپنی ولایت سے بغیر کفو میں نکاح کر دیا ہے وہ اگر پھر غیر کفو میں دوسری کا بھی نکاح کریں تو ان کا کیا ہوا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا۔

فتاوی خیریہ جلد اص ۲۳ میں ہے

"ولو زوج طفله غير كفوء او بغبن فاحش ولم يجز ذلك لغير الاب والجد اطلق فى الاب والجد وقيده الشارحون وغيرهم بان لا يكون الاب معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذلك مجانة او فسقا فالعقد باطل على الصحيح"۔

تو جب کفو کہا جاتا ہے تو اس سے مراد مرد ہوگا نہ عورت اور دونوں مراد ہونگے جب نابالغ ہوں۔

ان امور کے سمجھنے کے بعد سوال کا جواب خود ہی حل ہوگیا کہ ہر پہلو پر دلائل کافی قائم کر دیئے گئے ہیں۔ اب ان کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ لہٰذا جب پٹھان قوم کفو کے ان شرعی معنی کو (دوم ،سوم میں گزرے) ملحوظ رکھتی ہے اور بالغہ اور نابالغوں کے لیے اس کفو کو منتخب کرتی ہے جو شرعاً بھی کفو ہے تو حرج نہیں یہی حکم شرعی بھی ہے۔ جو اس قانون کی مخالفت کرے گا تو گویا وہ حکم شرعی کی مخالفت کرتا ہے۔ اور کسی کی مخالفت کیوجہ سے حکم شرعی کی پابندی نہیں چھوڑی جاسکتی کہ حکم شریعت کی پابندی ہر مسلم پر فرض ہے۔

﴿۱۸٤﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بھتیجی نے ہماری برادری کے ایک فاسق لڑکے سے والدین کی رضا مندی کے بغیر نکاح کیا ہے اب یہ پوچھنا ہے کہ فتاوی شامی کتاب الکفو اور بحر الرائق میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر باپ صالح ہو تو اس صورت میں والدین کی رضا مندی کے بغیر نکاح نافذ ہی نہیں ہوگا، وضاحت فرمادیں۔ سائل مولوی احمد دین گولڑوی

الجواب: واضح رہے کہ اگر عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اسکے جواز اور عدم جواز یعنی ایسے نکاح کے انعقاد اور عدم انعقاد کے بارے میں آئمہ احناف سے

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دو قسم کی روایات منقول ہیں۔

۱۔ احناف کی ظاہر الروایۃ کے مطابق اس صورت میں (چونکہ دونوں عاقل و بالغ ہیں اور بنیادی طور پر شرعی تقاضون کو پورا کرتے ہوئے نکاح کیا ہے) نکاح منعقد ہو جائے گا۔ البتہ ولی کو اعتراض کا حق ہوگا اور وہ چاہے تو عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کرا سکتا ہے۔

۲۔ احناف کا غیر ظاہر الروایۃ قول یہ ہے کہ ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔ اس پر احکام نکاح لاگو نہ ہوں گے اور نہ ان نکاح کرنے والوں میں سے کسی پر حقوق عائد ہوں گے ان دونوں کو اپنی مرضی سے دوسری جگہ رشتہ کرنے کی اجازت ہوگی متاخرین فقہاء میں سے اکثر نے غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا ہے جب کہ بعض دوسرے فقہاء نے ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا ہے۔ احناف سے دونوں قسم کے فتاوی منقول ہیں۔

اس مسئلہ پر اختلاف علت کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت اور ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت اور ہے۔

ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی کی علت یہ ہے کہ دونوں عاقل و بالغ ہیں دوسرے یہ کہ ان کو بحیثیت انسان اپنے مال اور اپنی ذات میں ولایت کا اختیار حاصل ہے اور انہوں نے انعقاد نکاح کی بنیادی شرائط (ایجاب وقبول) کو گواہوں کے سامنے استعمال کیا ہے، لہٰذا نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ عورت نے شرعی اور عرفی لحاظ سے دو بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

۱۔ اس نے نکاح کے لیے ایسا طریقہ استعمال کیا ہے یعنی ولی کے توسط اور سرپرستی میں نکاح نہیں کیا جو کہ غیر مہذبانہ اور غیر معروف طریقہ ہے۔

۲۔ دوسری غلطی یہ کہ غیر کفو میں اس نے نکاح کیا ہے جس سے خاندانی رو سے ولی کی بے عزتی اور بے حرمتی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس تلافی کے واسطے ولی کو حق ہوگا کہ اس نکاح کے بارہ

میں سوچے اور غور کرے۔

اگر وہ غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چونکہ یہ نکاح غیر شرعی طریقہ سے ہوا ہے اور اس میں ایک گونہ ہماری بے عزتی بھی ہوئی ہے اس لیے یہ نکاح نہیں ہونا چاہئے تو ولی بذریعہ عدالت لڑکے کے غیر کفو ہونے کو دو گواہوں سے ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔

جن حضرات نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دیا ہے ان کو نصوص اور روایات سے عاقلہ و بالغہ عورت کو نکاح کا اختیار معلوم ہوتا ہے، انہوں نے ان سب نصوص و روایات کو تسلیم کرتے ہوئے زمانے کے بعض حالات کی بناء پر سد اللباب عدم انعقاد نکاح کا فتوی دیا ہے اور وہ حالات یہ ہیں کہ بہت سے ولی ایسے ہیں جو عدالت اور اس کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں لہٰذا اگر فسخ نکاح کے معاملہ کو ضروری قرار دیا جائے تو اس سے بہت بڑی دشواری اور پریشانی ہوگی۔ فیصلہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ حالات متغیرہ کی بناء پر وہ عدم انعقاد نکاح پر فتوی دیتے ہیں تاکہ عورتوں کی جانب سے غیر کفو میں نکاح کا سلسلہ ختم ہو جائے ان دونوں روایات پر مشائخ احناف کے فتاوی موجود ہیں۔

فتاوی قاضی خان میں ہے،

اذا زوجت المرأۃ نفسها غیر کفو کان للا ولیاء من العصبۃ حق الفسخ ولا یکون الفسخ لعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانه مجتهد فیه و کل واحد من الخصمین یتمسك بنوع دلیل و بقول عالم فال بنوع الخصومۃ الا ینفصل من له ولایۃ علیها کالفسخ بخیار البلوغ و الرد بالعیب بعد القبض۔ (فتاوی قاضی خان ج۱ ص ۳۵۱)

فتاوی عالمگیری میں ہے،

ثم المرأۃ اذا زوجت نفسها من غیر کفو صح النکاح فی

ظاهر الرواية عن ابی حنيفة وهو قول ابی یوسف آخر و قول محمد آخر ايضا حتى ان قبل التفريق يثبت فيه حكم الطلاق و الظهار و الايلاء و التوارث و غير ذلك ولكن للاولياء حق الاعتراض وروى الحسن عن ابی حنيفة ان النكاح لا ينعقد و به اخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله كذا فی المحيط و المختار فی زماننا للفتوی روایته الحسن و قال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسی رواية الحسن اقرب الى الاحتياط كذا فی فتاوی قاضی خان فی فصل شرائط النكاح وفی البزازية ذكر برهان الائمة ان الفتوی فی جواز النكاح بكرا كانت او ثيبا علی قول الامام اعظم، وهذا اذا كان لها ولی فان لم يكن صح النكاح اتفاقا كذا فی النهر الفائق ولا يكون التفريق بذلك الا عند القاضی اما بدون فسخ القاضی فلا ينفسخ النكاح بينهما و تكون هذه فرقة بغير طلاق (فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۲۹۲)

مگر جن حالات میں مشائخ نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دیا ہے وہ موجودہ زمانے سے مختلف تھے، اب تو عدالت کے طریقہ کار سے نہ صرف لڑکی کے اولیاء واقف ہیں بلکہ خود لڑکیاں عدالت میں جا کر نکاح کر لیتی ہیں، لہٰذا غیر کفو میں نکاح ہونے کی صورت میں اولیاء اگر اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو انہیں بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، بلکہ نہایت آسانی سے لڑکے کے غیر کفو ہونے کو ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں، اس لیے فتوی ظاہر الروایۃ کے مطابق دیا جاتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان تمام حضرات سے ظاہر الروایۃ کے مطابق فتاوی منقول ہیں جو ان حضرات کے فتاوی جات میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں جو کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دینے کو راجح قرار دیتی ہے۔ مثلاً عاقلہ و بالغہ عورت نے جو نکاح بلا اجازت ولی کیا ہے اور وہ اپنے اختیار اور ولایت شرعیہ سے کیا ہے اس کو اپنے ذاتی امور میں معاملات وتصرفات کا بحیثیت ایک انسان شرعی حق حاصل ہے۔

۲۔ احناف کے متون اربعہ میں اسی ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا گیا ہے باقی یہ رہا کہ فسخ نکاح کے لیے عدالت جانا ولی کے لیے ایک مستقل ضرر ہے تو نکاح کو باطل قرار دینے میں اس سے زیادہ ضرر ہے مثلاً غیر کفو میں جو عاقلہ و بالغہ عورتیں بدوں اجازت ولی نکاح کرتی ہیں اکثر و بیشتر ان کے اپنے شوہروں سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اگر نکاح کو باطل قرار دیا جائے تو اس کے نتیجے میں ان کے تعلقات کو ناجائز اور زنا کہنا پڑے گا جب کہ اس میں زیادہ ضرر ہے اسی وجہ سے صاحب بدائع نے جلد۲ ص ۲۴۹ میں لکھا ہے، فی انفاذ النکاح وان کان ضرر اللاولیاء وفی عدم الانفاذ اکبر ضرراً۔

کن امور میں کفو اور برابری کو دیکھا جائے گا تو جاننا چاہیے کہ شریعت میں جس طرح کفو برابر میں حسب ونسب کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح دیانت میں بھی کفو کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دیندار عورت کا کفو دیندار مرد ہے، فاسق و فاجر آدمی کفو نہیں ہے غرض یہ کہ عورت اور اس کے خاندان میں جس قدر دیانت اور دینداری ہوگی مرد اور اس کے خاندان میں بھی اس قدر دینداری کو دیکھا جائے گا تا کہ دونوں میں ہم آہنگی اور جب دیندار ہوگی تو وہ ہر عمل دین کی بنیاد پر کرنا چاہے گی، شوہر اگر دیندار نہ ہو فاسق و فاجر ہو تو وہ ہر

عمل میں لاپرواہی کا مظاہر کرے گا جس سے اختلاف پیدا ہونا ظاہر ہے، اس لیے شریعت نے کہا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ نکاح سے پہلے مرد کی دینداری کو دیکھا جائے گا۔

اعلم انہ قال فی البحر وقع لی تردد فیما اذا کانت صالحۃ دون ابیھا او کان ابوھا صالحاً دونھا ھل یکون الفاسق کفوالھا اولا فظاھرھا کلام الشارحین ان العبرۃ لصالح ابیھا وحدھا فانھم قالوا لا یکون الفاسق کفوٗ البنت الصالحین واعتبر فی الجمع صلاحھا، فقال فلا یکون الفاسق کفواء للصالحۃ وفی الخانیہ لا یکون الفاسق کفوٗ اللصالحۃ بنت الصالحین فاعتبر صلاح الکل ولم ارہ صریحا۔ (فتاوی شامی، کتاب النکاح باب الکفائۃ جلد ۳ ص ۸۹)

فی الہندیۃ کتاب النکاح جلد ۱ ص ۲۹۰ الکفاء تعتبر فی اشیاء (ومنھا الدیانۃ) تعتبر الکفاءۃ فی الدیانۃ وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف کذا فی الھندیۃ فلا یکون الفاسق کفوٗ للصالحۃ کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق اولم یکن کذا فی المحیط۔

پھر کفائت فی الدیانۃ میں زیادہ تر دین ونقصان دین کا بھی شرع نے اعتبار کیا ہے، عورت اگر قدیم زمانے سے مسلمان ہے تو نومسلم مرد اس کا کفو نہیں، عورت اگر ولی سے اجازت لیئے بغیر نومسلم سے نکاح کرتی ہے تو غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ نکاح نافذ نہ ہوگا، جب کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح ہو جائے گا مگر ولی کو یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کسی فاسق و فاجر شخص نے کسی نیک وصالحہ لڑکی سے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ ولی کو بذریعہ عدالت یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔ (از حضرت علامہ مفتی شیخ الحدیث منظور احمد جنڈانوالہ)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿باب کشف الغبار
فی مسالۃ سوء الاختیار﴾

اس باب کی تائید کرنے والے معزز علماء کرام میں
حضرت علامہ مفتی فضل رسول سرگودھا، حضرت علامہ مفتی سرفراز ڈیرہ اسماعیل خان،
حضرت علامہ مفتی مشتاق احمد گولڑوی، حضرت علامہ مفتی شوکت علی سیالوی، علامہ مفتی حسین علی چشتی
اور حضرت علامہ مفتی صاجزادہ محمد عبدالمالک شامل ہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۵﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ ہماری برادری میں دو سال قبل تین قتل ہوئے، چند معززین علاقہ نے اس شرط پر صلح کی کہ قاتل مقتول کے ورثاء کو بارہ لاکھ روپے کے علاوہ تین رشتے بھی دیں گے بوقت صلح نکاح کی رسم ادا کی جائے گی۔ مذکورہ شرائط کی بناء پر صغیرہ بچیوں کے نکاح چالیس سالہ، پینتالیس سالہ اور اسی سالہ معمر اشخاص کے ساتھ کر دیئے گئے۔ اب بچیاں جوان عاقل بالغ ہیں ہر ایک نے بوقت بلوغت والدین کے کیئے ہوئے نکاح رد کیئے اور عدالت سے تنسیخ نکاح بھی ہو چکی ہے، کیونکہ ابھی تک قاتل و مقتول فریقین کے درمیان ناراضگی موجود ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر باپ دادا لالچ، جان بچانے کے علاوہ سفہ، ذاتی غرض اور عدم النظر ظاہر ہو یا عیوب واضح ہوں تو کیا از روئے شرع نکاح منعقد ہو گا یا نہیں۔

(۲) ایک لڑکا لڑکی اغوا کر کے لے گیا اب دونوں کے والدین کے درمیان سخت دشمنی ہو گئی، حتی کہ نوبت قتل تک آ پہنچی، کئی بار فائرنگ ہوئی، ناظم یونین کونسل اور دو کونسلروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ لڑکے کی بہن جو کہ صرف دو سال کی ہے کا نکاح مغویہ کے بھائی سے کر دیا جائے تو معاملہ درست ہو سکتا ہے بوجہ خوف قتل و دشمنی والد نے بچی کا نکاح پڑھ دیا اب بچی نے بالغ ہوتے ہی والد کا نکاح مسترد کر دیا ہے اور چار گواہ بھی بنا لیے، جب کہ دونوں خاندانوں کے درمیان حالات اب بھی سخت کشیدہ ہیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ اگر شادی ہو گئی تو لڑکی کی زندگی کو خطرہ ہو گا، نیز ہر وقت طنز و مذاق اڑایا جائے گا، گھر میں کوئی عزت نہ ہو گی یہ بھی ممکن ہے کہ شادی کے بعد طلاق یا معمولی جھگڑا کر کے لمبی مدت کے لیے والدین کے گھر بیٹھا دیا جائے۔ ہمارے علاقے میں ونی شدہ عورتوں کیساتھ عموماً برا برتاؤ ہوتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص جوا کھیلتے ہوئے ہار جاتا، دوسرے جواریوں سے رقم قرض لیتا ہے اور وہ بھی اسی جوا میں ہار جاتا ہے۔ وہ شخص قرض کی واپسی کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا تو وہ اس رقم کے بدلے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح ان قرض خواہوں سے کر دیتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) ہمارے معاشرہ میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ باپ کسی غیر عورت سے برائی کرتے ہوئے پکڑا گیا، عورت کے ورثا کو اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح پڑھ دیا، ظاہر ہے کہ یہ کام صرف اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کیا جس میں لالچ، بے غیرتی، عدم النظر جیسے عیوب عیاں ہیں

(۵) اگر کوئی شخص کسی ہیرونچی سے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح کردے یا نشہ کرنے والا شخص نشہ کے لالچ میں بطورِ ولی صغیرہ کا نکاح کردے۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو والد ظلم کر کے اپنی صغیرہ بچی کا نکاح دشمنی کے خوف، یا لالچ زر، زمین کیوجہ سے کردے، یا نشہ اور پنچائت کے فیصلہ پر ایسا نکاح کردے کیا ازروئے شرع شریف نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ سائل: محمد ظریف خان ولد رستم خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ بے غیرتی، لالچ اور سفہ وغیرہ جیسے عیوب جس میں پائے جائیں وہ بالعموم معروف ہی ہوتا ہے اس لیے بعض فقہاء نے اسے معروف بسوء الاختیار سے تعبیر کر دیا ہے ورنہ درحقیقت ان عیوب کا تحقق وتیقن کافی ہے۔ عام فقہائے کرام رحمہم اللہ سوء الاختیار کے ساتھ شہرت کی قید نہیں لگاتے۔ بطلان نکاح کی علت عدم النظر کا تیقن ہے جس کے لیے سوء الاختیار کا محض تحقیق اور تیقن کافی ہے پھر شہرت کی قید چہ معنی دارد؟

معروف بسوء الاختیار کو اس میں منحصر کرنا کہ باپ پہلے بھی کوئی ایسا عقد کر چکا ہو یہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ علامہ خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ ص ۲۳ میں اس مسئلہ کی تشریح حسب ذیل الفاظ میں کی ہے، اس میں دوسرے ائمہ فقہاء کے اقوال واضحہ بھی موجود ہیں "(سئل) فی الاب اذا علم منه سوء الاختیار و عدم النظر فی العواقب اذا زوج ابنته القابلة للتخلق بالخیر والشر بغیر کفء هل یصح ام لا؟ (اجاب) قال ابن فرشته فی شرح المجمع لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفهه او لطمعه لا یجوز عقده اتفاقاً و مثله فی الدرر والغرر وقال فی

البحر فی شرح قول الکنز ولو زوج طفله غیر کف ء او بغبن فاحش صح ولم یجز ذلك لغیر الاب والجد اطلق فی الاب والجد وقیده الشارحون وغیرهم بان لا یکون الاب معروفاً بسوء الاختیار حتی لو کان معروفاً بذلك مجانة وفسقا فالعقد باطل علی الصحیح قال فی فتح القدیر ومن زوج ابنته الصغیرة القابلة للتخلق بالخیر والشر ممن یعلم انه شریر او فاسق فهو ظاهر سوء اختیار ولان ترك النظر ههنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور ارادة مصلحة تفوق ذلك نظرا الی شفقة الابوة ثم قال وقد وقع فی اکثر الفتاوی فی هذه المسالته ان النکاح باطل فظاهره انه لم ینعقد، وفی الظهیریة یفرق بینهما ولم یقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فی الذخیرة فی قولهم فالنکاح باطل ای یبطل انتهی کلام البحر والمسالته شهیرة"۔

عبارت مذکورہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جب کسی باپ دادا کے متعلق نابالغہ کے نکاح میں ترک شفقت اور مسامحت یقینی ہو جائے تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہوگا، خصوصاً فتح القدیر کے حوالہ سے یہ جو لکھا گیا ہے "لان ترك النظر ههنا مقطوع به" اس میں یہ کوئی قید نہیں کہ پہلی مرتبہ ایسا کیا ہو یا دوسری مرتبہ، فقط ترک شفقت کا قطعی بلا اشتباہ ہونا کافی قرار دیا ہے۔

جیسا کہ فتاوی خیریہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے اس نکاح کو باطل کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کے ذریعہ فسخ سے باطل ہوسکتا ہے۔

حیلۂ ناجزہ ص ۱۳۴ میں معروف بسوء الاختیار کی توضیح بالفاظ ذیل فرماتے ہیں،

یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا، پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بے تدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو

سے کردے، یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔

عبارت مذکورہ میں مطلقاً کسی واقعہ سے بدتدبیری میں معروف ہونا لکھا گیا ہے، اس سے قبل خاص طور پر تزویج ہی میں سوء الاختیار کے وجود کو شرط نہیں ٹھہرایا گیا۔

امداد الفتاوٰی جلد۲ ص ۲۲۷ میں عنوان " تفصیل ذن سنیئہ " کے تحت فرماتے ہیں،

" غیر کفو مرد سے نکاح کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا ہے تو نکاح صحیح ہی نہ ہوگا اور اگر باپ یا دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کی، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوگا، اور اگر منکوحہ بالغ ہے تو اگر اس نے خود اپنا نکاح کرلیا ہے اور ولی عصبہ راضی نہ تھا تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایسے ولی نے کردیا اور وہ منکوحہ راضی نہیں، یعنی زبان سے انکار کردیا تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا۔ یہ صورتیں تو عدم نکاح کی ہیں۔

۔ ردالمحتار جلد۲ ص ۳۳۰ میں ہے، " وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً و کذا لو کان سکران "۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۳۴۵ میں ہے

" وفی کفائۃ الشامیۃ تحت (قولہ لا خیار لا حد) کان الظاہر ان یقال لا یصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران "۔

بحر الرائق جلد۳ ص ۱۳۵ میں ہے

" وقال ابن نجیم وقیدہ الشارحون وغیرہم بان لا یکون معروفا بسوء الاختیار حتی لو کان معروفا بذلک مجانۃ وفسقاً فالعقد

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باطل علی الصحیح"۔

فتح القدیر جلد۳ ص ۴۲۵ میں ہے

"وقال ابن الھمام قالوا لو کان الاب معروفا بسوء الاختیار مجانۃ وفسقا کان العقد باطلاً"۔

فتاوی ھندیہ جلد۴ ص ۱۱۶ میں ہے

"وفی البزازیۃ قالوا اذا زوج السکران بنتہ ونقص عن مھر المثل لا یصح اجماعاً"۔

فتاوی عالمگیری جلد۱ ص ۲۹۴ میں ہے

"وفی الھندیۃ والخلاف فیما اذا لم یعرف سوء اختیار الاب مجانۃ او فسقا اما اذا عرف ذلک منہ فالنکاح باطل اجماعاً"۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۳۳۰ میں ہے

"وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ مجانۃ وفسقا) وفی شرح المجمع حتیٰ لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفھہ او لطمعہ لا یجوز عقدہ اجماعاً"۔

ان عبارات میں امور ذیل قابل توجہ ہیں،

(۱) "باطل" مطلق ہے جس کی کسی نے کوئی تاویل نہیں کی

(۲) "لا یصح" اور "لا یجوز" عدم انعقاد میں صریح ہے۔

(۳) ماجن وسکران سے تشبیہ دی گئی ہے اور ان کی تزویج غیر کفو میں بالاتفاق منعقد ہی نہیں ہوتی۔

(۴) "تزویج غیر سیئی الاختیار بغیر الکفو" میں امام صاحب "لا یصح اجماعاً" "لا یصح اتفاقاً" اور "باطل اجماعاً" فرمارہے ہیں، صاحبین کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

فقہ کی مشہور کتاب بوادالنوادر جلد اول ص ۹۶ میں اسی طرح لکھا گیا ہے کہ اگر نابالغ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کی تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ولی کی طرف سے ترک نظر قطعی ہو مشہور بسوء الاختیار ہونے کے لئے کافی ہے نکاح نافذ نہیں ہوگا، اگر ولی خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اپنی دختر صغیرہ کا نکاح غیر مناسب جگہ کر دے اس کے ساتھ سوء الاختیار بوجہ طمع زر، زمین، زن ہو تو اس صورت میں اذیت رسانی دختر خود کی وجہ سے شفقت کا فقدان یقینی ہے۔

لہٰذا نکاح ناجائز و باطل ہوگا۔ لہٰذا غیر موزوں جگہ پہ کیا گیا نکاح ابتداء نافذ نہیں ہوتا۔

﴿۱۸۶﴾

فقیہ العصر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا **محمد حسین شوق** پپلانوی ر۲۰۰۱ء (۱۴۲۱ھ)

ساکن میانوالی

﴿جاری شدہ تیس سال کا قدیم فتوی﴾

آپ اپنے مشہور رسالہ " البیان الواضح للمریب الفاضح " میں فرماتے ہیں

اس مسئلہ میں علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ عدلیہ کا مسلمان حاکم قاضی شرع کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا جن مسائل میں قضا شرط ہے مثلاً خیار بلوغ عنین۔ مفقود۔ متعنت وغیرہ میں وہ اس حاکم کے فیصلہ کو نافذ صحیح اور قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اہلسنت کے علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ بندہ ناچیز کی حقیر رائے یہ ہے کہ عدالت اور قانون کے فیصلہ کو بغور دیکھنا چاہیے اگر وہ فقہی وجوہات تنسیخ کے بالکل خلاف نہ ہو اور اس میں کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی موجود نہ ہو تو اسے صحیح تسلیم کر لینا وقت کی بڑی ضرورت ہے۔

مثلاً: (۱) کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح جو باپ یا دادا نے بالکل غیر نظری طور پر پڑھایا ہو اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں اس معصومہ مظلومہ کے مفاد کو بالکل نظر انداز کر دیا ہو اس میں صراحتہً شفقت پدری مفقود ہو تو صرف شفقت مظنونہ کو معتبر نہیں سمجھنا چاہیے جس طرح صاحبین نے تصریح فرمائی ہے اور اس تنسیخ کو جائز سمجھنا چاہیے کما سیاتی۔

یا پہلی عورت کو تین چار سال سے معلق کر رکھا ہو اور اس کی اولاد کو بھی اس کے حوالہ کر رکھا ہو نہ نان نہ نفقہ نہ پرسش احوال دوسری شادی رچا کر عیش و عشرت میں مگن ہو پہلی بیوی اور اس کی اولاد کو اس کے میکے والوں کے حوالے کر رکھا ہو حتی کہ عید کے دن بھی اپنی نابالغہ بچی کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہ پھیرا ہو۔

لیکن اس بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ عداوت پوری کرنے کے لیے پالے۔

(۲) گھر بیٹھ کر اس نابالغہ کا نکاح اس گھر میں کر دیا جن کے ساتھ اس کی والدہ اور اس کے متعلقین کی کھلی عداوت ہو۔

(۳) ستمگار روزگار کے سامنے تنہا چھوڑ کر کہیں اور غائب ہو گیا ہو۔

(۴) علاقہ میں معلوم مقام پر رہنے کے باوجود ان کی ضرورت زندگی کے سامان مہیا کرنے سے انکار کر دیا ہو باوجود صاحب حیثیت ہونے کے نان و نفقہ سے انکاری ہو۔

(۵) باپ نے اس معصومہ کو اپنی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا ہو مثلاً نقد دام لے کر فروخت کر دیا ہو۔

(۶) اس کے بیٹے یا بھائی نے اغواء کا ارتکاب کیا اور دشمنوں سے ان کی گردن خلاص کرانے کے لیے بیٹی کو قربان کر دیا میں نے ایسے ظالم لوگوں کو کئی بار کہتے سنا ہے کہ ہم نے دینی تو ہے نہیں اب تو کام نکالیں یا قتل کے مقدمہ سے بچنے کے لیے دشمنوں کو دو تین لڑکیوں کا نکاح کر دیا۔

(۷) خود بوڑھا ہونے کی وجہ سے دوسری یا تیسری شادی کرنے کے شوق میں اس معصومہ کو غیر موزوں افراد یا غیر کفو میں یا دیدہ و دانستہ بدمعاش اور فاسق شخص کے پلے باندھ دیا ہو میرے سامنے ایک واقعہ پیش ہوا ہے جس میں ایک شخص جوا کھیلتے ہوئے پانچ سات سو روپیہ ہار گیا

دوسرے جواری نے کہا اسی وقت رقم دو یا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دو چنانچہ اس ظالم باپ نے اسی جگہ اس کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔

لہٰذا ایسی صورتوں میں خواہ مقابلے کا نکاح بھی کیوں نہ ہو جب کہ مطلقاً اس معصومہ کے مفاد کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہو ایسی مظلوم لڑکی کو خیار بلوغ استعمال کرنے اور عدالتی قانونی سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ آئندہ واقعات و معروضات میں فقہی حوالہ جات سے صراحتہً واضح ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ شریف نے باب الاولیا و لاکفاً میں ص ۲۸۵ پر چودہ جگہ پر شوافع کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے

"ولنا ان القرابته داعیته الی النظر کما فی الاب والجد وما فیه من القصور اظهرناه فی سلب الولایته الالزام بخلاف التصرف فی المال لانه یتکرر فلا یمکن التدارك الخل فلا یفید الا ولایته ومع القصور لا یخبث ولا یته الالزام ادوك"۔

ترجمہ: ہماری دلیل یہ ہے کہ قرابت قریبہ سے جیسے باپ دادا کو حاصل ہے باعث اور سبب ہے۔ شفقت اور رعایت کا یعنی لازمی طور پر ان لوگوں نے نابالغہ کے ساتھ شفقت اور خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر ہی یہ رشتہ منظور کیا ہوگا جو ان حالات میں قرابت قریبہ کا مقصود اصلی ہے۔ اگر اس میں قصور ظاہر ہو جائے تو ہم ان سے بھی الزام ولدیت سلب کر لیں گے۔ اور بالغ ہونے پر لڑکی کو عدم رضا کا اظہار کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن حضرات شوافع نے جو دلیل دی ہے کہ جب نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کے مال کو باپ دادا فروخت کرنے کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ بہر حال مال تو ان کی زندگی اور جان سے کم تر درجہ کی چیز ہے۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں مال کے واقعات اکثر اوقات مکرر آتے ہیں۔ اور نکاح زندگی میں پہلی بار کیا جا رہا ہے مال تب ہی فروخت کیا جا سکتا ہے جب فروخت کرنے والے کو مکمل ولایت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ملزمہ حاصل ہو اور ایسی صورت میں نقصان کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے اور نکاح میں اگر قصور رہ جائے یعنی باپ اور دادا نے شفقت اور رعایت سے کام نہ لیا ہو تو یہاں بھی وہ ملزم اور نافذ نہ ہوگا۔ اس لڑکی کو بوقت بلوغ لا ارضی کہنے کا حق ہوگا، یعنی میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں آگے لکھتے ہیں" ولان ما ذکرنہ من تحقق الحاجتہ وو فودا الشفقتہ " یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ باپ دادا کو لڑکی کے ساتھ کمال شفقت کے باعث اس صغیرہ کے نکاح کرنے کا بحالت نابالغی اس لیے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کامل الرای و وافرا الشفقتہ ہیں اسی طرح صاحب ہدایہ نے اسی باب میں چودہ دفعہ اسی دلیل کو دہرایا ہے اور صاحب فتح القدیر محقق ابن ہمام نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ جیسا کہ آگے ہم ان کی عبارت ذکر کریں گے جس کا لب لباب صرف یہی ہے کہ باپ اور دادا کی ولایت نظری ہے اور شفقت کی بنا پر ہے۔ اگر ترک نظر قطعی اور یقینی ہو تو بعض صورتوں میں اصل سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور بعض صورتوں میں لڑکی کو بوقت بلوغ انکار و فسخ کا حق ہوگا۔

قبلہ والد صاحب حضرت مولانا علامہ غلام محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسے ظالم باپ کا یہ کہنا کہ خبر نہیں "جیئے گی یا مرے گی" اس وقت ہماری گردن تو قید و بند سے آزاد ہوتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ نص ہے۔ اس کی مجانت، بے پرواہی اور غفلت پر ہے فی شرح المجمع" حتی لو عرف من الاب سئو الاختیار لسفہ او طمعہ لا یجون عقدہ اجماعا"

یعنی شرح مجمع میں ہے جب سے اختیار کا غلط استعمال متحقق اور ثابت ہو جائے اس کے ذاتی مفاد طبعی لالچ اور جبلی کمینگی کی وجہ سے تو وہ نکاح بالاجماع ناجائز ہوگا۔

اس پر فتح القدیر جلد ثانی ص ۴۲۵ میں ارشاد فرماتے ہیں

" حیث قال والجواب لا تلازم بین ثبوت سؤالاختیار و تیقنہ و بین کونہ معروفا بہ فلا یلزم بطلانہ عند تحقق سؤالاختیار مع انہ لم یتحقق للناس کون الاب العاقد معروفا بمثلہ و ہذا خلاصتہ

کلام الشامی فانظر تفصیلہ "۔

یعنی یہ سب بلند و بالا فقہاء و محققین نے علے الاعلان فرما دیا ہے کہ باپ دادا کے غلط رویوں کے ثبوت اور یقینی ہونے کے بعد اس کے ساتھ معروف ہونے میں کوئی تلازم نہیں ہے اگر اس فعل سے سوا ختیار متحقق ہوتا ہو تو اس کے ساتھ معروف ہونا باطل نہ ہوگا اگر چہ عوام الناس میں وہ پہلے ایسے کاموں کے لے مشہور و معروف نہ بھی ہو مطلب یہ ہے کہ جب سوٗ اختیار واضح اور متحقق ہے تو وہ اس کے ساتھ معروف سمجھا جائے گا جن بعض فقہاء نے یہ سمجھا ہے کہ ایسا شخص اگر پہلی لڑکی کا غلط نکاح کرتا ہے تو اس سے دوسری لڑکی کے نکاح کا اختیار سلب ہو جائیگا۔ سبحان اللہ گویا پہلی خدا کی مخلوق نہیں ہے جو اس کے ستم کا جان بوجھ کر نشانہ بن کر جہنم واصل ہو چکی اور شریعت محمدیہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ ہی نہیں لیا۔

اس لیے حضرت قبلہ والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس خدشہ کا اظہار مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی ہند مہتمم مدرسہ امینیہ کے سامنے بذریعہ ڈاک کیا تو قبلہ مفتی صاحب نے جواب دیا،

صورت مسئولہ میں سوٗ اختیار اور اذیت رسانی اپنی دختر کو کہ خلاف شفقت پدری سے ظاہر اور متعین کیا ۔لہٰذا اس صورت میں نکاح نا جائز و باطل ہے۔ فقہاء کی یہ شرط کہ قبل از نکاح معروف بسوٗ اختیار ہو اذیت رسانی کے متعین ہونے کے لیے ہے۔ بغیر اس شرط کے اذیت رسانی متیقن نہیں ہوتی اور صورت مذکورہ میں شفقت پدری کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔

پھر والد صاحب نے دوسرا خط لکھا کہ آپ صاحب فتح القدیر کی طرح کہتے ہیں کہ نکاح صورت مذکورہ میں اصل سے منعقد ہی نہیں ہوتا اور نوازل صاحب الہدایۃ اور قنیہ و ذخیرہ، قاضی خان وغیرھم کہتے ہیں کہ یہ نکاح موقوف ہے۔ انکار بعد الکبر پر ہے۔ جسے علامہ شامی نے باطل بمعنی سیبطل لکھا ہے۔ "وھل ھذا الاتعارض وتناقض"۔

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے لکھا، ایسی صورت میں کہ جس میں ترک نظر قطعی اور یقینی ہو تو صاحب فتح القدیر شیخ ابن ہمام نکاح کے عدم انعقاد کے قائل ہیں اور جس صورت میں ترک

نظر قطعی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ نکاح کے غیر نافذ ہونے کے قائل ہیں جس کو علامہ شامی باطل بمعنی سیبطل لکھتے ہیں "ناقلا عن النوازل" یہی معنے ہیں۔ غیر نافذ کے تو نوازل اور صاحب فتح القدیر میں کوئی تعارض نہ رہا۔ صاحب فتح القدیر ص ۴۳۵ پر لکھتے ہیں "من زوج بنته الصغیرۃ القابلة للتخلق بالخیر والشر ممن یعلم انه شریر او فاسق ظهر سؤ اختیارہ لان ترك النظر ههنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور ارادۃ مصلحة تفوق ذلك نظرا الیٰ شفقة الابوۃ"۔

یعنی جو شخص نابالغہ لڑکی کو جو ابھی اچھائی اور برائی کی عادات سے مبرا ہے لیکن اس میں ان دونوں چیزوں کا موجود ہو جانا ممکن ہے ایسے شخص سے وابستہ کر دیتا ہے جو علے الاعلان بدکار فاسق اور شریر ہے۔ تو باپ کا سؤ اختیار ظاہر ہو جائے گا کیونکہ یہاں اس کی غفلت بے پرواہی اور لڑکی کی رعایت نہ کرنا بالکل قطعی ہے۔ لہٰذا یہاں اس کی شفقت پدری جس کا گمان ہو سکتا تھا ہرگز معارض نہ ہو گی اور یہ تصور کہ اس نے اس میں لڑکی کی مصلحت دیکھی ہو گی جو اس ظاہری ظلم کے مقابلہ میں زیادہ درجہ رکھتی ہو آگے لکھتے ہیں" وهو بنا فی ما قرر ان الاب اذا عرف بسؤ الاختیار لا ینفذ تزویجه من غیر الکفوا"۔ یعنی صرف کسی مخفی بھلائی کا تصور کر لینا اور اس نکاح کو جائز کہنا اس کے منافی ہے۔ جس میں یہ بات ثابت اور مقرر ہو چکی ہے کہ جب باپ ظاہری صورت میں سؤ اختیار کا مرتکب ہو چکا ہو تو اس کی تزویج ہرگز نافذ نہ ہو گی۔ یعنی وہ نکاح صحیح نہ ہو گا۔

اس سے آگے قبلہ والد صاحب اپنی تحریر میں رقمطراز ہیں کہ میں مفتی صاحب کے اس فتاوی کو بالکل صحیح اور حق بجانب سمجھتا ہوں۔ اس سے اغواء اور قتل اور دیگر مظالم اگر رک نہیں سکتے تو کم ضرور ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے "وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او ذی حرفته دنیة لظهور سوء اختیارہ فلا تعارضه الشفقته المظنونت"۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اگر ظاہر ہو کہ باپ خود شرابی اور فاسق تھا اس نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی شریر اور بدکار آدمی یا بھوکے اور تنگدست آدمی سے کر دیا یا ایسے آدمی سے کر دیا جو کسی معمولی غیر معزز پیشے سے مشغول تھا تو اس لڑکی کا نکاح باطل ہو گا۔ کیونکہ اس حرکت سے ہی اس کا سوءِ اختیار یعنی غافل و بے پرواہ ہونا واضح ہو گیا ہے۔ تو اسکی موہومہ شفقت اس کے معارض نہ ہوگی۔

میں نے اس فیصلہ میں لکھا تھا کہ اب ماجن جس کا فسق معروف ہو اور اپنے نابالغ لڑکے کا یا نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی طمع یا لالچ کے ماتحت کر دیا ہو اور اس نے لڑکی یا لڑکے کا مفاد مدنظر نہ رکھا ہو تو وہ نکاح ہرگز منعقد نہ ہو گا۔

علامہ ابن عابدین شامی بحر الرائق کے حاشیہ ص ۱۳۵/۲۷۰ میں لکھتے ہیں

"فی شرح المجمع لابن الملك حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفهه او طمعه لا یجوز عقده اتفاقاً"۔

یعنی اگر باپ کی غفلت و بے پرواہی محقق ہو کسی نالائقی یا لالچ کے باعث تو وہ نکاح بالاتفاق نہ ہوگا باپ اس غلط کاری اور فسق میں معروف ہو تو یہ نکاح باطل ہو گا اور یہی بات صحیح ہے۔ هکذا فی الفتح والدر المختار جلد ۲ ص ۵، فتاوی ھندیہ جلد ا ص ۲۸۵ میں ہے اور بدائع الصنائع میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے۔

صاحب فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۲۵ میں ہے

"لو کان الاب معروفاً بسوء الاختیار مجانته وفسقاً کان العقد باطلاً علیٰ قول ابی حنیفة علی الصحیح"۔

یعنی باپ ایسے کرتوتوں کے لیے مشہور ہے یا اسنے یہ نکاح کسی ذاتی مفاد یا غلط کاری کی وجہ سے کیا ہے تو امام اعظم کے نزدیک بھی یہ نکاح باطل ہوگا اور یہ بات صحیح ہے۔

وجیز الکردی ص ۱۱۶ میں ہے

"زوج بنته الصغيرة من رجل ظنه مصلحا لا يشرب فاذا هو امع من فقالت بعد الكبر لا ارضى بالنكاح فالنكاح باطل بالا تفاق هكذا فی البحر ص ۱۲٤"۔

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے آدمی سے کر دیا جو اسکے خیال میں نہایت شریف نظر آتا تھا، اور دراصل وہ شخص پکا شرابی تھا تو اگر لڑکی نے بڑی ہو کر کہہ دیا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں تو وہ نکاح باطل ہو جائے گا۔

ہشام کہتا ہے کہ میں نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دے تو انہوں نے فرمایا "ان کبیرة و رضیت به جاز وان صغیرة" یعنی اگر وہ بڑی ہے اور اس بات پر راضی ہے تو ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ ہشام کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ امام ثانی نے اسے جائز رکھا ہے تو آپ نے مجھ سے یہ بات قبول نہیں کی یعنی امام ثالث نے اس اختلاف کو تسلیم نہیں کیا۔

﴿۱۸۷﴾ **فتوی شرعی**: میں عرصہ پانچ سال سے تنگی کی زندگی بسر کر رہی ہوں میرے خاوند نے دوسری شادی کر لی ہے وہ نہ مجھے خرچہ دیتا ہے اور نہ میرے بچوں کی تعلیم و تربیت کے اخراجات برداشت کرتا ہے، میری حالت یہ ہے کہ اب میں مانگنے پر مجبور ہوں بعض اوقات خود کشی کا ارادہ کرتی ہوں اور مجھے طلاق بھی نہیں دیتا۔ از روئے شرع شریف میں کیا کروں کوئی حل نکال دیں۔

سائلہ: نسرین بی بی ساکن چھدرو میانوالی

الجواب: نسرین بی بی کے لئے شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ آپ کسی طرح خاوند کو خلع پر راضی کریں اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو اور آپ کو خرچہ بھی نہ دے تو آپ عدالت کی طرف رجوع کریں۔ مسلم جج واقعہ کی چھان بین کرے گا اور گواہی میں آپ کی سچائی ثابت ہو گی تو جج صاحب آپ کے شوہر کو حکم دے گا کہ بیوی کے اخراجات برداشت کرو یا طلاق دے دو۔ ورنہ میں نکاح فسخ

کر دونگا۔ اگر شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو بلا انتظار مدت فوراً ہی نکاح فسخ کا آرڈر کر دے گا اس سے طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ فیصلہ کے بعد عدت کے اندر اگر آپ کا شوہر جملہ اخراجات برداشت کرنے پر راضی ہو گیا تو اسے رجوع کا حق حاصل ہو گا اگر تجدید نکاح کر لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ ھکذا فی الحیلۃ الناجزۃ صفحہ ۵۹

«۱۸۸» فتوی شرعی : (حضرت علامہ مفتی محمد سرفراز قادری ڈیرہ اسماعیل خان کا تحقیقی فتوی) کہ ایک عورت مسماۃ تاجو بی بی کے ساتھ اس کے خاوند عزیز کی ناچاقی اور اختلافات شروع ہوئے جو اس حد تک بڑھ گئے کہ میاں اپنی بیوی کو بسانے پر، نان ونفقہ دینے پر کسی صورت راضی نہیں ہوتا۔ مصالحت سے صاف انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ خرچہ دیتا ہے نہ بسانے کا دم بھرتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے بلکہ جب اس کے پاس بیوی کی طرف سے شہر کے چند معتبر اشخاص کو بھیج کر اسے منانے اور صلح صفائی کا کہا گیا تو اسکے گھر والوں (ہمشیرہ) نے کہا کہ ہم اسے ذلیل کریں گے اور جس طرح اسکے دانت سفید ہیں اس کا سر سفید کریں گے

بالترتیب چار شخص اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ عزیز نے اپنی بیوی کو معلقہ کر دیا تھا۔ ان حالات سے تنگ آ کر تاجو بی بی نے عدالت کا رخ کیا اور وہاں پر حقوق نہ ملنے کے باعث تنسیخ نکاح کی ڈگری دائر کی۔ اس کے پاس عدالت کی ڈگری میں لکھا ہوا ہے کہ مدعیٰ علیہ (عزیز) نے نہ تو حق مہر ادا کیا ہے اور نہ ہی اس نے صلح کی کوشش کی ہے بلکہ اسے اپنے پاس رکھنے سے صاف انکاری ہو گیا ایسے ہی اس نے خرچہ خوراک بھی ادا نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ازدواجی حقوق ادا کرنے کے لیے راضی نہیں ہے، ڈگری میں مزید یہ درج ہے کہ مدعی علیہ کے رویے اور دستیاب شہادتیں اس حقیقت پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالتی ہیں کہ فریقین اکٹھے نہیں رہ سکتے کیونکہ لگاتار دو سال تک نہ اسے اور نہ ہی اس کی بیٹی کو خرچہ دیا جس کا خود اس نے عدالت میں اقرار بھی کیا ہے تو

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا مجبوریوں کے تحت کیا یہ عدالتی تنسیخ قابل قبول ہے اور اسے دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

سائل مولوی غلام حسن صاحب ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب : سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۲۹ ملاحظہ ہو۔ الطلاق مرتان (الایۃ)

ترجمہ: یہ طلاق ۲ بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو روکنا ہو تو خرچہ اور نان نفقہ دینا ہوگا اور چھوڑنا ہو تو وہ بھی نکوئی کیساتھ ایسے ہی سورۃ طلاق کی۔ آیت نمبر ۲ کا خلاصہ ہے نیز سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۱ میں مزید فرمایا گیا، ولا تمسکو من ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسہ (ترجمہ) اور انہیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ نیز سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۸ میں فرمایا گیا ہے (ترجمہ) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو اس پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔ پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ عورت کو معلقہ (لٹکتی) نہیں چھوڑنا چاہے کہ نہ تو آزادی دے اور نہ ہی نان و نفقہ دے پھر سورۃ نساء آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا گیا کہ اگر تم کو (اے حکام) میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں میل کردیگا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حالات خطرناک صورت اختیار کرلیں تو دونوں اپنی اپنی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کرلیں جو شکایات سننے کے بعد تصفیہ کردیں یا دونوں کے خاندان ثالث مقرر کریں۔ (اگرچہ تفسیر خزائن العرفان میں یہاں یہ بھی ہے کہ پنچوں کو زوجین میں تفریق کردینے کا اختیار نہیں) اور تفسیر ضیاء القرآن جلد ۱ ص ۳۴۳ میں یہاں ہے کہ اگر معاملہ عدالت تک پہنچ گیا ہو تو پھر حاکم کو چاہیے کہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جلد بازی سے ان میں تفریق نہ کر دے بلکہ حکم کے ذریعے ان کی مصالحت کی بھرپور کوشش کرے واضح رہے کہ اس آیت سے قبل والی آیت میں کہ جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو تو پہلے ان کو نصیحت کرو (اس سے کام نہ بنے تو بستر الگ کرلو (اس سے بھی کام نہ نکلے) تو ان کو مارو اور اگر ان تین میں سے کسی سے بھی کام نہ بنے تب طلاق ہے جو کہ آخری مرحلہ ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا عدالت کی تنسیخ قابل قبول ہے یا کہ نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارے علمائے کرام نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ تو اہل علم پر روز روشن کی طرح واضح ہے مگر یہاں یہ بات بہت ہی قابل ذکر ہے کہ دور حاضر کے ستمگار جو اپنی بیویوں کو معلقہ بنا دیتے ہیں نہ نان نفقہ دیتے ہیں نہ بساتے ہیں اور نہ ہی اس کو طلاق دیتے ہیں بلکہ رسم جاہلیت کو ادا کرتے ہیں اپنی ضد اور ہٹ دھری سے صرف شیطان کو خوش کرتے ہیں ایسے مظلوموں کے بارے میں موجودہ زمانہ کے محقق اور مفتی حضرات فرماتے ہیں کہ کسی راہ کو اختیار کیا جائے تو گلو خلاصی ہو جائیگی اس بارے میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے بعض لوگ تو افراط سے کام لیکر عدالتی فیصلے کو خلع کا نام دے کر مطلقا اسے جائز ٹھراتے ہیں (حالانکہ اگر حقیقۃ خلع کیا جائے تو عدالتی فیصلے کے جواز میں کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ ہوگی) خاص کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفریق جائز ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ جب شوہر نامرد ہو تو بالاتفاق ان میں تفریق کر دی جاتی ہے جب کہ نفقہ نہ دینے کا ضرر مباشرت نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے تو اس میں تفریق کر دی جاتی ہے تو اس میں بطریق اولیٰ تفریق ہونی چاہیے (کیونکہ شوہر کے جماع نہ کرنے پر تو صبر ہو سکتا ہے لیکن بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا) ملاحظہ ہو ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۳۹، نیز المہذب مع شرح المہذب جلد ۱۸ ص ص ۲۶۷ ایسے ہی الشرح الکبیر علی ھامش الدسوقی جلد ۲ ص ۵۱۹ پر ہے تفصیل کے لیے تبیان جلد ۲ ص ۶۶۳ دیکھ لیں۔

غیر مقلدوں کی تفسیر جو کہ شاہ فہد کی طرف سے حاجیوں میں مفت تقسیم کی جاتی ہے اس

میں سورۃ نساء کی آیت ۳۵ کے تحت ص ۲۲۱ درج ہے حکمین کو تفریق بین الزوجین یعنی طلاق کا اختیار ہے یا نہیں۔ جواباً لکھتے ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض اسکو حاکم مجاز کے حکم کے یا زوجین کے توکیل بالفرقۃ (جدائی کے لیے وکیل بنانا) کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اور جمہور علماء اس کے بغیر اس اختیار کے قائل ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر طبری، فتح القدیر، ابن کثیر) بنوری ٹاون کے مفتی عبدالاسلام چاٹگامی جواہر الفتاوٰی جلد۳ ص ۳۲۳ پر لکھتے ہیں ہاں شوہر کا ظلم وزیادتی اگر عدالت میں شرعی گواہوں سے ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضا مند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔ اسی طرح مفتی رشید احمد کراچی نے احسن الفتاوٰی ص ۴۱۱ ج ۵ پر لکھا ہے کہ اس صورت میں عدالت کا فیصلہ نافذ العمل ہے ملاحظہ ہو تبیاں ص ۶۷۹ ج ۲

فتاوٰی نعیمیہ جلد سوم ص ۱۹۲، ۲۸۲ پر کچہری کے جج کو وکیل بالطلاق مان کر اس کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے اگر چہ یہ اختیار یا تو حبس یا ضرب کے ڈر سے تسلیم کیا ہو اس پر بحر الرائق اور فتاوٰی عالمگیری حوالوں سے تائید بھی پیش کی ہے پھر فقہی مقالات جلد دوم ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۵۷ پر مفتی محمد تقی عثمانی نے عدالت کے جج کی طلاق کو جائز اور واقع قرار دیا ہے، خاص کر خاوند پاگل ہو یا نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو یا نامرد ہو یا لاپتہ ہو یا متعنت ہو یا غائب غیر مفقود ہو تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ کریں۔

فتاوی امجدیہ ص ۸۳ ج ۲ پر محشی علامہ مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں، عورت کو اگر دعویٰ کرنا ہے تو نان ونفقہ کا دعویٰ کرے اس صورت میں شوہر طلاق دینے پر مجبور ہوگا اور اگر کوئی شریر ایسا ہو کہ پھر بھی طلاق نہ دے اور نہ نان ونفقہ دے تو بحالت مجبوری وہ علماء بلاد کے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں درخواست کرے اور یہ عالم نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔اب ہمارے علماء کرام نے بھی امام شافعیؒ کے اس مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے جب کہ اسی ہی کتاب کے مفتی محشی نے ص ۲۹ جلد۲ کے حاشیہ پر درج کیا ہے، اعلم علماء بلادسنی صحیح العقیدہ مرجع فتاوی ہے اس خصوص میں حاکم اسلام کے قائمقام ہے تفریق کی ضرورت مند عورتوں کولازم ہے کہ وہ اپنے شہر کے اعلم علماء کرام کے حضور درخواست کرے اور وہ جو احکام دیں اسکی پابندی کرے بغیر قضاء قاضی تفریق نہ ہوسکے گی۔

فتاوی رضویہ قدیم جلد ہفتم ص ۳۲۸ پر ہے غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لیے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرعی ہے فی جامع الفصولین بعد ما مرعنه اولاً واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامته الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیابتراضی المسلمین الخ ونحوه فیما مرمعه من الکتاب اور اگر ایسا نہ ہوتو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہ ہواور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی ذی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں۔

یتیمان ولی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حیث الحکم بھی واجب فی الحدیقته الندیه شرح الطریقه المحمدیه وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایته فالامور مؤلکلة الی العلماء ویلزم الامته

الرجوع الیھم و یصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علیٰ واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم وقال السموری وھذا من حیث انعقاد الولایۃ الخاصۃ فلا ینافی وجوب طاعۃ العماء مطلقا الخ رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں نہ انہیں کچھ ولایت کمالا یخفی۔

فتاوی رضویہ جلد پنجم کتاب النکاح ص ۵۴ پر ہے، وہاں (جس شہر میں نزاع پیدا ہوا) جو عالم فقیہ سنی تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اس کی طرف رجوع لازم ہے اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن وشوہر اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہہ شوہر تفریق کر دے۔ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلے خزائن العرفان کے حوالہ سے جو گزر گیا کہ پنچوں کو زوجین میں تفریق کر دینے کا اختیار نہیں اس کا مفہوم اس عبارت سے واضح ہوا چاہتا ہے کہ وہ تب ہے کہ ثبوت نہ ہو یا ثبوت ہو تو بمواجھہ شوہر نہ ہوا اور اگر یہ دونوں ہوں تو تفریق کا اختیار رکھتے ہیں جیسے کہ اس عبارت مذکورہ بالا سے صاف واضح ہو رہا ہے۔) فان الحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد ولا قود ولا دیتہ علیٰ عاقلتہ کما نصوا علیہ اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رامپور وغیرہ اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اس شہر والوں سے خاص کر دیا (سیدنا امام ابو حنیفہؓ کے مذہب پر حکم کے لیے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وہ بلحاظ قاعدہ شرعیہ تفریق کر سکتا ہے اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے اب اس قاضی میں صرف اتنی شرط ہو گی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اس کی قضاء کو خاص نہ کر دیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جیسے کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے وذالك لما عرف ان القضا يتخصص بكل ما خصص بد المقلد كما فی الاشباه والد ر وغيرهما واذا لم يخصص باحد البلاد لم يشترط ان يكون المتداعيان من اهل البلد كما فی ردالمحتار وغيره۔

اب مسئلہ دائرہ کا جواب کہ، جواب کا لب لباب یہ رہا کہ غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے مسلک کے مطابق تو تاجو بی بی مذکورہ بالا دلائل وحوالہ جات کی روشنی میں بالکل مطلقہ ہو چکی ہے کیونکہ سوال سے ظاہر کہ خاوند کا ظلم وزیادتی معتبرین شہر کی گواہی سے اور پھر عدالت کے بیانات سے واضح ہے کہ اسے شرعی طریقہ پر آباد کرنے سے صاف انکاری تھا نہ ہی طلاق دیتا تھا اور نہ ہی خلع پر رضامند تو ان مجبوریوں کے بعد جب عدالت نے گواہوں کی گواہی سے تنسیخ کا فیصلہ کیا تو بقول مفتی بنوری ٹاؤن گویا عدالت نے اختیار فسخ نکاح رکھتے ہوئے اس کا صحیح استعمال کر دیا ہے اور احسن الفتاوی والے نے اس کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔علمائے اہلسنت وجماعت تو ان کے موقف کی تفصیلات چونکہ متعدد حوالہ جات سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں لہٰذا تاجو بی بی یا اس کا ولی وارث شہر کے سب سے بڑے سنی عالم دین سے عدالت کے فیصلے کی توثیق کے لیے کوئی فتوی یا پروانہ حاصل کرے یا پھر پنچوں کی کاروائی کرے یا جو بھی صورت ہو (مگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے ہو نہ کہ ان کے علاوہ کوئی صورت ہو) تو اس طرح تاجو بی بی کا مسئلہ علماء اہلسنت کے نزدیک بھی بے غبار ہو جائے گا اور کسی شخص کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے گا فقط هذا ما عندی والعلم عند الله وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا و مولانا محمد وآله واصحابه اجمعين ۔ امين يا رب العالمين۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۸۹﴾ **فتویٰ شرعی**: کہ قتل یا زنا یا اغواء کے کیس میں ایک شخص دوسرے فریق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ میں دوسرا فریق رشتے کا مطالبہ کرتا ہے تو آیا یہ شخص اپنی چھوٹی بچی دوسرے فریق کے چھوٹے بچے کو نکاح میں دینے کا مجاز ہے یا کہ نہیں جب کہ اس سے قبل اس شخص نے کسی اور بچی کا نکاح اس طور پر نہیں کیا ہے تو ایسا نکاح اگر پڑھا گیا ہے تو منعقد ہوگا یا کہ نہیں کئی علمائے کرام اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں آپ کی تحقیق اس بارے میں کیا ہے تفصیل سے آگاہی بخش کر ممنون فرمائیں۔ سائل قاری محمد عرفان علی میانوالی۔

الجواب: یہ مسئلہ سوء اختیار کہلاتا ہے جس کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مگر اسکے سمجھنے کے لیے یہاں صرف تین ہی صورتیں درکار ہیں

۱۔ پہلی وہ جو نہایت آسان واضح اور عام کتب فقہ میں موجود ہے جو یہ ہے کہ اگر باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اصلاً اس راہ سے اختیار فسخ نہیں ہوتا اگر چہ کفائت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح کو باپ دادا نے پڑھایا، یا شوہر نے مقدار مہر معین کر کے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ دادا (ولی اقرب) کو خبر ہوئی تو با وصف علم عدم کفائت وغبن فاحش اسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ نکاح باپ دادا کا بذات خود ہی کیا ہوا ٹھہر گیا اور صغیرہ کو اصلاً اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکے ہوں تو یہ نکاح انکا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا۔ فی الدر المختار جلد ۲ ص ۳۳ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء انکان الولی المزوج بنفسه ابا اوجد ألم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقاً وكذا لو كان سكران الخ، ایسے ہی فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ۵ حصہ ثالث کتاب

النکاح کے ص ۷۰ او غیرہ پر تصریح موجود ہے جیسے کہ اور متعدد اسفار مذہب میں بھی ہے،

۲۔ دوسری صورت جو اس سے ذرا پیچیدہ اور باریک ہے وہ یہ ہے کہ ابھی ابھی درمختار کے حوالہ سے جو عبارت گزری ہے اس میں ہے لم یعرف منھما سوء الاختیار تو اسے بظاہر یہی وھم ہوتا ہے کہ شاید ایک بار خواہ مخواہ اپنی بچی غیر کفو میں دینے سے یا مہر میں غبن فاحش کے اظہار ہی سے دوسری بار کے نکاح کے لیے سوء اختیار کا مشہور و معروف ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ خود تنویر الابصار کے ساتھ درمختار اور پھر ردالمحتار کی عبارت پر غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ پہلی بار بھی اگر وہ اپنی لاابالی اور فسق کے ساتھ کہ سرے سے یہ پہلے نکاح ہی منعقد نہ ہو سکے گا۔

اسی لیے درمختار کے الفاظ میں مجانۃً وفسقا اور شامی جلد ۲ ص ۳۳۰ میں ہے

وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفحه او لطمعه لایجوز عقده اجماعاً

اور اسی ہی نکتہ کے باعث فتاوٰی نوریہ جلد ۲ ص ۴۳۵ میں ہے کہ یہ نکاح باتفاق و اجماع باطل ہے ایسے غلط ناطے اور بے جوڑ رشتے سراسر باعث تکلیف و نقصان اور محض وبال جان عمر بھر کے لیے مرض لاعلاج اور سوہان مزاج ہوا کرتے ہیں۔

بدائع جلد ۲ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے لکھا

والا ضرار لا یدخل تحت ولایته الولی

فتح القدیر، کفایہ، بحرالرائق، فتاوٰی عالمگیری عن السراج الوھاج، تنویر، درمختار، ردالمحتار منحۃ الخالق عن النہر الفائق شرح المجمع لابن مالک کے حوالے دے خود شامی میں اسی جگہ ہے

والحاصل ان المانع ھو کون الاب مشھوراً بسوء الاختیار قبل

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

العقد الخ اور قبل العقد عام ہے کہ پہلی بار یا ثانیا ہو۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تو نشے میں ہے نہ ہی اس سے قبل غبن فاحش فی المہر یا غیر کفو میں اپنی بچی کے نکاح کرانے کا مرتکب ہوا ہے اور نہ ہی لوگوں میں اپنے فسق یا طمع زر اور لا ابالی کے ساتھ مشہور ہوا ہو تو اب اگر چہ پہلی ہی بار وہ غیر کفو میں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ بچی کا نکاح کر رہا ہے یہ یقیناً نافذ ہوگا اور بچی کو خیار بلوغ قطعاً نہ ملے گا کما بیناہ اولاً جب کہ مفتی محمد شفیع وغیرہ نے ایسی صورت میں یسرا اس کے لیے خیار البلوغ مانا ہے جیسے کہ احسن الفتاوی میں مفتی رشید احمد نے تحریر کیا ہے اور پھر جدائی کے لیے عدالت کی جانب رجوع کو بھی ضروری مانا ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

البتہ فتاوی شامی میں ہے۔ (جس سے ہماری تائید ہوتی ہے) ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الاختیار بدون الاشتهار لزم احالته المسئلته اعنی قولهم ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء ان کان الولی ابا او جداً الخ۔

بہر صورت خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ صورۃ مسئولہ کے ساتھ ہماری بیان کردہ دوسری صورت کا تعلق ہے جس میں اس برے کیس کے باعث سوء اختیار کے ساتھ قبل از نکاح یہ باپ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ نکاح گویا منعقد ہوا ہی نہیں ہے اور یہ عدم انعقاد بالاجماع والاتفاق ہے۔ کما ذکر فقط واللہ اعلم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

﴿۱۹۰﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بناء پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سائل علی جان سکنہ گلبرک لاہور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: نکاح کی وجہ سے مرد وعورت کے ایک دوسرے پر جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان میں ایک اہم ترین حق بیوی کا نفقہ ہے۔ جو تین چیزوں کو شامل ہے، خوراک پوشاک اور مکان، قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی تصریح کردی ہے، **وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (البقرہ ۲۳۳) شوہر کے ذمہ بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے معروف طریقہ پر---- **ولينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله** (الطلاق) اور اہل کشائش کو چاہیئے کہ اپنی کشائش کے مطابق خرچ کریں اور جن پر روزی تنگ ہو ان کو بھی چاہیئے کہ اللہ کی عطا کے مطابق نفقہ دیں۔ **اسكنوهن من حيث سكنتم** (الطلاق) جہاں تم خود رہو وہیں ان کو (اپنی بیویوں کو) رکھو۔

احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ **ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (صحیح مسلم) تمہارے ذمہ بھلے طریقہ پر بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے۔

حضرت ابوسفیان کی بیوی نے ان کے بخل کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اجازت دی کہ ان کے مال سے اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لیے کفایت کر جائے۔ (بخاری ومسلم عن عائشہؓ)

حضرت ماریہ قشیری نے دریافت کیا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے تو آپ ﷺ نے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا، **ت اطعمها اذا طعمت وتكسوها اذا كسبت**۔

چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا کہ اگر شوہر بالغ ہو اور بیوی ناشزہ اور نافرمان نہ ہو تو تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔ (المغنی لابن قدامہ)

اب سوال یہ ہے کہ شوہر اگر نفقہ ادا نہ کرے تو کیا حکم ہوگا، آیا بیوی کو طلاق طلب کرنے اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح نسے فسخ کرا لینے کا حق ہوگا اس کو اس پیچیدہ صورت حال سے بچانے کے لیے کوئی تدبیر کی جائے گی؟۔۔۔پھر یہاں یہ بھی جان لینا چاہے کہ نفقہ نہ ادا کرنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، نفقہ ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو، قادر ہوا اور موجود بھی ہو لیکن ادا نہ کرے یا شوہر موجود ہی نہ ہو بلکہ غائب ہو گیا ہو۔

اس مسئلہ میں عام فقہاء۔۔۔جن میں امام مالکؒ، اور شافعیؒ اور امام محمدؒ بھی شامل ہیں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے بیوی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے البتہ طریق کار اور شرطوں میں ان کے درمیان کچھ اختلاف بھی ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض اس کی وجہ سے فسخ نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔(رحمتہ الامۃ ص ۳۲۱ جلد ۱۰)

علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی نے نقل کیا ہے کہ یہی رائے اصحاب ظواہر اور صحابہ کرام میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ہے۔(سبل السلام فی شرح بلوغ المرام جلد ا ص ۲۲۳)

جمهور کی دلیلیں۔

جمہور کی دلیلیں یہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

ولا تضاروھن اورفامساك بمعروف او تسريح باحسان (عورتوں کو تکلیف میں مبتلا نہ رکھو، یا تو بھلے طریقے پر روک رکھو یا خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا جائز نہیں، جس میں نفقہ سے محروم رکھنا بھی داخل ہے اور ایسی صورت میں یا تو امساک بالمعروف کرنا چاہیے کہ اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کو رکھا جائے یا تسریح بالاحسان یعنی گلوخلاصی کر دی جائے لہٰذا جب وہ امساک بالمعروف پر قادر نہیں ہے تو تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے اور وہ اس پر آمادہ نہیں ہے تو قاضی اس کی طرف سے طلاق

دے دے گا۔

۲۔دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا اس شخص کے حق میں جو بیوی کا نفقہ ادا نہ کر سکے، فرمانُ نقل کیا ہے کہ یفرق بینھما (ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔)

۳۔ سعید بن منصور نے سعید بن میسب سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، یفرق بینھما۔۔ پھر جب ابو الزناد نے خود سعید سے دریافت کیا کہ کیا یہ سنت ہے تو فرمایا ہاں سنت ہے۔۔۔ یہ روایت گو کہ مرسل ہے مگر سعید بن میسب کی مرسل روایات تقریباً تمام ہی محدثین وفقہاء کے ہاں قابل استدلال ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۹)

حافظ ابن حزم نے اس کی یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت مراد ہے مگر یہ عرف واستعمال کے بالکل خلاف ہے سنت کا مطلق لفظ صاف بتاتا ہے کہ حضرت سفیانؒ نے اس کو آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے عہد کی سنت قرار دیا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے اس طرح نقل کیا ہے،

کتب عمر الی امراء الاجناد اعوا فلانا فلانا انقطعوا عن المدینة و رحلوا عنها اما ان یرجعوا الی نساء هم و اما ان یبعثوا بنفقتهن الیهن و اما ان یطلقوا و یبعثوا بنفقة ما مضی و بذالك یکون للمرأة حق فی محاسبة الزوج بالنفقة الماضیة فان امتنع الزوج عن الانفاق فالزوجة بالخیار ان شاءت بقیت علی نکاحها و ان شاءت طلبت التفریق۔ (

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

موسوختہ عمر بن الخطاب ص ٦٤ نفقتہ الزوجہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امراء لشکر کو لکھا کہ فلاں فلاں شخص کو کہو (جو مدینہ سے چلے گئے تھے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے) کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس واپس آئیں یا ان کا نفقہ بھیجیں اور یا طلاق دے دیں اور گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ بھی بھیجیں اور اسی لیے عورت کو اس بات کا حق ہے کہ شوہر سے گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کا حساب بھی کر لے پس اگر شوہر نفقہ ادا کرنے سے رک جائے تو بیوی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا علیحدگی کا مطالبہ کرے۔

۵۔آپ نے فرمایا، لاضرر ولاضرار (نہ نقصان اٹھاؤ نہ پہنچاؤ) یہ فقہ کا ایک عام اور بنیادی قاعدہ بھی ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ دفع ضرر کے لیے قاضی مرد کو طلاق پر مجبور کرے یا اس کی طرف سے طلاق دے۔

۶۔ اگر کوئی شخص غلام کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو احناف بھی کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ اسے فروخت کر کے اپنی ملکیت سے نکال دے۔تو بیوی کے حق میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات واجب ہوگی کہ اس کو طلاق دے کر آزاد کر دیا جائے۔

۷۔ نامردی کی وجہ سے احناف کے یہاں بھی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے حالانکہ اس کی ضرورت وقتی بھی ہے اور بھوک کے مقابلے قابل برداشت بھی۔اس کا تقاضا ہے کہ نفقہ سے محرومی کی صورت میں بدرجہ اولیٰ فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہو۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الحلالہ

﴿۱۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح حلالہ کرنا کیسا ہے اور حلالہ کی مکمل تفصیل لکھ دیں۔سائل مولانا قاری وقار حسین رضوی اسلام آباد۔

الجواب: نکاح بشرط تحلیل (یعنی حلالہ سے مشروط نکاح) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسے نکاح کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ۰ لعن رسول الله ﷺ المحلل و المحلل له۔(سنن ابن ماجه جلد ۲ ص ۹۳۷۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت فرمائی۔

انہی سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ۰ قال رسول الله ﷺ الا اخبركم بالتيس المستعار قالو: بلى يا رسول الله قال: هو المحلل لعن الله المحلل والمحلل له ۔(سنن ابن ماجه جلد ۲ ص ۹۳۷۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں مانگا ہوا بکرا بتاؤں، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حلالہ مکروہ تحریمی

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام لکھتے ہیں، مرد اگر عورت سے اس طرح نکاح کرے کہ میں تجھ سے اس لیے نکاح کرتا ہوں تاکہ میں تجھے پہلے کے لیے حلال کردوں یا یہی بات عورت بوقت نکاح کہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فھو مکروہ کراھۃ التحریم المنتھضۃ سببا للعقاب لقولہ ﷺ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (فتح القدیر ص ۳۵)

یعنی تو وہ مکروہ تحریمی ہے جو عقاب کا سبب ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

بہار شریعت میں ہے، نکاح بشرط تحلیل جس کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت آئی ہے وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول وثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے۔ (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۵۶)

حدیث شریف کا مطلب

مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف اس مقصد سے نکاح کرے کہ ایک دن بعد طلاق دے دے گا یا صرف پہلے کے لیے حلال کرنا مقصود تھا اس کا یہ فعل اور پہلا شوہر جس نے اس شرط کے ساتھ حلالہ کروایا دونوں پر لعنت ہے۔ (وقار الفتاوی جلد ۳ ص ۲۲۰)

علامہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں،

وفی الاستیجابی لو تزوجھا بنیۃ التحلیل من غیر شرط حلت للاول ولا یکرہ ولان النیتہ لیست بشئی۔ (البنایۃ جلد ۵ ص ۳۸۱)

اسیجابی میں ہے اگر مرد نے اس عورت سے بلا شرط، حلالہ کی نیت سے شادی کی تو سابق شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور یہ مکروہ بھی نہ ہوگا اور نیت کچھ چیز نہیں۔

حلالہ کے لیے ہمبستری شرط

حلالہ کے لیے صرف نکاح کافی نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ

وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

پہلی دلیل: اس آیہ کریمہ میں تنکح یعنی لفظ نکاح مذکور ہے اور یہاں نکاح بمعنی جماع ہے۔ کیونکہ فرمان ہے نکاح کرے دوسرے شوہر سے اور دوسرا شخص شوہر جبھی ہوگا کہ اس سے صحیح عقد کرے اور عقد کے معنی تو لفظ زوج کے اطلاق سے حاصل ہو گئے لہٰذا آیہ کریمہ کا مطلب یہی ہوگا کہ تین طلاقوں کے بعد وہ عورت اپنے شوہر پر حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شخص سے نکاح اور دوسرا شوہر اس سے جماع نہ کرے۔

اگر لفظ تنکح سے بھی عقد نکاح ہی مراد لیا جائے تو کلام میں صرف تاکید ہوگی کیونکہ عقد کے معنی لفظ زوج سے بھی حاصل ہو رہے ہیں حالانکہ کلام کو تاسیس پر محمول کرنا راجح ہے،

لان الافادۃ خیر من الاعادۃ (افادہ اعادہ سے بہتر ہے)

اس لیے آیہ کریمہ میں مذکور تنکح سے جماع اور زوجا سے عقد نکاح مراد ہوں گے اور معنی یہ ہوں گے تین طلاق کے بعد وہ عورت اپنے سابق شوہر کو حلال نہیں جب تک دوسرے شخص سے بعد عقد صحیح مقاربت نہ کرے۔

لہٰذا حلالہ میں زوج ثانی کا جماع کرنا شرط ہے کیونکہ قرآن نے سابق شوہر کے لیے مطلقہ ثلاثہ کے حلال ہونے کے لیے حتی تنکح زوجا غیرہ کی شرط لگائی ہے اور حضور ﷺ نے واضح اور صریح الفاظ میں نکاح کا معنی و مطلب قربت و جماع قرار دیا ہے کیونکہ جب حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی تمیمہ جسے رفاعہ نے تین طلاقیں دی تھیں پھر انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نکاح کرلیا تھا اور وہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ نکلے تو وہ اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہتی تھیں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے سابق شوہر رفاعہ قرظی سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں جب تک تم اور تمہارے شوہر وظیفہ زوجیت کی لذت نہ پالو۔

دوسری دلیل: اب بھی اگر کوئی کہے جماع کا شرط ہونا آیت کریمہ سے ثابت نہیں تو اسے کہا جائے گا کہ زوج ثانی کا مقاربت کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے جن سے زیادتی علی الکتاب (یعنی کتاب اللہ پر زیادتی) جائز ہے۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،

ان رجلاً طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق، فسئل النبی ﷺ اتحل للاول؟ قال: لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (صحیح بخاری جلد ۳ ص ٤١٣)

یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے یعنی مقاربت نہ کرلے۔

امام بخاری نے اسی باب میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ

ان امرأة رفاعة القرظی جاءت الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعبد الرحمن بن الزبیر القرظی وانما معه مثل الهدبة قال رسول اله ﷺ لعلك

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا، حتی یذوق عسیلتك و تذوقی عسیلته (صحیح البخاری جلد ۲ ص ۴۱۲)

یعنی رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور حضور ﷺ سے اس نے عرض کی کہ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی انہوں نے مجھے تین طلاق دے دیں، عدت گذرنے کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کرلیا اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کی مانند ہے (یعنی ان میں وطی کی صلاحیت نہیں ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید تو دوبارہ رفاعہ کی زوجیت میں آنا چاہتی ہے، نہیں آسکتی، یہاں تک کہ تو اس سے لطف اندوز ہو اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوں۔ یعنی دوسرا شوہر تجھ سے ہمبستری کرے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری نے یہ حدیث مختلف نو اسناد کے ساتھ صحیح مسلم جلد ۵ ص ۳، امام ابو علی محمد بن عیسیٰ ترمذی نے جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۵ اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو مختلف سندوں کے ساتھ سنن ابن ماجہ جلد ۲ س ۱۹۳۲ اور امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی نے پانچ مختلف اسناد کے ساتھ سنن نسائی جلد ۳ ص ۱۲۸ اور امام محمد ابن حسن شیبانی نے مؤطا امام محمد میں روایت کیا ہے،

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں اس باب میں حضرت ابن عمر، انس، رمیصا، غمیصا، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات بھی ہیں اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا حسن صحیح ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں یہ حدیث ائمہ ستہ نے اپنی کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور یہ حدیث روایات مختلفہ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے سوائے ابوداؤد کے امام زہری از عروۃ از عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حدیث عبارۃ النص سے جماع کے شرف ہونے پر دلالت کرتی ہے اور عبارۃ النص سے مراد ہے کہ لفظ معنی پر دلالت کرے اور کلام کو اسی معنی پر دلالت کرنے کیلئے لایا گیا ہو۔

یعنی حضور ﷺ نے اس بات کے بتانے کے لیے یہ کلام فرمایا کہ دوسرے شوہر کا محض عقد نکاح کر لینا پہلے شوہر کی خاطر حلال ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ دوسرے شوہر کے لیے شرط ہوگی کہ وہ عورت سے جماع کرے۔ حدیث شریف میں دونوں کے ایک دوسرے کے شہد چکھنے کا ذکر ہے۔ جس سے مراد جماع و مقاربت ہے۔ لہٰذا حلالہ کے لیے جماع کا شرط ہونا مشہور حدیث سے عبارۃ النص کے ذریعے ثابت ہے۔

اگر محض عقد نکاح سابق شوہر کے لیے حلال ہونا کافی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ تمیمہ بنت وہب کو رفاعہ قرظی سے نکاح کی اجازت دے دیتے اور نکاح کی اجازت شوہر ثانی کے جماع کے ساتھ مشروط نہ فرماتے۔

نوٹ: رفاعہ میں اختلاف ہے کہا گیا کہ وہ رفاعہ بنت شموال اور کہا گیا رفاعہ بنت وہب اسی طرح ان کی بیوی کے نام میں بھی اختلاف ہے پس ان کے نام میں چند اقوال ہیں سھیمہ، تمیمہ رمیصا، غمیصا۔ (ہدایہ جلد ۵ ص ۴۸۸)

اور امام ترمذی یہ بھی فرماتے ہیں، والعمل على هذا عند عامة اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم ان الرجل اذا طلق امراته ثلاثا فتزوجت زوجا غيره فطلقها قبل ان يدخل بها انها لا تحل للزوج الاول اذا لم يكن جامع الزوج الاخر۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۷)

یعنی علماء صحابہ وغیرھم کا عمل اسی پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر نے جماع نہ کیا ہو۔

امام مسلم بن حجاج قشیری فرماتے ہیں، لا تحل المطلقة ثلثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ ویطاءھا ثم یفارقھا وتنقضی عدتھا۔ (صحیح مسلم جلد ٥ ص ١٤٢١)

یعنی مطلقہ ثلاثہ، طلاق دینے والے کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس سے وطی (جماع) کرے اور وہ پھر اسے طلاق دے اور عدت گزارے ورنہ حلال نہ ہوگی۔

لہٰذا قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے شوہر اول پر حلال ہونے کے لیے شوہر ثانی کا صرف عقد نکاح کرنا کافی نہیں بلکہ بعد نکاح صحیح، جماع بھی شرط ہے۔

حلالہ کے لیے انزال شرط نہیں:

حلالہ کے لیے دخول ضروری ہے انزال ضروری نہیں۔ حدیث شریف میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور اس عورت نے عدت گذارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دی تو اس عورت نے پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہا تو اس عورت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، اتحل للاول ؟ قال: لا، حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔ یعنی کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، لا حتی یذوق عسیلتک و تذوقی عسیلتہ۔ یعنی تو اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی یہاں تک کہ وہ تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے۔ (صحیح البخاری جلد ۳ ص ۴۰۲)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انزال شرط نہ ہونے کی وجہ:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حلالہ کے لیے انزال شرط نہیں کیونکہ انزال کمال دخول یا مبالغہ فی الدخول ہے اور نص مطلق ہے اس میں کمال یا مبالغہ کی قید لگانا درست نہیں کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ شارح بخاری علامہ بدر الدین نے لکھا ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی قید بلا دلیل ثابت نہیں ہوتی اور قید (یعنی کمال کی قید) پر کوئی دلیل نہیں۔ اور دلیل تو انزال کے عدم لزوم (یعنی لازم نہ ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے لفظ عسیلۃ فرمایا جو عسیلۃ کی تصغیر ہے اور مرد کے جماع کی مٹھاس کو پہنچنے سے کنایہ اور مٹھاس دخول سے حاصل ہو جاتی ہے تو یہ دخول کی لذت انزال جو کمال لذت ہے کی تصغیر ہو گئی۔ اور لذت جماع کے ساتھ انزال سے قبل ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ انزال سے تو لذت زائل ہو جاتی ہے اور رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے انزال شرط نہیں ہے۔ (البنایہ جلد ۵ ص ۴۷۸)

حلالہ مشروط ہونے میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں کوئی فرق نہیں

عورت کی مجامعت کے بعد تین طلاقیں کسی طرح بھی دی گئی ہوں یا مجامعت سے قبل بیک لفظ تین طلاقیں دی گئی ہوں، یعنی مطلقہ ثلاثہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا دونوں کے شوہر اول سے نکاح کا جواز حلالہ شرعیہ سے مشروط ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کا جماع کرنا شرط ہے۔

امام ابن ہمام لکھتے ہیں،

لا فرق فی ذالك بین کون المطلقة مدخولا بها او غیر مدخول بها لصریح اطلاق النص۔ (فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۱)

یعنی صریح طلاق نص کی بناء پر مطلقہ ثلاثہ کے نکاح کا جواز حلالہ سے مشروط ہونے میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں کوئی فرق نہیں۔

قریب البلوغ کا حلالہ کرنا:

مراہق کی تفسیر میں محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام لکھتے ہیں، وفسر الصبی المراهق فی الجامع فقال غلام لم يبلغ ومثله يجامع وفی المنافع المراهق الدانی من البلوغ وقيل الذی تتحرك آلته ويشتهی الجماع وفی فوائد شمس الائمة آنه مقدر بعشر سنين۔ (فتح القدير جلد ٤ ص ٣٤)

یعنی مراہق بچے کے بارے میں امام محمد نے فرمایا۔ مراہق اس لڑکے کو کہتے ہیں جو بالغ نہ ہوا ہو اور اس جیسا لڑکا جماع کر سکے اور منافع میں ہے۔ مراہق قریب البلوغ کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ مراہق اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کا عضو تناسل متحرک ہوتا ہو اور جماع کی خواہش رکھتا ہو اور فوائد شمس الائمہ میں ہے کہ اس کی مقدار دس سال ہے۔

مراہق حلالہ میں بالغ کی مثل ہوتا ہے کیونکہ تحلیل میں نکاح صحیح کے ساتھ دخول شرط ہے اور وہ (دخول) اس سے پایا جاتا ہے انزال شرط نہیں کہ وہ تو کمال اور مبالغہ فی الدخول ہے۔

علامہ بدر الدین البنایہ جلد ۵ ص ۲۷۹ میں لکھتے ہیں، والشرط ان تتحرك آلته المراهق ويشتهی الجماع وانما شرط ذلك لأنه عليه السلام شرط الذوق من الطرفين۔

یعنی حلالہ میں مراہق کی شرط یہ ہے کہ اس کا عضو تناسل متحرک ہوتا ہو اور جماع کی خواہش رکھتا ہو اور یہ شرط صرف اس لیے لگائی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث عسیلہ میں طرفین کا لطف اندوز ہونا شرط کیا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا حلالہ عورتوں کے لیے سزا ہے:

عورت کو حلالہ کی سزا بھگتنے اور سابق شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے پر کس نے جبر کیا۔ نہ قرآن وسنت نے، نہ صحابہ وتابعین نے، نہ ائمہ مجتہدین وعلمائے دین نے۔ حقیقت یہ ہے کہ طلاق دے کر ایک عرصہ کی رفاقت ختم کر دینے والے شوہر سے دوبارہ رفاقت کی تمنا، خود مطلقہ عورت ہی کرتی ہے۔ کوئی اس کو مجبور نہیں کرتا۔ نہ شریعت، نہ مفتی، نہ قاضی اور عورت کی اپنے خاوند سے رفاقت کے لیے قرآن کی یہ ہدایت اس لیے ہے تاکہ آئندہ نہ عورت جلد بازی کرے طلاق لینے میں نہ مرد جلد بازی کرے طلاق دینے میں۔ طلاق دینے میں اکثر میاں بیوی دونوں کے کرتوتوں کا انجام ہے کیونکہ مرد نے ایک طلاق پر اکتفا نہیں کیا۔ اس لیے کہ تعلیم اسلامی حاصل نہ تھی یا تعلیمات اسلامی کو اہمیت نہ دی۔ یہ بھی اللہ عزوجل نے کرم فرمایا کہ ایک بار اپنے کرتوتوں سے ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے تھے اور اس نافرمانی کے ذریعہ اپنے کرتوتوں سے انجام کو پہنچنے کے بعد ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔ اگر یہ حل نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ زمانہ میں حرام کاری سے بدنام ہوتے اور کبیرہ کے مرتکب ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے حلت کی راہ بتادی اور متعین فرمادی چاہیئے تو تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے مگر انسان ظالم وجاہل ہے کہ اسلام پر کلام الٰہی پر اور ذات باری تعالیٰ پر اعتراض کرنے لگ گیا۔ حد ہو گئی کہ نعمت کو زحمت سمجھا جانے لگا۔ لہٰذا مرد عورت ایک دوسرے پر حرام ہونے کے بعد چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا کرم ہو کہ جو ایک ساتھ رہ سکیں۔ تو لاج رکھنے والے نے لاج رکھتے ہوئے یہ حکم فرمایا،

فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقره ۲۳۱)

وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

یعنی وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے ہمبستری کے بعد طلاق دے اور عدت

گزرنے کے بعداب وہ عورت اپنے سابق شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے۔

تو عورت قرآن کی اس ہدایت کو بھی اپنی مرضی چاہتی ہے اور قبول کرلیتی ہے اگر یہ قرآنی ضابطہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ظلم ہے تو عورتیں اسے کیوں اختیار کرتی ہیں۔

جیسا کہ امام مسلم بن حجاج قشیری اور امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور حضور ﷺ سے اس نے عرض کی کہ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی انہوں نے مجھے تین طلاق دے دیں، عدت گذرنے کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کر لیا اور ان کے پاس تو صرف کپڑے کی مانند ہے (یعنی ان میں وطی کی صلاحیت نہیں ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو دوبارہ رفاعہ کی زوجیت میں آنا چاہتی ہے، نہیں آسکتی، یہاں تک کہ تو اس سے لطف اندوز ہو اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوں۔ یعنی دوسرا شوہر تجھ سے ہمبستری کرے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت نبوی ﷺ میں موجود تھے اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر اپنے لیے اندر آنے کی اجازت کا انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم اس عورت کی آواز نہیں سنتے؟ یہ نبی کریم ﷺ کے حضور کس قدر آواز سے گفتگو کررہی ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۴۳۳)

﴿۱۹۲﴾ فتویٰ شرعی: کہ میرے محلّہ کے ایک آدمی نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے کر فارغ کر دیا تھا۔ بعد از عدت اس عورت کا نکاح اس آدمی کے ایک قریبی رشتہ دار سے کیا گیا۔ دخول صحیح کے بعد اس نے طلاق مغلظہ دیکر عورت کو فارغ کر دیا ہے۔ بعد از عدت پہلے شوہر سے جدید نکاح کے ساتھ رخصت کر دیا گیا ہے۔ اب کچھ محلّہ والے اور شیعہ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ آپ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔ سائل حافظ محمد منور قریشی ساکن علووالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حقیقت میں اگر طلاق اول کی عدت حیض ثلاثہ تمام ہونے کے بعد نکاح صحیح کے ساتھ دخول صحیح کر کے طلاق دی اور حیض ثلاثہ سے اس طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۱۱۱ میں ہے،

والنظم من الهندیته اذا طلقها ثلاثا ثم قالت قدا نقضت عدتی و تزوجت و دخل بی الزوج و طلقنی و انقضت عدتی و المدة تحتمل ذلك جاز للزوج ان يصدقها اذا كان فی غالب ظنه انه صادقته۔

اور ایک عورت کی ادنی مدت محتملہ من حیث الحیض عند الامام امام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساٹھ دن ہیں۔ فتاوی ہندیہ جلد۲ص ۱۱۱، درالمختار، ردالمحتار جلد۲ص ۴۹ ۷، ۷۴۷، فتح القدیر جلد۴ ص ۳۹، کفایہ جلد۴ص ۳۹، عنایہ جلد۴ص ۳۸، بحرالرائق جلد۴ص ۵۹، فتاوی سراجیہ کشوری ص ۴۷ میں ہے، والنظم من السراجیته اقرت بانقضاء عدتها بالحیض لم یصدق فی اقل من ستین یوما، تو حسب تحریر بعد از عدت نکاح ہوا ہے۔

مبسوط سرخسی جلد۲ص ۲۶ میں ہے،

قال ابی بن كعب رضی الله تعالیٰ عنه ان من الامانته ان تومن المرأة علی ما فی رحمها و اذا اخبرت بذلك و كان محتملا وجب قبول خبرها من غیر بینته و ان اتاها الزوج حلفها انتهیٰ و مثله فی العنایته جلد ٤ ص۳۸۔

بحرالرائق جلد۴ص ۵۹ میں بدائع وکافی حاکم سے اور ردالمحتار ص ۷۴۷ جلد۲ میں بحر سے ہے، مع زیادة الزین اشار به الیٰ ان عدالتها لیست شرطا و لهذا قال فی

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

البدائع وکافی الحاکم وغیرهما لا باس ان یصدقها ان کانت ثقته عنده او وقع فی قلبه صدقها۔ اور نکاح بشرط تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر مفید حلت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد۲ ص ۱۱۱، تنویر الابصار رد المحتار و در المحتار جلد۲ ص ۷۴۳، وغیرہا میں ہے،

فوالنظم من المبسوط فان شرط ان یحللها للاول فعند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ الجواب کذالك ویکره هذا الشرط۔

اور ایسے ہی جس طہر میں وطی ہوئی اس میں طلاق دی اور ایک طہر میں تین طلاقیں تمام سخت مکروہ ہیں۔ ان سے احتیاط چاہیے مگر نکاح پہلے والے شوہر سے دوبارہ طلاق کے بعد بلاشبہ صحیح ہے۔

یہی حکم رحمت کائنات ﷺ کا اور اللہ رب العزت کا،

قال الله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره وقال الرسول ﷺ لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك وتزوقی عسیلته (بخاری شریف، مسلم جلد ۲ ص ۷۹۲)

اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لیے مطلقہ دوبارہ حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۴﴾ **فتوی شرعی**: مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے بارے میں کیا احکامات ہیں۔سائل: قاری احمد علی اٹک

الجواب: مفقود الخبر سے وہ شخص مراد ہے جو اس طرح غائب ہو کہ کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، اور زندہ ہے بھی یا نہیں ہے، ابوالحسن القدوری کے الفاظ میں **فلم یعرف موضع ولا یعلم احی ھوام میت** ۔(مختصر القدوری ص ۱۵۰) شرف الدین مقدسی نے اس کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے جیسے کوئی شخص اہل وعیال کے درمیان سے گم ہو جائے نماز کو نکلے اور واپس نہ آئے۔ کسی قریبی جگہ کسی ضرورت کے لیے جائے اور پھر اس کا کوئی پتہ نہ چلے یا کسی ریگستان یا میدان جنگ کو کوچ کر جائے یا کسی کشتی میں سوار ہو جو ڈوب جائے اور یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ بھی ڈوب گیا یا بچ گیا۔(الاقناع جلد۲ ص ۱۱۳)

اس طرح جو شخص کبھی یہاں کبھی وہاں رہے کسی ایک جگہ جم کر نہ رہے اور اہل حق کا حق ادا نہ کرے وہ فقہاء کی اصطلاح میں مفقود الخبر سمجھا جائے گا۔

مفقود الخبر شخص کی بیوی

مفقود الخبر شخص کی بیوی دوسرے سے نکاح کی مجاز ہوگی یا نہیں، اس میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جب تک شوہر کی موت واقع نہ ہو وہ جائے عورت نکاح کی مجاز نہیں ابن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی رائے نقل کی ہے کہ **اذا فقد زوجھا لم تزوج حتیٰ یصل ان یموت**۔

شعبی کہتے ہیں عورت اس کے مرنے یا واپس ہونے کا انتظار کرے، **حتی یرجع او یموت** ابوقلابہ کہتے ہیں جب تک شوہر کی موت واضح نہ ہو جائے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ **حتی تبین لھا موتہ**

یہی رائے ابراہیم نخعی حماد، حکم، جابر بن زید اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ مصنف ابن شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۶ ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے اپنی تلاش وجستجو سے اس فہرست میں خاصا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ انہوں نے جن لوگوں سے یہ رائے نقل کی ہے ان میں مذکورہ فقہاء کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین میں حسن، خلاس بن عمر، ابراہیم نخعی حکم بن عتیبہ، عطا زہری مکحول عمر بن عبدالعزیز، سعید بن مسیّب، قتادہ، ابوالزناد، ربیعہ، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، عثمان بتی، سفیان ثورتی، امام اوزاعی لیث بن سعد اور داؤد ظاہر بھی ہیں، المحلیٰ جلد ۱۰ ص ۲۳۹)

یہی رائے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کی بھی ہے، (رحمۃ الامۃ ص ۲۱۲)

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینی مناسب ہوگی کہ احناف کے ہاں اتنی عمر کے بعد عورت نکاح کرسکتی ہے جس میں غالب توقع ہے کہ اب شوہر کی موت ہو چکی ہوگی یہ مدت انتظار کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں خود فقہاء احناف کی رائے میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے، شرح وقایہ میں محمد بن فضل اور محمد بن حامد سے ۹۰ سال نقل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس پر فتوی ہے امام ابوحنیفہ سے ایک قول صرف ۳۰ سال کا مروی ہے بعض حضرات نے ۲۰ اور ۷۰ سال نقل کیا ہے، ایک روایت امام صاحب اور صاحبین سے ۸۰ سال نقل کی جاتی ہے اور صاحب جامع الرموز نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسی پر فتوی ہے، وعلیہ الفتوی فی زماننا صاحبین سے ایک قول ۱۱۰ سال امام محمد سے ایک ۱۱۰ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ۱۵۰ سال کی بھی نقل کی گئی ہے، تاہم سب سے قرین قیاس یہ قول ہے کہ اس مرد کے ہم عمر لوگ جب مر جائیں تو سمجھا جائے کہ وہ بھی مر چکا ہے اور اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔ (جامع الرموز جلد ۳ ص ۱۶۵)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسری رائے یہ ہے کہ شوہر کے غائب ہونے کے بعد جب عورت مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے تو پہلے قاضی اس کے متعلق تحقیق کرے جب اس کا کوئی پتہ نہ چلے تو اب عورت کو چار سال انتظار کا حکم دے پھر چار سال کے درمیان بھی اگر شوہر نہ آئے تو اب عورت کو اجازت دی جائے کہ وہ عدت وفات (۴ ماہ ۱۰ دن گذار کر دوسرا نکاح کرلے)

علامہ ابن حزم کو اعتراض ہے کہ اوپر جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بہتوں سے ایسی روایت بھی منقول ہیں کہ چار سال کی مہلت دے کر وہ عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دیتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے قوی سند سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں سے نقل کیا ہے کہ وہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو چار سال کے انتظار اور چار ماہ دس دن کی مدت کے بعد نکاح ثانی کی مجاز گردانتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۷)

امام مالکؒ نے بھی اسی روایت کو نقل کر کے اس پر اپنے مسلک کی بنا رکھی ہے اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دی ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ جلد ۲ ص ۹۲)

یہی رائے امام احمد کی ہے۔ البتہ امام احمد کے ہاں چار سال اور چار ماہ دس دنوں کا انتظار عورت خود ہی کرلے یہ کافی ہے۔ قاضی کے پاس جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ فانها تربص اربع سنين ثم تعتد فللوفات اربعة اشهر و عشرا۔۔۔ والا يفتقرو الامر الى الحاكم بحكم بضرب المدة و عدة الوفاة۔ (الاقناع جلد ۴ ص ۱۱۳)

متاخرین احناف کا فتویٰ

چونکہ عملاً مفقود الخبر کی بیوی کو زندگی بھر نکاح سے محروم رکھنا ایک مشکل بات بھی تھی اور بہت سے فتنوں کا باعث بھی بن سکتی تھی، اس لیے بعد کو چل کر فقہاء احناف نے بھی اسے مالکیہ کی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رائے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ جامع الرموز کے مصنف مالکیہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به علیٰ ما اظن (جامع الرموز جلد ۳ ص ۱۶۵)

حضرتِ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مالکیہ کی رائے پر فتوی دیتے ہوئے احناف کی دو اور کتابوں سے اس کے حق میں عبارتیں نقل کی ہیں،

تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے،

نعم مذهب مالك و القديم من مذهب الشافعی تقديره باربع سنين لكن فی حق عرسه لا غير فتنكح بعد ما كما فی النظم فلو افتیٰ به فی موضع الضرورة ينبغی ان لا باس به علیٰ ما ظن كما فی القهستانی

ہاں امام مالک اور امام شافعی علیہم الرحمۃ کا قدیم مذہب یہ ہے کہ چار سال انتظار کرے لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے حق میں ہے پس وہ اس کے بعد نکاح کرے گی جیسا کہ نظم میں ہے اور اگر از راہ ضرورت اسی پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے قہستانی میں ایسا ہی ہے،

اور حسب المفتیین میں صفحہ ۸۰ میں ہے،

قول مالك معمول به فی هذه المسئلة وهو احد قول الشافعی ولو افتی الحنفی بذالك يجوز فتواه لان عمر قضی هكذا فی الذی استهوته الجن بالمدينة فكفی به اماماً (فتاوی مولانا عبد الحی لکھنوی بر حاشیہ خلاصتہ الفتاوی)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس مسئلہ میں امام مالک کا قول قابل عمل ہے اور یہی امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور اگر حنفی اسی کے مطابق فتوی دے دے تو اس کا فتوی جائز ہوگا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے حق میں جس کو مدینہ سے جن اٹھا کر لے گیا تھا، ایسا ہی فیصلہ کیا ہے اور وہ بحیثیت امام کافی ہیں۔ نیز مولانا لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں المنتقی شرح الملتقی کے مصنف سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا طریقہ

جب اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر فتوی ہے تو مناسب ہے کہ مالکیہ کے مسلک کی تفصیل نقل کر دی جائے

امام مالک کے ہاں مفقود کی پانچ صورتیں ہیں،

(۱) وہ جو دارالاسلام سے لاپتہ ہوا اور کسی وبائی مرض کا زمانہ نہ ہو۔

(۲) جو دارالاسلام سے کسی وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ کے درمیان مفقود ہو گیا ہے۔

(۳) اہل اسلام کی باہمی جنگ کے دوران لاپتہ ہو

(۴) جو دارالحرب سے لاپتہ ہو

(۵) جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ کے موقع سے لاپتہ ہو جائے۔ (حاشیہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی علی الشرح الصغیر جلد۲ ص ۶۹۳)

پاکستان دارالاسلام ہے مفقود کے مسئلہ میں دارالاسلام کا کافی ہے۔ اس لیئے قانونی طور پر جس طرح ایک مسلمان شہری دارالاسلام میں مامون ہوتا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی اس کا تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دار الاسلام میں عام مفقود لا پتہ شخص کا حکم یہ ہے کہ

(۱) عورت قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے۔ رفعت امرها الی السلطان

(۲) قاضی اولاً معاملہ کی تحقیق کرے۔ لوگوں سے دریافت کرے جہاں ہو وہاں سے پتہ لگائے، ینظر فیها ویکتب الیٰ موضعه الذی خرج الیه۔

(۳) جب کوئی پتہ نہ لگ سکے تو اب قاضی اس کو چار سال کی مہلت دے کہ اس میں وہ شوہر کا انتظار کرے۔ فاذا یئس منه ضرب لها فی تلك اساعة اربع سنین۔ ازخود عورت کا انتظار معتبر نہیں۔ چنانچہ مالکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ عورت ازخود بیس سال تک انتظار کے بعد بھی قاضی سے رجوع کرے تو بھی قاضی بھی اس کے لیے مدت انتظار (چار سال) متعین کرے گا۔ وان قامت عشرین سنة۔ (المدونۃ الکبریٰ جلد۲ ص ۹۲، ۹۳)

(۴) جہاں قاضی شریعت موجود نہ ہو وہاں جماعت المسلمین بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

(۵) چار سال کے انتظار کے بعد بھی اگر مرد نہ آئے تو اب عورت ازخود چار ماہ دس دنوں کی عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ دوسرے نکاح کی مجاز ہو جائے گی۔ اس عدت کے لیے قاضی کے پاس رجوع ہونا ضروری نہیں، بلکہ خود اس کا ارادہ بھی ضروری نہیں اگر نیت نہ تھی دونوں کے حساب میں غلطی ہوگی اور عدت وفات گذر گئی تو اب وہ گذر چکی۔ (الشرح الصغیر جلد۲ ص ۲۹۵)

ہمارے زمانے میں اخباری اشتہارات بھی کسی معاملہ کی تحقیق وتفحیص کے لیے ایک اہم ذریعہ ہیں اور اس کے ذریعہ بھی قاضی تحقیق کرسکتا ہے۔

مفقود الخبر شخص کی واپسی

اس بات کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی عورت کو دوسرے نکاح کی اجازت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دے دے تو وہ نکاح بھی کرلے پھر مفقود الخبر شخص واپس آجائے تو اب کیا حکم ہوگا؟ اکثر فقہاء اور اھل علم کی رائے یہ ہے کہ اب وہ عورت اسی مفقود الخبر شخص کی بیوی متصور ہوگی البتہ قاضی اسے اختیار دے گا کہ یا تو بیوی کو واپس لے لو یا تم نے جو مہر ادا کیا تھا وہ واپس لے لو، ابولیلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فیصلہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی رائے نقل کی ہے اور سہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیر کے بقول اس کے ایک اسی قسم کے مقدمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی محصوری کے ایام میں اسی طرح کا فیصلہ فرمایا پھر جب یہ لوگ اس معاملہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا، اس کے علاوہ شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۲۳۸)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی رائے ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی صحیح تر قول یہی ہے۔ (شرح وقایہ جلد ۲ ص ۳۱۳)

علامہ ابن حزم نے اسے مختلف لوگوں کی رائے نقل کی ہے ان میں ایک ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب وہ عورت بہر صورت دوسرے شوہر کی بیوی ہے پہلے شوہر کا اب اس پر کوئی حق نہیں چاہے دوسرا شوہر اس سے دخول کر چکا ہو یا ابھی نہیں کیا ہے۔ فلا سبیل للاول ولا اربعة دخله بها اولم یدخل (المحلی جلد ۱۰ ص ۱۳۸)

امام مالک کی رائے ہے کہ اگر شوہر اول شوہر ثانی کے دخول کرنے سے پہلے ہی آ گیا تو عورت اس کی طرف لوٹا دی جائے گی اور اگر دخول کر چکا ہے تو اب وہ شوہر ثانی ہی کی بیوی ہے اور شوہر اول کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ یہی رائے امام احمد کی بھی ہے اور ربیعہ کی رائے کے مطابق

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام شافعی کا بھی ایک قول مروی ہے۔ (رحمتہ الامامتہ ص ۳۱۴)

امام احمد کا استدلال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی کے پاس موجود نہ ہو اور اس کو طلاق دے دے اور غائبانہ ہی زبانی رجعت بھی کر لے بیوی کو طلاق کی اطلاع تو پہنچی لیکن رجعت کی خبر نہ ہوئی اس بنا پر عدت گذرنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر لے اور دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت بھی کر لے، اب شوہر اول اس کو لوٹانا چاہے تو اس کو اس کا حق حاصل نہ ہوگا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اور ان کا ارشاد ہے۔ فان تزوجت وادخل بها الا حر فلا سبيل لزوجها الاول اليها۔ (المرونته الكبرىٰ جلد ۲ ص ۹۳)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس پر مفقود الخبر شخص کی بیوی کے مسئلہ کو قیاس کرتا ہوں اور یہی رائے اس میں بھی رکھتا ہوں۔ ((المرونتہ الکبریٰ جلد۲ ص ۹۳)

بعض حضرات نے مفقود الخبر شوہر کی واپسی پر عورت کو اس کے حوالہ کرنے کو مردوں کے حقوق کے معاملہ میں مبالغہ قرار دیا ہے مگر جو بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابہ کرام سے ثابت ہو۔ اس کے بارے میں اس قسم کی تنقید ناشائستہ ہی کہی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے اس لیے کہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت اس بنیاد پر دی گئی تھی کہ شوہر اول مر چکا ہے۔ اب جب کہ شوہر اول مرا ہی نہیں ہے اور وہ زندہ ہے تو یہ بنیاد ہی منہدم ہوگئی۔ اس لیے اس دوسرے نکاح کو کالعدم ہو جانا چاہیے۔

غائب غیر مفقود کا حکم

ایسا شوہر جو بالکل لاپتہ نہ ہو لیکن اس کو کوئی متعین پتہ بھی نہ ہو کبھی سنا جاتا ہو کہ وہاں ہے کبھی یہاں ہے لیکن بیوی کے پاس نہ آتا ہو اور نہ نفقہ ہی ادا کرتا ہو، اس کو اصطلاح میں غائب غیر

مفقود کہتے ہیں نفقہ ادا نہ کرنے اور جنسی حق سے محروم رکھنے کی وجہ سے عورت کے مطالبہ پر قاضی یا موجودہ دور کے مسلم جج اس کا نکاح بھی فسخ کرسکتا ہے۔امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تو اگر اس کا ایک متعینہ پتہ ہو، خطوط بھی آتے ہوں لیکن نفقہ نہ دیتا ہو یا نفقہ بھی ادا کرتا ہو لیکن گھر نہ آکر قصداً عورت کو تکلیف دیتا ہو اور اس کو صنفی تقاضوں سے محروم رکھتا ہو تو بھی قاضی اس کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔

وان كانت غيبته غير منقطعة يعرف خبره ويأتي كتابه فليس لا مرأته ان تتزوج الا ان يتعذر الانفاق عليها من ماله فلها الفسخ لا بتعذر الوطاء اذا لم يقصد بغيبته الاضرار بتركه فان قصده فلها الفسخ به اذا كان سفره اكثر من اربعة اشهر۔ (الاقناع جلد ٤ ص ١١٣)

جب شوہر کی غیبت ایسی ہو کہ بالکل ہی لا پتہ نہ ہو بلکہ اس کا پتہ معلوم ہو اور خط آتا ہو تو عورت کو حق نہیں کہ دوسرا نکاح کرلے سوائے اس کے کہ شوہر کے مال میں سے اس کے اخراجات کی تکمیل دشوار ہو جائے اب اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔لیکن حق وطی سے محرومی کی بنا پر نہیں، جب کہ غیبت سے وطی چھوڑ کر عورت کو ضرر میں مبتلا کرنا مقصود نہ ہو اور اگر قصداً ایسا کر رہا ہو (یعنی وطی سے محروم کر رہا ہو) تو اگر مرد کا سفر چار ماہ سے زیادہ کا ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا۔

جب اس صورت میں فسخ نکاح کی گنجائش ہے جب کہ شوہر کا پتہ بھی ہو تو اگر اس کا پتہ ہی نہ ہو اور وہ بھاگا بھاگا رہتا ہو تو عورت کو اس کے ظلم اور اس کی طرف سے پہنچنے والے ضرر سے بچانے کے لیے فسخ نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا وجودہ دور کے مسلم جج یا مجسٹریٹ قاضی کا قائم ہو گا؟

جہاں شرعی قاضی نہ ہوں ان میں وہ احکام جج یا مجسٹریٹ وغیرہ جو کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، اگر وہ مسلمان ہوں اور وہ قانون شریعت کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ بھی شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائز ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ

لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اس کے حکم سے (شرعاً) فسخ وغیرہ نہیں ہوسکتا ہے یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں وضاحت ہے،

(نائب قاضی کے مقدمہ کی کاروائی ترتیب دینے کی حیثیت) الحیلۃ الناجزہ ص ۶۷ میں ہے،

اگر کسی خاتون وغیرہ قاضی کاروائی مرتب کرلے تو اس میں تفصیل ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے مانصہ صدرا الشہید النائب یقضی بما شھد وعند الاصل وکذا لاصل ویقضی بما شھد وعند النائب

نیز بعض جزئیات نقل کرنے کے بعد ہے،

تخالف بعضھا بعضا فالی صل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولا وسماع الدعوی والشھادۃ لا یعمل فلا تناقض (بحر الرائق ص ۱۷ جلد ۷ میں ہے)

بورڈ یا کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت

اگر کسی مقدمہ کا فیصلہ کسی کمیٹی کے سپرد کردیا جائے جیسا کہ بعض مرتبہ کسی عدالت کے ججوں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی جیوری کے سپرد ہوتا ہے یا پنچ کے سامنے پیش ہوتا ہے یا کوئی مقدمہ چند حضرات کی کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے تو اس صورت میں ان تمام ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں اس قسم کے فیصلہ سے تفریق (علیحدگی) وغیرہ ہرگز صحیح نہیں ہوگی۔

لا پتہ شخص کی بیوی کے فسخ نکاح کا کیا حکم ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کے معاملہ میں حنفیہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے نہایت قوی اور غیر معمولی احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بعض متاخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فیصلہ دے دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور منتقی سے قہستانی کا جو کہ چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں قول نقل فرمایا ہے،

لو افتیٰ به موضع الضرورة لا بأس به علیٰ ما اظن ص۱۵ جلد ۲

یعنی اگر ضرورت شدیدہ میں مذہب غیر ہم فتوی دے دیا تو میرے رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور ایک زمانہ سے حضرات مفتیان کرام اور ارباب فتوی پاکستان تقریباً سب نے ہی اسی قول پر فتوی دینا اختیار فرمایا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا لیکن جس وقت تک عورت صبر سے کام لے سکے اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازمی ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت کہ خرچ (نان ونفقہ) کا انتظام نہ ہو سکے یا گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں حرج نہیں ہے اور اس قسم کے مواقع کے لیے یہ فتوی مرتب کیا گیا ہے لیکن کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب اختیار

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں ان تمام کی رعایت کی جائے۔

قاضی کے ذمہ مفقود الخبر شخص کی تلاش کا ہے یا نہیں

قاضی پر ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفانہ کرے بلکہ خود بھی تلاس کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں آدمی بھیجا جاوے اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیج کر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جدوجہد بلیغ کرلے، مقامی اخبارات، موبائل، ٹیلیفون وغیرہ استعمال کرے۔اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرلے۔

مفقود الخبر کی بیوی کو طلاق رجعی ہو گی

اگر تفریق اس قاعدے کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کی بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گزارنے ہونگے۔اور مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر اگر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہوگی۔خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرلے یا کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔

فتاوی مہریہ ص ۲۴۳ پر پیر سید مہر علی شاہؒ لکھتے ہیں حنفیہ کے نزدیک زوجہ مفقود الخبر کی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدت نوے سال یا کم وبیش ہے مگر مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار سال معہ عدت وفات گزرنے کے بعد زوجہ مفقود الخبر کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے اور ضرورت کے وقت حضرات احناف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس پر فتوی دینا درست فرمایا ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

سخت ترین ضرورت میں زوجئہ مفقود کو ایک سال کی مدت انتظار

الحیلۃ الناجزہ ص ۲۹۰ میں ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے لیے چار سال مزید انتظار کا حکم تو اسی صورت میں متفقہ طور سے ضروری ہے جب کہ عورت اس قدر زمانہ تک صبر سے اور باعصمت زندگی گزار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو۔ یعنی عورت گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ کرلے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہوگئی ہو تو اسی صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں کمی کردی جائے کیوں کہ جب عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر و انتظار کے بعد تفریق جائز ہے۔

مدت انتظار کب سے شمار ہو گی

حاکم چار سال کی مدت جو انتظار کرنے کے لیے مقرر کرے گا وہ مدت اسی وقت سے شروع ہوگی جس وقت حاکم یا شرعی کمیٹی مفقود کی تحقیق وتفتیش کر کے پتہ چلنے سے ناامید ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اسکی تفتیش سے پہلے چاہے کتنی ہی مدت گزر چکی ہو، اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

زوجئہ مفقود کی لیے قاضی سے فیصلہ کرانا لازمی ہے

مفقود کی بیوی کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں۔ بلکہ ہر حالت میں قاضی کا فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح الحیلۃ الناجزہ ص ۲۸۵ میں بھی ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۴﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ایک عورت کا خاوند عرصہ تیس سال سے گم ہو گیا ہے، ہم نے تمام وسائل بروئے کار لائے جو تلاش کرنے میں استعمال ہوئے، مثلاً ٹیلی ویژن پر اشتہار دیا، اخبارات کے علاوہ اشتہار لوگوں کو بھی دیئے تمام رشتہ داروں سے معلومات کیں مگر اس کی تا حال کوئی خبر نہیں ہے کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے۔ اب اس عورت کے بارے میں کیا شرعی مسئلہ ہوگا۔ سائل: غلام عباس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لاضرور لاضرار فی الاسلام۔ کہ اسلام میں ضرر رسانی جائز نہیں بلکہ یہ ایک قبیح فعل ہے۔

لہٰذا جو شخص مفقود الخبر (گم ہو جائے) اور اس کی زندگی اور موت کی خبر وجود تلاش نہ ملے تو گم شدگی کی حالت یا عدم ایفائے حوائج ضروریہ نان ونفقہ وغیرہ سے جو تکلیف وضرر زوجہ مفقود الخبر کے لیے ہے، اس کی برابر اور کوئی ضرر عورت کے لیے نہیں ہے۔ اور انہیں وجوہات پر خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوجہ مفقود الخبر کی نسبت حکم جاری کر دیا کہ زوجہ مفقود الخبر چار سال تک انتظار رکھ کر پھر مزید چار ماہ دس یوم عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کر لے جس پر ایک جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور مسلک مالکہ کا فیصلہ وانحصار بھی اسی مسئلہ میں اس حکم اور اجماع صحابہ پر ہے جسے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت فرمایا گیا ہے "ان عمر بن الخطاب قال ایما امراۃ فقدت زوجھا فلم تدرابن ھوا"۔ (موطا)

اور خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان۔ ابن عمر۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتوی ہے۔

اور پھر جماعت تابعین رضی اللہ عنہم نے اپنے عصر میں اس مسئلہ کی مخالفت نہیں کی۔

لیکن ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اس مسئلہ میں مختلف ہیں مگر عورت کی مجبوری ومشکلات مد نظر رکھتے ہوئے بالا ائمہ موصوف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی عند الضرورۃ الشدیدہ یعنی بوجہ عدم ایفائے نان ونفقہ وغیرہ بخوف واقع حرام ہونے مسلک مالکیہ پر فتوی دینا درست اور جائز قرار دیا جیسا کہ

درمختار میں ہے

"لا باس بالتقلید عند الضرورۃ"۔

لیکن فقہ میں فسخ واجازت نکاح ثانی قاضی اسلام کو ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے "لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء۔ چونکہ موجودہ دورحکومت میں قاضی کا وجود معدوم ہے اور اختیارات قاضی اسلام عدالت مجاز کو ہیں لہٰذا عدالت سے فسخ ضروری ہے یا پھر بصورت معذوری جماعت عدول مسلمین کو اختیارات ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر عدالت کی چارہ جوئی میں معذوری و مجبوری و دشواری ہو تو پھر ضلع کے سب سے بڑے عالم دین اور چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کی جائے اور اس کے سامنے تمام حالات و شہادت پیش کر کے فسخ نکاح کا حکم و اجازت نکاح ثانی حاصل کرلیا جائے۔ کیونکہ پھر یہ کمیٹی حسب احکام شرعیہ حکم فسخ و اجازت نکاح ثانی دینے کی مجاز ہوگی۔

﴿۱۹۵﴾ فتوی شرعی: (حضرت علامہ مفتی کریم بخش بہل ضلع بھکر)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں، کہ ایک عورت کا خاوند عرصہ پندرہ سال سے لاپتہ ہے اور اس کی خبر زندہ یا مردہ ہونے کی نہیں، عورت کے گھر والوں نے عدالت سے فیصلہ کروایا تو عدالت نے نکاح فسخ ہونے کا حکم صادر فرمایا، کیا ہم عدالت کے حکم پر عمل کر کے عورت کا دوسرا نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں۔

سائل محمد اکبر از کرور لعل عیسن ضلع لیہ

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے۔ یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃً موت مفقود مظنون ہو اور اسکی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائیں۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی در بارے حال مفقود یہی حکم دیتے ہیں۔ مگر در بارۂ زن خلاف کرتے ہیں۔ پھر بھی ہرگز یہ انکا مذہب نہیں جو آجکل کے جہالِ بلکہ بعض مدعیانِ علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور بطور خود نکاح کر لے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے۔ عورت یہ دن گزارے اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے۔ اس کے بعد عورت عدت بیٹھے۔ پھر نکاح کر سکتی ہے۔ خود امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگر چہ بیس برس گزر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئیں گے۔ ان سے چار برس لیے جائیں گے۔ خاوند مفقود پندرہ سال والے کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے اور اس عورت کا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **والمحصنت من النساء** (القرآن) تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **امرأة المفقود امرأته حتى ياتيها البيان**۔ مفقود کی بیوی اس کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔ اس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ سنن الدار قطنی باب المہر حدیث ص ۲۵۵، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ نے فرمایا **هى امرأة ابتلاها الله تعالىٰ وليصبر حتى ياتيها البيان** یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مصیبت میں مبتلا فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کو موت حیات ظاہر ہو۔ مصنف عبد الرزاق باب التی لاتعلم مہلک زوجہا۔ یہی حنفیؒ مذہب ہے یہی مذہب امام احمدؒ، اور اسی طرح امام شافعیؒ نے رجوع فرمایا ہے، نیز وہ عورت جس کا خاوند پندرہ سال سے لاپتہ ہے اس عورت کا اس کے نکاح میں موجود ہونا یقینی ہے اور اس کی موت

میں شک ہے اور تمام اماموں کا اجماع ہے کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ باقی حنفی مسلک کی دلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی عمر مابین ساٹھ ستر سال ذکر فرمائی۔ ملخص فتاوی رضویہ جلد ۱۳ ص ۳۳۵۔

(فقیر کریم بخش خادم مدرسہ علوم شرعیہ بمقام بہل ضلع بھکر۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۸)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۶﴾ **فتوی شرعی** : قبلہ استاذیم طلاق رجعی کی تعریف اور حکم لکھ دیں۔سائل حافظ کرم حسین میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق بالصواب۔

رجعی طلاق: یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بالکل صاف صاف لفظوں میں طلاق دے دے۔اور اس کے ساتھ اور کوئی لفظ منہ سے نہ بولے جس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ فوری طور پر نکاح کو ختم کر رہا ہو۔

حکم: رجعی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت کے پورے ہونے تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے۔اور شوہر کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ عدت کے اندر جب چاہے بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔اور رجوع کا مطلب یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگا دے۔دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔لیکن اگر عدت گزر جائے۔اور اس نے اپنے قول یا فعل سے رجوع نہیں کیا تو اب دونوں میاں بیوی نہیں رہے۔عورت دوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے اور اگر ان دونوں کے درمیان مصالحت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور رجوع کے بعد اگر چہ طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن جو طلاقیں دے چکا ہے وہ چونکہ اس نے استعمال کر لیں لہذا اب اس کو صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا۔کیونکہ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا۔اگر اس نے ایک رجعی طلاق دے دی تو اب پیچھے اس کے پاس دو رہ گئیں۔اور اگر دو رجعی طلاقیں دی تھیں تو اب اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہی ہے۔اب اگر یہ شخص اپنی بیوی کو کسی وقت ایک طلاق دے دے گا تو بیوی حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۹۷﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرا بیوی سے کئی روز سے جھگڑا چل رہا تھا میں شام کے وقت آیا تو پھر جھگڑا شروع ہو گیا میں نے بحالت غصہ کہا میاں میں تجھ سے تنگ آ چکا ہوں ایک ماہ گزر گیا ہے ہر روز جھگڑا ہی جھگڑا۔ اب مجھے معاف ہی کر دو۔ پھر میں نے کہا تمہارا معاملہ تمہارے ہی ہاتھ میں ہے، میرے نکاح میں رہو یا طلاق لے لو، تو فوراً بولی میں بھی تنگ ہوں میں طلاق لیتی ہوں۔ اب پندرہ دن گزر گئے ہیں ہماری صلح ہو گئی ہے، از روئے شرع کیا حکم ہے۔

سائل وقار احمد خان دندہ شاہ بلاول

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہو گئی جیسا کہ درالمختار جلد دوم صفحہ ۶۶۱ میں ہے، **امرک بیدک فی تطلیقة او اختاری تطلیقة فاختارت نفسها طلقت رجعیة۔**

﴿۱۹۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بھائی سے میری بھابی نے جھگڑا کیا۔ وہ والدین کے گھر جانا چاہتی تھی لیکن نہ جانے دے رہے تھے۔ کیونکہ رات کو مہمان آنے تھے۔ لیکن وہ برابر ضد کر رہی تھی۔ آخر مجبوراً میرے بھائی نے کہا آج پھر طلاق ہی سمجھ، صرف ایک دفعہ کہا دو گواہوں کے اور طالق کے بیان حلفی لف ہیں۔ کیونکہ تو میرا کہنا نہیں مانتی۔ اب جب کہ دس دن گزر چکے ہیں صلح صفائی ہو گئی، از روئے شرع کیا حکم ہے،

سائل محمد مظہر اللہ خان بن حافظ جی ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد مظہر اللہ خان آپ کے بھائی کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ بھابی کو گھر لے آئیں رجوع کر لے، عدت میں رجعت درست ہے۔ بعد از عدت کے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۴ پر ہے

اذا اطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت بذلك او لم ترض۔ او اذا كان الطلاق بائنا دون الثلث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها۔

﴿۱۹۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے والد شراب کے عادی ہیں جب کہ ہم منع کرتے ہیں کل بروز منگل کو دوپہر کے وقت ہمارے والد نے شراب پی۔ ہماری والدہ صاحبہ نے کہا تجھے شرم نہیں آتی۔ تمہارے بچے بچیاں جوان ہیں اور باپ شراب پیتا ہے۔ کچھ تو شرم کرو۔ ہمارے والد کو غصہ آیا۔ شراب کی حالت میں کہا، طلاق ہے، طلاق ہے، پھر میں نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کچھ نہ بولنے دیا۔ ہم چاروں بھائی حلفاً کہتے ہیں کہ ہمارے والد نے صرف دو مرتبہ کہا، طلاق ہے، طلاق ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔ کیا ہماری والدہ پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں۔

سائلین محمد سرفراز علی، محمد قیصر علی، وغیرہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک یا دو طلاق صریح سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، بائنہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے صریح مالم يستعمل الا فيه كطلقتك وانت طالق ويقع بها واحدة رجعية وان نوى خلافها من البائن۔ باقی شراب کا نشہ تو شراب کے نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۴ میں ہے، وفی التاتارخانیہ طلاق السكران واقع اذا سكر من الخمر او النبيذ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی والدہ پر ایک طلاق واقع ہوئی آپ کے والد رجوع کر لیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

«۲۰۰» **فتوی شرعی:** کہ ہمارے محلہ میں ایک نمازی اور متقی آدمی نے کسی خاص مجبوری کی بنا پر اپنی منکوحہ کو ایک طلاق صریح دے دی ہے۔ اب وہ آیا نکاح کرے یا رجوع کرے۔ مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل حافظ محمد منیر گولڑوی موسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک طلاق، طلاق رجعی ہوتی ہے۔ اگر عدت پوری نہ ہوئی ہو تو زوج اس کو بدون نکاح کے پھر رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت پوری ہوگئی ہو تو۔ شرعی حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اذا طلاق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذالك اولم ترض۔ (هدايه شريف جلد دوم صفحه ۳۷۵)

«۲۰۱» **فتوی شرعی:** کہ میں (امیر عبداللہ خان) اور میرے دو بھائی اسٹام پیپر پر بیان حلفی لکھ کر دے رہے ہیں کہ میں نے بحالت غصہ میں بیوی کو طلب کر کے کہا میں نے تم کو طلاق دی ہے۔ ہمارے دوست مولانا محمد ہاشم سے مسئلہ دریافت کیا انہوں نے کہا ایک ماہ کے اندر رجوع کرلو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کیا انکا کہنا درست ہے،

سائل محمد اسلم قریشی دلیوالی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک ماہ کے اندر رجوع کرلو تو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا کہنا درست ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، عدت میں رجعت بلا نکاح صحیح ہے۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ میں ہے،

اذا طلاق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

یراجعها فی عدتها رضیت بذالك اولم ترض ۔ (هدایه شریف جلد دوم صفحه ۳۷۵)

﴿۲۰۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بھائی طاہر رؤف نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا باتوں باتوں میں جھگڑا شدت پکڑ گیا۔ اور سخت غصہ کی حالت میں کہا میں نے طلاق دی، دی، دی، جناب ہمیں اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ آیا طلاق ثلاثہ ہوئی یا ایک طلاق واقع ہوئی۔

سائل عبدالرؤف خان ساکن رکھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بھائی طاہر رؤف کی زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ دی، دی، دی کا تکرار تاکید طلاق سابق ہے۔

جیسا کہ ہدایہ شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ میں ہے

اذا طلاق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذالك اولم ترض ۔ (هدایه شریف جلد دوم صفحه ۳۷۵) والراجعة ان یقول راجعتك او یطاء ها او یقبلها او یلمسها بشهوة (هدایه شریف جلد دوم ص ۳۷۳)

﴿۲۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے بار ہا بیوی کو سمجھایا کہ والدین کے گھر ضروری کام سے جاؤ لیکن ہر دوسرے دن نہ جایا کرو۔ لیکن وہ میرا کہنا نہیں مانتی۔ مجھے سخت غصہ آیا اور کہا آج شام تک نہیں آئی تو تجھ کو طلاق ہے۔ باوجود بلانے کے وہ شام تک نہ آئی بلکہ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آئی۔ آیا مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو کونسی طلاق واقع ہوئی۔ سائل اللہ دتہ ابا خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر اس کو بدون عورت کی رضامندی اور اجازت کے اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدون اس کے والدین کی رضاو اجازت کے رِجوع کرسکتا ہے۔یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کورجوع کرلیااور بدستوراپنی زوجہ اس کوقائم رکھا۔

﴿۲۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں گھر پرنہیں تھامیرے بھانجے غلام عباس نے اپنی بیوی سے جھگڑاکیااس وقت میری بیوی کے علاوہ اور چندعورتیں تھیں اور ایک میرابیٹا۔طلاق دہندہ غلام عباس میرابیٹااور چندعورتیں جوموجودتھیں یہ تمام حلفاً گواہی دیتے ہیں کہ غلام عباس نے دوپہر کے وقت اپنے گھر میں اپنی بیوی کومخاطب کرکے کہامیں نے تجھے طلاق دی، یہ جملہ صرف ایک بار کہا ، جب کہ میری بیوی اکیلی کہتی ہے کہ انہیں غلام عباس نے یہ جملہ تین بار کہا، یعنی صرف ایک عورت تین طلاقوں کی گواہی دیتی ہے، باقی تمام ایک طلاق کی گواہی دیتے ہیں، تمام کے حلفی بیان لف ہیں ۔ازروئے شرع ہماری راہنمائی فرمائیں کہ طلاق ہوئی یانہ ہوئی۔اگر ہوئیں توکتنی طلاقیں۔

سائل غلام محمدابا خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام عباس کی بیوی پرصرف ایک طلاق پڑے گی، عدت کے اندررجوع کرنا ہوگا(رجوع کاطریقہ زبانی سمجھادیا گیا)۔

ردالمختار جلد دوم ص۵۹۱ میں ہے

وما سوئ ذلك من الحقوق تقبل فيه شهادة رجلين اورجل و امرأتين سو كان االحق ما لا او غير مال مثل النكاح والطلاق۔

﴿۲۰۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرااپنے ہم زلف سے جھگڑاہوا، کچھ دنوں کے بعد میری بیوی نے کہامیں اپنی بہن کے گھر جاناچاہتی ہوں۔میں نے سختی سے منع کیااور کہااگرجاؤ گی تو تجھ کوطلاق ہوگی، یہ لفظ صرف ایک دفعہ کہا۔پھر دوسرے دن جب میں دوکان پرتھاتوچلی گئی، آیا اس صورت میں مطلقہ ہ،گی یانہیں۔سائل: غلام یٰسین دوکاندار

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ زوجہ پر ایک طلاق پڑگئی۔ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے طلاق واقع ہو جائیگی۔عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے۔''فی الھدایہ اذا اضافہ الیٰ شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لا مرأتہ ان دخلت الدار فانت طلاق وھذا ابالاتفاق''۔

ہدایہ مین ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو،تو وہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوگی،مثلا یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے، یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے''الطلاق مرتان''۔

﴿۲۰۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ میں نے بیوی سے کہا میں آپ کے کرتوتوں سے تنگ آچکا ہوں۔میں تجھے طلاق دے دوں گا۔اور کہا میرے گھر سے چلی جا۔آئندہ میں آپ کو اس گھر میں نہ دیکھوں۔میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔سائل نعیم خان میانوالی

الجواب: یہ الفاظ میرے گھر سے چلی جا طلاق کے لیے کنایہ ہیں۔تو ان الفاظ کے کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔عدت کے اندر ہی مرد سے رجوع ہو سکتا ہے۔جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے''اذ کان الطلاق بائناً دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدت وبعد انقضاھا۔''

﴿۲۰۷﴾ **فتوی شرعی** کہ میرے بھائی نے تقریباً دوسال پہلے صرف ایک طلاق دی تھی۔پھر اس کے بعد میری بھابھی اور بھائی کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔میری بھابھی والدین کے گھر چلی گی ان سے کہا کہ مجھے طلاق ہوگئی ہے۔جو کچھ میں کہا اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں سچ کہا۔سائل سلیم اختر میانوالی

الجواب: اگر واقعی آپ نے سچ کہا تو ایک طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔عدت کے اندر اندر شوہر رجوع کر سکتا ہے۔اور بغیر تجدید نکاح کے میاں بیوی کا تعلق بحال ہو سکتا ہے۔اور عدت گزرنے کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور دونوں اجنبی بن جاتے ہیں۔اب اگر دونوں یعنی آپ کے بھائی اور بھابھی رضامند ہوں تو بغیر شرعی حلالہ کے ایک دوسرے سے نکاح کر سکتے ہیں۔

﴿۲۰۸﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی تین ماہ کی حاملہ تھی تو اس نے مجھ سے کسی بات پر جھگڑا کیا تو میں نے حالت غصہ صرف ایک مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دے دی۔اب میں بے حد پریشان ہوں اور اسی بیوی کو گھر میں رکھنا چاہتا ہوں براہ مہربانی مجھے شرعی مسئلہ بتا دیں۔

سائل آصف محمود کھوکھر میانوالی

الجواب: اگر آپ نے واقعی صرف ایک طلاق دی تو وضع حمل سے پہلے رجوع ہو سکتا ہے۔وضع حمل کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔اس کے بعد رجوع کا حق نہیں ہوگا۔البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا یا میاں بیوی کا تعلق قائم کر لیا جائے۔یا رجوع کی نیت سے اس کو ہاتھ لگا دیا جائے۔**ھکذا فی المتون۔**

﴿۲۰۹﴾ **فتوی شرعی:** میرا بیوی کے ساتھ حق مہر کے سلسلہ میں کئی روز سے جھگڑا جاری رہا۔کل مجھے سخت غصہ آیا میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ مخاطب ہو کر کہا میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی کہ الفاظ کہے اب میں پریشان ہوں کیا میں وہی بیوی اپنے گھر میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں۔

سائل عارف خان سوانسی میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: اگر صرف دو مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دی تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ ابھی ایک ماہ پورا نہیں ہوا تو آپ اب رجوع کر سکتے ہیں۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب اگر تیسری بار طلاق دے گا تو دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔

﴿۲۱۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص مسمی لعل خان ولد فیروز خان سکنہ لادہ نے ایک دوسرے شخص سے رقم لینی تھی۔ اس نے رقم دینے سے لیت ولعل سے کام لیا تو اس نے حلف اٹھایا کہ مجھ پر حلف ہے اگر شام تک تم نے رقم نہ دی تو میں تم سے جھگڑا کروں گا۔ میری بیوی پر طلاق ہوگی۔ اگر جھگڑا نہ کروں۔ شام کے وقت یہ حلف بھول گیا شرعاً کیا جرمانہ ہوگا۔

سائل ملک لعل خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقعہ ہوگی۔ خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ زبانی یا فعلی رجوع کر سکتا ہے۔ قسم کا کفارہ (10) دس مساکین کو کھانا صبح شام کھلانا ہوگا یا اس کی قیمت دس مساکین میں تقسیم کرنی ہوگی۔

(۱) "اذا طلق الرجل امرتہ تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فلہ ان یراجعها فی عدتها هدایه" (باب الرجعة جدل دوم ص ۳۷۳)

(۲) "قال اللہ تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسریح باحسان" (پ۲ آیت ۲۲۹) هکذا فی الفتاوی ارضویه فی الجز الخامس

﴿۲۱۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص کا اپنی ماں سے جھگڑا ہوا۔ اس نے غصہ میں کہا میں اس مکان میں داخل ہوا تو میری عورت پر طلاق ہے۔ اور تین اوپلے پھینکے۔ شرعاً کونسی طلاق واقع ہوگی۔ سائل (امیراں بخش والد احمد خان ضلع میانوالی)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ وہ مکان میں داخل ہو جائے اور بعد میں اپنی بیوی سے رجوع کرے۔

جیسا قرآن مجید میں ہے

''الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان '' پ۲ آیت ۲۲۹۔

''اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها'' (هدايه باب الرجعة جلد دوم ص۳۷۳)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے فتاوی رضویہ جلد نمبر۱۲ صفحہ ۳۶۷۔

﴿۲۱۲﴾ فتوی شرعی: بمطابق محمد صدیق ولد یت عبد الستار سکنہ ملاخیل نے بتایا کہ میرا اور میری بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ بیوی نے کہا مجھے طلاق دے۔ میں نے غصہ میں کہا تجھے طلاق ہے۔طلاق ہے۔کیا شرعاً بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

سائل (محمد صدیق)

الجواب : صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ مرد کو تین ماہ میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

(۱) اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جدل دوم ص۳۷۳)

(۲) . قال الله تعالىٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح باحسان (پ۲۔آیت ۲۲۹)

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۱۳﴾ **فتوی شرعی:** غلام یٰسین نے دو گواہوں کے سامنے کہا ہے کہ جو غلام قاسم کا بھائی ہے وہ میرا بھائی نہیں۔ یعنی جو اس کی خوشی وغمی میں شریک ہوگا وہ میرا بھائی نہیں ہے ورنہ مجھ پر طلاق ہے۔ پہلے ایک ہفتہ غلام یٰسین کا غلام قاسم کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے غلام یٰسین نے کہا ہے جو غلام قاسم کا بھائی ہے وہ میرا بھائی نہیں۔ سائل (غلام یٰسین سکنہ بلوخیل)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں غلام یٰسین کا کوئی لڑکا غلام قاسم سے تعلق رکھے گا تو غلام یٰسین کی بیوی ایک طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہو جائے۔ تین ماہ میں غلام یٰسین رجوع کر لے۔

﴿۲۱٤﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی زوجہ کوثر بی بی کو طیش میں آکر دو طلاقیں دے دیں۔ لیکن تیسری طلاق نہ دی۔ کیا میں رجوع کر سکتا ہوں۔

سائل۔ سیف اللہ ولد اللہ داد میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دو طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہیں۔ خاوند دوران عدت اپنی طلاقیں زبانی واپس لے اور آئندہ وہ محتاط رہے۔ اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی ہے۔ رجعت کے بعد عورت بدستور اس کی بیوی ہوگی۔

اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جلد دوم ص ۳۷۳) فتاوی اجملیہ صفحہ ۱۲۵ جلد سوم میں بھی یہی درج ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے، قال الله تعالیٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح باحسان (پ۲، آیت ۲۲۹)

﴿۲۱۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ کہا طلاق دے دی ہے۔ طلاق دے دی ہے۔ یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے شرعی مسلہ بیان کیا جائے۔

سائل (ظفر اللہ ولد گلزار علی)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بمطابق بیان حلفی طالق، کہ میں نے دومرتبہ کہا کہ طلاق دے دی ہے۔ طلاق دے دی ہے۔ اس سے دو طلاق رجعی واقعہ ہوگئی ہے۔ سائل دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے۔

"الطلاق مرتان فا مسك بمعروف او تسريح باحسان فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پ۲ع۱۳)۔

اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جدل دوم ص۳۷۳)

﴿۲۱۶﴾ **فتوی شرعی:** بیان: عالم شیر ولد غلام محمد سکنہ کانجوانوالہ ضلع میانوالی نے حلفاً بیان دیا کہ میرے بھائی کا جھگڑا آج سے چند سال پہلے حفیظ اللہ ولد احمد خان زادے خیل سے ہوا تھا۔ ہمارے پاس صلح کے لئے عبدالکریم ولد محمد عظیم خان آئے تو میں نے حلف اٹھایا کہ مجھ پر طلاق ہے۔ میں تھپڑ مارے بغیر صلح نہیں کروں گا۔ دوسری دفعہ بھی کہا مجھ پر طلاق ہے میں بغیر تھپڑ مارے صلح نہیں کرون گا۔ اس وقت عبدالکریم خان کے ساتھ حفیظ خان وغیرہ اور لوگ بھی موجود تھے۔ موقعہ پر موجود محمد اسلم خان ولد محمد اکبر خان، شیر خان خیل اور عبدالکریم نے بیان کی تائید کی۔

سائل (غلام شیر ولد غلام محمد ساکن کانجوانوالہ میانوالی)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر تھپڑ مارے بغیر صلح کرے گا تو عورت پر ایک طلاق رجعی واقعہ ہوجائے گی۔ بعد صلح رجوع کا حق شرعی حاصل ہوگا۔ دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے۔

(۱) اذا طلق الرجل امرته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها هدايه (باب الرجعة جدل دوم ص۳۷۳)

(۲) قال الله تعالىٰ۔ الطلاق مرتان فامسك بمعروف او تسريح

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

باحسان (پ۲، آیت ۲۲۹) ھکذا فی المتون

﴿۲۱۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ عبدالکریم ولد عمر خان سکنہ چاہ میانہ میانوالی نے بلفظ اشھد سے بیان کیا کہ میرا اور میری بیوی کا جھگڑا ہوا میری ساس نے میری بیوی کو گھر آنے سے روکا میں نے ساس سے بیوی کا برقعہ کھینچ لیا۔ میں نے اسے مارا اس نے بیوی کو آنے سے روکا میں نے کہا مجھ پر طلاق ہے۔ اگر میں بیوی کو لینے آؤں۔ اس وقت عصمت اللہ خان، پرویز خان موقع پر موجود تھے۔ میری بیوی کے علاوہ ساس بھی موجود تھی۔

سائل (عبدالکریم ساکین روڈا شریف)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں عبدالکریم خود بیوی منائے گا تو ایک طلاق رجعی واقعہ ہوگی اگر کوئی اور منائے گا یا بیوی خود آجائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

وبقیۃ الکنیات اونوی بہا الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ وھذا مثل قولہ اخرجی واذھبی وقولی وابتغی الازواج لانہا تحتمل الطلاق وغیرہ فلا بدمن النیۃ، ھدایہ کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۲۔

﴿۲۱۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی والدین کے گھر جانے پر بضد تھی۔ میں منع کر رہا تھا۔ لیکن وہ میرا کہنا نہ مان رہی تھی۔ اسی اثناء میں جھگڑا ہو گیا تو میں نے کہا، حرام زادی تو میرے کام کی نہیں میرے گھر سے نکل جا۔ میرا کہا نہیں مانتی میری بیوی والدین کے گھر چلی گئی۔ اور جا کر کہا میرے خاوند نے مجھے طلاق دیکر رخصت کر دیا ہے۔ میرا حلفی بیان لف ہے نہ میں نے طلاق دی نہ طلاق کا ذکر کیا۔ اور نہ میرا طلاق دینے کا کوئی ارادہ تھا۔ کیا میری بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ سائل محمد شفیع اللہ خان کوٹ بیلیاں میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد شفیع اللہ خان گھر سے نکل جا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ ہاں اگر طلاق کی نیت سے کہتے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ۔ اسی طرح ردالمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۱ پر حکم ہے ۔ وہ بدستور آپ کی زوجہ ہے ۔ طلاق وغیرہ نہیں ہوئی ۔

﴿۲۱۹﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میں نے بحالت غصہ بیوی کو گھر سے نکال دیا ۔ اور کہا میرے گھرے سے نکل جا تو میرے کام کی نہیں ۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ طلاق دینے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا ۔ لیکن ہمارے امام نے کہا ہے کہ طلاق ہوگئی ہے ۔ میری حوصلہ افزائی فرمائیں اور مسئلہ سے آگاہ فرمائیں ۔

سائل ڈاکٹر غلام حسین خان میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شوہر یہ کہے کہ میرے گھر سے نکل جا، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ ان الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے ۔ کیونکہ آپ حلفاً کہہ اور لکھ رہے ہیں کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی ۔ لہٰذا طلاق واقع نہ ہوئی ۔ وہ بدستور آپ کی بیوی ہے ۔

جیسا کہ درالمختار میں ہے

بالکنایات لا تطلق بها قضاء آلا بنية منحوا اخرجی واذا هبی و قومی-

﴿۲۲۰﴾ **فتویٰ شرعی:** کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت سے نکال دیا ہے ۔ جب ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میری مراد طلاق ہی ہے ۔ کیا اس طرح کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے ۔

سائل ماسٹر محمد اسلم پرویز میانہ کھو میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر شوہر نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہیں تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی۔ اور بائنہ کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ الدر المختار جلد دوم صفحہ ۶۱۴ میں ہے

لان البائن لا یلحق البائن۔

اور اسی طرح فتاوی شامی میں ہے

اذا کان طلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدۃ و بعد انقضائها۔

﴿۲۲۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفاً کہتا ہوں میرا اور میرے ماموں کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا تھا۔ میری ممانی بیچ میں آگئی۔ میرے ماموں نے بار بار منع کیا مگر وہ باز نہ آئی، پھر میرے ماموں نے بحالت غصہ اس سے کہا مجھے تجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا ہے۔ دفع ہو جاؤ۔ میرے گھر سے نکل جا۔ پھر یہاں نہ آنا وغیرہ کے الفاظ کہے۔ ہمارے حافظ محمد عمران سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ تو طلاق ہوگئی ہے۔ اور مولانا سلطان قادری سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا طلاق تو ہوگئی ہے پھر نکاح ہوگا۔ حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔ اب میری راہنمائی فرمائی جائے۔

سائل محمد اسحاق ولد محمد رمضان ساکن محمد یار والا میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کے ماموں نے طلاق کی نیت سے کہا، مجھے تجھ سے کوئی تعلق نہ رکھنا ہے، تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ بدون حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۹۴ میں ہے "لو قال لها لا نكاح بيني و بينك يقع الطلاق اذا نوى لم يبق بيني و بينك عمل و نوى يقع"۔

﴿۲۲۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا خاوند مجھ سے اکثر یہ جملہ کہتا ہے، جا دوسرا خاوند کر لے، اس دن ہمارے گھر میں ایک عورت آئی جو کہ ہماری قریبی رشتہ دار ہے، اس کے سامنے مجھے کہا، جا دوسرا خاوند کر لے، اس عورت نے مجھے کہا، یہ تو تجھے طلاق دے رہا ہے، میں نے کہا یہ اس کا تقیہ کلام ہے کیا واقعی طلاق ہو جاتی ہے۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں۔

سائلہ شگفتہ نسرین محلہ گئو شالہ میانوالی

الجواب: شگفتہ نسرین ہم نے آپ کے گھر والے کو بلوایا اور اس نے اسٹام پیپر پر حلفی بیان لکھ کر دیا ہے کہ میری طلاق دینے کی نیت نہ تھی۔ یہ میرا تقیہ کلام بن چکا تھا۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں نکاح نہیں ٹوٹا اور نہ ہی طلاق ہوئی ہے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے

" ولو قال تزوجی و نوی الطالق او الثلاث صح و ان لم ینو شیئا لم یقع کذا فی العتابیۃ"

﴿۲۲۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بچی کا گھر والا نشہ کرتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔ بالکل نکما ہے۔ نشہ کا خرچ میری بچی سے مانگتا ہے۔ اگر نہ دے تو پھر مارنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک سال ہو گیا ہے ہم بہت پریشان ہیں۔ کل جب میں بچی کو لینے گیا تو پہلے دونوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میں نے کہا تجھے شرم نہیں آتی میری بیٹی کو مارتا ہے۔ کیا اس لیے تجھ سے نکاح کیا تھا۔ تو اس نے کہا آئے فلانے میری اجازت ہے جہاں تیری مرضی آئے اپنی لڑکی کا نکاح کر دے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مجھے سخت غصہ آیا بیٹی کو ساتھ گھر لے آیا۔ میں حلفاً کہتا ہوں جو کچھ کہا سچ کہا ہے۔

سائل ربنواز خان ساکن مدادو والا میانوالی

الجواب: محترم ربنواز خان آپ کو چاہیے تھا کہ بیٹی کے گھر والے کو ساتھ لاتے جب

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تک اس کے بیان ہمارے سامنے نہیں آتے، شرعی مسئلہ بتانا مشکل ہے۔ لہٰذا ایک ہفتہ کے اندر اندر اس کو مفتی جامعہ اکبریہ کی عدالت میں لے آئیں۔

تقریباً دس دن بعد ربنواز خان، محمد ظفر اللہ خان کو ساتھ لے آیا۔ محمد ظفر اللہ خان نے حلفاً کہا، جا تو اپنی بیٹی کا نکاح دوسری جگہ کر دے۔ اس سے مراد میری طلاق تھی۔ محترم ربنواز خان میں مفتی جامعہ اکبریہ فتویٰ دے رہا ہوں کہ آپ کی بیٹی طلاق بائنہ سے مطلقہ ہو چکی ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم صفحہ ۶۵۳ میں ہے

ولو قال اذهبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لا یقع شئی لان معناه ان امکنک (الی ان قال ویؤید ما فی الذخیرة اذهبی وتزوجی لا یقع الا بالنیة وان نوی فهی واحدة بائنة"۔

«۲۲۴» **فتوی شرعی:** کہ میرا قریبی رشتہ دار محمد ظہیر اللہ آئے دن بیوی سے جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ ایک دن بیوی نے کہا آپ مجھے طلاق دے دو، ہر روز کے جھگڑوں سے میں تنگ آ چکی ہوں۔ اس نے جلدی میں کہا۔ آ ے فلانی (کوثر) میں نے تجھے آزاد کیا۔ دفع ہو جا۔ بیہودہ گالیاں بھی دیں۔ ہم نے مقامی مولویوں سے پوچھا انہوں نے کہا طلاق ہو گئی ہے۔ کیونکہ شوہر کی نیت طلاق کی تھی۔ جب محمد ظہیر اللہ سے پوچھا تو انہوں نے یہی کہا اس کو میں نے آزاد کیا ہے۔ آیا از روئے شرع طلاق ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد جنید احمد خان میانوالی

الجواب: محمد جنید خان، محمد ظہیر کے بیان ... مطابق کہ، آ ے فلانی میں نے تجھے آزاد کیا ہے، کہنے سے اس کی عورت پہ طلاق بائنہ واقع ہو گئی ہے۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۴۲ میں ہے "لایلحق البائن البائن" بائنہ طلاق کے بعد دوسری بائنہ واقع نہیں ہوتی۔ اور ایک طلاق بائنہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد شوہر اول بدون حلالہ کے اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔عدت میں بھی اور بعد عدت کے بھی، پس اگر واقعہ یہی ہے تو شوہر اول اس سے پھر نکاح کرلے۔

جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۶۷ میں ہے

"وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع"۔

﴿۲۲۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے بحالت غصہ یہ الفاظ اپنی بیوی سے کہے، میں نے تم کو چھوڑا، میں نے تم کو چھوڑا، میں نے تم کو چھوڑا ہے۔میری مراد طلاق تھی۔اب مجھے بہت افسوس ہے۔کیا اب میں نکاح کرسکتا ہوں۔

سائل ماسٹر حمید الرحمٰن تری خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر نیت طلاق کی تھی تو چونکہ یہ لفظ کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔اور ایک بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔لہٰذا آپ کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی ہے اور نکاح جدید بلا حلالہ کے اس سے صحیح ہے۔اسی طرح الدر المختار میں بھی ہے۔

﴿۲۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور اس نے مجھے گالیاں بھی دیں تو میں نے سخت غصہ کی حالت میں کہا، تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، جا نکل جا۔آیا اس حال میں میری بیوی پر کتنی طلاقیں پڑیں گی۔

سائل ڈاکٹر غلام مرتضی تری خیل میانوالی

الجواب: ڈاکٹر غلام مرتضی صاحب آپ نے جو الفاظ طلاق کے لیے اسٹام پیپر پر لکھے اور حلفاً بھی کہا ہے، ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔جیسا کہ درمختار میں "مخلطه البائن لا یلحق البائن" میں داخل ہے۔اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

الشامی میں ہے

"لکن الرجعی لا یحرم الوطی فتعین البائن و کونه التحق بالصریح للعرف لا ینافی وقوع البائن به فان الصریح قد یقع به البائن"۔

آئندہ محتاط رہیں۔
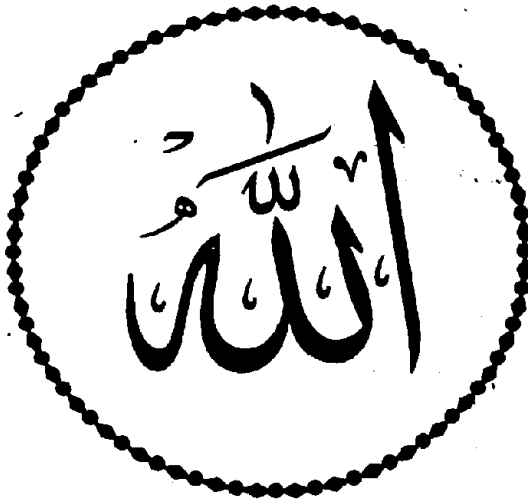
الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۲۷﴾ **فتوی شرعی:** مولانا صاحب طلاق بائن کے بارے میں کئی لوگوں نے مختلف قسم کی تعریفیں بتائیں ہیں۔ آپ مہربانی کر کے اس کی جامع تعریف فرمادیں۔

سائل: مطیع اللہ چک نمبر 56

الجواب: طلاق بائن یہ ہے کہ غیر واضح الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) کے ساتھ طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی صفت ایسی ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یوں لمبی چوڑی طلاق، طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر بھی اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۲۲۸﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا ہے۔ اور میں نے اس جھگڑے میں بیوی کو کہا ہے کہ میں تجھے ایک طلاق سپرد کرتا ہوں تم میری بہن ہو۔ ان الفاظ کے متعلق مجھے فتوی عطا فرمایئے۔

سائل احمد نواز ولد محمد صادق

الجواب: بمطابق بیان طالق اس نے نیت طلاق سے ظہار کیا۔ شرعاً جب تک کفارہ ادا نہ کرے بیوی سے تعلق جائز نہیں۔ 60 مساکین کو کھلانا یا 120 کلو گرام گندم 60 مسکینوں کو تقسیم کرنا ضروری ہے۔ بعد میں نکاح شرعی کرے۔

وان نوی بانت علی مثل امی او کامی، براً او ظهارا او طالق صحت نية ووقع مانواه لا نه كناية وبده وقلوله انت الى يا بنتى يا اختى ونحوه۔ در مختار باب الرجعة جلد دوم ص ۷۳۸، شامی جلد دوم ص ۷۹٤۔

﴿۲۲۹﴾ فتوی شرعی: کہ میرے اور میرے سسر کے درمیان کئی ماہ سے جائیداد کے معاملہ میں اختلافات چلے آرہے ہیں۔ایک دن میرے اور اس کے درمیان ہاتھاپائی ہوئی اس نے مجھے غلیظ گالیاں دیں اس پر مجھے غصہ آیا اس وقت میری بیوی بھی اپنے والد کی حمایت کرنے لگی۔جس پر مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا اے فلانی میں تجھے آزاد کرتا ہوں،اتنے تک میری والدہ آگئی اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر میں بیٹھ گیا پانی پیا غصہ اتر گیا۔پھر میں کچھ دیر بعد اپنے امام مسجد کے پاس گیا یہ تمام کہانی سنائی،اس نے مجھے کہا ابھی بیوی سے صلح کرلو اور پھر نکاح پڑھالو۔اب آپ میری راہنمائی فرمائیں۔شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل عمران اسلم خان عیسیٰ خیل ضلع میانوالی

الجواب: اگر آپ نے واقعی درست بیان حلفی دیا کہ میں نے پھر دو مرتبہ کہا کہ میں تجھے آزاد کرتا ہوں اردو محاورہ اور ہمارے علاقائی رسم ورواج میں طلاق صریح الفاظ ہیں۔

درمختار جلد اول صفحہ 225 پر ہے

"الصریح مالا یحتاج الی النیتہا ثنا" کان الواقع بہ او رجعیاً"

ترجمہ: صریح وہ طلاق ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو اس سے رجعی یا بائنہ طلاق پڑے گی۔

اس سے آپ کی بیوی پر طلاق بائن ہے۔اس کے بعد بغیر تجدید نکاح کے دوبارہ میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں رہتا۔عدت کے اندر اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۲۳۰﴾ فتوی شرعی: کہ میرا میری بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔میں نے کہا میں تجھے بسانا نہیں چاہتا اور تو مجھ پر حرام ہے۔ازروئے شرع میری بیوی کو کتنی طلاقیں ہونگی۔اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔سائل وزیر احمد خانگاہ سراجیہ ضلع میانوالی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بمطابق بیان حلفی وزیر احمد اس نے اپنی بیوی کو کہا میں تجھے نہیں بسانا چاہتا تو مجھ پر حرام ہے۔ یہ طلاق بائن ہوگی۔ طلاق بائن علیحدہ علیحدہ دو بھی ہوں تو ایک شمار ہوگی۔ کیونکہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی۔ لہٰذا وزیر احمد کی بیوی ایک طلاق کیساتھ بائن ہوچکی ہے۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔

ترجمہ: طلاقیں دو بار ہیں یا رک جائے یا تیسری دیدے۔

درمختار جلد دوم ص ٦٤٦ پر ہے۔ لا يلحق البائن البائن۔

﴿۲۳۱﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص مسمی حبیب اللہ ولد محمد نواز سکنہ محلہ حسین آباد داؤد خیل کا جھگڑا اپنے والد سے ہوا۔ معاملہ بیوی بچوں کے خرچہ کے متعلق تھا۔ والد نے جب حبیب اللہ کو ڈانٹا کہ خرچہ کا تو ذمہ دار ہے تو اس نے غصہ میں کہا مجھ پر طلاق ہے۔ یہ مجھ سے فارغ ہے۔ نکل جائے کہ الفاظ دو بار کہے۔ موقع پر بھائی عبد الستار بھی موجود تھا۔ بمطابق بیان عبد الستار اس نے یہ الفاظ دو بار سنے پھر حبیب اللہ کو کمرہ میں بند کر دیا گیا۔

سائل (حبیب اللہ)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں حبیب اللہ کی بیوی دو طلاق کیساتھ بائن ہوچکی ہے۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔ "فالكنيات لا تطلق بها قضاءً الا بنية او دلالة الحال ۰ الى قوله فنحو اخرجى واذهبى وقومى در مختار باب الكنيات

، فتاوی اجملیہ جلد سوم ص ۱۱۹۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۳۲﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا جا تجھے طلاق ہے۔ پھر کہا گھر سے نکل جا یہ الفاظ متعدد بار کہے۔ کتنی طلاقیں واقعہ ہونگی۔

سائل (حاجی ربنواز ترگ شریف)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دو طلاقیں واقع ہوگئیں۔ پہلی صریح دوسری بائن جبکہ تیسری دفعہ نکل جا لغو ہوگا۔ " والبائن یلحق الصریح لا البائن " تمام فتاوی جات میں یہی مسئلہ مذکور ہے۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

" وبقیۃ الکنایات اونوی بها الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ وهذا مثل قوله اخرجی واذهبی وقولی وابتغی الازواج لانها تحمل الطلاق وغیرہ فلا بد من النیۃ، هدایہ کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۲۔ هکذا فی المتون۔

﴿۲۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ محمد سلیم ولد خان محمد سکنہ ہرنولی نے اپنی بیوی کو منع کیا تھا کہ وہ اکیلی میکے نہ جائے۔ محمد سلیم کی والدہ اور بیوی کا جھگڑا ہوا۔ بیوی اکیلی نکلی تو محمد سلیم آ گیا۔ اس نے کہا میں نے منع کیا تھا اکیلی نہ جانا وہ اکیلی چلی گئی ہے۔ میرے کام کی نہیں ہے۔ اسے میں نے چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا غیر ارادی طور پر یہ کلمات ادا ہوئے۔ ارادہ طلاق کا نہ تھا اس وقت سلیم موجود تھا۔ بمطابق بیان والد اس نے یہ الفاظ ایک دفعہ لفظ بہ لفظ سنے۔

سائل (سلیم والد خان محمد)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقعہ ہوگئی ہے۔ جب بیوی کو کہا میں نے اسے چھوڑا بیوی بائن ہوگئی، دوسری، تیسری چھوڑا لغو ہوگا۔ بائن بائن کیساتھ ملحق نہ ہوگی۔ بشرط کہ تین طلاق کا ارادہ نہ ہو۔ تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بنیة حرام بائن الی قوله سرحتك فارقتك - لا یلحق البائن اذا امکن جعله . (درمختار شامی جلد دوم ص ۶۴۳ - فتاوی نوریہ جلد سوم صفحہ ۱۹۹)

﴿۲۳۴﴾ فتوی شرعی: '' ایک شخص اپنی بیوی اور والدہ کے جھگڑنے کے دوران دونوں کو خاموش رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ والدہ خاموش ہو گئی لیکن بیوی خاموش نہ ہوئی تو شخص مذکورہ غصہ میں آ کر ایک بوتل اٹھا کر پھینکتا ہے اور منہ سے کہتا ہے تو مجھ سے فارغ ہے پھر ڈھکن پھینکتا ہے اور کہتا ہے تو مجھ سے فارغ ہے طلاق دھندہ نے اپنی مراد یہ بیان کی کہ میرا ارادہ ان لفظوں سے طلاق کا ہی تھا تو وضاحت طلب امر یہ ہے کہ ان لفظوں سے طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کون سی اور کتنی؟ اب حل کیا ہوگا؟۔

سائل محمد عظیم سکنہ دندی شریف میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائنہ ہے کیونکہ تو فارغ ہے کا لفظ کنایہ ہے جس سے طلاق بائن واقعہ ہوگی اور چونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اس لیے صرف ایک طلاق بائن کا حکم دیا جاتا ہے جس میں نکاح جدید سے پھر زوجین از دواجی زندگی بسر کر سکتے ہیں ''

لا یلحق البائن البائن بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت بائن لا یقع الا طلقة واحدۃ بائنة (ردالمختار جلد دوم ص ۶۴۵ فتوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۷۸ بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۹)

﴿۲۳۵﴾ فتوی شرعی: '' خاوند کہتا ہے کہ میں نے دو ڈھیلے عورت کی جانب پھینکے اور دو مرتبہ طلاق کا لفظ کہا جب کہ اسی کی ساس اور بیوی کہتی ہیں کہ تین ڈھیلے پھینکے اور زبان سے کچھ نہ کہا تو اندریں صورت عورت مطلقہ ہوئی یا نہ؟

سائل حق نواز داؤ دخیل میانوالی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورۃ مسئولہ میں ساس اور بیوی کے بیانوں سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ جب کہ مرد کے دو مرتبہ کہنے سے دو طلاق رجعیہ واقع ہوں گی۔ جو عدت کے اندر رجوع کر لینے سے پھر میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں اور عدت کے بعد عورت فارغ ہو جائیگی۔ ''قال اللہ تعالیٰ۔ الطلاق مرتان، الی آخرہ ، اذا طلق الرجل امرتہ تطلیقۃ رجعیۃ فلہ ان یراجعہا فی عدتہا۔ فتاوی عالمگیری جلد دوم ص ۴۳۱)

﴿۲۳۶﴾ **فتوی شرعی:** میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور ایک ڈھیلا بھی پھینکا اور پھر میری والدہ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اور تقریباً پانچ منٹ بعد پھر میں نے طلاق کا ایک اور لفظ کہا اور دو ڈھیلے اکٹھے پھینکے۔ طلاق کے وقت صرف میری بیوی اور والدہ تھیں ایک میں خود تھا دوسرا اس کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

سائل محمد رمضان ولد امیر خان میانوالی

الجواب : صورۃ مسئولہ میں محمد رمضان کی منکوحہ بیوی پر دو طلاقیں رجعی پڑ چکی ہیں۔ عدت کے اندر اندر رجوع فعلی یا رجوع قولی کرے تو پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی آگے چلا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ رجوع قولی اور رجوع فعلی کا معنی سمجھا دیا گیا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراتہ تطلیقۃ رجیعۃ او تطلیقین فلہ ان یراجعہا فی عدتہا (االی قولہ) والرجعۃ ان راجعتك اور راجعت امراتی اویطأہا اور یقبلہا اور یلمسہا شہوۃ۔ ہدایہ شریف بات الرجعۃ جلد ۲ ص ۳۷۳ ، فتاوی انوریہ جلد سوم ص ۳۷۱، فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۷)

﴿۲۳۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو پہلی مرتبہ کہا کہ میں طلاق دوں گا پھر میں نے کہا کہ طلاق ہے طلاق ہے تو از روئے شرع شریف کیا طلاق ہوگی

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا نہ اور کیا صرف رجوع کی ضرورت ہے یا نکاح کی ضرورت ہے یا کوئی اور ضرورت۔

سائل راشد مسعود محلہ ہاشم شاہ میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں اور طلاق رجعی میں رجوع کافی ہے۔ لہٰذا تجدید نکاح یا کسی اور صورت کی ضرورت نہیں۔

اذا تطلق الرجل امراته تطیقة رجیعة او تطلیقین فله ان یراجعها فی عدتها (االی قوله) والرجعة ان راجعتك اور راجعت امراتی او یطأها او یقبلها او یلمسها شهوة۔ هدایه شریف بات الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۴

﴿۲۳۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کی صفائی میں اسطرح طلاق اٹھائی کہ میرا بیٹا مسمی محمد امیر اس جھگڑا میں شامل نہیں تھا۔ اگر وہ شامل ہو تو میری عورت پر طلاق ہے بعد میں ثابت ہوا کہ وہ لڑکا جھگڑے میں شامل تھا تو اب سوال یہ ہے کہ آیا طلاق ہوتی ہے یا نہ۔ ہوتی ہے تو کون سی اور کیا حل ہے؟

سائل محبوب ولد اللہ یار ڈھبہ کرسیال میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ محبوب ولد اللہ یار کی بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ جس میں عدت کے اندر اندر رجوعِ قولی یا فعلی ضروری ہے۔ وہ عدت کے اندر اندر رجوع فعلی کر چکے ہیں لہٰذا محبوب ولد اللہ یار اور اس کی منکوحہ بیوی مسماۃ بانو بی بی آپس میں اکٹھے رہ سکتے ہیں صرف ایک طلاق رجعی کے ساتھ نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ان دونوں کے باہمی ازدواجی زندگی میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

(۱) اذا تطلق الرجل امراته تطلیقة رجعیة او تطلیقین فله ان یراجعها فی عدتها (االی قوله) والرجعة ان راجعتك اور راجعت

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امراتی اویطأھا اویقبلھا اویلمسھا شھوۃ

(۲) صریحۃ مالم یستعمل الافیہ، کطلقتک وانت طالق یقع بھا ای بھذا الالفاظ وما بمعنا ھا من الصریح واحدۃ رجعیۃ۔ (در مختار جلد دوم صفحہ ۵۹۰)

﴿۲۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو کہا تو مجھ سے فارغ ہے اور ڈھیلے پھینکے لیکن طلاق کی نیت نہ تھی کونسی طلاق واقعہ ہوئی۔ سائل اسلم خان میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ تنہا ڈھیلوں کا پھینکنا شرعاً موجب طلاق نہ ہے۔ تجدید نکاح ضروری ہے۔

"لا یلحق البائن البائن (ردالمختار جلد دوم ص۶۴۵ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۷۸) واذا طلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یزوجھا فی العدت وبعد النقضائھا (ھدیہ بات الرجعۃ صفحہ ۳۷۳) وینکح مبانۃ (کنزالد قائق صفحہ ۱۳۲)

﴿۲۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اس کی بیوی حاملہ بھی ہے اس کا شرعی کفارہ کیا ہے۔ موقع پر موجود مسماۃ پروین اختر ایک عورت بھی موجود تھی۔ اس نے تصدیق کی ہے کہ عبدالرزاق نے ایک دفعہ طلاق دی ہے۔

سائل عبدالرزاق سکنہ 3DB تحصیل وضلع میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ خاوند وضع حمل سے پہلے وطی یا دواعی وطی سے بالفعل رجوع کرسکتا ہے۔

"اذا تطلق الرجل امراتہ تطلیقۃ رجعیۃ او تطلیقین فلہ ان یراجعھا فی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عـدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك اور راجعت امراتی اویطأها اور یقبلها او دیلمسها شهوة ۔ باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۴ ۔

﴿۲٤۱﴾ **فتـوی شـرعـی :** کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور تو فارغ ہے۔ سائل ثناء اللہ شاہ ولد حفیظ اللہ شاہ

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ لفظ طلاق صریح لفظ ہے جو کہ محتاج بہ نیت نہیں ہے۔ اور لفظ فارغ کنایہ میں سے ہے۔ جس سے طلاقِ بائنہ کا وقوع ہوتا ہے۔ چونکہ صریح صریح کا لاحق ہوتی ہے اور بائن صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے لہٰذا طلاق کے لفظ سے الگ طلاق صریح پڑے گی اور لفظ فارغ سے بائنہ بلکہ بائنہ صریحہ کو لاحق جاتی ہے۔ تو یوں اب صریحہ بھی بائنہ ہو جائے گی۔

اس وجہ سے ثناء اللہ شاہ کی بیوی پر دو بائنہ طلاقیں پڑ چکی ہیں۔ اور دو بائنہ والی عورت کے ساتھ عدت کے اندر اندر اور مابعد عدت صرف نکاح ضروری ہے۔

ہاں اگر تین بائنہ ہوں تو پھر حلالہ شرعیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے،

"فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره"

" الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرة العدة واذا لحق الصريح البائن كان بائنا لا نا البينة السابقة عليه لتمنع الرجعة "

﴿۲٤۲﴾ **فتـوی شـرعـی:** کہ میرا اور میر بیوی کا جھگڑا ہوا کسی معاملہ میں تو میں نے اپنی بیوی مسماۃ رخسانہ بی بی کو صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ کہا ہے۔ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔ اس وقت صرف میری بیوی اور محمد اقبال جو کہ میرا رشتہ دار ہیں موجود تھے۔ ایک اور گواہ نے بھی درج

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالا بیان کی تصدیق کی۔ سائل محمد ریاض ولد ربنواز مظفر پور میانوالی

بیان گواہ محمد اقبال

مسمی محمد اقبال ولد بہرام سکنہ مظفر پور میانوالی گواہی دیتا ہوں کہ ریاض نے جھگڑے میں اپنی بیوی کو ایک طلاق کا لفظ کہا ہے۔ باقی گالی گلوچ بھی ہوتی رہی۔ پھر میں نے ریاض کے سسر کو بلوایا تو پھر اس کے سامنے ریاض نے کہا کہ اس کو لیجاؤ یہ مجھ سے بری ہے۔ میاں بیوی اور میرے علاوہ کوئی اور آدمی موجود نہ تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اب ریاض کی بیوی میکے گھر میں ہے۔ پڑھ کر سمجھایا اور انگوٹھا لگایا تا کہ سند رہے۔

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ریاض کی مذکورہ بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی سے پھر میاں بیوی بنکر رہ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی نکاح جدید کی ضرورت ہے اور نہ ہی حلالہ کی ضرورت ہے۔ اگر عورت تین ماہواریاں / وضع حمل ہوگیا تو پھر طلاق بائنہ ہوجائے تو جدید نکاح کی ضرورت ہوگی مگر واضح رہے کہ اس کے بعد ریاض کو اس عورت پر صرف دو طلاق کا حق باقی رہے گا۔ عورت کا کہیں بھی اس صورۃ میں اور جگہ نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔

(۱) اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فی عدتها (الی قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی او يطأها او يقبلها او يلمسها شهوة

(۲) صريحة مالم يستعمل الا فيه كطلقتك وانت طالق يقع بها ای بهذا الالفاظ وما بمعناها من الصريح واحدة رجعية۔ (در مختار جلد دوم صفحه ۵۹۰)

﴿۲۴۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ رستم خان کا نکاح مسماۃ نذیراں بی بی دختر محمد نواز سکنہ رکھ دلیوالی ضلع بھکر سے ہوا۔ اور رستم خان کی طرف نذیراں بی بی کی رخصتی ہی نہیں ہوئی اور قبل از رخصتی رستم خان نے اپنی زوجہ مسماۃ نذیراں بی بی کو طلاق بائن دی ہے۔ تو اب مسماۃ نذیراں کا نکاح رستم خان کے دوسرے بھائی جاوید خان سے کرنا چاہتے ہیں۔ تو اب اس نکاح ثانی کا طریقہ کیا ہوگا اور عدت ہوگی یا نہ؟۔

سائل عبدالرزاق خان۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ مسماۃ نذیراں بی بی کی چونکہ رخصتی نہ ہوئی تھی اور طلاق بائن واقع ہوئی تو لہٰذا مسماۃ نذیراں ایک ہی طلاق سے مکمل بائنہ ہو گئی۔ اور ہمیشہ کے لیے رستم خان اور نذیراں کا نکاح ختم ہوگیا۔ ایسی طلاق میں عدت کچھ بھی نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے؛ " یا ایھا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبل از رخصتی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کی عدت کچھ نہیں ہے۔ جب چاہیں مسماۃ نذیراں کا نکاح ہمراہ جاوید خان کر سکتے ہیں۔

وان الطلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا " ھدایہ باب الرجعہ ص ۳۷۸ وھکذا فی فتاوی الرضویہ۔

﴿۲۴۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنے حوش وحواس اور سوچ سمجھ کر اپنی بیوی نذیراں بی بی ولد غلام حسین سکنہ ابا خیل کو طلاق دی ہے آئندہ وہ مجھ سے آزاد ہے تا کہ مجھ سے اچھے آدمی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ سائل رفیع اللہ ولد عبدالرحمان محلّہ ابراہیم آباد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق کا لفظ چونکہ صریح لفظ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے اور آزاد کا لفظ کنایہ سے ہے جس سے طلاق بائنہ کا وقوع ہوتا ہے۔ اور صریح صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے اور صریح بائن کو بھی لاحق ہوتی ہے۔ اور بائن صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے۔ البتہ بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ طلاق صریح میں رجوع کا حق ہوتا ہے۔ مگر اس صورت میں حق رجوع بوجہ بعد والی بائنہ کے ختم ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے دو طلاق بائنہ واقع ہوئی ہیں ایسی صورت میں رفیع اللہ اور نذیراں بی بی کے مابین صرف نکاح (ایجاب وقبول) ضروری ہے۔ اس صورۃ میں حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔ اور نکاح اس صورت میں عدت کے اندر بھی ہوسکتا ہے اور بعد از عدت جب چاہیں نکاح ہوسکتا ہے۔

"الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لا نا البینۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ" (ردالمختار جلد دوم باب الکنایات صفحہ ٦٤٥، فتاوی رضویہ جلد ١٣ صفحہ ٤٢٥)

﴿٢٤٥﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص مسمی محمد اسلم نے اپنی بیوی کو غصہ میں کہا جا چلی جا تو مجھ سے فارغ ہے اس کا ارادہ ایک یا تین طلاق کا نہ تھا یہ الفاظ بے ساختہ نکلے کیا بیوی مطلقہ ہو جائے گی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔ سائل گل محمد ولد حاجی خاور خان رکھی میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کے لئے لفظ فارغ استعمال ہوا ہے جو کنایہ سے شمار کیا گیا ہے۔ طالق کے بیانِ حلفی کے مطابق ارادہ تین طلاق کا نہ تھا۔ ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ عورت تجدید نکاح شرعی کے بعد خاوند محمد اسلم کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے۔

"الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لا نا البینۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ"

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ردالمختار جلد دوم باب الکنایات صفحہ ٦٤٥۔

﴿۲٤٦﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو دومرتبہ یہ لفظ کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے اور تیسری طلاق دینے یا نہ دینے کا مجھ کو علم نہ ہے تو اس مسئلہ کا ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ اس واقع کو تقریبا چوبیس (24) دن گزر چکے ہیں۔

سائل شیر محمد ولد نور محمد سکنہ جھانبرہ غربی میانوالی اسی نور محمد کے بیٹے شیر محمد نے اپنے باپ کے سامنے بھی دومرتبہ طلاق کا اقرار کیا اور والد نور محمد نے بندہ کے سامنے اقرار کیا کہ میرے بیٹے نے دومرتبہ طلاق کا میرے سامنے اقرار کیا ہے۔ دستخط / نشان انگوٹھا نور محمد۔

اسی طرح شیر محمد نے مولانا غلام رسول صاحب کے سامنے بھی اقرار کیا مگر مولانا غلام رسول کا بیان یہ ہے کہ شیر محمد نے میرے سامنے یہ الفاظ ذکر کئے کہ میں نے یوں کہا تھا طلاق۔ طلاق رن طلاق۔ دستخط مولانا غلام رسول۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ شیر محمد ولد نور محمد کی منکوحہ بیوی پر دوطلاق رجعیہ پڑ چکی ہیں۔ جس میں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا رجوعِ فعلی کرلیا جائے تو بغیر نکاح کے میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں وجہ یہ ہے کہ طلاق دہندہ کو دو کا یقین ہے۔ تیسری میں شک ہے۔ لہٰذا فتوی دو پر رہے گا اسی طرح شیر محمد کے والد اور مولانا غلام رسول کے سامنے شیر محمد کا اقرار اس میں اقرار کے دونوں گواہ دو میں متفق ہیں۔ وان الطلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا " ھدایہ باب الرجعہ ص۳۷۸ ھکذافی الفتاوی الرضویۃ فی الجزء الثانی عشر۔

﴿۲٤۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے برادرِ نسبتی نے غصہ اور غضب میں یہ الفاظ کہے کہ اگر میں اپنی بہن کو صبح نہ لے گیا تو مجھ پر طلاق ہے۔

اندریں اثنا مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کہا کہ اگر تو اتنی بات کرتا ہے تو مجھ پر بھی طلاق ہے اگر تو صبح لے گیا تو میرا یہی فیصلہ ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ وہ صبح اپنی بہن کو لے آیا ہے تو اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ مجھ پر طلاق ہے یا نہ ہے؟۔ اور گلوخلاصی کی کیا صورت ہوگی۔

سائل جان محمد عمر خیل

الجواب: برتقدیرِ صدقِ سائل شخص مذکور کی بیوی پر صرف ایک طلاق پڑ چکی ہے۔ اس میں صرف رجوع کافی ہے۔ تجدید نکاح اور حلالہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہے۔ بشرطیکہ رجوع عدت کے اندر ثابت ہو جائے۔

اور اس کی بیوی صرف ایک طلاق کی وجہ سے کہیں بھی شادی نہیں کر سکتی ہے۔ رجوع فعلی اور رجوع قولی کا مسئلہ شخص مذکورہ کو زبانی سمجھا دیا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فی عدتها والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی او يطأها او يقبلها او يلمسها شهوة۔ هدايه باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳۔

﴿۲۴۸﴾ فتویٰ شرعی: کہ ایک شخص مسمی محمد آصف ولد غلام محمد سکنہ چاہ میانہ ضلع میانوالی نے اپنی ساس سے جھگڑتے ہوئے کہا، اور اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تجھکو طلاق ہے، طلاق ہے موقع پر منیر احمد ولد میاں محمد سکنہ سہراب والا محمد رفیق ولد عبد الرحمٰن سکنہ ضلع خانیوال موجود تھے۔ کیا طلاق شرعاً واقع ہوتی ہے؟۔

سائل محمد آصف محمد ولد غلام محمد میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں شرعاً دو طلاقِ رجعی واقع ہوں گی۔ طالق اپنی بیوی سے تعلق استوار کر کے طلاق واپس لے لے۔ لیکن آئندہ صرف ایک طلاق کا مالک ہوگا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وان الطلاق بائناً دون الثلاثہ فلہ ان یتزوجہا فی العدۃ وبعد انقضائہا " ہدایہ باب الرجعہ ص۳۷۸ ہکذا فی الفتاوی الرضویہ جلد ۱۲ صفحہ ٦٢٨"

﴿۲۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مسمی گل محمد ولد محمد حیات عرف مٹھا نے اپنی بیوی مسماۃ کلثوم بی بی زوجہ گل محمد بیعت کرانے کے لیے اپنے مرشد پیر حافظ احمد شاہ صاحب دندہ شاہ بلاول کے پاس جانے کو کہا۔ مسماۃ مذکورہ نے انکار کر دیا۔ کہ میں نہیں جاؤنگی۔ مسمی گل محمد مذکور نے کہا کہ تم پر طلاق ہے۔ تمہیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس بات کو سننے والے دو کے علاوہ مسمی گل محمد کی والدہ دولت بی بی موجود تھی اور لڑکی کا قریبی رشتہ دار محمد ایوب بھی موقع پر موجود تھا۔ اس مسئلہ کو لیکر گل محمد ایوب اور انکے دیگر رشتہ دار مسئلہ دریافت کرنے میرے پاس آئے۔ ایوب کے بیان کے مطابق مسمی گل محمد نے ایک نہیں تین طلاقیں دی ہیں۔ میں نے تین آدمی ٹیپو سلطان، محمد سعید اور افلاطون کے ذریعے لڑکی سے دریافت کرایا۔ لڑکی نے ایک طلاق کا ذکر کیا۔ گل محمد نے بھی ایک طلاق کا ذکر کیا دولت بی بی نے بھی ایک طلاق کا کہا۔

الجواب: میں نے مسمی گل محمد ولد محمد حیات عرف مٹھا ساکن موسیٰ خیل کا بیان بابت طلاق مسماۃ کلثوم بی بی کو پڑھایا۔ مسماۃ دولت بی بی، کلثوم بی بی اور گل محمد کے بیان کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ جب کہ محمد ایوب نامی شخص تین طلاق کی گواہی دیتا ہے۔ محمد ایوب مشہور جوا باز لکھا گیا ہے۔ جوا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والا قابل شہادت نہ ہے۔

لہٰذا حافظ احمد خان صاحب کا جاری کردہ فتوی درست ہے۔ ایک طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے۔ رجوع ہو چکا ہے۔ طلاق ختم ہو گی۔

اذا تطلق الرجل امراتہ تطلیقۃ رجعیۃ او تطلیقین فلہ ان یراجعہا فی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عدتها والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی اویطاها او یقبلها اویلمسها شهوة ۔ هدایه باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳۔

﴿۲۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا میں نے کہا جا میرا جامہ چھوڑ، اور مٹھی بھر مٹی بھی پھینک دی کیا میری بیوی مطلقہ ہو جائے گی،

سائل محمد خان زمان عیسیٰ خیل

الجواب: میاں بیوی کا جھگڑا، پھر کہنا میرا جامہ چھوڑ، علاقہ کے رواج کے مطابق طلاق کے لیے استعمال ہوتا ہے، ایک طلاق بائن واقع ہوگئی تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔ بدون حلالہ۔ جیسا کہ درمختار ص ۶۳۵ میں ہے، "فالکنیات لا تطلق بها قضاءً الا بنیة اودلالة الحال ۔ الی قوله فنحو اخرجی واذهبی وقومی در مختار باب الکنیات ۔ هکذا فی المفتون۔

﴿۲۵۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا تو میں نے برادرِ نسبتی کو لکھ کر کہا اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤ، یہ مجھ سے فارغ ہے، کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤ یہ مجھ سے فارغ ہے۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ کہا یہ مجھ سے فری ہے، جب طالق سے پوچھا گیا فارغ سے تیری مراد کیا تھی تو اس نے کہا میری مراد طلاق تھی، آیا از روئے شرع کتنی طلاقیں پڑیں گی۔

سائل شیر محمد چشمہ کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ طلاق دہندہ خود دو مرتبہ فارغ ہے، کے کہنے کا اقراری ہے اور مراد بھی طلاق لیا ہے۔ تو شیر محمد کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ پڑ چکی ہے۔ چونکہ بائنہ کنایہ بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی لہٰذا دو طلاق کے بجائے ایک بائنہ طلاق ہوگی۔ بغیر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حلالہ کے عدت کے اندر نکاح درست ہے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد۱۲ صفحہ ۵۶۳ میں ہے،

فی الهندية اذا قال لا اريدك اولا احبك اولا اشتهيك اولا رغبة لی فيك فانه لا يقع وان نوی فی قول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ

اور یونہی بحرالرائق میں ہے، جب خاوند نے کہا میں تجھے نہیں چاہتا یا میں تجھے پسند نہیں کرتا میں تیری خواہش نہیں کرتا یا مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو یہی امام ابوحنیفہ رحم اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے۔

﴿۲۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، جھگڑے کے دوران میں نے بیوی کو ایک دفعہ کہا تجھے طلاق ہے، پھر کچھ دیر بعد کہا تجھے طلاق ہے، اس واقعہ کو تقریباً دو ماہ بیس دن گزر چکے ہیں اب ہم بڑے پریشان ہیں اور صلح کرنے پر رضا مند ہیں تو شرعی راستہ اور حل بتائیں۔

نوٹ: میری منکوحہ کو عرصہ نو سال سے ماہواری نہیں آئی۔

سائل محمد رفیق چک نمبر 5DB

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ یہ دو طلاقیں رجعیہ ہیں۔ جس میں حکم شریف یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر صرف رجوع قولی یا فعلی کافی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تصريح باحسان ، باقی ماہواری نو سال سے نہیں آئی تو ایسی عورت آئسہ ہے اس کی عدت صرف تین ماہ ہے آئسہ کے متعلق قرآن کا حکم ہے کہ" واليسئن من المحيض"۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۵۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں مسمی ثناء اللہ ولد عطا محمد ضلع میانوالی بقائمہ ہوش و حواس حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ وقفہ وقفہ سے کہا کہ تو فارغ ہے، اور تین ڈھیلے بھی پھینکے ہم دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ آیا از روے شرع میری بیوی پر طلاق پڑتی ہے یا نہ،

سائل ثناء اللہ ولد عطا محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ ثناء اللہ کی بیوی پر صرف ایک طلاق بائنہ پڑتی ہے کیونکہ فارغ کا لفظ کنایہ الفاظ سے ہے اس سے طلاق بائنہ ہوگی، کیونکہ بائنہ، بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختا جلد اول صفحہ ۲۲۵ میں ہے، فان البائن لا یلحق البائن۔ تجدید نکاح کے ساتھ پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی قائم رکھ سکتے ہیں۔

﴿۲۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، باتوں باتوں میں مجھے شدید غصہ آیا، جس کی وجہ سے میں اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ پا سکا، تین ڈھیلے اٹھائے اور اکھٹے پھینکے اور کہا تم فارغ ہو،

۱۔ بوقت تلخ کلامی میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

۲۔ غصہ شدید تھا۔

۳۔ تین ماہ کی بچی دودھ پیتی ہے،

کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ سائل دلداد خان ولد احمد خان۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ تین ڈھیلے یکدم یا ایک ایک پھینکنے سے طلاق واقعہ نہیں ہوتی۔ جب تک لفظ طلاق زبان سے نہ نکلے، بیوی کو کہنا جا تم فارغ ہو، کنایہ ہے عند القرینہ بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوگئی، جو کہ بائنہ ہوگی۔ غصہ مانع طلاق نہیں، باقی رہا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بچی دودھ پیتی ہے یہ بھی مانع طلاق نہیں۔ جدید نکاح کریں اور پھر میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی بسر کر سکتے ہیں، ھٰکذا فی المتون۔

﴿۲۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کا نام اور اس کے والد کا نام لیکر ایک دفعہ کہا رمضان کی بیٹی تو مجھ پر حرام ہے۔ پھر نام لیئے بغیر ایک دفعہ کہا تو مجھ پر حرام ہے، اس واقع کو ایک ہفتہ بیت چکا ہے، کیا ہم دونوں میاں بیوی باقی زندگی اکٹھے گزار سکتے ہیں یا نہیں۔

سائل ولی محمد ولد علی محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ طلاق دھندہ کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑتی ہے، بغیر حلالہ کے عدت کے اندر نکاح جدید ضروری ہے۔

قرآن شریف میں ہے،

من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر والائی لم یحضن،

تم میں سے ان عورتوں کی عدت جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں کوئی شبہ ہو تین مہینے ہے، اور اسی طرح ان کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور عدت کے بعد بھی،

اذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجھا فی العدت و بعد انقضائھا لان حل المحلیة باق لان زواله معلق بالطلقة الثلثة فینعدم قبله، ھدایہ جلد دوم ص ۱۳۱۔ لہٰذا ولی محمد ولد علی محمد کی بیوی اگر چاہے تو دونوں دوبارہ نکاح کرلیں، پھر ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔

﴿۲۵۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا فساد ہوا، میں نے غصہ کی حالت میں کہا تو مجھ پر حرام، حرام ہے، صرف دو دفعہ کہا پھر خاموش ہو گیا، آیا از روئے شرع میری

بیوی پرکوئی طلاق پڑتی ہے کہ نہیں، سائل برکت علی ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ برکت علی کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ پڑگئی ہے۔ کیونکہ لفظ حرام کنایہ لفظ ہے۔ جس سے طلاق بائنہ ہوتی ہے۔ چونکہ بائن بائن کولاحق نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم ص ۲۲۵ پر ہے، لان البائن لا یلحق البائن

ہدایہ شریف میں ہے،

اذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدت و بعد انقضائها لان حل المحلية باق لان زواله معلق بالطلقة الثلثة فينعدم قبله

اس وجہ سے صرف ایک طلاق بائنہ ہوئی، زوج مذکورہ عدت کے اندر اور بعد عدت صرف جدید نکاح کیساتھ میاں بیوی ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں،

«۲۵۷» فتوی شرعی: کہ میری بیوی کے ساتھ معمولی لڑائی ہوئی پھر میں نے اِن الفاظ سے بیوی کوطلاق دی، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، صرف ایک مرتبہ کہا پھر میرے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ تو پھر میں نے کہا توں مجھ سے فارغ ہے۔ کیا ازروئے شرع طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔ سائل شفقت حسین DB5 بھکر۔

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق کا لفظ صریح لفظ ہے اور فارغ کا لفظ کنایہ چونکہ صریح صریح کو بھی لاحق ہوتی ہے، اور کنائی کو بھی لاحق ہوتی ہے۔ لہذا دونوں طلاقیں بائنہ ہوکر واقع ہوگئی۔ اس صورت میں میاں بیوی عدت کے اندر ابھی اور عدت کے بعد بھی صرف جدید نکاح سے ازدواجی زندگی قائم رکھ سکتے ہیں۔ حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے؛

الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

﴿۲۵۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں مسمی محمد رمضان حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میرا نکاح شرعی روبرو گواہان تقریباً بیس سال پہلے خالدہ بی بی سے ہوا تھا۔ چونکہ میں اس وقت نابالغ تھا اور میرے علم میں نہیں تھا اب میں بالغ ہوں۔ ہوش وحواس اپنی مرضی سے بلا جبر واکراہ خالدہ بی بی سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور روبرو دو گواہان، طلاق دے کر اسے آزاد کرتا ہوں اور وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

سائل محمد رمضان ولد عبدالرحمان

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائل کی منکوحہ غیر مدخولہ ہے اور یہ بھی سوال سے واضح ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ایک طلاق صریح پہلے ہے اور اس کے بعد آزاد کرتا ہوں کنائی لفظ ہے۔ لڑکی چونکہ غیر مدخولہ ہے پہلی طلاق ہی سے بائنہ ہو گئی، پہلی طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہ رہی۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۵۰ میں ہے،

قال الزوجۃ غیر المدخول بہا انت طالق ثلثا وقعن وان فرق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ وفی الشرح بانت بالاولیٰ لا الی العدت فلا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل۔

﴿۲۵۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے والد سے ٹریکٹر کے مسئلہ پر جھگڑا ہوا، درمیان میری بیوی آ گئی، میں نے بیوی کو یہ لفظ کہے تجھ پر طلاق ہے تو مجھ سے فارغ ہے۔ اور تین ڈھیلے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الگ الگ چھینکے موجود گواہان نے طالق کے بیان کی تائید کی ہے، ان کے بیان حلفی لف ہیں۔ آیا ازروئے شرع طلاق ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد طفیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد طفیل کے لفظ طلاق میں فارغ پہلے ہے اور طلاق کا لفظ بعد میں ہے، (گواہوں نے الفاظ کا تعین کر دیا) اور خود طالق نے بھی گواہوں کی تصدیق کی ہے۔ اس میں فارغ کا لفظ طلاق بائن کا لفظ ہے اور طلاق کا لفظ صریح ہے۔ اور صریح طلاق کنائی کو لاحق ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے لفظ میں دو طلاق بائنہ واقع ہو چکی ہیں۔ جس میں عدت کے اندر اندر یا بعد عدت نکاح جدید ضروری ہے۔

﴿۲۶۰﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے اسکی بیوی، والدہ اور بھاوج کے درمیان ناخوشگوار باتیں ہوئیں اور اس گفت وشنید میں تلخ کلامی ہوگئی ہے، میرا لڑکا ذہنی مریض ہونے کے علاوہ ہائی بلڈ پریشر کا بھی مریض ہے۔ اس کشمکش میں میرے بیٹے ضیاء اللہ خان نے کہا ایک، دو، تین فارغ ہو اور طلاق جو کچھ مال متاع لینا ہے لو اور چلتی بنو۔

سائل منظور احمد خان موسیٰ خیل

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین لفظ قابل توجہ ہیں،

(۱) ایک، دو، تین (۲) لفظ فارغ، لفظ طلاق ہر ایک کا جواب بالترتیب ملاحظہ ہو۔

(۱) ۱، ۲، ۳ یہ عدد محض ہیں، بغیر معدود کے یہ کوئی مفہوم نہیں رکھتے۔ ایک دو تین فقط نہ لفظ طلاق صریح کے لفظ ہیں اور نہ ہی لفظ کنایہ میں سے ہیں، اگر چہ اعداد سے نیت طلاق بھی ہو تب بھی طلاق واقعہ نہیں ہوتی۔ (۲) لفظ فارغ سے عند القرینہ بلا نیت بھی طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، طالق سے مراد پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ردالمحتار ص ۴۲۹ میں ہے،

فما لا یستعمل فیھا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلا نیة وما استعمل فیما استعمال الطلاق وغیرہ فحکمه حکم کنایات العربیة فی جمیع الاحکام

اسی طرح بدائع میں ہے، جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہو تو وہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی اور جو لفظ طلاق میں اور غیر طلاق میں استعمال ہو تو اسکا حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے۔

(۳) لفظ طلاق صریح لفظ طلاق میں سے ہے۔ مگر چونکہ فارغ کے بعد یہ لفظ درج ہے، اب اس سے طلاق بائنہ کا وقوع ہوگا، چونکہ صریح، صریح کو اور صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے البتہ بائنہ، بائنہ کو لاحق واقع نہیں ہوتی۔ وہ پہلے کی طرح اس کی بیوی ہے مگر نکاح جدید ضروری ہے۔ جہاں تک ذہنی مریض کا تعلق ہے اگر وہ جنون کی حد تک ہو تو طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی وہ پہلے کی طرح اسکی بیوی ہے مگر نکاح جدید ضروری ہے۔

﴿۲۶۱﴾ فتوی شرعی: مسمی عنایت اللہ حاضر ہوا، دو سال پہلے کی تحریر کا اقرار کیا، کہ یہ تحریر میری ہے اور میں نے خود لکھی تھی کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں، از روئے شرع شریف کتنی طلاق نافذ ہونگی۔ سائل عنایت اللہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عنایت اللہ نے خود مفتی صاحب کے سامنے اقرار کیا کہ یہ تحریر میری ہے۔ اس پر دو مرتبہ طلاق صریح کا ذکر ہے، لہٰذا طلاق بائنہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے،

الصریح یلحق الصریح و یلحق البائن بشرط العدۃ و اذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البیونہ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سائل بدون حلالہ شرعی نکاح دوبارہ کرسکتا ہے۔ حلالہ کا طریقہ زبانی سمجھا دیا گیا۔

﴿۲۶۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ سکینہ بی بی سے میرا نکاح ہوا ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی لڑکی کے والدین سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ آبادی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس وجہ سے میں بہ قائم ہوش وحواس بلا جبر اکراہ رضامندی سے خود مسماتہ مال بی بی دختر امان اللہ کو، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، کہ آج کے بعد ان سے میرا کوئی تعلق نہ ہے۔ بعد از عدت جہاں چاہے شادی کرلے۔

سائل محمد نور گلن خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد نور پر اس کی بیوی ایک طلاق کیساتھ بائن ہوئی ہے، کیونکہ غیر مدخولہ کو علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں بھی دے تو صرف پہلی طلاق واقع ہوتی ہے، دوسری دو لغو ہوتی ہیں۔ لہٰذا محمد نور سکینہ بی بی سے دوبارہ بدون حلالہ شرعی نکاح کرسکتا ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۵۰ میں ہے،

قال الزوجۃ غیر المدخول بہا انت طلاق ثلثا وقعن وان فرق بانت طالا ولیٰ ولم تقع الثانیۃ وفی الشرح بانت بالا ولیٰ لا الی المرۃ فلا الم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۶۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں کھیت میں کام کرتا ہوں، طبیعت خراب ہوئی تو گھر آیا تو گھریلو معاملہ میں بیوی سے جھگڑا کیا میں نے غصہ میں بیوی کو کہا جا تو مجھے سے فارغ ہے گھر سے چلی جا یہ کہہ کر میں گھر سے چلا گیا، میں حلفاً کہتا ہوں میری طلاق کی نیت نہ تھی بلکہ فقط بیوی کو ڈرانا مقصود تھا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد عاقل ڈھبہ کرسیال

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد عاقل کی بیوی ایک طلاق بائن سے مطلقہ ہوچکی ہے، کیونکہ فارغ کا لفظ طلاق بائن کا لفظ ہے۔ اسکا حل یہ ہے کہ عدت کے اندر اور بعد عدت بھی نکاح جدید کر سکتے ہیں۔ حلالہ شرعی کی ضرورت نہیں ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے،

الصریح یلحق الصریح و یلحق البائن بشرط العدۃ و اذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونہ السابقة علیه لتمنع الرجعة۔

﴿۲۶٤﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں ملازمت سے آیا تو گھر میں میری والدہ اور میری بیوی کے مابین لڑائی شروع تھی میں نے بارہا منع کیا مگر خاموش نہ ہوئیں۔ پھر میں نے کہا تم فارغ ہو، پھر بدزبانی شروع کر دی پھر میں نے کہا غصہ سے کہا تجھے طلاق ہے۔ میری والدہ اور بہن کے حلفی بیان بھی لف ہیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد نواز ولد برکت علی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لفظ فارغ پہلی دفعہ استعمال ہوا جو طلاق کنایہ کے الفاظ سے ہے، جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۸۷ میں ہے، فالکنایات لا تطلق بھا الا بینیة او دلالة الحال۔ اس سے محمد نواز کی بیوی بائنہ ہوگئی، دوسرا لفظ طلاق لغو ہوا۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے، الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونہ السابقۃ علیہ لتمنع الرجعۃ۔

۲۶۵۔ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی اور میرے والد کمرہ کے اندر تھے، گھریلو ... ت پر گرما گرمی ہوئی تو میں نے بیر کی گھٹلی اٹھائی اور گھٹلی پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا، پھر دو گھٹلیاں اکھٹے پھینک کر پھر طلاق کا ایک ہی لفظ کہا، بیوی خاوند کے بیان کی تائید کرتی ہے یعنی دو طلاقوں کی گواہی دیتی ہے، جب کہ والد کے بیان بایں الفاظ کہ میرے بیٹے نے میری بہو کی طرف دو چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا پھر ایک چاک پھینک کر پھر طلاق کا لفظ کہا۔ تیسری دفعہ خالی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے طلاق کا لفظ کہا ہے، تو میرے اندازے سے میرے بیٹے نے تین طلاقیں کہی ہیں۔خلاصہ سوال یہ ہے کہ خاوند اور منکوحہ دو طلاقوں کی گواہی دیتے ہیں اور ایک گواہ تین طلاق کی گواہی دیتا ہے، ازروئے شرع کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔

سائل ثناء اللہ خان داؤدخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طالق کے والد کے بیان کہ گواہی دیتا ہوں کہ میرے بیٹے نے میری بہو کو دو چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا پھر ایک چاک پھینک کر ایک دفعہ طلاق کا لفظ کہا، تیسری دفعہ خالی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے لفظ طلاق کہا ہے تو میرے اندازے میں تو تین طلاقیں کہی ہیں، جب کہ بیوی اور خاوند دو طلاقوں کی گواہی دی ہے۔ ان بیانات کی روشنی میں خاوند اور منکوحہ بیر کی گھٹلی اور دو عدد طلاق پر متفق ہیں جب کہ طالق کے والد گٹھلی کی بجائے چاک اور تین طلاق کا عدد بتلانے میں متردد ہیں، کیونکہ اس کے الفاظ قابل غور ہیں، میرے اندازے میں تین طلاقیں کہی ہیں، یہ شک کے لفظ ہیں، اور اصول شرع یہ ہے کہ ایک

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور دو طلاق میں شک ہو تو فتوی ایک پر ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۴۵۷ پر ہے، جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو، فی الاشباہ والدرالمختار والعقود دوریہ وغیرھا لو شک اطلق واحدۃ او کثر بنی علی الاقل۔ اشباہ، درمختار عقود دریہ وغیرھا میں ہے کہ ایک طلاق یا زائدہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی۔ اسی طرح جب تین طلاقوں میں شک ہو تو فتوی دو پر ہو گا۔ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ دو طلاق یقینی ہیں اور دونوں صریح ہیں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی سے پھر میاں بیوی بن کر اکھٹے رہ سکتے ہیں، مگر یہ ذہن نشین ہو کہ بیوی کو جب کبھی زندگی میں پھر طلاق دی تو بلا حلالہ شرعی واپس نہ آئے گی۔

﴿۲۶۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا میں نے غصہ کی حالت میں بیوی کو کہا بے غیرت نسل کی میں نے تجھے طلاق دی ہے، پھر کہا میرے گھر سے نکل جا۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

سائل محمد اسد خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ نے ایک طلاق کا لفظ کہا یہ صریح ہے۔ لہذا ایک طلاق رجعی پڑ گئی۔ پھر اگر طلاق کی نیت سے لفظ، میرے گھر سے نکل جا کہا تو دو طلاقیں بائن پڑیں۔ کیونکہ طالق نے حلفاً کہا میرے گھر سے نکل جا! طلاق کی نیت سے نہیں کہا۔ لہذا آپ کی بیوی پر فقط ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی عدت کے ندر اندر رجوع کرلو پھر عمر بھر میاں بیوی کی مانند اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ فی الاشباہ والدرالمختار والعقود الدریۃ وغیرھا لو شک اطلق واحدۃ او کثر بنی علی الاقل لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع بہ بلا نیۃ، کیونکہ نکل جا یہ لفظ رد کا احتمال رکھتا ہے لہذا بغیر نیت کے طلاق نہ ہو

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گی۔ایک طلاق یا زائدہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی

﴿۲۶۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے نے بحالت سخت غصہ بیوی کو دو طلاقیں دے دی ہیں۔کیا ہم عدت کے اندر اور بعد از عدت سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔(۲) اگر عورت نکاح پر راضی نہ ہو تو بغیر اس کی اجازت کے نکاح ہو سکتا ہے،

سائل ذوالقرنین خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اسی قسم کے سوال کا جواب اعلحضرت عظیم المرتبت علیہ رحمۃ رب العزت نے فتاوی رضویہ جلد۱۲ صفحہ ۴۶۵ پر دیا ہے کہ شوہر سے تو اسی وقت نکاح ہوسکتا ہے کچھ عدت گزارنے کی حاجت نہیں ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کرسکتی ہے۔جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہی خود مختار ہو جاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے،شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہوسکتی۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے،

فی الهندية عن الهداية اذا كان الطلاق بائن دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها۔ وفيها عن الفتح حكمه وقوع الفرقة بالانقضاء العدة فی الرجعی وبدونه فی البائن ، وفی العقود الدرية وقع عليه طلقة بائنة ملكت بها نفسها وحيث انقضت عدتها صارت اجنبية ، ملخصاً والمسائل كلها واضحة شهيرة معلومة۔

ہندیہ میں ہدایہ سے منقول ہے کہ جب طلاق بائنہ ہو اور تین سے کم ہوں تو خاوند کی عدت کے اندر اور ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا،اور ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی ہو تو عدت ختم ہو جانے پر بائنہ ہو تو عدت ختم ہوئے بغیر بھی جدائی ہو جائے،درمختار

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہے کہ بائنہ طلاق سے بیوی نکاح کے لئے خودمختار ہوجاتی ہے ،عفو ودر یہ میں ہے کہ بائنہ طلاق واقع ہوجانے پراپنے آپ کی مالک ہوجاتی ہےاورعدت ختم ہوجانے پروہ خاوند کے لیےاجنبی بن جاتی ہے۔فتاوی رضویہ جلد۱۲ص ۳۶۵۔

﴿۲۶۸﴾ فتوی شرعی: کہ ایک مردعورت کے قابل نہیں یعنی نامرد ہے،کافی علاج وغیرہ کرائے مگرعلاج کارآمد ثابت نہ ہوئے ،آخرکاراسلام آباد کے ایک پروفیسرڈاکٹر نے کہا ہے کہ علاج کا کوئی فائدہ نہیں ۔آپ صحیح نہیں ہوسکتے ،آیااس صورت میں عورت کیا کرے۔

سائل ملک محمد شفیق انجم

الجواب : صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عورت کوقطعاً جائزنہیں کہ وہ بغیر طلاق لیے دوسرے مرد سے نکاح کرلے اگرکرے گی محض حرام ہوگا۔مرد جب ہمبستری کے قابل نہ ہوتواس پرفرض ہے کہ عورت کوطلاق دے دے۔قرآن پاک میں ہے،قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف ،اللہ تعالیٰ نے فرمایاایک یادو طلاقوں سے بعد بیوی پاس رکھلو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کردو۔

بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگرمردخلوت کرچکا ہواگرچہ اس پرقادر نہ ہوا ہواس کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔اوراگراب تک خلوت نہ ہوئی ہوتو بعد طلاق فوراًجس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلابھا وان لم یخل بھا فلا عدۃ علیھا۔ فتاوی ھندیہ جلد اول ص ۵۲۴۔

ہندیہ میں نامرد کے احکام کے باب میں ہے کہ عورت پربالاجماع عدت ہوگی جب خاوند نے خلوت کرلی ہواوراگرخلوت نہ پائی ہوتو عورت پرعدت نہیں ہے۔اگروہ طلاق نہیں دیتا توفسخ

نکاح کے لیئے عدالت سے رجوع کرسکتی ہے۔

﴿۲۶۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا خاوند عرصہ دوسال سے پاگل ہوگیا ہے، والدین کے گھر میں ہوں، میں خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی، آیا ازروئے شرعی میرا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہوسکتا ہے۔سائلہ کلثوم بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک پاگل کی بیوی بغیر طلاق لیے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

درمختار جلد اول صفحہ ۲۵۵ میں ہے،

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون۔

خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر اگرچہ وہ عیب جنون کی طرح واضح ہو فسخ کا اختیار نہیں۔کلثوم بی بی آپ بغیر حاصل کئے طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ ص ۵۲۶ میں ہے

اذا کان بالزوج جنون اوبرص او جزام فلا خیار لهما۔ کنز الدقائق صفحہ ۱۳۷میں ھے، لم یتخیر احدهما بعیب۔

ایک کے عیب کی وجہ سے دوسرا فسخ کو اختیار نہیں کرسکتا۔ ملتقی الابحر جلد اول ص ۴۶۳ اور اس کی شرح مجمع الانہر ص ۱۱۵ میں ہے، لا خیار لها ان وجدت (المرأة) بہ ای بالزوج) جنونا۔ بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وہ خاوند میں جنون پائے۔لہذا کلثوم بی بی آپ بغیر حاصل کئے طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷۰﴾ **فتوی شرعی** : کہ ہم چند رشتہ دار بھائی نصر اللہ خان کے گھر رشتہ طے کرنے کے معاملہ میں گئے بات ہو رہی تھی نصر اللہ خان کی بیوی بھی آ گئی اور اس نے کہا یہ رشتہ ہم بالکل نہیں دیں گے۔ نصر اللہ خان کو غصہ آ گیا اور کہا میں تجھے پسند نہیں کرتا ہماری بیٹی ہے تجھے کیا، کیا اس طرح کہنے سے طلاق تو نہ ہوگی۔

سائل غلام ربانی سکنہ میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نصر اللہ خان کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں پڑتی خاوند کا یہ کہنا کہ 'میں تجھے پسند نہیں کرتا' یہی لفظ طلاق کے معنی میں مستعمل نہیں۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ جلد اول ص ۳۷۴، بحر الرائق جلد اول ص ۳۹۰ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۵۶۴ میں ہے

"اذا قال لا اریدک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ"۔

جب خاوند نے کہا میں تجھے نہیں چاہتا، یا میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا یا مجھے رغبت نہیں ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگر چہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے۔

﴿۲۷۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ عبد الخالق نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری نظروں سے دور ہو جا، دور ہو جا، جب اس کی بیوی نہ ہٹی تو وہ جوتا لیکر اس کی طرف لپکا تو وہ آگے سے ہٹ گئی۔ کیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔ سائل عبد الخالق میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے بنیت طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی اور اگر ایک بار بھی بنیت طلاق کہے تو طلاق ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ مرد سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے۔ یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ جیسا درمختار میں ہے، **یکفی تحلیفها له فی منزله**۔ عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی۔

﴿۲۷۲﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی عرصہ دو سال سے والدین کے گھر ہے، بہت لوگوں کو سسرال بھیجا کہ میری بیوی کو منالاؤ مگر تمام طرف سے ناکامی ہوئی۔ آخر کار میں خود سسرال اس ارادہ سے گیا کہ آج فیصلہ واپس لونگا۔ وہاں بات چلی باتوں باتوں میں مجھے سسر نے کہا میں اپنی بیٹی تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھجوں گا۔ مجھے غصہ آیا تو میں نے کہا اگر میں پسند نہ تھا تو شادی کیوں کردی تھی۔ چلو اس کا کسی دوسری جگہ نکاح کردو۔ کیا اس طرح کہنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ سائل حاجی عبدالرزاق

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر شوہر بنیت طلاق یہ لفظ کہے کہ اس کا دوسری جگہ نکاح کردو تو یہ ایک طلاق بائن ہوگی اور اگر شوہر حلف کے ساتھ کہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۷۰ پر ہے،

لو قال تزوجی ونوی الطالق او لاثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع۔

اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تو نکاح کرلے، طلاق کی نیت یا تین طلاقوں کی نیت کی ہو نیت کے مطابق ایک یا تین طلاقیں صحیح ہوں گی۔ طالق کا بیان حلفی لف ہے اور مفتی صاحب کے روبرو حلفاً بھی کہا ہے کہ اس لفظ سے میری نیت طلاق نہ تھی تو طلاق واقع نہ ہوئی یہ دونوں میاں بیوی بن کر زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۷۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اسرال سے کسی گھریلو معاملہ میں تنازعہ ہوا میں نے کہا میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں اب میرے کام کی نہیں رہی۔ آیا ان الفاظ کے کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں۔

(نوٹ) خاوند نے بیان دیا ہے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے تھے۔

سائل محمد عبدالرزاق خان۔

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر دو طلاقیں بائن ہوگئیں۔ عورت نکاح سے نکل گئی۔ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور اگر پہلے شوہر سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کرسکتی ہے، عدت میں خواہ عدت کے بعد، جب کہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہوگئیں، بغیر حلالہ نہیں ہوسکے گا۔

"وذلك لان اللفظ اول صريح فوقع به طلاق وان لم ينو وصار الحال به حال المذاكرة واللفظ الثانى لا يحتمل الرد بل السب فاستغنى عن النية لاجل المذاكرة والواقع به بائن لانه من الكنايات غير الثلاث المعلومة اعتدى واخيها فلحوقه جعل الرجعى الاول ايضا بائنا لا متناع الرجعة بالثانى فبانت بثنتين"۔

کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے۔ اس لیے یہ طلاق ہوئی اگرچہ نیت نہ بھی ہو، اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہوگیا۔ اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا لہٰذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذکورہ طلاق واقع ہوچکی ہے، اس سے بائنہ طلاق ہوئی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہیں۔ لہٰذا اس دوسرے لفظ سے

پہلی صریح طلاق بھی بائنہ ہو گئی کیونکہ دوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا۔ لہٰذا بیوی کو دو بائنہ طلاقیں واقع ہوئیں۔

﴿۲۷۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا اور میری بیوی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، دوران جھگڑا میری منکوحہ نے مجھے کہا کہ طلاق دے دو، میں غصے میں تھا، میں نے بیوی کو ایک اینٹ ماری اور دو اینٹ کے ٹکڑے پھینکتے ہوئے کہا، ایک دو، تین تو مجھ سے فارغ ہے۔ میں نے زبان سے طلاق کا نام نہ لیا۔ اس صورت میں شریعت پاک کا مسئلہ لکھ دیں۔

سائل جہانگیر خان

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ صرف تین تین ڈھیلے پھینکنا یا اینٹ کے ٹکڑے یا زمین پر تین لکریں کھینچنا اور زبان سے صرف ایک، دو، تین کہنا اور لفظ طلاق منہ سے نہ بولنا اس سے کوئی طلاق نہیں پڑتی، طلاق کا تعلق بولنے سے ہے۔ لہٰذا لفظ طلاق کہے بغیر ڈھیلے پھینکنا لغو ہیں البتہ صورت مسئولہ میں لفظ تو مجھ سے فارغ ہے، کنائی لفظ ہے۔ چونکہ مذاکرہ طلاق ہے اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی، عدت کے اندر اندر صرف نکاح کی ضرورت پڑے گی، اور عدت کے بعد جہاں عورت چاہے گی شادی کر سکتی ہے۔ **ولا یفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال۔**

﴿۲۷۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میں نے ایک بیوہ سے شادی کی اس شادی پر میرے گھر والے اور بیوہ کے اہل خانہ بالکل رضا مند نہ تھے، میری بیوی کے لڑکوں نے مجھے صلح کی غرض سے بلایا جب میں وہاں گیا تو انہوں نے مجھے کمرہ میں بند کر دیا اور مجھے کہا ہماری والدہ کو طلاق دو یا موت کے لیے تیار ہو جاؤ، وہ میرے پاس ایک تحریر لے آئے انہوں نے مجھے کہا اسے پڑھو اور دستخط کر دو۔ میں نے تحریر پڑھی اور دستخط کر دیئے۔ اس تحریر میں تین

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلاق دینے کا ذکر تھا۔ حضرت مفتی صاحب نہ میں نے با قاعدہ طلاق دی ہے اور نہ طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے، یہ دستخط فقط موت کے خوف سے کر دیئے۔ اور زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ آیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد عارف ساکن پپلاں

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ جبراً طلاق لکھوانے یا دستخط کرانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک کہ زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے۔ فلوا کرہ علی ان یکتب طلاق امرءته فکتب لا تطلق لا ن الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ھھنا۔ (تلخیصاً از احسن الفتاوی ص ۱۴۵ جلد ۵۔

صورت مذکورہ میں چونکہ موت کا خوف دلا کر جبراً طلاق نامہ پر دستخط کرائے گئے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ رہی بات طلاق نامہ کو جبراً پڑھوانے کی، تو شوہر کا یہ پڑھنا عبارت مکتوبہ کی حکایت ہے نہ کہ ایقاع طلاق۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ یہ تلفظ ایقاعاً اور انشاء نہیں بلکہ حکایۃ ہے۔ البتہ اگر طلاق نامہ پڑھتے وقت بھی انشاء طلاق کی نیت کر کے اور ایقاع طلاق سمجھ کر دستخط کر دینا طلاق کا وقوع ظاہر تھا۔ اور اسی طرح طلاق نامہ کی عبارت جبرا پڑھوائے جانے کے بعد پھر زبان سے طلاق دے دیتا تو باوجود جبر واکراہ کے طلاق واقع ہو جاتی۔ حاصل یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں تلفظ بالطلاق ایقاعاً اور انشاء پڑھوایا گیا جس کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم نہیں دیا۔

﴿۲۷۶﴾ فتوی شرعی: کہ میرا اور میری بیوی کے درمیان کسی معاملہ پر تنازعہ ہوا، میں نے اپنی بیوی کو طلاق کہی لیکن تعداد بالکل یاد نہیں اور نہ ہی کسی طرف غالب گمان ہے،

طلاق دھندہ کی بیوی کا بیان میں حلفاً کہتا ہوں میرا روٹی کے معاملہ میں خاوند سے جھگڑا ہوا تو خاوند

نے مجھے کہا میں تجھے طلاق دے دونگا، جب بات آگے بڑھی تو کہا میں ابھی طلاق دیتا ہوں تو میرے اندازے کے مطابق تین چار مرتبہ طلاق کا لفظ کہا۔ (نسرین محمود)

سائل شرافت علی۔

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اصول شرع شریف یہ ہے کہ مرد کو جب طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور جب غالب گمان بھی کسی طرف نہ ہو تو کم سے کم طلاق کا حکم ہوگا، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص۶۲۳ میں ہے، **ولو شك الطالق واحدة او اكثر بنى على الاقل** ۔ یعنی ایک طلاق رجعی جو عدت کے اندر رجوع قولی یا فعلی کرنا ضروری ہے۔ اور بعد از عدت صرف نکاح بلکہ حلالہ ضروری ہوگا۔ ہاں اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہے تو اس پر لازم ہے کہ خاوند سے اپنے آپ کو دور رکھے قادر اپنے پر نہ ہونے دے۔ اگر مرد نے قدرت پالی تو عورت پر گناہ نہ ہوگا۔ گناہ مرد پر ہوگا۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے

"والمرءة كالقاضى اذا سمعته او اجزها عدل لا يحل لها نفسها بمال او تحرب "(ردالمحتار جلد دوم صفحه ٥٩٤)

﴿۲۷۷﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفا بیان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو کمرہ میں بلایا اور کہا کہ میں نے بہت کچھ سمجھایا ہے اس سے آگے مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا۔ تو بیوی نے کہا توں طلاق دیگا۔ تو میں نے فوراً یہ کہا مجھ پر طلاق ہے اس کے بعد میں باہر نکل گیا اور منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالا، گھر پر قسم دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

بیان بیوی: میں حلفاً بیان دیتی ہوں کہ میں اپنے ماموں کے گھر پر تھی مجھے خاوند نے بلایا میں جب آئی تو یہ اندر موجود تھا، مجھے کہا آج تجھے طلاق ہے، آج تجھے طلاق ہے جب باہر جانے لگا تو پھر آج

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کالفظ نہیں بولا صرف اتنا کہا کہ تجھے طلاق ہے، اس وقت ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔
(کوثر پروین)

سائل احمد خان ڈھوک مہر محمد

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ عورت مدعیہ ہے کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور خاوند منکر ہے۔

حدیث شریف میں ہے،

البینة علی المدعی والیمین علی من انکر

کہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرنا مدعی یا مدعیہ کے ذمہ لازم ہے، چونکہ مدعیہ کے پاس گواہ نہیں ہیں اور خاوند قسم پر تیار ہے لہٰذا قول خاوند معتبر ہے۔ اور ایک طلاق جو اس نے اب دی ہے یہ تو پڑ چکی ہے عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔ نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعد از عدت نکاح جدید کے ساتھ رجوع ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک اہم بات قابل توجہ ہے کہ اگر عورت کو کامل یقین ہو کہ مجھے خاوند نے تین طلاقیں دی ہیں تو عورت جس طرح کرے خاوند سے علیحدگی اختیار کرے اور کسی کو حق نہیں کہ عورت خاوند کے حوالہ کریں۔ اگر جبراً عورت مذکورہ خاوند کو دلوائی گئی تو اس صورت میں عورت گناہ گار نہ ہوگی جب کہ خاوند گناہ گار ہوگا، عورت پر لازم ہے کہ مال دیکر یا کسی اور طریقے سے جان چھڑائے خاوند کو اپنے اوپر قابو نہ دے یا کسی محفوظ جگہ میں بھاگ جائے۔ ھکذا فی المتون۔

﴿۲۷۸﴾ فتوی شرعی: کہ میرے سالے مجھے پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر کے اسلحہ دکھا کر جبراً طلاق لی اور کیمرہ کی مدد سے میری ننگی تصویریں لیں، مجھے ڈرایا، دھمکایا، بالآخر مجھ سے یہ لفظ کہلوائے کہ تو کہہ کہ میں نے اپنی بیوی عنائیتاں کو طلاق دی، خوف کی وجہ سے مجھے تعداد کا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ علم نہیں کہ میں نے طلاق کا لفظ کتنی بار کہا ہے، ہاں صرف ایک دفعہ طلاق کا لفظ مجھے یاد ہے، شرعی مسئلہ سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد سعید سکنہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر وہ واقع ہو جائیگی، نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ (پتھر) شیشہ پر پتھر خود پھینکیں یا خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے، شیشہ ہر طرح سے ٹوٹ جائے گا، مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دے اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔

تنویر الابصار فتاوی عالمگیری میں ہے،

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل وامکرھا اور مخطئا

البتہ واضح ہو کہ طلاق کی تعداد معلوم نہ ہو تو فتوی اقل پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ١٦٧ میں ہے،

ولو شك الطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل

لہٰذا ایک طلاق واقع ہوگی جو قابل رجوع ہے عدت کے اندر اندر۔ خلاصہ تحریر یہ ہے کہ ایک صریح طلاق ہوئی جس میں عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی ضروری ہے، جدید نکاح یا حلالہ کی ضرورت نہ ہے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ١٢ ص ٣٨٥ پر ہے،

ویقع طلاق کل زوج بلاغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا وفی ردالمحتار عن البحران المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابه اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا۔

ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائے گی اگر چہ مجبور کیا گیا یا خطاء سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا ہو اور اگر اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت کی بناء پر کیا جاتا ہے، اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔

﴿۲۷۹﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے وثیقہ نویس کو کہا طلاق لکھو میں حلفاً کہتا ہوں تعداد طلاق کا ذکر نہیں ہوا۔ آیا از روئے شرع کوئی طلاق واقع ہوگی،

(نوٹ) وثیقہ نویس صرف ایک طلاق کی گواہی دیتا ہے،

سائل نصر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نصر اللہ خان نے وثیقہ نویس کو فقط طلاق نامہ لکھنے کو کہا، تعداد طلاق نہیں کہا، لہذا اس کے اقرار کے مطابق ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم صفحہ ۲۷۵ میں ہے،

لو قال لکاتب الکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب،

عدت کے اندر اندر رجوع قولی یا فعلی کر سکتا ہے اگر وثیقہ نویس کو تین طلاقیں کہتا تو تین پڑ جاتیں چونکہ گواہ ایک ہے وہ شرعاً معتبر نہیں ہے، لہذا طالق کے حلف پر ایک طلاق کا فتوی دیا جاتا ہے، لہذا یہ دونوں زوجین پہلے کی طرح میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۸۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ چند شرارت پسند لوگوں نے مجھے پکڑ لیا اور شادی کا موقع تھا تو انہوں نے شراب پی، میرے ہاتھ باندھ کر مجھے بھی شراب پلا دی، حالانکہ آج تک نہ میں نے شراب پی اور نہ پینے کا ارادہ تھا، اور اسی بیہوشی کے دوران میں نے بیوی کو طلاق دے دی، آیا طلاق ہو گی یا نہیں۔

سائل محمد اکرم اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ اگر جبر و اکراہ شرعی ہو، مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اسے قادر جانتا ہو، یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کہ منہ کھول کر حلق میں شراب ڈال دی تو اس صورت کی تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔

درمختار جلد اول ص ۲۱۷ میں ہے،

اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطر۔

جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۲۲۴ میں ہے،

صحح فی التحفة وغیرہ عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انه التحقیق ملخصا۔

تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور فقہ کی مشہور کتاب قدوری شریف میں بھی یہی تحقیق ہے۔

﴿۲۸۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ غلام محمد نے اپنی بیگم رخسانہ پروین سے جھگڑا کیا اور غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا تو میری ماں بہن ہے میرے گھر سے نکل جا، پھر شام کے وقت بھی

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

یہی کہا، جب غلام محمد سے دریافت کیا گیا، کیا تیری طلاق دینے کی نیت تھی تو اس نے حلفاً کہا ہاں۔شرعاً کیا حکم ہے۔

سائل غلام قاسم ولد محمد اصغر ساکن سہراب والا

الجواب: صورتِ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام محمد کی عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔اگر عورت اپنی رضا سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر اور باہر نئے حق مہر پر غلام محمد کے ساتھ نکاح ہوسکتا۔

ردالمحتار اور شامی میں ہے،

ویقع بہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ (الی ان قال) البائن،

نیز فرمایا، لا یلحق البائن البائن، فتاوی شامی میں ہے، لانہ ہو الذی لیس ظاہرا فی انشاء الطلاق۔

نیز باب الظہار میں ہے، یکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ

اور اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد ہوسکتا ہے۔

﴿۲۸۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ محمد عمران ولد محمد عرفان نے بیوی سے لڑائی کی اور اسی لڑائی کے وقت کہا تو مجھ پر حرام، حرام، حرام ہے، پھر کہا توں میرے گھر میں اچھی نہیں لگی میں تجھ سے تنگ آگیا ہوں۔ ہر روز بچوں کو مارتی ہے کچھ تو شرم کرو۔ آیا اس صورت میں عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔سائل حافظ محمد رمضان ساکن کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عرفاً یہ لفظ صریح طلاق بائن ہے۔

شامی جلد۲ ص ۵۹۴ میں ہے،

افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیت

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو صورت مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگر چہ نیت بینونۃ پر دال معلوم ہوتا ہے تو دوبارہ نکاح کرسکتا ہے ہاں اگر طلاق ثلاثہ کی نیت سے مجھ پر حرام کہا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور نکاح بلا حلالہ نہیں کرسکتا مگر بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے یہ نہیں کیونکہ کہ البائن یلحق الصریح لا البائن یعنی بائن طلاق طلاق صریح رجعی پر واقع ہوسکتی ہے اور اگر پہلے بائن واقع ہوچکی ہو تو اس پر دوسری بائن واقع نہیں ہوتی، لہٰذا دوسرے اور تیسرے لفظ حرام سے اور طلاق نہیں پڑے گی تو ایک ہی بائن رہے گی لہٰذا حلالے کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر اس نے پہلے حرام میں ہی تین طلاقوں کی نیت کر لی تھی تو پھر تین ہوں گی اور مغلظہ بھی مگر جب کہ وہ یہ دریافت نہیں کرتا اور ایسی نیت طلاق جس سے تین بنتی ہوں نہیں بتاتا تو ہمیں اس کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی عوام سے ایسی باریکی متوقع ہے لہٰذا ایک بائن ہی ہوگی،

فتاوی شامی جلد۲ ص ۵۹۶ میں ہے،

قد ابانه تصح نية الثلاثه فی انت علی حرام

نیز جلد۲ ص ۶۴۵ میں ہے،

ولا یرد انت علی حرام علی المفتی به من عدم توقف علی النية مع انه لا یلحق البائن ولا یلحقه البائن لکونه بائنا۔

﴿۲۸۳﴾ فتوی شرعی: کہ میرے گاؤں میں ایک آدمی نے اپنی زوجہ کو تین مرتبہ کہا اے فلانی میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ یہاں کوئی مولوی کہتا ہے تین طلاق ہوگی کوئی مولوی کہتا ہے طلاق بائن واقع ہوگئی ہے۔ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

سائل حافظ محمد اسلم ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فتاوی نوریہ والے کی تحقیق حق ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تصریحات فقہیہ سے روز روشن کی طرح واضح کہ لفظ چھوڑی صریح طلاق نہیں، صریح کا وہ لفظ جس کا استعمال غالباً طلاق میں ہی ہو حالانکہ یہ لفظ صدہا چیزوں کے چھوڑنے پر کہا جاتا ہے اور بیوی کے حق میں بھی طلاق کے علاوہ کئی اور طرح کے چھوڑنے پر بولا جاتا ہے۔ اس کے ہم مثل الفاظ عربی میں سرحتك اطلقتك مطلقه وغیرہا ہیں جو طلاق صریح نہیں بلکہ کنایہ ہیں۔

مبسوط سرخسی جلد۲ ص ۷۸ میں ہے،

والنظیر من الاول فان الرجل یقول سرحت ابلی و فارقت غریمی او صدیقی فهما کسائر الالفاظ المبهمته لا یقع ها الطلاق الا بالنیته

فتاوی شامی ص ۲۳۹ میں ہے،

(قوله سرحتك) من السراح بفتح السین وهو الارسال ای ارسلتك لانی طلقتك او لحاجة لی۔

فتاوی شامی ۵۶۹ میں بحر الرائق سے ہے،

فلم یتوقف علی النیة فی طلقتك و انت مطلقة بالتشدید و یتوقف علیها فی اطلقتك و مطلقته بالتخفیف

اسی میں ہے، قال فی البدائع هذا الاستعمال فی العرف وان کان المعنی فی اللفظین لا یختلف فی اللغة

نیز فتاوی شامی جلد۲ ص ۵۹۰ میں ہے،

(قوله ولو بالفارسیة) فما لا یستعمل فیها الا فی الطلاق فهو صریح یقع بلانیة وما استعمل فیها استعمال الطلاق وغیره فحکمه حکم کنایات العربیته فی جمیع الاحکام

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

بلکہ قرآن کریم سے طلاق کے بغیر صرف عدم ادائیگی حقوق زوجہ پر بھی زوجہ چھوڑنے کا طلاق ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے، فتذروھا کالمعلقة ہاں یہ لفظ کنایہ طلاق بائن ہے تو اگر نیت طلاق سے کہایا قرینہ طلاق پایا گیا تو طلاق بائن واقع ہوگئی۔

﴿۲۸۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ (غلام حسن) دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا میری بھابھی سے بھائی لڑ رہا ہے اور انہیں بالوں سے پکڑ کر اندر لے گیا وہاں بھی مارا، جب ہم گئے تو غصہ سے چہرا سرخ تھا اور ہمیں کہا میرے گواہ بن جاؤ یہ صغری مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے ان کو میرے گھر سے لے جاؤ۔ ورنہ میں قتل کر دونگا۔ ہمارے تینوں کے اور طالق کے حلفی بیان لف ہیں ان کی روشنی میں فتوی لکھ دیں۔ سائل شاہد عباس، غلام عباس، طالق محمد انصر عباس، جان محمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر ان کے بیان صحیح ہیں تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بائن پڑ گئی ہے اور باقی لغو۔ شامی جلد۲ ص ۵۹۴ میں ہے، افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانه طلاق بائن للعرف بلا نیة قال فی التنویر قال لا مرأته انت علی حرام (الی قوله) ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه۔ ردالمختار جلد دوم ص ۶۰۱۔

نیز جلد۲ ص ۶۴۵ میں ہے، انت علی حرام کے بعد انت علی حرام کہنے سے اور طلاق نہیں پڑتی، نصه ولا یرد انت علی حرام علی المفتیٰ به من عدم توقفه علی النیة مع انه لا یلحق البائن ولا یلحقه البائن لکونه بائنا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۸۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی میرے والد کے ساتھ لڑ پڑی، میں نے سمجھایا کہ جا میرے والد سے معافی مانگ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میں نے کچہری میں آ کر حلف نامہ خریدا میں نے لکھا حمیرا بی بی دختر محمد اختر خان کو تین طلاق دے دی ہیں۔ پھر گھر آیا تو بیوی کو اندر بلایا اور کہا جا میرے والد سے معافی مانگ ورنہ یہ اسٹامپ دیکھ اس پر تین طلاقیں لکھ کرا دیا ہوں۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر میں نے کہا یہ تین طلاقیں لے اور میرے گھر سے نکل جا۔ اب کچھ پندرہ دن گذر چکے ہیں، کچھ آدمیوں نے صلح کے لیے کہا، آیا طلاق ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد اسد خان پائی خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک ایسی صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، اور مغلظہ بہ تطلیقات ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہو سکتا۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے،

وان تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و یدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا

فتاوی شامی جلد ۲ ص ۵۷۶ میں ہے

ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعد من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی آپ پر تین طلاق سے حرام ہو چکی ہے۔ اب بغیر حلالہ کے وہ آپ کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۱ پر ہے،

ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرار بالطلاق وان

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لم یکتب ولو استکتب من آخر کتابا بابطلاقها وقراۃ الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وقع ان اقرا الزوج کتابا۔

حلالہ کا شرعی طریقہ یہ ہے، مطلقہ بعد از عدت اپنی مرضی سے کسی مرد سے نکاح کرے اور وہ خاوند سے ہمبستری بھی کرے۔ اگر خاوند ثانی اپنی مرضی سے طلاق دے، اب بعد از عدت خاونداول سے نکاح کرسکتی ہے۔قرآن پاک کا واضح حکم ہے، واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف الایته۔

﴿۲۸۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی منکوحہ کو دو سال قبل دو طلاق دیکر گھر سے نکال دیا تھا، لڑائی بھی ہوئی تھی میں نے خوب مارا تھا۔ ہمارے دو بچے بھی تھے۔ میری منکوحہ کے والدین فوت ہو گئے ہیں اب وہ راضی ہے اور میرے گھر آنے کو تیار ہے، کیا ازروئے شرع وہ نکاح جدید سے میرے گھر آسکتی ہے، چک کے کچھ لوگ اور چوہدری اعتراض کررہے ہیں۔ میری راہنمائی فرمائیں۔ محمد رحمت چک نمبر ml6

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں بلاشک وشبہ نکاح جائز ہے۔ حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ صرف تین طلاقوں سے لازم ہوسکتا ہے۔ اور یہ حرہ دو طلاقوں سے مطلقہ ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۱۱۱ میں ہے

اذا کان الطلاق بائن دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدۃ وبعد انقضائها

بلکہ جب عورت مرد دونوں اتفاق سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ایسے نکاح سے روکنے والا

سخت گنہگار، مورد غضب جبار، سزاوار عذاب نار ہو جاتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے،

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف الأية۔

﴿۲۸۷﴾ فتوی شرعی: کہ حلالہ شرعی کے بعد نکاح جدید کے ساتھ سابقہ بیوی کو گھر آباد کر سکتا ہوں، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں، آپ راہنمائی فرمادیں۔

سائل محمد مرسلین خان عیسیٰ خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی سابقہ بیوی دوبارہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے مگر اس شرط پر کہ کسی اور شخص کے ساتھ مسماۃ صحیح نکاح کرے اور وہ شخص باقاعدہ پوری طرح ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے اور اس طلاق کی عدت گزر جائے یا مر جائے اور عدت پوری ہو جائے تو آپ کے ساتھ حسب دستور شرع نکاح کر سکتی ہے۔ یہ حکم قرآن کریم اور حدیث شریف کا حکم ہے اور فقہ پاک کا مضبوط فیصلہ ہے۔

قرآن پاک پارہ دوم آیت نمبر ۲۳۰ میں ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

صحیح بخاری شریف ص ۷۹۱ میں ہے،

ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وانکان الطلاق ثلاثانی الحرۃ وثنتین فی الامتہ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا۔

اور اسی پر حضرات اربعہ وغیرہم کا اجماع واتفاق ہے۔

میزان شعرانی جلد۲ ص۱۲۹ میں ہے،

والنظر منہا اتفقوا علی ان من طلق زوجتہ ثلاثا لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأہا فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح ھنا الوطی وانہ شرط فی جواز حلہا للاول۔

﴿۲۸۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا تنازعہ بیوی کے ساتھ اس وقت ہوا جب وہ مجھے بد عائیں دے رہی تھی میں نے کہا میں تجھے حقوق زوجیت سے محروم کرتا ہوں، جا میں نے تجھے طلاق دی، آیا میری بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد سعید ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر کہا تجھے طلاق دیتا ہوں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر لفظ حق زوجیت سے محروم کرتا ہوں کو طلاق بنایا جائے تو لفظ طلاق دیتا ہوں، دوسری طلاق بن جائے، بہر حال دو طلاق سے زائد ہر گز نہیں،

فتاوی شامی جلد ۲ ص۶۴۶ میں ہے،

(قولہ لا یلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذی لا یلحق ھو ما کان بلفظ الکنایتہ

نیز فرمایا، وحینئذ فیکون المراد بالصریح فی الجملتہ الثانیتہ اعنی قولہم والبائن یلحق الصریح لا البائن ھو الصریح الرجعی فقط

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دون الصریح البائن

جب دوطلاقوں سے زائد نہیں تا نکاح عدت کے اندر اور باہر ہر طرح کر سکتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف الاٰیته۔

﴿۲۸۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے گھر میں ایک شخص اپنی منکوحہ کو ان الفاظ سے مخاطب کر کے کہتا ہے میرے گھر سے نکل جا تو مجھ پر حرام ہے، دفعہ ہو جا۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

(نوٹ) طلاق کی نیت بھی کی۔

سائل غضنفر علی شاہ سکندر آباد۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس کی بیوی پر طلاق بائن ہوگئی انقضائے عدت پر نکاح جدید کر سکتی ہے۔

درالمختار میں ہے،

وعلى الحرام يقع بلا نيته للعرف

شامی فرماتے ہیں،

اى فيكون صريحا لا كنايته (الىٰ ان قال) من اى لغته كانت وهذا فى عرف زمانا كذلك فوجب اعتبره صريحا كما افتى المتاخرون فى انت على حرما بانه طلاق بائن للعرف بلا نيته

اور اسے ہی میرے گھر سے نکل بھی کنایہ طلاق ہے اور چھوڑ چکا ہوں بھی لفظ طلاق ہے لما مر من اى لغة كانت۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۹۰﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی نے اپنی بیوی کو علیحدگی میں کہا میری طرف سے تجھے طلاق ہے، والدین کے گھر چلی جا۔ کیا میری بھابھی پر طلاق واقع ہوگی اگر ہوگی تو کونسی۔

سائل انصر عباس ٹرک اڈا میانوالی

الجواب: انصر عباس آپ کے بھائی نے اپنی بیوی کو کہا میری طرف سے تجھے طلاق ہے چلی جا تو طلاق بائنہ ہوگی۔ تنہائی میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں، نکاح شیشہ ہے اور طلاق پتھر ہے۔ جب پتھر شیشہ پر لگے گا تو اس نے ٹوٹنا ہی ہے چاہے عمداً ہو یا خطاً۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۹۶ میں ہے،

ان الصریح نوعان صریح رجعی وصریح بائن فالا ول ان یکون بحروف الطلاق بعد الدخول حقیقة غیر مقرون بعوض ولا بعد دالثلاث لا نصاً ولا اشارة ولا موصوفاً بصفة تبنئی عن البینونة۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿طلاق کے لغوی معنی﴾

لسان العرب میں ہے، التطلیق التخلیۃ والارسال وحل العقد (لسان العرب جلد ۱۰ ص ۲۲۹) یعنی ترک کر دینا اور چھوڑ دینا اور گرہ کھولنا

کتاب الفقہ میں طلاق کے لغوی معنی حل القید (بیڑی یا بندش کھولنا) ہے۔ چاہے قید حسی ہو جیسے قید الاسیر (قیدی کی بندش) اور قید الفرس (گھوڑے کی بندش) یا معنوی ہو جیسے قید النکاح (کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعہ جلد ۳ ص ۲۷۸) ھکذا تاج العروس جلد ۶ ص ۴۲۵۔

علامہ بدر الدین لکھتے ہیں، اور طلاق بمعنی تطلیق ہے جیسے سلام بمعنی تسلیم کہا جاتا ہے۔ طلاق یطلق تطلیقا او طلقت (بفتح اللام) تطلیق طلاقا فھی طالق و طالقۃ ایضاً (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۳ ص ۲۲۵)

یعنی اور طلاق کے لغوی معنی مطلقاً رفع قید (بندش کا اٹھانا) ہے جو اطلاق البعیر سے ماخوذ ہے جو اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی کو کھولنا ہے۔ ھو فی لغۃ رفع القید مطلاقا ماخوذ من اطلاق البعیر وھو ارسال من عقالہ (عینی شرح کنز ج ۱ ص ۱۳۸) یعنی وہ لغت میں مطلقاً قید کا اٹھانا ہے جو اطلاق البعیر سے ماخوذ ہے اور وہ اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی کا کھولنا ہے۔

﴿طلاق کے اصطلاحی معنی﴾

علامہ بدر الدین لکھتے ہیں، وفی الشرع رفع قید النکاح ویقال حل عقدۃ التزویج (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۳ ص ۲۲۵) یعنی شرعاً وہ نکاح کی قید کو اٹھا دینا ہے اور کہا گیا شادی کی گرہ کھولنا ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں، الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے نتیجہ نکاح کی قید کو اٹھا دینا طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے مراد وہ الفاظ جو صراحۃً یا کنایۃً طلاق پر مشتمل ہوں۔اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے۔طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔(البحر الرائق جلد۳ص۳۱۰)

﴿۲۹۱﴾ فتوی شرعی:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو ایک دم یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو کتنی طلاقیں واقع ہونگی۔اس سلسلہ میں صحابہ کرام کا عمل کیا تھا لکھ دیں۔سائل قاری محمد مدثر چکوال

الجواب بتوفیق الملک الوھاب:

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (الاية) (البقرة:۲۲۹)

یہ طلاق دو بار تک ہی ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنز الایمان)

یعنی وہ طلاقوں کے بعد شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقرة:۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنز الایمان)

اس آیت سے پہلے (طلاق مرتان) کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جاسکتی ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد (فان طلقھا) فرمایا۔ اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب مع الوصل یعنی بلا مہلت کے لیے آتا ہے جیسا کہ کتب قواعد عربیہ میں ہے لہٰذا قواعد عربیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ وہ طلاقیں رجعی دینے کے بعد شوہر نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے بغیر حلالہ شرعیہ کے حلال نہیں۔

قرآن مجید میں (مرتان) کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ وقوع طلاق کے لیے الگ الگ طلاق دینا شرط نہیں۔ خواہ ایک دم دے دے یا الگ الگ، طلاقیں واقع ہو جائیں گی چنانچہ علامہ احمد بن محمد صاوی لکھتے ہیں، (فان طلقھا) ای طلقة ثالثة سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات (فلا تحل) الخ، کما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع علیه (تفسیر صاوی، جلد ۱ ص ۱۳۱۹)

یعنی اس شوہر نے تیسری طلاق دی خواہ پہلی دو طلاقیں اس نے ایک دم دی تھیں یا دو بار میں اور آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ دے، عورت حلال نہ رہے گی جیسے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

قال القرطبی وحجة الجمهور فی اللزوم من حیث النظر ظاهرة جدا، وهو ان المطلقه ثلاثا لا تحل للمطلق حتی تنکح زوجا غیره ولا فرق بین مجموعها ومفرقها لغة وشرعاً (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۳۵۶)

یعنی قرطبی نے کہا لزوم طلاق میں یہ جمہور کی دلیل ہے اور وہ یہ کہ مطلقہ ثلاثہ طلاق دینے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والے کے لیے حلال نہیں ہوتی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ اکٹھی اور الگ الگ طلاق دینے میں لغتۃً اور شرعاً کوئی فرق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا (الطلاق ۱:)

ترجمہ: اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنزالایمان)

امام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ لکھتے ہیں،

والرد علی هؤلا قوله تعالیٰ (ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا (الطلاق ۱:)

یعنی

ان المطلق قد یکون له ندم فلا یمکن تلافیه لوقوع البینونة فلو کانت الثلاث لا تقع اصلا لم یکن طلاق یقع الا رجعیا فلا معنی للندم (کمال المعلم جلد ۵ ص ۲۰)

ان کا رد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (ومن یتعد حدود الله) طلاق دینے والے کو کبھی پشیمانی ہوتی ہے پھر جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو وہ پشیمان نہ ہوتا۔

امام یحیٰ بن شرف النووی لکھتے ہیں،

واحتج الجمهور بقوله تعالیٰ (ومن یتعد حدود الله فقد

ظالم نفسہ لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا (الطاق ۱:) قالوا معناہ ان المطلق قد یحدث له ندم فلا یمکنه تدارکه لوقوع البینونه فلو کانت الثلاث لم تقع لا یقع طلاقة هذا الا رجعیا فلا یندم (شرح صحیح مسلم جلد ۵ ص ٦١)

یعنی جمہور نے اس آیت (و من یتعد حدود اللہ) سے دلیل لی اور فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے تو جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس کے لیے تدارک ممکن نہیں رہتا پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو وہ شرمندہ نہ ہوتا۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری المعروف ملا علی قاری لکھتے ہیں،

واحتج الجمهور بقوله تعالیٰ جل جلاله (و من یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا (الطاق ۱:) یعنی ان المطلق ثلاثا قد یحدث لم الندم فلا یمکنه التدارك لوقوع البینونة فلو کانت الثلاث لا تقع الا رجعیا فلا یتوجه هذا التهدید۔ (مرقات جلد ٦ ص ٢٩٣)

یعنی جمہور نے اس آیت (و من یتعد حدود اللہ) سے دلیل لی اور فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے ایک دم تین طلاقیں دے دے کیونکہ تین طلاقیں دینے والا کبھی پشیمان ہوتا ہے تو جدائی واقع ہونے کی وجہ سے اس پشیمانی کا تدارک اس کے لیے ممکن نہیں رہتا پس اگر دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک رجعی واقع ہوتی تو یہ تہدید متوجہ نہ ہوتی۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی فرماتے ہیں،

قال الشافعی رحمہ اللہ فالقرآن واللہ اعلم یدل علی ان من طلق زوجۃ لہ دخل بھا او لم یدخل بھا ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (سنن الکبری جلد ص ۵۳۵)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے یا مقاربت کے بعد تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

﴿۲۹۲﴾ فتوی شرعی: کہ اگر کوئی شخص کلمہ واحد کے ساتھ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے، کیا احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ اس کی بیوی مطلقہ بہ سہ طلاق ہو جائے گی۔ سائل ملک عزیز الرحمٰن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی، اسی پر اکثر صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے سلف و خلف کا اجماع و اتفاق ہے۔

حدیث نمبر ۱: حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔

اما انت فطلقت امرأتک واحدۃ او اثنتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امرنی بھذا واما انت فطلقت ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک وقد عصیت ربک فیما امرک بہ من الطلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۷، مسلم شریف جلد ۱ ص ۴۷۵)

اگر تو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق ایکدم دی ہیں تو بیشک رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا اور اگر تو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بیشک تیری عورت تجھ پر حرام ہو گئی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے لیکن بلا شبہ تو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی اس نے طلاق کے بارے میں جو تجھے حکم دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں تین طلاق سے مراد وہی تین طلاق ہیں جو ایک دم دی گئیں اگر سنت کے مطابق تین طہر میں تین طلاق ہوتیں اس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کیسے تھی؟ حضور ﷺ نے اس عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا سوائے حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا جس کو ایک دم تین طلاق دی گئیں مگر ایک دم تین طلاق دینے کو رب تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا۔

حدیث نمبر ۴: حضرت عبادۃ بن صامت کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دیدی تو اس کی اولاد نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

یا رسول اللہ ان ابانا طلق أمنا الفا، فهل له من مخرج؟ فقال ان اباكم لم يتق الله فيجعل له من امره مخرجا بانت منه بثلاث على غير السنة وتسعمائة وسبعة وتسعون اثم في عنقه۔ (دار قطنی جلد ۴ ص ۲۵، در منثور جلد ۲ ص ۲۳۴، الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۳۶، جوہرہ النیرہ جلد ۲ ص ۳۹، فتاوی ثنائیہ جلد ۲ ص ۳۳۶، فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۵)

یارسول اللہ ﷺ بیشک ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاق دے دی ہے تو کیا اس کے لیے اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے، آپ نے فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا تو اگر وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کا خوف کرتا تو وہ تجھی اپنے حکم سے اس کے لیے نکلنے کی صورت پیدا کر دیتا۔ اس کی دی تو تین طلاق ہی ہیں اس سے الگ ہوگئی خلاف سنت طریقہ پر اور باقی نو سو ستانوے طلاق کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

حدیث نمبر ۳: سیدنا حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،

سمعت رسول الله ﷺ يقول ايما رجل طلق امرته ثلاثا عند كل طهر تطليقة او عند رأس كل شهر تطليقة او طلقها ثلاثا جميعا لم تحل حتى تنكح زوجا غيره (دار قطني ج٤ ص ٣٤)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر میں ایک ایک کر کے یا ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک کر کے یا اکٹھی تین طلاق دیدے اس کی بیوی حلال نہیں ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۴: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا،

لو اني طلقتها ثلاثا اكان يحل لي ان اراجعها ؟ قال لا كانت تبين منك و تكون معصية۔

اگر میں اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دوں تو کیا وہ میرے لیے حلال ہوگی اگر میں اس سے رجوع کروں؟ فرمایا نہیں وہ تجھ سے الگ ہو جائے گی اور ایسا کرنا گناہ ہے۔

اگر یہ تین طلاق سنت کے مطابق ہوتیں تو ان کے بعد عورت کے حلال ہونے اور اس کی طرف رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ مسئلہ ایسا روشن اور واضح تھا کہ سب صحابہ جانتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسا عالم اس کے متعلق کبھی سوال نہ کرتا اور پھر حضور ﷺ

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے مطابق تین طلاق کو معصیت نہ فرماتے۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ان تین طلاق سے مراد وہی طلاق ہیں جو ایکدم دی جائیں اس کی تائید اس سے واضح طور پر ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۵: حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے

طلق امرأته فاطمة بنت قيس على عهد رسول الله ﷺ ثلاث تطليقات في كلمة واحدة فأبانها منه النبي ﷺ ولم يبلغنا ان النبي ﷺ عاب ذلك عليه۔

اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دیں تو حضور ﷺ نے فاطمہ کو اس کے شوہر سے جدا کر دیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور ﷺ نے اس پر کوئی عیب لگایا ہو۔

حدیث نمبر ٦: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله (نسائی شریف)

کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کر رہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ایک دم تین طلاق دیدی جائیں تو واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں تو پھر حضور ﷺ غضبناک کیوں ہوئے اور کیوں فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب اللہ کے حکم کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے کہ خلاف کیوں غلط طریقہ اختیار کیا گیا؟ بلکہ فرماتے کوئی بات نہیں ایکدم تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے جاؤ رجوع کرلو۔ رہا ایک شخص کا یہ کہنا کہ میں اس کو قتل کردوں؟ یہ زجر و توبیخ کے لیے تھا حقیقت میں قتل کرنا مقصود نہ تھا،

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں علامہ سندی فرماتے ہیں

والجمہور علی ان اذا جمع بین الثلاث یقع الثلاث ، اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تین واقع ہوجائیں گی۔

حدیث نمبر ۷: ابن ماجہ شریف میں باب باندھا ہے، من طلق ثلثا فی مجلس واحد یعنی جو مجلس واحد میں ایکدم تین طلاق دیدے۔ اس کے تحت یہی حدیث مذکور ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں، طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ (ابن ماجہ) کہ میرے شوہر نے یمن کی طرف جاتے ہوئے ایک دم مجھے تین طلاق دیدیں ان کو رسول اللہ ﷺ نے جائز رکھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

وھذا یتمسک بہ من یری جواز ایقاع الطلاق الثلث دفعۃ واحدۃ لعدم الانکار من النبی ﷺ الا انہ یحتمل ان یکون قولہ طلقھا ثلاثا ای اوقع طلاقۃ یتم بھا الثلث وقد جاء ذالک فی بعض الروایات اخر ثلاث تطلیقات۔

اور اسی حدیث سے ایک ہی دفعہ میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور جواز لیا گیا ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آپ کا نہ کرنا یہی احتمال رکھتا ہے کہ ایکدم تین طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ہے اور بیشک بعض دوسری روایات میں بھی تین طلاق کا ایک ہی دفعہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں واقع ہونا آیا ہے۔

حدیث نمبر ۸: کان ابن عمر یقول من طلاق امراتہ ثلاثا فقد بانت منہ امرأتہ وعصی ربہ تعالیٰ وخالف السنۃ۔

کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاق دے گا تو بیشک اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائے گی اور ایکدم تین طلاق دینے والے نے اپنے رب کی نافرمانی اور سنت کی مخالفت کی۔

حدیث نمبر ۹: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ اتحل للاولی قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۱، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۳، سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۴۶، مؤطا امام محمد ص ۲۶۴، سنن داد قطنی جلد ۲ ص ۲۱، سنن الکبری جلد ۷ ص ۵۴۶۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی اور اس نے بھی طلاق دے دی، پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عورت اپنے پہلے شوہر اول کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں، جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

حضرت بدرالدین عینی عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۲۴۱ میں لکھتے ہیں، (طلق امرأتہ ثلاثا) فانہ ظاہر فی کونہا مجموعۃ۔

حدیث نمبر ۹: عن انس قال سمع معاذ بن جبل یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یا معاذ من طلاق البدعۃ واحدۃ او اثنتین او ثلاثا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الزمناه بدعته۔ (سنن داد قطنی جلد ۲ ص ۳۰ سنن الکبری جلد ۷ ص ۵۳)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل سے سنا کہ انہوں نے فرمایا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ جس نے ایک، دو، یا تین بدعی طلاق دے دیں، ہم نے اس کو لازم کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جو جتنی طلاقیں دے گا اتنی واقع ہو جائیں گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تین طلاق ایک دم دینا اگرچہ سنت کے خلاف ہے مگر واقع ہو جاتی ہے ،جیسا کہ کثیر احادیث مبارکہ سے ملاحظہ کیا گیا۔

﴿۲۹۳﴾ **فتوی شرعی:** اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دے دے یا اس سے زائد طلاق دے یا مذاقاً طلاق دیدے، کیا طلاق واقع ہو جائے گی، یہ بات کبائر صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین اور مفسرین عظام سے یہ بات ثابت ہے کہ تین طلاق کو تین ہی شمار کیا جائے یا ایک۔ وضاحت فرمائیں۔

سائل۔ ملک طارق سلیم میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب کبائر صحابہ اور مفسرین عظام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ہے،

ا۔ حضرت زید بن واہب فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک دم ایک ہزار طلاق دے دی، فلقیہ عمر فقال اطلقها الفاء قاله انما كنت العب فعلاه بالدرة وقال انما يكفيك من ذلك ثلاث (كنز العمال)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مل کر فرمایا کیا تو نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے، اس نے کہا میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔ آپ نے اس کو درہ مارا اور فرمایا انمیں سے تجھے تین ہی کافی ہیں یعنی تین طلاق ہو گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ازراہ مذاق بھی طلاق دی جائے تو واقع ہو جاتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے، نکاح، طلاق اور رجوع (ترمذی)

۲۔ حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

انی طلقت امرأتی الفا۔ قال علی یحرمها علیك ثلاث وسائرهن اقسمهن بین نسائك

کہ میں اپنی بیوی کو ایکدم ہزار طلاق دی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین طلاق نے اسے تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تو اپنی اور بیویوں کے درمیان تقسیم کرے، یعنی وہ لغو ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

ان علی بن ابی طالب کان یقول فی الرجل یقول لا مرته انت علی حرام انها ثلاث تطلیقات

بیشک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس شخص کے بارے میں فرمایا کرتے تھے جو اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ تو مجھ پر حرام ہے کہ یہ تین طلاق ہیں۔

۳۔ حضرت سعید بن جبیر اور مجاہد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے،

سئل عن رجل طلق امراته عدد النجوم فقال اخطاء السنة و حرمت عليه امراته

اس شخص کے بار میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی تھیں تو آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوئی۔

۴۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی،

انی طلقت امراتی الفا: قال اما ثلاث فتحرم عليك امراتك و بقيتهن وزرا اتخذت ايات الله هزوا

کہ بیشک میں نے اپنی بیوی کو ایکدم ہزار طلاق دی ہے۔ آپ نے فرمایا تین طلاق سے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تجھ پر بوجھ ہیں تو نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا ہے۔

۵۔ حضرت محمد بن ایاس ابن بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نے اپنی بیوی کو اس کے پاس جانے سے پہلے تین طلاق دے دیں پھر اسے یہ خیال آیا کہ اس سے نکاح کرے تو وہ فتوی پوچھنے آیا میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

فسئل عبد الله بن عباس و ابا هريرة عن ذلك فقالا لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيرك قال فانما طلاقى ايا ها واحدة؟ قال ابن عباس انك ارسلت من يدك ما كان لك من فضل۔

تو میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا ہمارا فتوی یہی ہے کہ تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اس نے کہا میں نے تو ایک ہی مرتبہ میں اس کو تین طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا بیشک تو نے اپنے ہاتھ سے ایکدم ہی چھوڑ دیا جو تیرے لیے باقی رہنے والا تھا۔

یعنی تیری ہاتھ میں تین طلاقیں تھیں تجھے چاہیے تھا کہ سنت کے مطابق ایک ایک کر کے ان کو اپنے ہاتھ سے دیتا جب تو نے ایکدم ہی ان کو دے دیا تو اب کیا ہو سکتا ہے۔ اسی حدیث کو لکھ کر سیدنا امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ شاگرد رشید امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وبهذا ناخذ وهو قول ابى حنيفة والعامة من فقهائنا لانه طلقها ثلاثا جميعا فوقعن عليها جميعا معاً

اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور آئمہ فقہاء احناف کا کیونکہ اس نے ایک دم تین طلاق دی تھیں۔ تو وہ ایکدم ہی واقع ہوگئیں۔

۶۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں ایکدم تین طلاق دے دی ہیں،

فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله قال (ومن يتق الله يجعل له مخرجا) وانك لم تتق الله فلم اجد لك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك وان الله قال (يا ايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن) فى قبل عدتهن۔) ابو دائود شریف)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی حماقت پر سوار ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے تو پھر چلا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ابن عباسؓ، اے ابن عباسؓ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔) اور بیشک تو اللہ سے نہیں ڈرا تو میں تیرے لیے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی یعنی اس پر طلاق واقع ہو گئی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت سے پہلے (طہر کی حالت میں) یعنی سنت کے مطابق طلاق دو۔

یعنی اگر تو سنت کے مطابق ہو طہر میں ایک طلاق دیتا تو تجھے سوچنے غور کرنے کا بار بار موقع ملتا اور اللہ تعالیٰ بھی تیرے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا، تیرے دل کو پھیرتا، لیکن جب تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا اور اس کے حکم پر عمل نہیں کیا اور غیض وغضب کی حالت میں یک دم تین طلاق دے بیٹھا ہے تو اب میں کیا کر سکتا ہوں اگر غصہ وغضب کی حالت میں ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی پڑتی اور اس کے بعد رجوع ہو سکتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کیوں نہ کروا دیا۔ آپ تو فرما رہے ہیں، **فلم اجد لك مخرجا** ۔ میں تیرے لیے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ نا معلوم چودھویں صدی کے غیر مقلدوں نے کہاں سے راستہ پا لیا ہے۔

۷۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

انی طلقت امراتی ثمانی تطلیقات فقال ابن مسعود رضی الله عنه فما ذا قیل لك قال قیل لی انها فقد بانت منی فقال ابن مسعود صدقوا۔

کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تجھے اس مسئلہ میں علماء نے کیا جواب دیا ہے، اس نے کہا مجھے یہ جواب ملا ہے، کہ وہ مجھ سے الگ ہو گئی ہے

آپ نے فرمایا علماء نے سچ کہا، اس سے اجماع ثابت ہوا۔

۸۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی

انی طلقت امأتی تسعا و تسعین فقال له ابن مسعود ثلاث تبینها و سائرهن عدوان۔

کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے تو تین ہی طلاقوں نے الگ کر دیا باقی سب زیادتی اور سرکشی میں داخل ہیں۔

۹۔ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

سئل رجل عن المغیرة بن شعبة و ان شاهد عن رجل طلق امرأته مائة قال ثلاث تحرم و سبع و تسعون فضل۔

کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو ایک دم سو طلاق دی تھی اور میں سوال کے وقت موجود تھا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین طلاق سے حرام ہوگئی اور ستانوے فضول ہوگئیں۔

۱۰۔ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہوئے اور لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ کی بیوی حضرت عائشہ بنت خلیفہ خثعمیہؓ نے آپ کو امیر المومنین بننے کی مبارکباد دی، حضرت امام حسن نے فرمایا، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی مصیبت میں ہے اور تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو اور مبارک دے رہی ہو۔ انه هبی فانت طالق ثلاثا ۔ جاؤ تمہیں تین طلاق۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے تو اچھے ارادے سے کہا تھا اور نیت و آرائش چھوڑ دی اور عدت میں بیٹھ گئیں۔ حضرت امام نے دس ہزار درہم بطور نفع و احسان اور

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رقم مہر کی بھیجی۔ جب یہ مال ان کو ملا تو کہ امتاع قلیل من حبیب مفارق۔ یہ مال حبیب کی جدائی اور فراق کے مقابلہ میں کس قدر حقیر و قلیل ہے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی جدائی و فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ بھی رو پڑے اور فرمایا،

لولا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراته ثلاث مبهمة او ثلاثا عن د الاقراء لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ لراجعتها۔

اگر میں نے اپنے جدامجد سے نہ سنا ہوتا یا فرمایا میرے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا بیشک انہوں نے میرے جدامجد سے سنا آپ نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنی عورت کو ایک دم یا الگ الگ تین طلاق دے دے تو اس کی عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔

اس حدیث میں غور فرمایئے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ اگر میرے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان نہ ہوتا کہ ایک دم تین طلاق دینے سے عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، سوائے حلالہ کے تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔ صحابہ کرام سے محبت کرنے والوں کے لیے یہی ایک روایت ہی کافی ہے۔ اہل تشیع حضرات کو بھی چاہیے کہ امامؓ کی بات مانیں اور عمل کر لیں، امام جعفر صادقؓ کا فتوی پڑھیئے۔

۱۱۔ حضرت عائذ بن حبیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا،

عن رجل طلاق امراته ثلاثا فقال بانت منه ولا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ فقلت له افتی الناس بهذا۔ قال نعم۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس شخص کے بارے میں جو اپنی عورت کو ایکدم تین طلاق دیدے۔آپ نے فرمایا اس کی عورت اس سے الگ ہوگئی اور وہ اس کے لے حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔میں نے آپ سے کہا آپ اس کا فتوی دیتے ہیں فرمایا ہاں

اگر اس روایت میں تین طلاق سے مراد طلاق سنت ہوتی جو ہر طہر میں دی جاتی ہے تو اس سے عورت کا حرام ہو جانا تو ایسا قطعی مسئلہ ہے، جو ہر شخص کو معلوم ہے اس میں تعجب سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ کیا آپ اس کا فتوی دیتے ہیں۔حضرت امام نے فرمایا، ہاں، ثابت ہوا کہ سائل کی مراد ہی طلاق ثلاثہ تھی جو ایک دم دی جائے۔

۱۲۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے ابن شہاب (زہری) سے سنا

یقول فی الرجل یقول لا مرته برئت منی و برئت منك انها ثلاث تطليقات (موطا امام مالك)

اس شخص کے بارے میں فرماتے تھے جو اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو مجھ سے الگ اور میں تجھ سے الگ بیشک یہ تین طلاق ہیں۔

۱۳۔ شعبی فرماتے ہیں، کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے،

الخلية والبرية والبتة والبائن والحرام اذا نوى فهو بمنزلة الثلاث (كنز العمال)

جگہ خالی کر، دور ہو، الگ ہو، تو علیحدہ ہے تو حرام ہے جب نیت تین طلاق کی ہو تو یہ بمنزلہ تین طلاق ہے۔

۱۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھا کہ ایک شخص نے ان سے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پوچھا،

فقال رجل طلق امرأته ثلاثا وهو في مجلس قال اثم بربه و حرمت عليه امرأته

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے رب کا گنہگار ہے اور اسکی عورت اس پر حرام ہوگی۔

۱۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

طلق امرأته تماضر بنت الاصبغ الكلبية وهي ام ابي سلمة ثلاث تطليقات في كلمة واحدة فلم يبلغنا ان احدا من اصحابه عاب ذلك۔

اپنی بیوی تماضر بنت اصبغ کلبیہ جو ابوسلمہ کی والدہ تھیں کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دیں اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ اُن کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی اس کو معیوب سمجھا ہو۔

۱۶۔ ایک شخص نے عراق سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں نے اپنی عورت سے یہ کہا ہے۔ حبلك على غاربك کہ تیری رسی تیری گردن پر ہے، آپ نے گورنر عراق کو لکھا کہ اس شخص کو حکم دو کہ وہ حج کے موقعہ پر مکہ میں مجھ سے ملے، چنانچہ حضرت عمر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو وہی عراقی آدمی آپ سے ملا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا تو کون ہے، اس نے کہا میں وہی عراقی ہوں جس کو آپ نے حکم دیا کہ میں آپ سے ملوں۔ آپ نے اس سے فرمایا،

اسألك برب هذه البيت ما اردت بقولك حبلك على غاربك فقال له الرجل لو استحلفتني في غير هذ المكان ما صدقتك اردت بذلك الفراق فقال عمر بن الخطاب هو ما اردت (مؤطا امام مالک)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تجھ سے اس خانہ کعبہ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اپنی بیوی کو کس نیت اور ارادے سے کہا تھا تیری رسی تیری گردن پر ہے، اس آدمی نے کہا بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور جگہ آپ اگر مجھ سے حلف لیتے تو میں آپ سے سچ نہ کہتا میں نے بیوی کو جدا کرنے کے ارادے سے کہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہی ہو گیا جو تو نے ارادہ کیا تھا یعنی طلاق ہو گئی اور وہ تجھ سے جدا ہو گئی،

۱۷۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے،

فی الخلیة والبریة انها ثلاث تطلیقات کل واحد منها

جگہ خالی کر دور ہو، بلا شبہ ان الفاظ کے کہنے میں تین طلاق ہو جائیں گی۔

اسی حدیث کو لکھ کر سیدنا امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ شاگرد رشید امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا لانه طلقها ثلاثا جمیعا فوقعن علیها جمیعا معاً

اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور آئمہ فقہاء حنفیہ کا کیونکہ اس نے ایک دم تین طلاق دی تھیں تو وہ ایکدم ہی واقع ہو گئیں۔

۱۸۔ حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا،

فی الخلیة والبریة والبتة انه کان یجعلها ثلاثا ثلاثا (عبد الرزاق)

ان الفاظ میں جگہ خالی کر، دور ہو، الگ ہو بلا شبہ تین تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

۱۹۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا، کوئی اپنی بیوی سے کہے،

الخلية والبرية والبتة والحرام ثلاثا لا تحل لهم حتى تنكح زوجا

جگہ خالی کر، دور ہو، الگ ہو، تو علیحدہ ہے تو حرام ہے، تین طلاق واقع ہوگئیں اور عورت حلال نہ ہوگی، جب تک کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔

۲۰۔ شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری شریف فرماتے ہیں،

ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعى والنخعى والثورى وابو حنيفة واصحابه والمالك واصحابه والشافعى واصحابه واحمد واصحابه واسحق وابو ثور ابو عبيد و اخرون كثيرون على ان من طلق امراته ثلاثا وقعن ولكنه ياثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة۔

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد جو ہوئے ان میں امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اصحاب، امام اسحاق اور ابوثور ابوعبید اور دوسرے کثیر علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دے تینوں واقع ہوتی ہیں لیکن وہ گنہگار ہوگا اور اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہت تھوڑے لوگ اور اہل سنت کے مخالف ہیں۔

۲۱۔ شیخ الاسلام امام نووی شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں،

وقد اختلف العلماء فى من قال لا مرته انت طالق ثلاثا فقال الشافى و مالك وابو حنيفه واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الثلث وقال طاؤس وبعض اهل الظواهر لا يقع بذالك الا واحدة (نووی شرح مسلم شریف)

اور بیشک اختلاف کیا ہے علماء کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاق ہیں تو امام شافعی اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی اور طاؤس اور بعض اہل ظاہر نے کہا کہ ایک ہی واقع ہوگی۔

علامہ سندی حاشیہ نسائی شریف میں فرماتے ہیں،

والجمهور على انه اذا جمع بين الثلاث يقع الثلاث (حاشیہ نسائی شریف مصری اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی

بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وعلى كلا التاويلين يظهر ان جمع الطلقتين او ثلاث تطليقات بلفظ واحد او بالفاظ مختلفة فى طهر واحدة حرام بدعة مؤثم خلافا للشافعى فانه يقول لا باس به۔ لكنهم اجمعوا على انه من قال الامرته انت طالق ثلاثا يقع ثلاثا بالاجماع۔

ان دونوں تاویلوں کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلاشبہ دو طلاقیں ایک لفظ سے ہوں یا مختلف الفاظ سے ایک ہی طہر میں اکٹھی دینی حرام بدعت، باعث گناہ ہیں، امام شافعی اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں لیکن اس پر سب کا اجماع واتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو بالاجماع تین واقع ہوں گی۔

۲۲۔ امام ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ مسئلہ طلاق میں بحث فرماتے ہوئے آخر میں نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں،

وهذا كله يدل على اجماعهم على صحته وقوع الثلاث بالكلمة الواحدة۔

اور یہ ساری بحث دلالت کرتی ہے اس پر کہ ایک ہی کلمہ سے تین طلاق کے وقوع کی صحت پر علماء (صحابہ کرام) کا اجماع ہے۔

۲۳۔ علامہ احمد بن محمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ صاحب تفسیر صاوی شریف زیر آیت **فان طلقها فلا تحل له الاية** فرماتے ہیں،

والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا فى مرته او مرات فلا تحل له، كما اذا قال لها انت طالق ثلاث او البتة وهذا هو المجمع عليه واما القول بان الطلاق الثلاث فى مرة واحدة لا يقع الا طلقة فلم يعرف الا لا بن يتيمية من الحنابلة وقد رد عليه ائمة مذهبه حتى قال العلماء انه الضال المضل ونسبتها للا امام اشهب من ائمة المالكية باطلة۔

اور معنی آیت کا یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہو جائیں خواہ ایکدم ہوں یا الگ الگ تو عورت حلال نہ رہے گی، جیسا کہ جب کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں ہی واقع ہونگی یہ وہ مسئلہ ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور یہ قول کہ ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے یہ سوائے ابن تیمیہ حنبلی کے اور کسی سے معروف نہیں ہے اور بے شک ابن تیمیہ کی اس بات کا خود اس کے مذہب کے اماموں نے رد کیا ہے۔ یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا کہ ابن تیمیہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اور اس مسئلہ کی نسبت امام اشہب مالکی کی طرف کرنا باطل ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۹۴﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی نہایت بداخلاق، بدزبان اور نافرمان ہے۔ اکثر وہ مجھ سے گھر میں جھگڑا کرتی رہتی ہے۔ اس کی شکایت سسر کو کی انہوں نے بہت سمجھایا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر وہی پہلی والی حالت۔ پھر پرسوں اس نے میری اور میرے والدین کے حق میں نازیبا الفاظ کہے اور غلیظ گالیاں دیں تو مجھے سخت غصہ آیا میں فوراً ضلع کچہری سے وکیل کی معاونت سے طلاق نامہ تیار کروالایا۔ جس پر میں نے تین مرتبہ طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی کے الفاظ لکھے پھر میں نے دو گواہوں کی موجودگی میں دستخط کیئے۔ اس کے بعد راستہ میں مجھے ایک دوست مل گیا اس نے مجھے سمجھایا وہ طلاق نامہ میں نے آج تک بیوی کو نہ دیا او نہ راس کے سامنے تذکرہ کیا۔ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ اسی دن سے میں بیوی کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ اس بات کو تقریباً چار سال گزر چکے ہیں۔ اسی دوران میرے دو بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ کہیں میں گناہ کبیرہ میں مبتلا تو نہیں ہوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد رفیق صاحب میانوالی

الجواب: جب آپ نے نافرمان اور غلیظ گالیاں دینے والی بیوی کو تین طلاقیں لکھ دیں تو وہ آپ پر اسی لمحہ حرام ہوگئی۔ خواہ اس کو طلاق کا علم ہوا یا نہیں۔ اور تین طلاق کے بعد جو آپ اس سے جنسی ملاپ کرتے رہے ہیں یہ خالص بدکاری ہے۔ اور گناہ کبیرہ کیا ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں اور اس کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر دیں۔ حلالہ شرعی کے بعد وہ آپ کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره (القرآن)

﴿۲۹۵﴾ **فتوی شرعی:** میں نے تقریباً آٹھ سال پہلے بیوی کو تین طلاقیں باقاعدہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دی تھیں اور اس کا علم میں نے سسرال کو نہ ہونے دیا۔ اس دوران میرا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے جو اس دوران میری اولاد پیدا ہوئی وہ کس زمرے میں آتی ہیں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے تین طلاق دینے کے بعد بیوی رکھنا حرام ہے۔

نوٹ: جب میں نے بیوی کو طلاق دی تھی تو وہ اس وقت حاملہ تھی۔

سائل محمد آصف محمود میانوالی

الجواب: آپ کے سوال کے مطابق جواب یہ ہے۔ حاملہ عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ حمل مانع طلاق نہیں۔ وضع حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی دن سے آج تک آپ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ طلاق کے بعد بیوی کو رکھنا اور شادی والے تعلقات قائم کرنا سخت حرام ہے۔ آٹھ سال آپ بدکاری کرتے رہے ہیں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے وہ ولد الزناء ہیں ان کا نسب صحیح نہیں۔ وہ آپ کی ناجائز اولاد ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، فوراً علیحدگی اختیار کریں توبہ استغفار کریں۔

﴿۲۹۶﴾ فتوی شرعی: میری شادی کو عرصہ پندرہ سال ہو گئے، ایک مرتبہ میں نے بیوی کو دو طلاقیں دی تھیں۔ پھر ایک مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر رجوع کر لیا۔ اب میں نے سال بعد پھر ایک طلاق دی ہے۔ از روئے شریعت مجھے مسئلہ بتایا جائے آیا میری بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی یا کہ ایک طلاق، کیونکہ دو طلاقیں تو پرانی ہو چکی ہیں۔

سائل محمد افضل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاقیں پرانی نہیں ہوتی، دو طلاقوں کے بعد آپ نے جو رجوع کر لیا تھا وہ صحیح تھا۔ مگر جب تیسری طلاق دی تو وہ پہلے والی دو اور ایک یہ والی مل کر تین ہو گئیں تو اب آپ پر بیوی حرام ہو گئی ہے۔ اب دوبارہ نکاح کی بالکل گنجائش نہیں۔ اگر آپ

چاہتے ہیں کہ وہی بیوی میرے پاس دوبارہ آئے تو بغیر شرعی حلالہ کے ناممکن ہے۔شرعی حلالہ کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے دوسرے شوہر سے صحبت کرے۔دوسرا خاوند فوت ہو جائے یا از خود طلاق دے دے اور پھر عورت عدت گزارے۔اب اگر عورت راضی ہو تو آپ کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔

﴿۲۹۷﴾ **فتوی شرعی:** میرے بھائی نے میری بھابھی کو سینکڑوں لوگوں کے سامنے تین بار کہا، میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔پھر ہم گھر والوں کے سامنے کہا، میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔یہ جملہ کئی بار دہرایا، اب جب کہ صرف چار دن گزرے ہیں قرآن سر پر اٹھا کر کہتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔ بلکہ کہا جو میری طلاق کے متعلق کہے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔طلاق کے گواہوں کے حلفی بیان لف ہیں۔اور اب تک میری بھابھی کے ساتھ رہ رہا ہے۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل اکرم اللہ خان میانوالی

الجواب: آپ کی بھابھی مطلقہ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔جب شرعی طلاق کے گواہ موجود ہوں تو قسم کو کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔اب بغیر شرعی حلالہ کے میاں بیوی اکٹھے نہیں رہ سکتے انہیں تلقین کریں کہ بیوی سے علیحدہ ہو جائے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔اگر پھر بھی باز نہیں آتا تو تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے مکمل بائیکاٹ کریں۔حتیٰ کہ وہ توبہ استغفار کرے اور شرعی احکام پر عمل کرے۔

﴿۲۹۸﴾ **فتوی شرعی:** میں نے بیوی سے کہا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔تین ڈھیلے بھی اٹھا کر پھینکے اور کہا تو مجھ پر حرام ہے تو مجھ سے آزاد ہے۔تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری بہن ہے۔تو گھر سے نکل جا۔یہ تمام الفاظ طلاق کی نیت سے کہے۔دریافت امر یہ ہے کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میری بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔

سائل انعام اللہ میانوالی

الجواب: پہلے تین جملوں سے تین طلاق سے آپ کی بیو مطلقہ مغلظہ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ جیسا کہ ردالمختار جلد دوم باب الصریح ص ۶۲۷ پر ہے، والطلاق یقع بعدد قرن بہ ای منی قرن الطلاق بالعدد کان الوقوع بالعدد۔ ھکذا فی الفتاوی الرضویۃ فی الجز الثانی عشرہ۔ باقی جملے لغو ہیں۔ بغیر شرعی حلالہ کے میاں بیوی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

﴿۲۹۹﴾ فتوی شرعی: اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو ۲ طلاق دے دے پھر تیسری اور میں تمہیں طلاق (قفہ) دیتا ہوں نہیں کہتا آیا طلاق ہو گی یا نہیں، یا اس کا کوئی کفارہ ہے۔

سائل اسلم خان میانوالی

الجواب: تمہیں طلاق کے الفاظ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس لیے صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں۔ کیونکہ لفظ طلاق، طلاق کے لیے صریح ہے۔ فقہ کی تمام کتب میں ہے۔ لان الصریح لا یحتاج الی النیۃ۔ ردالمختار جلد دوم ص ۵۹۱، بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۷۔

﴿۳۰۰﴾ فتوی شرعی: میرے خاوند بڑے غصے والے اور بڑے جابر قسم کے آدمی ہیں۔ مجھے کئی بار مارا پیٹا ہے۔ کل مجھے مارنے لگے اور منہ سے یہ الفاظ کہے میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ یہ جملہ اس نے کئی مرتبہ دہرایا۔ اور مجھے مارتا رہا۔ اور کئی مرتبہ یہ کہا، اب جا چلی جا تو مجھ پر حرام ہے۔ یہ طلاق مجھے حالت حیض میں دی گئی۔ اب میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے کسی رشتہ دار نے کہا ہے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی، کیا واقعی سچ ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائلہ رابعہ اقبال میانوالی

الجواب: آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کا شوہر طلاق کے الفاظ تین بار سے زیادہ استعمال کر چکا ہے۔ اس لیے آپ مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہیں۔ شریعت نے مرد کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے۔ اب کوئی مرد یہ اختیار ایک ہی بار استعمال کرے یا متفرق طور پر کرے۔ باقی حالت حیض میں طلاق نہیں ہوتی یہ خیال غلط ہے۔ اگرچہ حالت حیض میں طلاق دینا جائز نہیں لیکن اگر کوئی شخص اس حالت میں طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے،

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔

اما انت فطلقت امرأتك واحدة او اثنتين فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امرني بهذا و اما انت فطلقت ثلاثا فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجا غيرك و قد عصيت ربك فيما امرك به من الطلاق

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۷، مسلم شریف جلد ۱ ص ٤٧٥)

اگر تو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق ایکدم دی ہیں تو بیشک رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا اور اگر تو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بیشک تیری عورت تجھ پر حرام ہو گئی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے لیکن بلاشبہ تو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی اس نے طلاق کے بارے میں جو تجھے حکم دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں تین طلاق سے مراد وہی تین طلاق ہیں جو ایک دم دی گئیں اگر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سنت کے مطابق تین طہر میں تین طلاق ہوتیں اس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کیسے تھی؟ حضور ﷺ نے اس عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا سوائے حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا جس کو ایک دم تین طلاق دی گئیں مگر ایک دم تین طلاق دینے کو رب تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا۔

﴿۲۰۱﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔عدت گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کرلیا۔ کچھ مدت کے بعد دوسرے شخص نے بھی مذکورہ خاتون کو طلاق دے دی۔اب یہ خاتون دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔نکاح کے بعد اب اس شخص کو زیادہ سے زیادہ کتنی طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔ جب کہ اس سے قبل تو یہ شخص اپنی تین طلاقوں کا حق تو استعمال کر چکا ہوگا۔

سائل حافظ محمد بخش تونسوی بھکر۔

الجواب: دوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کرنے کے بعد جب اس عورت کو دوسرے شوہر سے طلاق ہوگئی اور اس کی عدت ختم ہونے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے دوبارہ عقد کرلیا تو پہلا شوہر نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔خواہ پہلے اس نے ایک یا دو طلاق دی ہو، یا تین طلاقیں دی ہوں۔ ہر صورت میں تحلیل شرعی کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔

﴿۲۰۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا لڑکا بیمار تھا۔جس کی وجہ سے مجھے پریشانی تھی اور ویسے بھی پڑھانے کی وجہ سے دماغ کام نہیں کرتا۔اسی اثناء میں بیوی کے ساتھ میرا کسی بات پر جھگڑا ہوا۔اور غصے میں بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔تقریباً چھ مہینے ہوئے اور میں نے بیوی سے رجوع بھی کرلیا۔شرعاً اب کیا حکم ہے۔جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

سائل امیر عمر (دلے والی ضلع میانوالی محلہ حسین آباد)۔

الجواب: تین طلاقیں دینے سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے۔اسمیں رجوع نہیں ہوسکتا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ رجوع طلاق رجعی میں ہوتا ہے اور جیسا کہ سائل ذکر کر رہا اگر واقعی دماغی توازن درست نہ تھا اور حالات بھی ایسے تھے کہ بہت پریشانی تھی۔ مغلوب العقل ہوکر غصہ میں آکر طلاق ثلاثہ دیدیں تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ باب السکران اور فتاوی شامی باب السکران میں ہے۔ الثانی ان یبلغ الغضب لانہایۃ فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ فھذا لا ریب انہ لا ینفذ شئی من اقوالہ (وفیہ ایضا) والذی یظھر لی ان کلا من المدھوش والغضبان لا یلزم فیہ ان یکون بحیث لا یعلم ما یقول بل یکتفی بغلبۃ الھذیان واختلاط الجد بالھزل کما ھو المفتی بہ فی السکران۔

اگر غصہ اس حد کو نہیں پہنچا کہ بالکل عقل جاتی رہی ہو اور اپنے اقوال وافعال کی معرفت معدوم ہوگئی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ شامی میں ہے،

احدھا ان یحصل لہ مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقلہ و یعلم ما یقول ویقصدہ وھذا مالا اشکال فیہ۔

اور اگر غلط بیانی کرے گا تو ہمیشہ کے لیے زنا ہوگا۔ اور اس عورت سے اس شوہر کا بغیر حلالہ کے نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (سورۃ البقر آیت ۲۲۹)

ہدایہ میں ہے، ان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ او اثنین فی الامۃ لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ

﴿۲۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص مسمی یار محمد ولد عطا محمد کا اپنی بھاوج سردار بی بی سے جھگڑا ہوا۔ سردار بی بی نے چوری کا الزام یار محمد پر لگایا کہ اس نے ہماری بکری بیچ ڈالی۔ یار محمد نے یقین دلایا کہ میں نے کوئی بکری نہیں بیچی۔ اس نے یہ شکایت یار محمد کے والد عطا محمد پر لگادی۔ عطا محمد نے اپنے لڑکے کو برا بھلا کہا اور مارنے پر آ گیا۔ یار محمد نے غصہ میں کہا کہ میں تیری بھیڑیں صبح سے نہیں چراؤں گا۔ اگر چراؤں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ ابھی تک یار محمد نے اس کی بھیڑیں نہیں چرائیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔

سائل (یار محمد والد عطا محمد قوم چھبورا سکنہ احمد خان والا)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں بھاوج کی بکریاں چرائے گا تو یار محمد کی بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ اگر بھیڑیں بھاوج بیچ دے تو پھر چرا سکتا ہے۔

﴿۲۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں کہا جا میں نے تجھے تین طلاق سے چھوڑا تو مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے۔ تین طلاق سے حرام ہے۔ اس شخص نے مقامی علماء سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا ایک محفل میں طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ اس لیے رجوع کرلو۔ اس نے رجوع کرلیا۔ اب شہر میں اس کے متعلق دو گروہ ہیں ایک کہتا ہے بیوی مطلقہ ہو چکی دوسرا کہتا ہے رجوع ہو چکا۔ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل (شیر افضل خان)

الجواب: درج بالا سوال کے مطابق یقیناً تین طلاقیں واقعہ ہو چکی۔ عورت حرام ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پ ۲ ع ۱۲)۔ اس آیت میں مطلقاً تین طلاق کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیہقی شریف میں حضرت علیؓ نے فرمایا،

اذا طلق الرجل امرتہ ثلاثا فی مجلس واحد، فقد بانت منہ ولا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (بیہقی شریف جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۴)

جب آدمی نے بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو وہ عورت اس سے جدا ہو گئی۔ اور وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال پوچھا گیا آپ نے فرمایا، کانت تبین منک (تفسیر مظہری ج ۲) ابن ابی شیبہ اور جمہور صحابہ کا فتوی بھی یہی ہے۔ تین طلاقیں ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ فتاوی الرضویہ جلد ۱۲ اص ۳۸۶ میں ہے،

ولبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان عدۃ او مرتین قال فی الشامی قولہ ثلث متفرقۃ وکذا بکلمۃ واحدۃ بالا ولی الی ان قال وذہب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلث۔

بغیر حلالہ شرعی نکاح جائز نہیں۔

﴿۳۰۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں پیدائشی نامرد ہوں۔ والدین سے چوری کافی حکیموں، ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی تو اب ڈاکٹروں نے لا علاج کر دیا ہے۔ میری شادی کو تقریباً ایک سال ہو گیا ہے۔ میری بیوی اب تک تو خاموش رہی لیکن اب اس نے عورتوں اور اپنی والدہ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اب میں کیا کروں طلاق دے دوں یا کہ علاج کے لیے اور کچھ وقت لے لوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل خان زمان خان رمیانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: جب آپ پیدائشی نامرد ہیں اور کافی علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوسکے بلکہ صحت مزید خراب ہوئی ہے۔اور ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج کر دیا ہے تو بہتر تو ہوگا کہ آپ طلاق دے دیں، علاج جاری رکھیں اگر ٹھیک ہو جائیں تو اور شادی کر لینا۔ اللہ تعالیٰ بہتری کرے گا۔ آپ نے زبانی بتایا کہ اگر آپ طلاق نہیں دیں گے تو وہ عدالت کے ذریعے طلاق لے گی۔اس سے آپ کے گھر کے حالات بہت خراب ہو جائیں گے اور پھر مزید خراب ہوں گے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ طلاق دے دیں تاکہ آپ کی بیوی کی اچھی جگہ پر شادی ہوسکے۔یہ آپ احسان ہوگا اور دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات مزید خراب بھی نہ ہونگے۔

﴿۳۰۶﴾ فتوی شرعی: طلاق دینے کا اھل کون ہے؟۔

سائل محمد عنصر میانوالی

الجواب: طلاق دینے والا شخص خود شوہر بھی ہوسکتا ہے یہ بھی درست ہے کہ شوہر کسی کو اپنا وکیل یا نائب مقرر کر کے اسے طلاق کا اختیار تفویض کر دے۔کسی صغیر السن (کم عمر) بچے کے والد یا ولی کو اپنے بچے کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طلاق کی اہمیت کے بارے میں ایک اصول مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

انما الطلاق لمن اخذ بالساق

طلاق وہی دے سکتا ہے جو بیوی پر شرعی اختیار رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طلاق کی اہلیت کے بارے میں ایک اصول مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انما الطلاق لمن اخذ باالساق طلاق وہی دے سکتا ہے جو بیوی پر شرعی اختیار رکھتا ہو۔قرآن مجید میں، بیدہ عقدۃ النکاح

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی شوہر خود ہی طلاق دے سکتا ہے اور اگر وہ خود طلاق دینے کا اہل نہ ہو جیسے بچہ تو کوئی دوسرا اس کی طرف سے طلاق نہیں دے سکتا۔ طلاق دینے والے شخص کی کچھ اور بھی شرائط ہیں۔ مثلاً یہ کہ شوہر عاقل ہو، مجنون یا پاگل نہ ہو۔ یعنی دیوانے مجنون پاگل اور مدہوش کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ طلاق دینے والے کی دوسری شرط بالغ ہونا ہے۔ نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی بیوی ہو اور اس کے نکاح میں ہو۔ البتہ بیوی کا عاقل اور بالغ ہونا شرط نہیں ہے۔

﴿۲۰۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک آدمی نے دوسری شادی کی جب کہ پہلی بیوی سے اولاد بھی ہے جب دوسری کو گھر لایا تو پہلی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، حالانکہ اسے برابری کا سلوک کرنا چاہیے تھا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

سائل حبیب سکنہ ضلع میانوالی۔

الجواب: دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے۔

سورۃ النساء میں فاعدلوا بالقسط

حدیث میں ارشاد ہے کہ،

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبیؐ قال اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقة ساقط۔ راوی الترمذی وابو داؤد ونسائی وابن ماجة والدارمی۔

جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ انکے درمیان برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔

دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے اور ان میں کسی کو نظر انداز نہ کرے مگر قلبی تعلق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کے ساتھ زیادہ ہوتو یہ غیر اختیاری بات ہے۔اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی۔اسی طرح اولاد کے ساتھ برابر برتاؤ کرنا ضروری ہے۔لیکن محبت کم و بیش ہو سکتی ہے، جو غیر اختیاری چیز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اختیار کی حد تک دونوں بیویوں کے درمیان ان کی اولاد کے درمیان فرق کرنا، ایک کو نوازنا اور دوسری کو نظر انداز کرنا غلط ہے۔

﴿۳۰۸﴾ **فتوی شرعی:** ''بیان منصب خان ولد عباس خان سکنہ ڈھوک میانی ضلع میانوالی بلفظ اشھد بیان کیا کہ میں بیمار تھا میری بیوی میرا کہنا نہیں مانتی تھی میں نے غصہ میں کہا مجھ پر بیوی طلاق ہے پھر کہا (رن) عورت حرام ہے۔یہ الفاظ میں نے ایکدفعہ کہے۔موقع پر میرے بھتیجے حقنواز اور غلام عباس بھی موجود تھے۔

بیان حقنواز ولد منظور الحق

میں گھر موجود تھا میرا چچا بیمار تھا اس نے غصہ میں کہا مجھ پر رن حرام ہے مجھ پر رن طلاق ہے۔یہ الفاظ میں نے ایک دفعہ سنے۔

حقنواز بقلم خود

بیان غلام عباس ولد محمد یوسف

میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں چچا کی بیمار پرسی کے لیے گیا ہوا تھا۔ چچا نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ مجھ پر میری بیوی طلاق ہے مجھ پر رن حرام ہے۔اس بات کو 1/2 4 ماہ گزر چکے ہیں۔

غلام عباس بقلم خود

الجواب: صورۃ مسئولہ میں منصب خان کی بیوی کو طلاق بائن ہو چکی ہے لہٰذا تجدید نکاح شرعی ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

"الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان فان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳)۔

اذا طلق الرجل امرته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها ہدایہ (باب الرجعة جلد دوم ص ۳۷۳)

﴿۳۰۹﴾ فتوی شرعی: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بہ سہ ۳ طلاق مغلظہ دیکر فارغ کر دیا۔ اس نے علاقہ کے علماء سے رجوع کیا۔ انہوں نے حلالہ شرعی کا فتوی صادر کیا۔ اس عورت کا حلالہ ایک شخص سے کرا دیا گیا۔ جب کہ پہلے خاوند سے نکاح بغیر عدت کر دیا گیا۔ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے اگر درست نہیں تو کیا شرعاً بے علمی کی وجہ سے نکاح خوان یا نکاح کرنے والوں پر کوئی جرمانہ عائد ہوتا ہے۔

سائل صوفی منظور احمد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دوسرا نکاح بغیر عدت شرعی قائم نہیں ہوا۔ جس شخص نے بوجہ لاعلمی نکاح کرا دیا ہے یا کیا ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ بعد از عدت دوبارہ نکاح شرعی پڑھنا ضروری ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

والمطلقت یتربصن با نفسهن ثلثة قروء (پ۲ع۱۲)

﴿۳۱۰﴾ فتوی شرعی: میں نے اپنی بیوی منکوحہ کو یہ الفاظ کہے میں تجھے طلاق دیتا ہوں ایک، دو، تین تجھے میں نے چھوڑا ہے میں نے تمہیں فارغ کیا ہے۔ تقریباً عشاء کے وقت کا واقعہ ہے۔ سوائے ہم دونوں میاں بیوی کے اور کوئی تھا بھی نہیں اور تا حال اس واقع کا کسی کو علم نہیں تقریباً آج سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ تو اس میں شرعی نقطہ نگاہ سے طلاق ہوئی ہے یا نہیں اگر ہوئی تو کتنی؟ آخری حل اس کا کیا ہے۔ سائل اللہ یار خان ولد غلام عباس خان سکنہ سوانس۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس صورت میں تمام طلاقیں جمع ہوکر تین طلاقیں ہو جائیں گی جس سے عورت مکمل طور پر آزاد اور فارغ ہے۔ بعد از عدت شرعیہ جب چاہے جہاں چاہے شادی کرسکتی ہے۔ بغیر حلالہ شرعیہ کے یہ دونوں میاں بیوی بن کر ازدواجی زندگی باہم نہیں گزار سکتے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے " والطلاق یقع بعدد قرن به ای حتی قرن طلق بالعدد کان الوقوع بالعدد "۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر ہو تو جونسے عدد کا ذکر ہوگا اتنی ہی طلاقیں ہوگئیں چونکہ یہاں طلاق کے بعد ۱، ۲، ۳ کا ذکر ہے لہٰذا تینوں طلاقیں ہوگئیں۔ عورت مکمل طور پر نکاح سے فارغ ہوگئی ہے۔ حلالہ شرعیہ کے سوا ازدواجی زندگی کا اور کوئی راستہ نہیں۔

" قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیره ویذوق کل واحد منهما عسیلة الاخر۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۹، بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۶۳، فتوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۶، فتاوی فیض الرسول جلد دوم ص ۱۳۴)

﴿۳۱۱﴾ فتوی شرعی: کہ گاؤں میں ایک عجیب صورت حال پیدا ہوگئی ہے، چند روز پہلے کا واقعہ ہے، ریحانہ بیگم کہتی ہے، مجھے خاوند نے چھ مرتبہ طلاق دی ہے، ریحانہ بیگم کی والدہ بیٹی کی تائید میں گواہی دیتی ہے، ایک پڑوسن عورت دو طلاق کی گواہی دیتی ہے، ایک پڑوسی محمد رمضان تین طلاق کی گواہی دیتا ہے، وہاں موجود ایک اور عورت حلفاً گواہی دیتی ہے کہ ریحانہ بیگم کو طلاق نہیں ہوئی، اس کے علاوہ خاوند بھی طلاق سے بالکل انکاری ہے۔ آیا اس صورت میں ریحانہ بیگم پر طلاق پڑے گی یا نہیں۔ سائل حافظ محمد عبدالرحمٰن۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ ریحانہ بیگم پر طلاق نہیں پڑتی، کیونکہ پڑوسی محمد رمضان ثقہ عادل آدمی نہ ہے، کیونکہ یہ شراب صرف پیتا ہی نہیں بلکہ فروخت بھی کرتا ہے نماز پڑھنے کی گواہی دینے کو کوئی تیار نہ ہے ایک پڑوسن دو طلاق کی اکیلی گواہی دیتی ہے، کیونکہ صرف عورتوں کی گواہی مقبول نہیں پھر والدہ کی گواہی بیٹی کے حق میں بھی مقبول نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے، نصابھا فی النکاح والطلاق رجلان او رجل وامرأتان۔ نکاح وطلاق میں شہادت کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔

﴿۲۱۲﴾ فتوی شرعی: کہ اصغر محمود نے بیوی کو طلاق دس روپے والے اسٹامپ پر لکھ کر دی کہ میں نے بقائمی ہوش وحواس اپنی بیوی کلثوم بیگم دختر محمد اسماعیل کو، طلاق دے دی اور چھوڑ دیا۔ آج سے وہ آزاد ہے، زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ صرف اسٹامپ پر لکھا، از روئے شرع کونسی طلاق ہوگی۔ سائل محمد اسماعیل

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اصغر محمود کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ اب بدون حلالہ شرعی دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۵۸۱ میں ہے،

ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتى بالطلاق وان لم تكتب ولو سا كتب من آخر كتابا بطلاقها وقراه الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وقع ان اقرار الزوج انه كتابه۔

ہدایہ شریف میں ہے، اگر گواہوں کی گواہی میں اختلاف ہو تو مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا طلاق نہ ہوئی۔

﴿۳۱۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ عمران عزیز نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے دی، دو سال تک خاموش رہنے کے بعد عمران عزیز نے ٹیلیفون پر صابرہ سے رابطہ کیا اور اسے لے گیا ہے۔ اب دونوں طلاق سے انکاری ہیں۔ لیکن عمران عزیز کے سسر کہتے ہیں کہ میری بیٹی کو طلاق ہوئی ہے، آیا اب از روئے شرع عمران کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ ہم علاقہ والے لوگ کیا کریں۔

سائل محمد سلیم اللہ

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اگر عمران عزیز نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور اب وہ دونوں اس سے منکر ہیں تو ان کا انکار کچھ مسموع نہیں، اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں ورنہ دونوں کو عذاب جہنم و غضب جبار کا استحقاق ہے، اگر وہ جدا نہ ہوں لڑکی کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں دعوی طلاق کر کے فوراً جدائی کرا دے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اس پر فرض ہے دعوی کر کے ان میں جدائی کرا دے اس میں ہر مسلمان کو دعوی کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوی نہ کرے تو جن جن کے سامنے عمران نے طلاق دی تھی ان پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر ان میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے ان کی شہادت سن لے اور ان مرد و عورت کو جبرا جدا کر دے۔

جیسا الاشباہ والنظائر میں ہے،

تسمع الشهادة بدون الدعوىٰ فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء فی الظهار۔ خالص حد، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعوی بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح درمختار میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تقدم الدعوی فی حقوق العبد شرط قبولها بخلاف حقوق الله تعالیٰ لوجوب اقمتها علی کل واحد فکل احد خصم فکان الدعویٰ موجودۃ۔

حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لیے پہلے دعویٰ پایا جانا شرط ہے بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لیے حقوق اللہ کے معاملہ میں ہر ایک فریق ہوسکتا ہے، گویا کہ دعویٰ موجود قرار پائے گا۔

ہاں اگر عمران نے واقعی طلاق نہ دی اور لڑکی کا باپ جھوٹا دعویٰ طلاق کر کے جدا کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہے۔

﴿۲۱۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے گاؤں میں ایک ایسی عورت کو مغلظہ طلاق ہوئی جو کہ حاملہ ہے ہم نے اپنے امام مسجد سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا طلاق ہوگئی ہے۔آپ فرمادیں کہ کوئی صورت ہے ہم بغیر حلالہ کے عورت کو گھر واپس لے آئیں۔

سائل عبدالودود خان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی ہے امام مسجد نے صحیح کہا ہے چاہے وہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ حمل مانع طلاق نہیں ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

حل طلاقهن والصیرۃ والحامل عقب وطی لان الكراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو مفقود هھنا۔

بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو طہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لیے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا

ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔اب بغیر شرعی حلالہ کے آپ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے ہیں۔

﴿۳۱۵﴾ فتوی شرعی: کہ میاں بیوی کے مابین جھگڑا فساد کئی روز سے جاری تھا۔آج صبح پھر وہی فساد تو خاوند نے بحالت شدید غصہ اپنی منکوحہ کو کہا میں نے تجھے تین طلاق دی ہے، میں نے تجھے تین طلاق دی ہے،اب ہم میاں بیوی پریشان ہیں کیونکہ چھوٹے بچے ہیں کیا کوئی واپسی کی صورت ہے،اگر ہے تو لکھ دیں۔

سائل اطہر ندیم قائدہ آباد

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ بیوی کو تین طلاقیں ہو گئیں۔ عورت بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں نہیں آسکتی۔یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستر بھی ہو۔پھر وہ اسے طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره

اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لیے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی،تا وقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا،

لا تحلين للزوج الاول حتى يذوق الآخر عسيلتك وتذوقى عسيلته۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے جب تک تو دوسرے خاوند سے اور وہ تیرے ساتھ ہمبستری نہ کر لے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رہا شدید غصہ یہ مانع طلاق نہیں جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۵۸۷ میں ہے،

ویقع طلاق من غضب خلافاً لابن القیمۃ وھذا الموافق عندنا۔

﴿۳۱۶﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی اونچا سنتی ہے۔ (بہری ہے) گھر میں جھگڑا ہوا، سخت غصہ کی حالت میں، میں نے تین طلاق دے دیں۔ آیا میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل محمد ریاض کندیاں

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق کے لیے زوجہ خواہ سنے یا نہ سنے کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں جب کہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے اگر چہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے،

﴿۳۱۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے برادر نسبتی محمد زبیر نے حالت غصہ میں ہماری ہمشیرہ سے دوبار کہا میں نے تجھے طلاق دی آیا کون سی طلاق پڑے گی شرعی مسئلہ لکھ دیں۔

سائل محمد فرحان جنید

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ دو طلاق رجعی واقع ہوئیں۔ حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار اور بعد انقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوہ میں تین حیض کامل ہیں اور بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ اور طریقہ رجعت یہ ہے مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا، روک لیا یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے، جیسا کہ فتاوی تنویر الابصار میں ہے، وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کوامل وفی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من لم تحض بصغر او کبر ثلاثة اشهر وفی امة تحیض حیضتان وفی امة لم تحض نصف الحرة ۔ وفیہ ھی استد امة الملك القائم فی العدة ۔

وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لیے تین حیض کامل اور جس کا نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لیے تین ماہ اور لونڈی حیض والی کے لیے دو حیض اور غیر حیض والی کے لیے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ اور اسی میں ہے، رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے۔

﴿۳۱۸﴾ فتوی شرعی: کہ غلام زینب لڑکی کا نکاح ہمراہ عطاء اللہ ہوا مگر جماع نہ ہوا، غلام زینب اغواء ہوگئی، مگر جماع نہ ہوا پھر عطاء اللہ نے مغویہ کو اسی دن صبح کے وقت طلاق دے دی، پھر اسی روز غلام زینب کا نکاح محمد اویس سے کر دیا گیا، کیا دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

سائل ناصر جاوید ملتان

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ غلام زینب اور اس کا شوہر اگر کسی مکان میں یکجا ہوئے ہوں اور ان میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلاً نہ ہو سکے اس کے بعد عطاء اللہ نے طلاق دی تو بیشک غلام زینب پر عدت واجب ہے اگر چہ مباشرت نہ ہوئی۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

فان الخلوة الصحیحة فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدة وصحة الخلوة ھھنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی کالصوم

عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوت صحیحہ وطی کے حکم میں ہے اور یہاں

خلوت کی صحت سے مراد جماع سے حقیقی مانع کا موجد نہ ہونا ہے، اگر چہ شرعی مانع مثلا روزہ پایا جائے تو خلوت صحیح ہو جائے گی۔

شرح نقایہ میں ہے،

العدۃ للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ لو طلقھا قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزۃ عن الوطی حقیقۃ لم یجب العدۃ ولو لا مر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان وذکر فی المحیط انہ لا عدۃ بخلوۃ الرتقا

طلاق بعد دخول یا خلوت صحیح ہو تو عدت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدت واجب نہ ہوگی، خلوت کا فساد یہ ہے کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع نہیں ہے، اور اس پر عدت لازم ہوگی۔

اگر عدت کے دوران دوسرے سے نکاح کرے گی ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے،

لا یجوز للرجل ان یزوج زوجۃ غیرہ وکذ المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدۃ عن طلاق اووفاۃ او دخول فی نکاح فاسد او شبھۃ نکاح۔

کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدت والی سے نکاح کرے۔ السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے، عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو، یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو۔ (سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو غلام زینب پر عدت نہیں اسے اختیار ہے کہ اسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے، جیسا کہ درمختار میں ہے،

سبب وجوبہا (یعنی العدۃ) عقد النکاح المتاکد باالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوت۔ وجوب عدت کا سبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی سپرد کردی گئی ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت۔

﴿۳۱۹﴾ **فتوی شرعی:** علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی متصور ہونگی یا تین۔ محمد آصف محمود محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں دی گئی تین طلاقوں کے بعد بیوی حرام ہوگئی اور جب تک حلالہ کی جملہ محقق نہ ہونگی فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ اولین میں ہے،

وان کان الطلاق ثلاثۃ فی الحرۃ او اثنین فی الامۃ تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا والاصل فیلہ وقولہ تعالیٰ فان طلاقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ والمراد بہ الطلقۃ الثالثۃ۔

یعنی اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں دے چکے یا لونڈی کو دو تو وہ عورت شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی، جبتک دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کے بعد وطی نہ پائی جائے پھر دوسرا شوہر یا طلاق دے یا مرجائے تب پہلے کے لئے حلال ہوگی اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت طیبہ سے لیا گیا ہے اور آیت میں فان طلقھا سے تیسری طلاق مراد ہے،

آیت مبارکہ میں طلقھا سے تیسری طلاق مراد ہے اور کہ حلالہ کے لیے وہی شرط ہے چند مفسرین کے اقوال، یا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اگر دو کے بعد یہ تیسری طلاق دے ڈالے یا طلاق موصوف جس کا ذکر ہو چکا ہے (خلع) طلاق دے ڈالے تو اس کے بعد بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہتی اس طلاق کے بعد جب تک دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد جماع نہ کرے صرف عقد نکاح کافی نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے،

الطلاق مرتان الآیۃ ھذہ الآیۃ الکریمۃ رافعۃ لما کان علیہ الامر فی ابتداء الاسلام من ان الرجل کان احق برجعہ امراتہ وان طلقھا مرۃ مادامت فی العدۃ فلما کان ھذا فیہ ضرر علی الزوجات قصرھم اللہ الی ثلثۃ طلقات واباح الرجعۃ فی المرۃ والثنتین وابانہا بالکلیتہ فی الثالثہ۔

یعنی آیت کریمہ ناسخ ہے اس حکم کے لیے جو شروع اسلام میں تھا کہ آدمی بیوی کو اگر سو طلاق بھی دے ڈالے اور عدت باقی ہو تو رجوع کا اسے حق حاصل تھا۔ اس حکم میں خواتین کے لیے ضرر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے تین طلاق پر بند کر دیا اور ایک یا دو پر رجعت رکھ دی اور تیسری پر بالکلیتہ بنیونت (یعنی علیحدگی) یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ابوداؤد شریف میں منقول ہے، نیز تفسیر کبیر میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے۔ نسائی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک انصاری صحابی کی اہلیہ سے رنجش ہوگئی تو اس نے کہا میں تجھے نہ تو شوہر والی رہنے دوں گا اور نہ ہی بغیر شوہر طلاق دیتا پھر عدت گزرنے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ دو پر رجوع رکھی گئی اور تیسری کے بعد بینونت (یعنی علیحدگی) اور حلت کے لیے حلالہ ضروری ہے۔ فوقت الطلاق ثلثا لا رجعۃ فیہ بعد الثالثہ حتی تنکح زوجا غیرہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی آیت مبارکہ میں تین طلاقوں کا تعین ہوا، جس میں تیسری کے بعد رجوع نہیں جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ ہوا، فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

والحكم الخامس من احكام الطلاق وهو بيان ان الطلقة الثالثة قاطعة لحق الرجعة۔

آیت مذکورہ میں یہ طلاق کا پانچواں حکم ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ تیسری طلاق رجوع کر سکنے کے حکم کو ختم کر دیتا ہے،۔

تفسیر فتوحات الٰہیہ علی الجلالین کا خلاصہ ہے کہ اگر شوہر دو کے بعد تیسری طلاق بھی دے چکے تو بیوی شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی۔ جب تک اس تیسری طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کے بعد وطی نہ پائی جائے۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ امراۃ رفاعۃ قرظی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں یہ اپنے چچا کے بیٹے رفاعہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے اسے طلاق دے دی اور وہ بھی (بائنہ ثلثہ) یہ عدت پوری ہونے پر عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر بیٹھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عبدالرحمٰن کو کپڑے کے پلو یعنی کنارے کی طرح پایا (مراد لے رہی تھیں کہ جماع کے قابل نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا واپس رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو ایسا نہیں کر سکتی جب تک تم اس کا مزانہ چکھ لو اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لے۔ یعنی جب تک تم جماع نہ کر لو۔ مفسرین کے ان ارشادات اور قرآن وسنت کے واضح احکام سے چند امور معلوم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ شوہر کو طلاق دینے کے بعد حق رجوع تب ہوتا ہے جب دی گئی طلاق (صریح) ایک ہو یا دو دوسرے یہ کہ تین طلاقوں کے بعد بیوی شوہر کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر شوہر پھر دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے

تو دوسرے شوہر سے نکاح کیے بغیر ممکن نہیں۔ چوتھے یہ کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد وطی کا پایا جانا شرط ہے بغیر وطی طلاق دینے پر پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اب دو امور حل طلب رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ آیا تین طلاقیں بیک وقت دی گئیں ہوں وہ وقوع ہو جائیں گی یا نہیں۔ دوسرے آیا کہ ایک وقت دی گئی تین طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔ پہلی صورت میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پذیر ہونے کے عدم پر مجوزین دلیل پیش کرتے ہیں کہ تین بیک وقت ممنوع شرعی ہیں اور فقہاء نے بھی اسے بدعت کہا ہے۔ لہٰذا ممنوع شرعی وقوع پذیر نہ ہوگی نیز بدعت مشروع ہی نہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا طلاق اگرچہ ممنوع شرعی ہے اور وقوع پذیر نہ ہوگا غلط ہے، ہاں ممنوع کا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہلوایا کے رجوع کرلیں دار قطنی ابن ابی شیبہ بیہقی عطا خراسانی کے حوالے سے تفسیر مظہری، فتح القدیر نے لکھا ہے،

ان طلق امراته وهی حائض ثم اراد ان یطلقها تطلیقتین اخرین عند القرء ین فبلغ ذالك رسول الل ﷺ فقال له یا ابن عمر ما هكذا امرك الله قد اخطات السنة السنة ان تستقبل الطهر فطلق لكل قراء فامرنی فراجعتها

مظہری نے مزید لکھا ہے،

فقلت یا رسول الله ارایت لو طلقتها ثلث كان یحللی ان اراجعها قال لا كانت تبین منك و كانت معصیة۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حالت حیض میں طلاق دے کر چاہا کہ طہر آنے پر مزید دو طلاقیں دے دیں تو اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن عمر اللہ تعالیٰ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تجھے اس طرح حکم نہیں دیا ہے تو نے سنت کے خلاف کیا سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں طلاق دے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نیز رجوع کر لیا پھر میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ مجھے بتائیں کیا اگر اسے میں تین طلاقیں دے دوں پھر بھی رجوع درست ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں وہ تجھ سے بائنہ ہو چکی ہے۔

اس روایت کو کتب صحاح نے بھی مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے، حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع شرعی ہے، **فطلقوھن لعدتھن** کے منافی ہے۔ مگر واقع ہونے میں کوئی شک نہیں گرچہ گناہ ٹھہرا اسی لیے نبی کریم ﷺ نے رجوع کا حکم فرمایا اگر دی گئی طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو رجوع کا کہنا درست نہیں بنتا۔

قرآن مجید کا اسلوب دو مرتبہ دی گئی تین طلاقیں دو کا حکم رجعت اور تیسری پر حرمت ان تمام قیاسی باتوں کے جسے ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاوی سے نقل کیا تردید ہو جاتی ہے۔

یہ استدلال کہ ہر طلاق الگ دی جائے تب وہ متعدد ہوں گی یہ خود ان کے اپنے خلاف ہے، اس لیئے کہ اگر کسی نے ایک مجلس میں متعدد باریوں کہا ہو، کہ میں نے طلاق دی پھر ٹھہر کر کہا کہ میں نے طلاق دی پھر اسی طرح تیسری مرتبہ کہا تو یہ تین طلاقیں ہونی چاہیں۔ چونکہ تین مرتبہ دی گئی ہیں جب کہ ان کے نزدیک یہ بھی ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ فتاوی مذکورہ میں انہوں نے ذکر کیا،

دوسرا اصول ہے کہ جب اباحت اور حرمت کے دلائل ٹکرائیں تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

ابن تیمیہ اور ان کے متبعین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنھا کو سرکار دو عالم ﷺ نے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کو فرمایا تو اگر کوئی یوں کہہ دے سبحان اللہ ثلثا وثلثین کہ میں نے سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ کہتا ہوں یہ ایک ہی

دفعہ ہوگا، اسطرح کی من گھڑت باتوں سے استدلال قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ تسبیح فاطمہ میں ۳۳ دفعہ پڑھنے کو کہا گیا اور وہ پڑھا نہیں گیا تو گویا حکم پایا ہی نہیں گیا۔ جب کہ انت طلاق ثلثا کہنے والے کے بارے میں ابن تیمیہ خود قائل ہے کہ ایک طلاق ہو جائے گی اور حکم لگے گا۔

یہی بات علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے روح المعانی میں تحریر فرمائی کہ تین طلاق کو ایک کہنا حرام کو حلال کرنا ہے۔ اس لیے اس قسم کی قیاس آرائیوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنا لازم ہے، وذالك لا يجوز۔

ایک دلیل تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کی یہ ہے عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی ایسا ہی رہا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تین طلاق کو تین قرار دیا جائے۔ پھر آپ نے ان کو تین قرار دے دیا۔ (مسلم شریف کتاب الطلاق) اس حدیث شریف کے دو معنی جو ابن تیمیہ ان کے پیروکار لے رہے ہیں مان لیے جائیں تو پورے دین کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تہمت عظیم دھرنا ہوگی کہ ان حضرات نے شریعت مصطفوی کو بدل کے رکھ دیا۔ (العیاذ باللہ) مسلم شریف کی مذکورہ حدیث پر محدثین نے کیا آراء پیش کی ہیں اس کا سرسری جائزہ درج ذیل ہے۔

اولاً یہ کہ حدیث مذکورہ کتب اولیٰ کے منافی ہے شروع میں تصریح موجود ہے کہ فان طلقها فلا تحل له من بعد مراد تیسری طلاق علماء دین نے کہا ایک مجلس میں تین دیں یا مجالس متعدد میں ثانیاً خود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس روایت کے خلاف موجود ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ متصور نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ کہ مذکورہ روایت یا تو معطل ہے۔ اسی لیے ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس کی اس روایت میں ایک راوی طاؤس ہیں اور یہ

طاؤس کا وہم ہے۔شروع میں الطلاق مرتان کے بارے تفسیر ابن کثیر اور کبیر کے حوالہ سے بتایا جاچکا ہے تا آنکہ پہلے کیا سوسو طلاقیں دے کر بھی عدت کے اندر رجوع کرلیا جاتا تھا۔جس پر آیت نازل ہوئی، موطا امام مالک اور سنن بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دیدی ہیں۔آپ نے فرمایا تین ہوگئیں اور ستانوے کے ساتھ تو نے کتاب اللہ سے مذاق کیا اور ایک روایت میں ہے ستانویں سے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔

ثالثا غیر مقلدین کے عالم اور امام قاضی شوکانی نے لکھا ہے،

قال احمد بن حنبل کل اصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاؤس سعید بن جبیر و مجاهد و نافع عن ابن عباس بخلافه۔

یعنی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر اور مجاہد اور نافع نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کے خلاف روایت کیا ہے،

یہ کھلا اعتراف ہے کہ مذکورہ روایت درست نہیں، چونکہ صحیح مسلم شریف کی روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کی مخالفت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر آنے والی مداہنت کی تہمت سے اسے طاؤس کا وہم قرار دے کر حدیث کو رد کردیا جائے۔یا پھر طاؤس کی اس روایت کا محل وہ رکھا جائے جس فقہاء کرام نے بیان کیا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے کہ بعد مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت کرلی اور تین دفعہ کہنا شروع کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ان کی نیت کے اعتبار سے تین کو تین ہی

قرار دیں گے یہ کہ منسوخ تو عہد رسالت ہی میں ہو چکی تھی آپ مظہر تھے۔

قد اطلعوا فی الزمان المتاخر علی وجود الناسخ۔

یعنی لوگ ناسخ پر بعد میں مطلع ہوئے۔اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی حکم کو ہرگز نہیں بدلا بلکہ اسے نافذ کیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ایک وجہ استدلال حدیث رکانہ ہے جس میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے دلیل حدیث رکانہ کو بناتے ہیں، حدیث رکانہ پر محدثین کے اقوال و آراء سے پہلے اس کی سندوں سمیت متون کا تذکرہ کردوں تاکہ فیصلہ ہو سکے اس سے استدلال درست بھی ہے یا نہیں ہے۔

حدثنا احمد بن صالح نا عبد الرزاق نا ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عکرمۃ مولی ابن عباس قال طلق عبد یزید ابو رکانۃ نکح امراۃ من مزینۃ فجائت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ما یغنی الا کما یغنی ھذہ الشعرۃ لشعرۃ اخذتہا من راسہا ففرق بینی وبینہ فاخذت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حمیہ فدعا برکانۃ واخوتہ ثم قال لجلسائہ اترون فلانا من کذا و کذا من عبد بن یزید او فلانا یشبہہ من کذا و کذا قالو نعم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعبد بن یزید طلقہا ففعل ثم قال راجع امراتک ام رکانۃ واخوتہ فقال انی طلقتہا ثلاثا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد علمت راجعہا فتلا یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن

ابو داؤد کی اس حدیث شریف سے استدلال کہ تین طلاقیں دینے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا درست نہ ہوگا۔اس لیے کہ بعض ابی رافع سند حدیث میں ایک راوی مجہول

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہ رہی اگر یہ کہا جائے کہ مستدرک کی بعض روایت میں بعض ابی رافع کا تعین کر دیا گیا ہے اور وہ محمد بن عبد اللہ ابی رافع ہے تو یہ مفید نہ ہوگا۔ اس لیے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن ابی رافع کے بارے میں کہا یہ منکر الحدیث ہے۔

ابن معین نے کہا لیس بشئی اس کا اعتبار ہی نہیں علمائے دین نے کہا کہ وہ کوفہ کے شیعہ سے ہے، ابوحاتم اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں ضعیف الحدیث منکر الحدث، ذاھب الحدیث تھا۔

غیر مقلدین کے خود امام شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابو داؤد کی جس حدیث کو شیخ ابن تیمیہ نے ضعیف کہا، قال ابو محمد ما نعلم لھم شیخا احتجوا ھذا و ھذا لا یصح لانه عن یعسو المسمی من رافع ولا حجة فی مجھول

یعنی ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی کوئی دلیل نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ابورافع کی اولاد میں سے جس شخص کی یہ روایت ہے اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا اور مجہول کی روایت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

خود امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ دوسری روایت اس کی نسبت صحیح تر اور قابل اعتماد ہے انہوں نے لکھا قال ابوداؤد حدیث، نافع بن عجیر و عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ عن ابیه عن جدہ ان رکان طلق امراته البتة فجعلها النبی ﷺ واحدته۔

امام ابوداؤد کا کہنا ہے کہ نافع بن عجیر وعبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ جو اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور نبی کریم ﷺ نے اسے ایک قرار دیا۔

امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے صراحت کر دی رکانہ کی حدیث صرف اور صرف اسی طرح ہے کہ ایک طلاق پر رجوع کا حکم دیا تھا۔

گویا جس سند سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں وہ مجہول ہونیکی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے اور جو رکانہ والی حدیث قابل اعتبار ہے اس میں طلاق صرف ایک دی گئی کا تذکرہ ہے۔ امام ترمذی کی ذکر کردہ روایت خود رکانہ کے گھر والوں سے منقول ہے جس کا اعتبار ہونا چاہیے مقابلتاً اس روایت کے جو ابوداؤد شریف والی حدیث میں ذکر ہے۔

اقوال آئمہ فقہائے عظام سے قبل عہد رسالت اور عہد صحابہ کے اقوال کہ تین طلاقوں کے وقوع نیز تین کے بعد کا حکم بینونت ہی ہے نہ کہ رجعت۔ بطور ثبوت احادیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے؛

(۱) **(ترجمہ)** مجاہد کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے یہاں تک مجھے خیال ہوا کہ یہ رد کر دیں گے پھر فرمانے لگے حماقت پر سوار ہو کر بھاگے چلے آتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ کھول دیتا ہے۔ اور تو نے اللہ تعالیٰ سے خوف ہی نہیں کیا اس لیے مجھے تیرے لیے کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔

(۲) مؤطا امام مالک کی کتاب الطلاق کی حدیث اول ہے، **(ترجمہ)** ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہنے لگا میں نے بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں آپ کا فتوٰی کیا ہے۔ آپ فرمانے لگے تین ہو گئیں اور ستانوے کے ساتھ تو نے کتاب اللہ کا خلاف کیا۔ معلوم ہوا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل تھے اور یہ کہ وہ ہو جاتی ہیں۔

بخاری اور مسلم دونوں نے کتاب اللعان میں حدیث نقل فرمائی ہے،

(۳) (ترجمہ) سھل عویمر عجلی نے اپنی بیوی سے لعان کیا جونہی لعان سے فارغ ہوئے (ابھی سرکار نے حکم نہیں سنایا تھا) عویمر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اسے روکوں تو جھوٹا ٹھہروں میں نے اسے تین طلاقیں دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا اگر بالفرض تین دی گئیں ایک قرار پاتی تو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرما دیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا۔ جس سے صورت مسئلہ واضح ہوگئی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین ہو جاتی ہیں۔

(۴) فاطمہ بنت قیس کا کہنا ہے کہ میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نان ونفقہ دلوانے کا عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے نان ونفقہ نہ متعین فرمایا۔ بخاری شریف نے بھی اس حدیث کو نقل کیا اور یہ کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایقاع ثلث پر انکار نہ فرمایا ان تمام ذکر کردہ احادیث طبقات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک اور یہ بھی کہ غیر مدخول بہا یا مدخول بہا دونوں کے لیے لفظ ثلث سے طلاقوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۵) ابوداؤد اور مؤطا امام مالک میں ہے،

عن محمد بن یاس بن البکر قال طلاق رجل امراته ثلثا قبل ان یدخل بها ثم بدا له ان ینکحها فجاء یستفتی فذهبت معه ابن عباس وابا هریرة عن ذالك معا فقالا لانری ان تنکها حتی تنکح زوجا غیره فقال طلاقی واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت بین یدك ما کان لك من فضل

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس روایت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اس نے کہا میری مراد ایک تھی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا معاملہ تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس خاتون نے کسی اور جگہ شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ جب کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح مٹھاس نہ چکھ لے۔ یہ مسلم شریف کی جلد اول صفحہ ۲۶۱ پر بھی درج ہے۔ ظاہر کہ مذکورہ خاتون کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی گئی جس کی بنیاد پر حلت کے لئے دوسرے نکاح کے بعد وطی کو ضروری قرار دیا گیا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپکو خلافت مبارک ہو۔ وہ آپ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو جاؤ تم کو تین طلاقیں دیں۔ اس نے اپنے کپڑے لپیٹے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوگئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا۔ جب قاصد اس کے پاس یہ مال لے کر پہنچا اس نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے نانا سے حدیث نہ سنی ہوتی تو بروایت دیگر کہا! اگر میرے والد نے بیان کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ علیحدہ طہروں کے یا بیک وقت تو وہ عورت اس وقت تک اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

یہ حدیث نہایت واضح ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دی ہوں یا علیحدہ علیحدہ تین دی ہوں تو بیوی حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔ آئمہ اربعہ کے اقوال کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ آئمہ اس مسئلے میں کہ تین خواہ بیک وقت ہوں یا متفرق نافذ ہو جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بیک وقت دی گئی یا علیحدہ علیحدہ دی گئی تین طلاقوں کے دینے میں بدعت اور دینے والے کے گنہگار ہونے کے قائل ہیں۔ بدعت اس معنوں میں کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ یہ ہدایہ اولین و دیگر کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

امام شافعیؒ: امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ہاں تین طلاقیں اگر چہ مستحب ہونے کے خلاف ہیں تاہم بیک وقت تین طلاقیں دینے والا گناہ گار ہوگا۔

امام احمد بن حنبلؒ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں دو قول ملتے ہیں ایک قول میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے موافق ہیں، علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المغنی جلد ۷ صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، منقولات مین وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، عقلاً بیان کرتے ہیں کہ جب تین طلاقیں متفرق دینی جائز ہیں تو بیک وقت بھی دینی جائز ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے، بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور حرام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے، کتاب وسنت اور اجماع صحابہ، اقوال آئمہ مجتہدین کی روشنی میں امر واضح ہے کہ دی گئی تین طلاقیں خواہ بیک وقت ہوں یا متفرق وہ واقع

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جاتی ہیں۔ ہاں غیر مدخول بہا کو متفرق تین دے گا تو اول سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو کا محل باقی نہ رہے گا۔ یہی مسلک حقہ ہے۔

تفسیر صاوی ص ۱۰۰ پر زیر آیت فلا تحل لہ الخ کے تحت لکھا ہے،

والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل له اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع علیه

آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر یکدم یا الگ الگ تین طلاقیں دیں تو عورت اس پر حلال نہیں ہو گی، مثلاً کوئی کہے کہ میں نے تجھے تین طلاق دیں تو وہ اس پر اتنا کہنے سے بھی حرام ہو جائے گی، اور اس پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے۔

آگے لکھا ہے،

واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الا طلقة فلم یعرف الا لابن تیمیة من الحنابلة وقد رد علیه وائمة مذهبه حتی قال العلماء انه الضال المضل۔

یعنی ابن تیمیہ کے علاوہ کسی معتمد عالم نے ایک دم تین طلاق کو ایک شمار نہیں کیا ان کا رد ان کے ہم مذہب علماء اور آئمہ نے بھی کیا۔ ابن تیمیہ کو گمراہ کنندہ کہا ہے۔

﴿عقلی دلیل﴾

جیب میں ہزار روپے کا نوٹ ہو تو ہر صاحب عقل و دانش ہزار کا نوٹ کہے گا نہ کہ سو کا، اگر ایک آدمی کسی غیر مقلد کے سر پر تین ڈنڈے مارے اور کہے کہ میں نے ایک مارا فقہم و تدبر کیا وہ تسلیم کرے گا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۲۰﴾ **فتوی شرعی**: مغلظہ عورت بغیر حلالہ کے مرد کو حلال ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد عمران کوٹ بیلیاں میانوالی

الجواب: صورت مذکورہ کے مطابق تین طلاقیں دے تو واقع ہو جائیں گی، اور بغیر حلالہ کے مرد کو حلال نہ ہوگی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

الطلاق مرتان، طلاق دو بار ہے، ہر ان دونوں طلاقوں میں لچک رکھی کہ نکاح ان سے بالکل ختم نہیں ہوتا بلکہ مرد کو اختیار ہے کہ عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر کے اپنے نکاح میں بیوی کو روک لے یا پھر رجوع نہ کرے عدت پوری ہونے پر نکاح کا تعلق ختم ہو جائیگا۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الطلاق مرتان کا شان نزول یہ ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر باری تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، دو بار طلاق دینے کے بعد دستور کے مطابق عدت میں روکنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس کے بعد فرمایا،

(ترجمہ) پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ (وہ عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ (دوسرے خاوند کی عدت گزارنے کے بعد) وہ آپس میں رجوع کر لیں۔ اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

صاحب روح المعانی الطلاق مرتان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو داؤد نے ابو رزین سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول پر ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتان فرمایا تیسری طلاق کا ذکر یہاں کیوں نہیں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تسریح باحسان (بعد میں جو مذکور ہے) ھو الثالثۃ وہی تیسری طلاق ہے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۲۷ الجزالثانی جلداول)

صاحب تفسیر صاوی نے دوسرے پارے میں اس آیت کے تحت فرمایا، (ترجمہ) یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت ہر حال میں حرام ہو جائے گی۔ (تفسیر صاوی)

صاحب تفہیم البخاری شرح بخاری جلد ۸ ص ۲۸۴ پر فرماتے ہیں، جمہور علماء تابعین اوران کے بعد تبع تابعین اوزاعی، نخعی، ثوری، ابوحنیفہ رحمھم اللہ تعالیٰ اورآپ کے تلامذہ امام مالک اوران کے تلامذہ امام شافعی اور انکے تلامذہ امام احمد اوران کے تلامذہ اسحاق ابوثور اور ابوعبید اور دیگر علماء رحمھم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ جو اپنی بیوی کو ایک ہی بار تین طلاقیں دے تینوں واقع ہوجاتی ہیں لیکن گنہگار ہوگا۔ انہوں نے کہا جو اس مذہب کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ (تفہیم البخاری جلد ۸ ص ۲۸۴)

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ اوران کے سب ساتھیوں کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

جمہور علماء کا موقف: جمہور علماء اہلسنت کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دی گئی واقع ہوجاتی ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں، امام شافعی، امام مالک، االامام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (مسلم شریف جلداول ص ۴۷۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد جو امام نسائی نے محمد بن لبید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے جس سے تیسری طلاق کا ناپسند ہونا ثابت ہے۔ اس کی عبارت اوراس کی تشریح حاضر خدمت ہے،

اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات

جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظہرکم حتی قام رجل وقال یا رسول الله الا اقتله (نسائی شریف)

کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں ۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کردوں؟

صاحب تبیان القرآن اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے ۔ (تبیان القرآن جلد اول ص ۸۷۶)

نسائی شریف میں محمود بن لبید کی روایت جو ذکر کی گئی ہے اس میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر بہت ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ بعض صحابہ نے اس آدمی کو مستحق قتل سمجھا مگر یہ بھی کہیں ثابت نہیں کہ اس کی طلاق کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر اس کے حوالے اس کی بیوی کردی ہو۔

جو لوگ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے طلاق نہ واقع ہونے پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ استدلال غلط ہے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی بیک وقت تین طلاقیں دے تو گناہ ضرور ہوتا ہے ۔ لیکن گناہ سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ طلاقیں ضرور واقع ہو جائیں گی۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۲ میں آتا ہے، من قال لامراته انت علی حرام جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اگر بیوی سے کہے تو مجھ پر حرام ہے طلاق کی وقوع یا عدم وقوع میں اس کی نیت کا اعتبار ہے اور اہل علم نے کہا جب تین طلاق دے تو اس پر اس کی عورت حرام ہو گئی تو انہوں نے اسے طلاق یا فراق کی وجہ سے حرام کہا اور یہ ایسا نہیں جیسا کہ کوئی کھانا حرام کرے اس لیے کہ یہاں حلال کھانے کو حرام نہیں کیا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے تین طلاقوں کے بارے میں فرمایا کہ اب اس مرد کے لیے وہ عورت حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔

صاحب نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے باب کا عنوان یہ باندھا تھا جس نے اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اور اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔ اب اپنے اس قول سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت شوہر پر حرام ہو گئی۔ اس قول کا ما حاصل یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے عورت کا طلاق دینے والے پر حرام ہونا ایک الگ بات ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ کھانا مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک دوسری بات اس لیے کہ طلاق کی وجہ سے جو عورت نکاح سے باہر ہو جائے اس کو تو علماء کہتے ہیں کہ حرام ہے لیکن قول مذکور کی وجہ سے کھانے کو حرام نہیں کہتے، اور مطلقہ کو حرام کہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔ (نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۳۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی تین طلاقوں کی طرح اسکی بھی تین طلاقوں کو بھی نافذ فرمایا، (ترجمہ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رد نہیں کیا بلکہ اسے نافذ فرما دیا جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاقون کو نافذ فرما دیا تھا اور رد نہیں فرمایا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا،

بخاری شریف جلد ثانی ص۷۹۲ میں ہے، حضرت لیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے جب تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کاش ایک یا دو طلاقیں دیتا اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا پس اگر اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے۔

صاحب تفہیم البخاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، (قال اللیث الی آخرہ) اس سے اہل علم (فقہاء) کے کلام کی تائید کی کہ اگر بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس پر حرام ہو جائے گی۔ اس پر حرام کا اطلاق کیا۔ قولہ لو طقت مرتین، اگر ''لو'' شرط کے لیے ہے تو جواب محذوف ہے، اور وہ لکن خبر الگ ہے اگر تمنی کے لیے ہے تو جواب کی ضرورت نہیں یعنی افسوس کہ تو ایک یا دو طلاقیں دیتا بعض نے کہا ہے اگر ''لو'' شرط کے لیے ہے تو اس کا جواب لکان لک الرجع ہے لیکن اس کا معنی اور لکان لک خیرا کا معنی واحدہ ہے یہ اس لیے کہ اس وقت اس کی بہتری ہے اور رجوع کر سکتا ہے لیکن جب تین طلاقیں دیں تو رجوع نہیں کر سکتا۔

﴿۳۲۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں اپنے سسرال گیا۔ بیوی سے کہا گھر چلیں، بیوی نے انکار کیا کہ میں آپ کے ساتھ نہیں آسکتی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ آجاؤنگی۔ مجھے غصہ آیا، پھر میں نے کہا میری بات بڑے غور سے سنو اگر تو کل تک گھر نہ آئی تو تم پر تین طلاقیں، پھر میں چلا آیا، ایک ہفتہ کے بعد میری بیوی گھر آئی، اب شرع شریف کا کیا حکم ہے، کیا میں رجوع کر سکتا ہوں جب کہ وہ چار ماہ کی حاملہ بھی ہے۔ میری راہنمائی فرمادیں۔

سائل محمد ایوب عطاری آف موچھ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی وقت مقررہ پر گھر نہ آئی وہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ رجعت صحیح نہیں ہے۔ باقی رہا حمل تو وہ مانع طلاق نہیں۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے،

فاذا اضافه ای الطلاق وقع عقیب الشرط

﴿۳۲۲﴾ **فتوی شرعی:** محمد ارشاد قوم مصلی نے بوقت نکاح لکھ دیا تھا کہ اگر میں بیوی کو ہر ماہ مبلغ ۱۵۰۰ روپے بطور خرچہ نہ دوں تو اس کی تین طلاق ہو گی، اور وہ مجھ سے بعدالت مطالبہ کر سکے گی، اب جب کہ ایک سال ہو گیا ہے وہ خرچہ وغیرہ نہیں دیتا بلکہ رقم مانگنے پر مارلتی ہے، میری بیٹی سخت مصیبت میں ہے، مجھے ایک مولوی نے کہا ہے وہ تو مطلقہ ہو چکی ہے اس کو گھر لے آؤ۔ مفتی صاحب آپ اس معاملہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

سائل غلام نبی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیٹی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ جیسا کہ الدر المختار جلد دوم ص ۶۸۰ میں ہے، لاضافة الیه وفیه ایضا وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً لكن ان وجد فی الملك طلقت وعتق والا لا

﴿۳۲۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ غلام رسول اور محمد ادریس نے محمد وقاص کی بیوی کو جبراً لے گئے۔ اپنے گھر میں بند کر دیا۔ پھر محمد وقاص کو کچھ رقم دیکر طلاق دلوائی۔ اب ان دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ سائل محمد وقاص سکنہ چکڑالہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسا کام کرنے والا فاسق ہے اور یہ انتہائی حرام فعل ہے۔ تاہم محمد وقاص کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف میں ہے،

قال رسول اللہ ﷺ ایکم والدخول علی النساء فقال رجل ارایت الحمو قال الحمو الموت متفق علیہ وقال علیہ السلام لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی۔(مشکوۃ کتاب النکاح)

﴿۳۲۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے بحالت غصہ کہا اگر میں اپنے سسرال جاؤں تو میری بیوی پر تین طلاقیں ہوں۔ایک ماہ کے بعد شادی پر سسرال چلا گیا۔آیا میری بیوی مطلقہ ہوئی یانہ۔

سائل محمد سیف اللہ آرائیں یاروخیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد۲ صفحہ ۶۹۰ پر ہے، وتنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ۔

﴿۳۲۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو باقاعدہ طلاق نامہ اسٹام لکھ کر دے دیا ہے جس میں لکھا تھا کہ بقائمی ہوش وحواس گواہوں کی موجودگی میں، میں تجھ کو ۱۔طلاق ۲۔طلاق، ۳۔طلاق دیتا ہوں، یہ اشٹام میں نے بیوی کے حوالے کر دیا۔ بیوی ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سے وہ اسٹام لیکر پھاڑ دیا اور کہا میں طلاقوں کو منسوخ کرتا ہوں۔کیا ایسا ہوسکتا ہے اور کیا تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں یانہیں۔

سائل اللہ بخش میانوالی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ تین طلاقیں وارد ہوگئیں اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسماۃ مذکورہ حرمت مغلظہ سے حرام ہوگئی او بدون تحلیل وتجدید نکاح کے خاوند اول پر حلال نہیں ہو سکتی۔جمہور علماء کرام وائمہ عظام وصحابہ کرام کا یہ فتوی ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا فرمان ذی شان بھی یہی ہے،تصریح علمائے کرام وآئمہ کرام اس قدر بکثرت ہیں کہ احصا متعذر ومشکل ہے

علامہ محی السنہ نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم جلد اص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں،

قال الشافعی و مالك و ابو حنيفة و احمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی مبارک سنن ابوداؤد جلد اص ۲۹۹ وسنن بیہقی جلد ۷ص ۳۳۷ و ۳۳۷ میں آٹھ اسنادوں سے ہے جنکا خلاصہ خود ابوداؤد اور بیہقی نے یہ ذکر فرمایا

والنظم للبيهقى كلهم عن ابن عباس انه اجاز الطلاق الثلاث

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اکٹھی تین طلاقوں کو جائز رکھا اور ان کے واقع ہونے کا حکم دیا۔

ایسے ہی مؤطا امام مالک نے جلد ۲ص ۶۴ مع الشرح اور کتاب الآثار امام محمد علیہ الرحمہ ص ۱۶۵ جامع المسانید امام اعظم علیہ الرحمہ میں ہے،

اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منه لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره

اور سنن بیہقی جلد ۷ص ۳۳۴ میں ایک حدیث اور ص ۳۳۵ میں دو اور ص ۳۳۶ میں ایک اور جلد ۷ص ۳۴۰ میں ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے کہ،تین اکٹھی دی ہوئی طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

والنظم من البيهقى قال عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه فى

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها قال هى ثلاث لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۵ میں ہے،

ان رجلا سأل ابن عمر فقال طلقت امراتی ثلاثا وهى حائض فقال عصيت ربك و فارقت امرأتك۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی مبارکہ سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۵ میں ہے،

والنظم للطحاوى عن عبد الله بن مسعود قال فى الرجل يطلق البكر ثلاثا انها لا تحل حتى تنكح زوجا غيره۔

شرح معانی الآثار ص ۳۳ میں ہے،

ان رجلا سأل ابن عباس و اباهريرة و ابن عمر عن طلاق البكر ثلاثا وهو معه فكلهم قالو حرمت عليك۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں، سنن بیہقی ص ۳۳۶ میں ہے،

سأل رجل المغيرة بن شعبة وانا شاهد عن رجل طلق امرأته ماة قال ثلاث تحرم و سبع و تسعون فضل۔

کنز العمال جلد ۵ ص ۱۵۶ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو ہزار طلاقیں دیں جواب میں ارشاد فرمایا اور یہ فتوی دیا،

ان اباكم لم يتق الله فيجعل له من امره مخرجا بانت منه بثلاث على غير السنة و تسع مائته و سبع و تسعون اثم فى عنقه۔

احادیث مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ صورت مسئولہ میں آپ کی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیوی تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو گئی۔ بدون تحلیل زوج اول پر حلال نہیں ہو سکتی اور قرآن پاک کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

﴿۳۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے ماموں نے اپنی بیوی سے جھگڑا کے دوران گواہوں کی موجودگی میں کہا سخت غصہ میں تجھے طلاق ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ طلاق ہے، تو مجھ پر حرام ہے، وہ والدین کے گھر رہی ایک سال بعد برادری نے مجبور کیا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی سنبھال کرنے والا کوئی نہیں۔ لہٰذا سابقہ بیوی کو واپس لایا جائے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالوی (واں بھچراں) نے کہا کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے اپنی مرضی سے شادی کرے گی اور اگر اس کا شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق دیکر فارغ کر دے عدت کے بعد سابقہ خاوند سے نکاح جائز ہوگا۔ آپ ہماری راہنمائی فرما دیں۔ سائل جمشید احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر سوال صحیح ہے تو زوجہ پر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں واقع ہو گئیں کہ جملہ میرے اوپر تو حرام ہے، طلاق صریح ہے۔

جیسا کہ ردالمختار جلد دوم ص ۱۰۶ میں ہے،

قال فی التنویر قال لا مراته انت علی حرام (الی قوله) ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه وفی الشرح الغلبة الصرف۔ هکذا احسن الفتاوی وفی الفتاوی الرضویة فی الجز الثانی عشره۔

یہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے بھی صریح طلاق ہے، اور جب یہ جملہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ کہہ چکا ہے تو تین طلاقیں یقیناً واقع ہوئیں۔ اور جو تین سے زائد کہیں وہ لغو ہو گئیں۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۷ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا، تأخذ ثلاثا وتدع

تسع مائۃ و سبعۃ وتسعین اور یونہی سو طلاق دینے والے کو بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا، عصیت ربك و بانت منك امراۃ ان نسب کا یہی حاصل تین طلاق واقع ہو چکی ہیں تو بلا حلالہ ان کا نکاح اگر چہ عورت رضامند ہو، ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ہے، فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ پس اگر تیسری طلاق دے اس کو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اس کے یہاں تک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوائے اس کے۔

باقی رہا سائل نے غصہ کا ذکر کیا ہے تو واضح رہے کہ غصہ کی حالت مانع طلاق نہیں عموماً غصہ کی حالت میں ہی طلاق دی جاتی ہے۔ ہمارے آئمہ و مشائخ عظام نے تو صاف صاف تصریح فرمائی کہ غصہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔ بدائع الصنائع جلد ۳ ص ۱۰۲ میں ہے، والنظر لملك العلماء) حال الغضب و مذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق۔

﴿۳۲۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا تو میں نے اسے تین طلاق اسٹامپ پیپر پر لکھ دیں اور دو گواہوں کی موجودگی میں گھر سے رخصت کر دیا۔ بعد ازاں میرے دوست اہلحدیث نے مجھے کہا ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوئی ایک شمار ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہے آپ بیوی کو گھر لے آئیں۔ مجھے چند رشتہ داروں نے بھی مجبور کیا۔ اس اہلحدیث نے مجھے فتوی بھی ایک مولوی سے لکھوا دیا۔ میں نے یہ بات اپنے سنی مولوی صاحب سے کی مسئلہ کی بابت دریافت کیا اس نے کہا آپ ہمارے استاذ المحترم (صاحبزادہ عبدالمالک) کے پاس چلیں وہ آپ کو صحیح مسئلہ لکھ دیں گے۔ (نوٹ) جواب چار احادیث مبارکہ پر مشتمل پرنٹ شدہ ہے) سائل احمد نواز، لاہور۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین کا فتوٰی

امابعد! بشرطیکہ صورت مسئولہ میں سوال صداقت پر مبنی ہے تو ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے۔ فرمایا یہ ایک طلاق رجعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں رجوع جائز ہے اور اگر خاوند طلاق سہ بار کے بعد اندر معیاد رجوع کرے تو طلاق کالعدم ہو جاتا ہے اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے،

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف جلد۲ ص ۲۸۴ میں ہے،

وعن محمود بن لبید اخبر رسول الله عن رجل طلق امرأة ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبان ثم قال ايلعب بكتاب الله عزوجل وان اظهر كم حتى قام رجل فقال رسول الله الا اقتله۔

دوسری جگہ حدیث ملاحظہ ہو جو کہ مسند امام احمد جلد ا ص ۲۶۵ میں ہے،

عن عبد الله بن عباس قال طلق ركانة بن عبد يزيد اخوبنى عبد المطلب امرا ته ثلاثا فى مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا قال فسائله رسول الله كيف طلقتها فقال طلقتها ثلاثة فقال فى مجلس واحد قال نعم انما تلك واحدة ارجعها ان شئت قال فراجعها۔

پس حاصل کلام کا اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور جو شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے وہ اگر رجوع کرے تو وہ تین ایک ہی طلاق رجعی تصور ہو گی جس میں رجوع جائز ہے اور نکاح پہلا ہی بدستور قائم ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تین طلاقیں آجائیں ایک وقت اور ایک مجلس یا ایک طہر یا تین طہروں میں جیسے بھی آئیں تو عورت بائن

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو جاتی ہے اور رجوع تو رجوع دوبارہ نکاح بھی حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے،

فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره، اور یہی فتوی ہے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیکھو سنن بیہقی ص ۳۳۳ سے ص ۳۴۰ تک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، عبد اللہ بن عمر، مغیر بن شعبہ، حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مستند حدیثیں اور فتوے۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے۔

میزان شعرانی جلد ۲ ص ۱۲۶ میں ہے،

والنظر من الرحمة اتفق الائمة الاربعة علی ان الطلاق فی الحیض لمدخول بها او فی طهر جامع فیه محرم الا انه یقع وکذلك جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع۔

اور یہی جمہور اہل اسلام سلف صالحین کا مذہب ہے۔ احکام القرآن جلد ا ص ۴۵۹ میں ہے، فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معا۔ اس کی شہادت غیر مقلدین حضرات کے مسلم امام بھی دے رہے ہیں، تفسیر فتح القدیر جلد ا ص ۲۱۲ میں قاضی شوکانی اور تفسیر فتح البیان جلد ا ص ۳۷۰ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں۔

وقد اختلف اهل العلم فی ارسال الثلاث دفعة واحدة هل تقع ثلاث او واحدة فقط فذهب الی الاول الجمهور۔

رہی حدیث فتوی نمبر ا، تو اس میں کوئی ایسی تصریح نہیں اور حدیث نمبر ۲ کے متعلق امام بیہقی کا ارشاد ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کے راوی حضرت ابن عباس کا فتوی جسے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں، اس کے خلاف ہے، اور خود حضرت رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک طلاق دی تھی۔

سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۹ میں ہے،

وهذا الاسناد لا تقوم به الحجة مع ثمانية رواة عن ابن عباس رضی الله عنهما فتياه بخلاف ذلك ومع رواية اولاد ركانة ان طلاق ركانة كان واحدة وبالله التوفيق۔

الحاصل قرآن کریم اور حدیث شریف، صحابہ کرام اور جمہور اہل علم سلف صالحین کے ارشادات کے موافق ہمارے حنفی مذہب پر فتوی یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔اور رجوع حلال نہیں بلکہ حلالہ کے بغیر نکاح جدید بھی جائز نہیں۔

﴿۳۲۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے محمد ارشد محمود خان نے بیوی سے لڑائی کی، مارا پیٹا، گھر سے نکال دیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں گیا بہو کو گھر لے گیا پھر دوسرے دن لڑائی ہوئی تو میرے بیٹے نے دفتر میں چار آدمیوں کو گواہ بنا کر کاغذ پر لکھا اور بیوی کے والدین کی طرف بھیج دیا۔ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ میں مسمی محمد ارشد محمود خان اپنی بیوی رخسانہ آفرین دختر احمد نواز خان کو بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں ۔آج کے دن سے میرا تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔تیرا جہاں جی آئے دوسری شادی کر لے۔ اس پر میرے بیٹے اور چار گواہوں کے دستخط ہیں۔اس کے بعد کیا میرا بیٹا رجوع کر سکتا ہے۔ ازروئے شرع مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد خان لنگر خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کی بیوی یعنی کہ آپ کی بہو پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور مؤثر بن گئی ہیں۔ارشد پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

حرام ہو چکی ہے۔ چنانچہ ارشد نے بھی تحریر طلاق میں تصریح کی ہے لہٰذا حلالہ کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح جدید نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ صرف رجوع کرے۔ چنانچہ آئمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک یہ متفق علیہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ بیوی جائز نہیں۔

میزان شعرانی جلد۲ص ۱۲۶ میں ہے،

والنظر من الميزان اتفقوا (الیٰ ان قال) وكذلك جمع الطلاق الثلاث يقع

اور ہمارے تمام متون وفتاوی حنفیہ میں بھی ہے،

فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۴۲۶ میں ہے،۔

فالذی يعود الى العدد ان يطلقها ثلاثافی طهر واحد بكلمة واحدة (الیٰ ان قالوا) فاذ افعل ذلك وقع الطلاق۔

فتاوی شامی جلد۲ص ۶۲۵ میں ہے،

ونص محمد رحمه الله تعالیٰ قال واذا طلق لرجل امرأة ثلاثا جميعا فقد خالف السنته واثم ان دخل بها اولم يدخل سواء بلغنا ذالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن على وابن مسعود ۔

ابن عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجموعہ قوانین اسلام جلد دوم ص ۴۷۰ میں ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہو جاتی ہے جب کہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں لفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دیدے تو واقع ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے شخص سے نکاح کرلے۔

اسی کتاب کی جلد۲ص ۴۹۶ میں ہے،

اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے طلاق دے یا متفرق کلمات سے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو اسی وقت تین طلاق بائن (مغلظہ) واقع ہوجاتی ہے۔اور وہ اپنی زوجہ سے رجوع نہیں کرسکے گا تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے۔قرآن پاک پارہ دوم میں ہے، **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کا بیٹا رجوع نہیں کرسکتا بغیر حلالہ کے وہ اس کی بیوی نہیں بن سکتی۔

﴿۳۲۹﴾　فتوی شرعی: کہ ایک شخص بحالت غصہ زمین پر تین لکیر کھینچتا ہے اور بیوی کی طرف دیکھے، جب پوچھا جائے کہ لکیر سے مراد کیا تھی تو اپنی مراد طلاق بتائے کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔

سائل ذوالفقار علی جوڑا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ صورت طلاق بالکنایہ کی ہے جو نیت اور دلالت حال سے واقع ہوجاتی ہے اور سائل نیت طلاق کا اقرار ہے اور غصہ کی حالت سے کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا لکیر کھینچا تو کہتا ہے یہ ایک دو تین طلاقیں ہیں، اگرچہ لفظوں میں صراحۃ مذکور نہیں مگر غصہ کی حالت اور طلاق واضح کرتی ہے، حالانکہ اضافت الی الطلاق صراحۃ شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے، کما صرح بہ الشامی حیث قال جلد۲ص ۵۹۰ **ولا يلزم كون الاضافة صريحة فى كلامه** ۔بظاہر سوال یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا، یہ ایک، یہ دو، یہ تین یہ اپنی منکوحہ کو بطریق خطاب ہے، اگر واقع میں یونہی ہے تو یہ صریح خطاب اور اضافت معنویہ بھی ہے

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

، جو معتبر ہے۔ شامی جلد۲ ص۵۹۰ میں ہے، (قوله لترکه الاضافته) ای المعنویته وھی شرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة نحو هذه طالق والطلاق يقع بعدد قرن به (درمختار) ای حتی قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد۔ (درمختار جلد دوم ص ٦٢٧)

بہر حال میرے علم اور فقہائے کرام کی تصریحات سے روز روشن کیطرح واضح ہے کہ تین طلاقیں پڑگئیں اور اسکی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی جس کے ساتھ دوبارہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں کرسکتا۔ من الهنديته والخلاصته وغيرها من اسفار المذهب المحذب الحنفی۔

﴿۲۳۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ اگر کسی سے زبردستی طلاق نامہ پر انگوٹھا وغیرہ لگوایا جائے باوجود اس کے وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا رہے اور وہ شخص جان کے خوف سے ایسا کردے تو کیا طلاق ہو جائے گی یا نہیں۔ سائل کریم احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی کریم احمد انکار کرتا رہا او جبراً انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۶۳ میں ہے، رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته كذا فی فتاوی قاضی خان۔

﴿۲۳۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا پڑوسی کے ساتھ کافی دنوں سے جھگڑا چل رہا تھا، حالانکہ میں نے تقریباً ۵ سال پہلے پڑوسی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں آپ سے زمین کے معاملہ میں لڑوں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہو گی۔ وہ طلاق وعدہ بھول گیا تھا۔ اب ایک ہفتہ پہلے میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسی زمین کی وجہ سے پڑوسی سے جھگڑا کیا، جھگڑا کرتے وقت مجھے طلاق یاد نہ تھی۔ اب مجھے یاد آئی ہے، میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور کافی پریشانی ہوئی آیا میری بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں۔ سائل نعیم اللہ خان وتہ خیل۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی زوجہ پر طلاق ہوگئی ہے۔ جیسا کہ الدر المختار جلد دوم ص ۵۸۸ میں ہے، ولو حالف مکرها او مخطئا او ذاهلا او ناسیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ طلاق پرانی نہیں ہوتی آپ کی بیوی مطلقہ ہوچکی ہے۔

﴿۳۲۲﴾ فتوی شرعی: کہ آج سے تقریباً ۲ سال پہلے میں نے اپنی بیٹی کا نکاح غلام رسول خان نامی لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ لڑکے مذکور نے قتل کر دیا اور اب وہ جیل میں سزائے موت کی سزا کاٹ رہا ہے، میں نے طلاق دینے پر راضی کیا اور عرضی نویس سے طلاق نامہ اسٹامپ پیپر پر تیار کرایا جیل کے حکام کے روبرو دو گواہان کے غلام رسول سے دستخط کرا دیئے اور میں نے بوقت ملاقات طلاق کا تذکرہ کیا تو اس نے اقرار کیا۔ کیا از روئے شرع میری بیٹی مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔

سائل محمد فخر زمان خان

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ غلام رسول کی بیوی یعنی آپ کی بیٹی مطلقہ ہوچکی ہے کیونکہ طلاق نامہ پڑھ کر یا سن کر دستخط کر دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۸ میں ہے، ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها اوقراه علی الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث بها الیها فاتاها وقع علیها ان اقر الزوج انه کتابه۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بیٹے محمد ارشد نے کل مجھ سے جھگڑا کیا وہ مجھ سے رقم مانگتا تھا جب کہ میری پاس پیسے نہ تھے، اسی جھگڑا کے دوران میری بہو آ گئی اس نے کہا اگر میرے سسر کے پاس رقم ہوتی تو تجھے ضرور دیتے، اور کہا نکما آدمی خود کام کیوں نہیں کرتا غیرت کر، محنت مزدوری کرو۔ المختصر یہ کہ میرے بیٹے کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا غصہ کی حالت میں وہ وثیقہ نویس کے پاس کچہری میں چلا گیا، مجھے بہو نے کہا یقینا وہ کوئی غلط کام کرے گا چلو انہیں سمجھاؤ، میرے بیٹوں کا کہنا ہے کہ محمد ارشد نے اسٹام پیپر خریدا اور ہم پہنچ گئے ہم نے اور عرضی نویس محمد اصغر نے سمجھایا کہ طلاق نہ دو پھر اس نے اسٹام جو طلاق کے لیے خریدا تھا پھاڑ دیا، آیا طلاق تو نہیں ہوئی۔

سائل محمد ناصر جاوید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وثیقہ نویس سے طلاق کے معاملہ میں صرف بات کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے،

ولو استکتب من آخر کتاباً ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث بها اليها فاتاها وقع عليها ان اقر الزوج انه كتابه وكذا كل كتاب لم يكتب بخطه و لم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقر انه كتابه۔ هكذا فى الدر المختار جلد دوم ص ۵۹۲۔

﴿۲۳۴﴾ **فتوی شرعی:** میں حلفا کہتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں مگر اب وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے میں نے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔ لیکن مجھے سو

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

فیصد یقین ہے کہ اس نے میرے ساتھ لڑائی کی مجھے مارا بھی اور کہا ہے، تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں۔ محترم مفتی صاحب میرے پاس گواہ موجود نہیں ہیں اب میں کیا کروں

سائلہ پروین بی بی

الجواب: پروین بی بی آپ کا خاوند کے پاس رہنا حرام ہے۔ اور سخت گناہ ہے۔ بعد از عدت اگر چاہیں تو دوسرے مرد سے نکاح جائز ہے۔ کیونکہ وقوع طلاق کے لیے موجود گواہان ضروری شرط نہیں ہے۔ جتنا جلدی ممکن ہو آپ خاوند سے علیحدگی حاصل کریں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے، **اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت بذالك اولم ترض۔ (هدايه شريف جلد دوم صفحه** ۳۷۵)۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ مرد سے علیحدہ ہو جائیں اگر آپ پر جبر کیا گیا تو گنہگار فقط مرد ہو گا۔

﴿۳۲۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے اپنی بیوی کو اس وقت تین طلاق دی جب کہ وہ حاملہ تھی۔ میں نے سنا ہے حاملہ عورت اور حائضہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے۔

سائل طاہر اقبال ساکن ٹھٹھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب ہے کہ طاہر اقبال صاحب آپ کی بیوی مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ اگر عورت حاملہ یا حائضہ یا نفساء کو ایک جلسہ میں تین طلاق دے گا۔ تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ لیکن حائضہ یا نفساء کو تین طلاق ایک دفعہ دینا بدعت ہے۔ شوہر گناہگار ہوتا ہے۔ مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ درالمختار صفحہ ۵۷۶ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او مرتین۔

فتاوی شامی جلد اول صفحہ ۵۹۱ میں ہے،

قال فی الشامی قولہ ثلث متفرقۃ وکذا بکلمۃ وحدۃ بالا ولی الی ان قال وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعد ھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلث۔

﴿۳۳۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں گھر آیا تو میرا بیٹا پہلے موجود تھا۔ گھر کی تقسیم کے معاملہ میں بات چیت ہوئی۔ میرے بیٹے کو بہت غصہ آیا۔ گالیاں دینے لگا اور غصہ کی حالت میں اس کی زبان سے نکل گیا میں سب گھر والوں کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔ ہم اپنے امام مسجد کے پاس گئے مسئلہ دریافت کیا۔ میرے بیٹے نے وہاں بھی کہا میں سب گھر والوں کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔ ہم بہت پریشان ہو گئے۔ ہمیں مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل محمد عثمان آرائیں جلال پور

الجواب: اس صورت میں جواب یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ آپ کی بہو آپ کے بیٹے کے نکاح سے خارج ہے۔

جیسا کہ درمختار صفحہ ۲۴۵ میں ہے، قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرتہ بخلاف نساء المحلہ والدار۔

اسی طرح شامی جلد دوم ص ۵۸۴ میں ہے،

ولو قال کل عبد فی ھذہ الدار و عبیدہ فیھا عتقوا فی قولھم۔

﴿۳۳۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے اپنی بیوی کو صرف ڈرانے کی غرض سے ایک طلاق دی تھی اور کچھ عرصہ پہلے گھر سے نکال دیا۔ میری عورت کے بھائی مجھے پکڑ کر لے گئے۔ وہاں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے پندرہ یا بیس آدمیوں کے سامنے پوچھا کہ تونے طلاق دے دی ہے۔ میں نے ان کے خوف سے کہا ہاں میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ وہ مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ کیا میری عورت از روئے شرع مطلقہ ہوگئی یا نہ۔

سائل محمد سیف اللہ خان کرمشانی میانوالی

الجواب: اس صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر دریافت کرنے پر جواب دیا کہ تین طلاقیں دے دیں تو اس صورت میں طلاق ہوگئی۔

جیسا کہ درالمختار جلد دوم صفحہ ۶۰۷ میں ہے، لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال۔ اسی طرح درمختار جلد دوم ص ۶۰۷ میں ہے، ولا یمکن تصحیحہ اخباراً لکذبہ وعدم قدرتہ علی الاسناد فکان انشاء فی الحال۔

﴿۳۲۸﴾ **فتوی شرعی**: کہ مسمی عبدالشکور نے ہم پانچ آدمیوں کے سامنے کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے۔ دو تین روز میں پورے محلہ میں خبر پھیل گئی کہ عبدالشکور نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ تب ہم امام مسجد غلام عباس اور ہم تین آدمی عشاء کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے۔ اس سے پوچھا کیا واقعی تو نے طلاق دے دی ہے۔ تو اس نے کہا ہاں میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ وہ میرے قابل نہ تھی۔ یعنی پہلے ایک طلاق دی پھر وہ تین طلاقوں کا اقرار کر رہا ہے۔ اب کونسی طلاق واقعی ہوگی۔ سائل غلام رسول اسکندر آباد

الجواب: اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاق ہوگئی۔

جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ میں ہے۔ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ حدیث شریف میں ہے، ثلث جد ھن جد وھزلھن جد الحدیث وعد صلے اللہ علیہ وسلم فیھا الطلاق

فقط۔(مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۴)

اب بغیر تحلیل شرعی آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ھکذا فی المتون۔

﴿۳۳۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم دس لڑکے کافی عرصہ سے دوست چلے آرہے ہیں۔کل صبح کو ہم بیٹھ کر ہنسی مذاق کررہے تھے کہ اچانک ہم میں سے ایک نے محمد گل سے کہا تم طلاق دے دو۔تو محمد گل نے ہنسی مذاق میں پانچ دفعہ کہا، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ہم سب ساتھی حلفاً کہتے ہیں ہمارا کوئی طلاق کہلوانے کا ارادہ نہ تھا اور محمد گل بھی حلفاً یہی کہتا ہے۔ازروئے مذاق کہا، طلاق، طلاق طلاق، طلاق میں نے طلاق دے دی ہے۔اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

سائل محمد گل، محمد اصغر، غلام سرور، وغیرہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد گل کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کے وہ عورت اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ رواہ الترمذی۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک میں ہے،

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، نکاح شیشہ ہے، طلاق پتھر ہے، پتھر جب شیشے پر پڑتا ہے تو ٹوٹ ہی جاتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہم برادری والے تقریباً ۲۵ آدمی اہم کام کے سلسلے میں اکھٹے ہوئے۔ وہاں جھگڑا ہو گیا۔ تو محمد احتشام نے یہ الفاظ کہے کہ اگر یہ سچے ہیں تو مجھ پر عورت حرام ہے۔ حالانکہ وہ لوگ جو آئے تھے وہ حق پر تھے۔ محمد احتشام نے طلاق غلط اٹھائی ہے۔ وہاں پر موجود لوگوں میں سے محمد عثمان، اللہ بخش خان، اور محمد سرفراز علی، یہ تینوں متقی نمازی ہیں۔ یہ حلفاً کہتے ہیں کہ ہم نے سنا محمد احتشام یہ کہہ رہا تھا۔ اگر یہ لوگ واقع میں سچے ہیں تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ کیا واقعی محمد احتشام کی عورت مطلقہ ہو گئی۔ سائل محمد مشاہد خان کھٹھی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آئے ہوئے لوگ واقعی واقع میں سچے تھے تو محمد احتشام کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی پھر نکاح میں نہیں آ سکتی۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۵۱۵ میں ہے،

ونصابها اى الشهادة لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح وطلاق

﴿۳۴۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ کلمۂ واحد سے اگر کوئی صاحب تین طلاقیں دے دے تو کیا شریعت مطہرہ میں تین ہی نافذ ہوں گی یا ایک، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ سائل قاری محمد نعیم الدین راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ روح المعانی میں ہے، امام حدیث ابو داؤد نے بروایت ابن رزین اسدی نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول پر ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتان فرمایا تیسری طلاق کا ذکر یہاں کیوں نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تسریح باحسان بعد میں جو مذکور ہے وہی تیسری طلاق ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(روح المعانی صفحہ ۲۲۷ الجزالثانی جلداول)

مطلب اس کا جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ جو کام تعلقات زوجیت کے کلی انقطاع کا تیسری طلاق سے ہوتا وہی اس طرز عمل سے ہو جائے گا کہ عدت کے اندر رجعت نہ کرے، اور جس طرح امساک کے ساتھ بمعروف کی قید لگا کر یہ ہدایت فرمادی کہ رجعت کر کے بیوی کو روکا جائے تو حسن سلوک کے ساتھ روکا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی تیسری طلاق کے متعلق، امام نسائی نے بروایت محمود بن لبید نقل کیا ہے۔

اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امراته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبان ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله (نسائی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تو آپ غضبنا کی کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ یہانتک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

اس حدیث کو حافظ ابن قیم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن کثیر اور ابن حجر نے کہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ اس پر شاہد ہے کہ اظہار غضب کے باوجود آپ نے تینوں طلاق کو نافذ فرمایا۔ بعض صحابہؓ نے اس آدمی کو مستوجب قتل سمجھا مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی طلاق کو ایک رجعی طلاق قرار دیکر بیوی اس کے حوالے کر دی ہو۔

بلکہ دوسری روایت جو آگے آتی ہے جس طرح اس میں اس کی تصریح موجود کہ رسول ﷺ نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو باوجود ناراضگی کے نافذ فرما دیا اسی طرح مذکورہ حدیث

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محمود بن لبید کے متعلق قاضی ابو بکر بن عربی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عویمر کی تین طلاقوں کی طرح اس کی بھی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

فلم یردہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن امضاہ کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضی طلاقہ الثلاث ولم یردہ

(تھذیب سنن ابی داؤد طبع مصر ص ۱۲۰

(ترجمہ) تو نبی کریم ﷺ نے اسے رد نہیں کیا بلکہ اسے نافذ فرما دیا جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا اور رد نہیں فرمایا تھا۔

دوسری حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری میں بالفاظ ذیل ہے۔

ان رجلاً طلق امرأتہ ثلاثاً فتزوجت مطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلھا کما ذاقھا الاول۔

(صحیح بخاری ص ۷۹۱ جلد ۲ مسلم شریف ص ٤٦٨

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس خاتون نے کسی اور جگہ شادی کر لی اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جب کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح مٹھاس نہ چکھ لے جس طرح پہلے خاوند نے کیا تھا اس وقت تک طلاق دینے سے پہلے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ الفاظ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں طلاق ایک وقت دی گئی تھی۔ شارح حدیث جس کو اہل حدیث سمیت تمام مکاتب فکر کے لوگ مانتے ہیں، فتح القدیر ، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ میں روایت کا مفہوم یہی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ مذکور ہے کہ ان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تین طلاق کو نافذ فرما کر یہ حکم دیا کہ جب تک شوہر ثانی سے وطی نہ ہو جائے تو اس کے طلاق دینے سے شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

ایک اور روایت میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بعد عرض کیا۔

فلما فرغا قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثاً قبل ان یامره النبی صلی الله علیه و آله وسلم (صحیح بخاری، فتح القدیر ص ۳۰۱، جلد ۹، صحیح مسلم ص ۲۸۹ جلد ۱)

ترجمہ: پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ عز وجل کے رسول ﷺ میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہوں گا اگر میں نے اسکو اپنے پاس رکھ لیا تو عویمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تین طلاقیں دیدی۔ قبل اس کے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں حکم دیتے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو بروایت حضرت سہل بن سعد نقل کر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

فانفذه رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان ماصنع عند رسول الله صلی الله علیه وسلم سنة قال سعد حضرت هذا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فمضت السنة بعد فی المتلاعنین ان یفرق بینهما ثم لا یجتمعان ابداً (ابو داؤد۔ (ص ۳۰۶ جلد ۱)

ترجمہ: تو رسول اللہ نے اسے نافذ فرما دیا، اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے جو کچھ پیش آیا وہ سنت قرار پایا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس موقع پر میں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھا، پس اس کے بعد لعان کرنے والوں کے بارے میں یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ ان کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درمیان تفریق ہو جائے اور پھر وہ کبھی بھی جمع نہ ہوں۔

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے، اور محمود بن لبید کی سابقہ روایت میں بھی ابوبکر ابن عربی کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے، اگر بالفرض یہ بھی نہ ہوتا تو یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر بیوی اس کے سپرد کردی ہو۔

الحاصل مذکورہ تین احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تین طلاق بیک وقت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سخت ناراضگی کا موجب تھیں مگر بہر حال اثر ان کا یہی ہوا کہ تینوں طلاقیں واقع قرار دی گئیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم تفصیل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کلمہ واحد کے ساتھ تین طلاق تین ہی شمار کیا، حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ایک طلاق شمار ہوتی تھی وغیرہ۔ کتب احادیث کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸ پر یہ حدیث درج ہے،

وعن ابن عباس قال کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر سنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلوامضینا علیھم فاقضاہ علیھم

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں طلاق کا یہ طریقہ تھا کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ جلدی کرنے لگے ہیں ایک ایسے معاملہ میں جس میں ان کے لئے مہلت تھی تو مناسب رہے گا ہم اس کو ان پر نافذ کر دیں تو آپ نے ان پر نافذ کر دیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان فقہاء صحابہ کے مشورہ سے صحابہ وتابعین کے مجمع عام میں ہوا کسی سے اس پر انکار یا تردید منقول نہیں، اس لیے حافظ حدیث امام ابن عبد البر مالکی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

زرقانی شرح مؤطا میں یہ الفاظ ہیں

والجمهور على وقوع الثلاث بل حكى ابن عبد البر الاجماع قال ان خلافه لا يلتفت اليه زرقانی شرح مؤطا ص ۱۶۷ جلد ۳)

اور جمہور امت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر متفق ہیں، بلکہ ابن عبد البر نے اس پر اجماع نقل کر کے فرمایا کہ اس کا خلاف شاذ ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فرمایا، قال الشافعی و مالك و ابو حنيفه و احمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلث و قال طائوس و بعض اهل الظاهر لا يقع بذالك الا وحده

ترجمہ: امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی اور طاؤس اور بعض اہل ظاہر نے کہا کہ ایک ہی واقع ہو گی۔ (شرح مسلم ص ۴۷۸ جلد ۱)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا،

فخاطب عمر بذلك الناس جميعا و فيهم اصحاب رسول الله ﷺ النحزين قد علموا ما تقدم من ذلك في زمن رسول الله ﷺ فلم ينكر اليه منهم منكر ولم يدفع دافع (شرح معانی الآثار ص ۲۹ ج ۲)

ترجمہ: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ لوگوں کو مخاطب فرمایا اور ان لوگوں میں رسول اکرم ﷺ کے وہ صحابہ بھی جن کو اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے طریقے کا علم تھا تو ان میں سے کسی انکار کرنے والے نے انکار نہیں کیا اور کسی رد کرنے والے نے اسے رد نہیں کیا۔

مذکورہ واقعہ میں اگر چہ امت کے لئے عمل کی راہ با جماع صحابہ و تابعین مقرر ہو گئی کہ تین طلاقیں بیک وقت دینا اگر چہ غیر مستحسن اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہے، مگر اس کے باوجود جس نے اس غلطی کا ارتکاب کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اور بغیر دوسرے شخص سے نکاح وطلاق کے اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔

لیکن علمی اور نظری طور پر یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں،

اول تو یہ کہ سابقہ تحریر میں متعدد روایات حدیث کے حوالے سے بات ثابت ہو چکی ہے کہ تین طلاق بیک وقت دینے والے پر خود رسول اللہ نے تین طلاق کو نافذ فرمایا ہے اس کو رجعت یا نکاح جدید کی اجازت نہیں دی۔ پھر اس واقعہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس کلام کا کیا مطلب ہوگا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں اور دو سال تک عہد فاروقی میں تین طلاق کو ایک ہی مانا جاتا تھا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کا فیصلہ فرمایا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کہ اگر واقعہ اسی طرح تسلیم کر لیا جائے کہ عہد رسالت، عہد صدیقی

میں تین طلاق کو ایک مانا جاتا تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو کیسے بدل دیا اور بالفرض ان سے کوئی غلطی بھی ہوگئی تھی تو تمام صحابہ کرامؓ نے اس کو کیسے تسلیم کرلیا؟

ان دونوں سوالوں کے حضرات فقہاء ومحدثین نے مختلف جواب دیئے ہیں، ان میں صاف اور بے تکلف جواب وہ ہے جس کو امام نووی رضی اللہ عنہ نے شرح مسلم میں اصح کہہ کر نقل کیا ہے کہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع طلاق ثلاثہ کی ایک خاص صورت کے متعلق قرار دیا جائے وہ یہ کہ کوئی شخص تین مرتبہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق کہے یا میں نے طلاق، طلاق، طلاق دی کہے۔ یہ صورت ایسی ہے کہ اس کے معنی میں دو احتمال ہوتے ہیں، ایک کہ کہنے والے نے تین طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں، دوسرے یہ کہ تین مرتبہ محض تاکید کے لیے مکرر کہا ہو، تین طلاق کی نیت نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ نیت کا علم کہنے والے ہی کے اقرار سے ہوسکتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صدق ودیانت عام اور غالب تھی اگر ایسے الفاظ کہنے کے بعد کسی نے یہ بیان دیا کہ میری نیت تین طلاق نہ تھی بلکہ محض تاکید کے لیے یہ الفاظ مکرر بولے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حلفی بیان کی تاکید فرما دیتے اور اس کو ایک طلاق قرار دیتے تھے۔

اس کی تصدیق حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دیدی تھی، یہ تلفظ عرب کے عرف عام میں تین طلاق کے لیے بولا جاتا تھا، مگر تین اس کا مفہوم صریح نہیں تھا اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری نیت تو اس لفظ سے تین طلاق کی نہیں تھی، بلکہ ایک طلاق دینے کا قصد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قسم دی انہوں نے اس پر حلف کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی طلاق قرار دی۔

یہ حدیث پاک، حدیث شریف کی مختلف کتب مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

منقول ہے بعض الفاظ میں یہ بھی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دیدی تھی مگر ابوداؤد شریف نے ترجیح اس کو دی ہے کہ دراصل حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے لفظ البتہ سے طلاق دی تھی۔ یہ الفاظ چونکہ عام طور پر تین طلاق کے لیے بولا جاتا تھا اس لیے کسی راوی نے اس کو تین طلاق سے تعبیر کر دیا ہے۔

المختصر یہ کہ اس حدیث پاک سے یہ بات باتفاق ہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اس وقت قرار دیا جب کہ انہوں نے حلف کے ساتھ بیان دیا کہ میر نیت تین طلاق کی نہیں تھی۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تین طلاق کے الفاظ صریح اور صاف نہیں کہے تھے ورنہ پھر تین کی نیت نہ کرنے کا احتمال ہی نہ رہتا۔ نہ ان سے سوال کی کوئی ضرورت رہتی۔ اس واقعہ نے یہ بات واضح کر دی کہ جن الفاظ میں یہ احتمال ہو کہ تین کی نیت کی ہے یا ایک ہی کی تاکید کی ہے۔ ان میں آپ نے حلفی بیان پر ایک قرار دے دیا کیونکہ زمانہ صدق و دیانت کا تھا اس کا احتمال بہت بعید تھا کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کھالے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں دو سال تک یہی طریقہ جاری رہا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں یہ محسوس فرمایا کہ اب صدق و دیانت کا معیار کم ہو رہا ہے۔ اور آئندہ حدیث پاک کی پیشنگوئی کے مطابق دور کم ہو جائے گا۔ دوسری طرف طلاق کی کثرت ہونے لگی لوگ تین طلاق دیکر نیت ایک کی بیان کرنے لگے تو یہ محسوس کیا گیا کہ اگر آئندہ اسی طرح طلاق دینے والے کے بیان نیت کی تصدیق کر کے ایک طلاق کا حکم دیا جاتا رہا تو بعید نہیں کہ لوگ شریعت کی دی ہوئی اس سہولت کو بے جا استعمال کرنے لگیں۔ اور بیوی کو واپس لینے کے لیے جھوٹ کہہ دیں کہ نیت ایک ہی کی تھی۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فراست اور انتظام دین میں دور کے مزاج شناس تھے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے سمجھا کہ اگر ہمارے دور میں رسول اللہ ﷺ ہوتے تو یقیناً وہ بھی اب دلوں کی مخفی نیت اور صاحب معاملہ کے بیان پر مدار بظاہر رکھ کر فیصلہ نہ فرماتے اس لیے یہ قانون بنا دیا کہ اب جو شخص تین مرتبہ لفظ طلاق کا تکرار کریگا تو اس کی تین ہی طلاقیں شمار ہوں گی۔ اس کی یہ بات نہ سنی جائے گی کہ اس نے نیت صرف ایک طلاق کی کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فیصلہ کے متعلق جو الفاظ ہیں وہ بھی اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فصلوا امضینا علیهم

لوگ جلدی کرنے لگے ہیں ایک ایسے معاملہ میں جس میں ان کے لیے مہلت تھی۔ تو مناسب رہے گا کہ اس کو ان پر نافذ کر دیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس فرمان اور اصحابہ کرام کے اجماع کی یہ توجیہ جو بیان کی گئی اسکی تصدیق روایات حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس طرح ان دونوں سوالوں کا جواب نکل آتا ہے کہ روایات حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق کو تین ہی قرار دے کر نافذ کرنا متعدد واقعات سے ثابت ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں تین طلاق کو ایک ہی مانا جاتا تھا، چنانچہ معلوم ہوا کہ ایسی طلاق تین کے لفظ سے دی گئی یا تکرار طلاق تین کی نیت سے کیا گیا اس عہد رسالت میں بھی تین ہی قرار دی جاتی تھی۔ ایک قرار دینے کا تعلق اسی طلاق سے جس میں ثلاثہ کی تصریح نہ ہو یا تین طلاق دینے کا اقرار نہ ہو بلکہ تین بطور تاکید سے کہنے کا دعویٰ ہو۔ اور یہ سوال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تین کو ایک قرار دیا تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی سہولت

کے بے جا استعمال سے روکا ہے۔ حاشا آپ رضی اللہ عنہ کے کسی فیصلہ کے خلاف کا کوئی شائبہ نہیں جیسا کہ نام نہاد حدیث کے ٹھیکیداروں نے شور مچا رکھا ہے۔

(فقیہ العصر حضرت مولانا احمد الدین صاحب گانگوی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ العلماء الکاملین حضرت مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ کا نصف صدی پہلے جاری کردہ فتوی)

﴿۳۴۲﴾ فتوی شرعی: کہ یہ لفظ ہندی میں کہا (میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے) الفاظ طلاق صریح ہے یا کنایات میں سے ہے یا اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا بائن اور تین دفعہ کہنے سے واحد بائن واقع ہوگی یا ثلاثہ، مثلاً ایک شخص بیوی کو مذکورہ لفظ تین دفعہ کہے بنیت طلاق اور ہر دفعہ سنگریزہ جو اس کے ہاتھ میں ہو یکے بعد دیگرے ڈالتا جائے کیا اس صورت میں وہ عورت مطلقہ بثلاثہ ہوگئی یا نہیں۔

سائل مولوی غلام یٰسین روکھڑی

الجواب: تحقیق مغلظہ محققین وفضلاء کے اس عورت پر طلاق ثلثہ مغلظہ واقع ہوگئی وجہ اس کی یہ لفظ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے ہندی میں طلاق صریح ہے، خواہ اس کو ترجمہ لفظ عربی کا قرار دیا جائے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنے مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۳۸۳ میں اس کی تصریح فرمائی ہے یا اس کے کسی لفظ کنائی عربی مثلاً سرحتک وغیرہ کا ترجمہ سمجھا جائے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ کسی کنائی لفظ کا ترجمہ ہو وہ اس کنائی کی طرح ہمیشہ کے لیے کنائی رہے جو صراحت کا منہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہو لیکن معناً وہ لفظ اپنے محاورہ میں اگر طلاق صریح کی طرح طلاق میں غلط الاستعمال ہو جائے جو عند رضاعۃ الی المرأۃ سوائے طلاق کے دوسرا معنی نہ سمجھا جائے تو وہ بھی صریح کے حکم میں ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ درمختار میں ہے،

وصریح عالم یستعمل الافیه ولو بالفارسیة اس کے تحت علامہ شامی نے لکھا ہے،ای غالبا کما یفیدہ کلام البحر آھ اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ہرلغۃ جو لفظ طلاق کے لیے غلط الاستعمال ہو جائے تو وہ صریح ہو جاتا ہے، اور یہ لفظ عام شائع نہیں ہے جب اس کو عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو عرفاً سوا طلاق کے دوسرا کوئی معنی غالبًا نہ لیا جاتا ہے اور نہ سمجھا جاتا ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ لفظ ہندی میں طلاق صریح کے الفاظ سے ہے جیسا کہ ہرلغۃ میں کوئی نہ کوئی لفظ طلاق صریح کے لیے مخصوص ہو چکا ہے، مولانا عبدالقادر اپنے رسالہ ارشاد المبین ص ۲۱ (طبع کراچی) میں لکھتے ہیں،

طلاق صریح عربی میں لفظ طلاق کا ہے اور اردو میں چھوڑی اور ہندی میں چھڈی اور فارسی میں ہشتم تراز ذنی اللہ تعالیٰ نے ہرزبان میں ایک لفظ بمعنی طلاق صریح بنایا، خواہ پشتو میں یا ترکی میں یا فارسی میں یا انگریزی میں جو معنی طلاق کے ہیں صریح الطلاق عالم یستعمل الافیه ،اور فقہاء لکھتے ہیں فی کل لغة طلق صریح ہر بولی میں طلاق صریح ہے۔ مثال کے طور پر چند روایات ذکر کرتے ہیں تا کہ اس کا مطلب پورا واضح ہو جائے جس سے اطمینان کلی حاصل ہو جائے اور شک نہ رہے، مثلاً سن بوش، بوش اول یہ ہے دونوں لفظ ترکی میں لفظ عربی، خالیۃ یا خلیہ کے ترجمے ہیں اور یہ عربی لفظ ان الفاظ طلاق کنائی سے ہیں جن سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن یہ ترکی الفاظ جو اس کے ترجمے ہیں چونکہ طلاق میں غالب الاستعمال ہیں

شامی جلد ۲ ص ۴۴۰ میں ہے،

قال فی الشرنبلالیة وقع السوال عن التطلیق بلغة و ترك بل رجعی باعتبار العقد وبائن باعتبار مدخول، سن بوش اور بوش اول لان

معناه خالية او خلية فلينظره قلت وافتى الرحيمى تلميذ خير الرملى بانه رجعى و كما قال افتى به شيخ الاسلام ابو سعيد ونقص مثلا شيخ مشائخنا اتركما فى عن فغازى على افندى مفى دارا الطلسنت وعن الحامدية۔

اوراسی کتاب کے ص ۴۷۶ میں ہے،

ومثله قد معناه فى اول باب الصريح من وقوع الرجعى بقول سن بوش اول فى لغة اترك مع ان معناه العربى انت خلية وبلو كنايته لكنه فى غلب فى لغة اترك استعماله فى الطلاق۔

اسی طرح رہا کردم فارسی سرختک عربی کا ترجمہ ہے اور سرختک سے بوجہ کنائی ہونے کے طلاق بائن واقع ہوتی ہے لیکن اس کا فارسی ترجمہ یعنی رہا کردم مجلکہ صریح ہو چکا ہے اور اپنے محاورہ میں بمعنی طلاق غالب الاستعمال ہوگیا ہے۔ بعد اس کے طلاق رجعی واقع ہوجاتی ہے۔

جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۴۷۶ میں ہے،

بخلاف فارسية قول سرحتك وهو رها كردم لانه صار صريحا فى العرف على ما صرح به نجم الزاهدى الخوارزمى فى شرح القدورى آه ثم قال فان سرحتك كناية لكنه فى العرف الفرس استعماله فى الصريح وقد مران الصريح مالا يستعمل الافى الطلاق فى اى لغة كانت آه ثم قال واما اذا تعورف استعماله مجرد الطلاق لا يقيد كونه بائنا يتعين وقوع الرجعى به كما فى فارسية سرحتك

اسی طرح محاورہ فارسی میں ہے، بہشتم یا بہشتم ازز نی ان دونوں لفظوں سے حضرت امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ بوقت نیت طلاق طلاق رجعی کے قائل ہیں اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جب عجم میں تشریف لے گئے اور اس کے محاورات سے واقف ہوئے تو ان دونوں لفظوں کے طلاق صریح ہونے اور ان سے طلاق واحد رجعی واقع ہونے کے قائل ہو گئے۔

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان جلد دوم ص ۲۱۸ میں ہے،

ولو قال بهشتم او بهشتم ازذنی لا يقع الطلاق فی قول ابی حنيفةؒ وان كان ذلك فی ذكر طلاق او خصومته اوذ انوی الطلاق يعق واحدة رجعية وعن ابی يوسف له انه حين خالطلا لعجم وجد هنما صريحاً فی العجم فقال يقع الطلاق وان لم ينو فی ای حال كان ولا يدين قضاء انه عنى به اترك للخروج وان نوى بائناً اوثلاثا فهو علی مانوی لانه يحتمل ذلك فی الفتهم،

اور فتاویٰ سراجیہ ص ۲۴۶ جلد دوم میں ہے، ولو قال بهشتم اوپله كردم اوپائے كشاده كردم وقع بلانية ويكون رجعياً قاله الامام الميرانی

ہزاروں نظائر کتب فقہ میں موجود ہیں جن کا احتوا دائرہ امکان سے خارج ہے لہٰذا ان پر اکتفا ہو جو اہل انصاف کے لئے کافی اطمینان بخش ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لفظ جس لغت میں طلاق کے لیے غالب الاستعمال ہو جائے جو عند الطلاق ولاضافة الی المرأة یہی معنی متبادر الفهم ہو خواہ وہ لفظ ہندی ہو یا ترکی عربی ہو یا فارسی افغانی ہو یا انگریزی تو حکما صریح ہو جاتا ہے جس سے عند الطلاق رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے زیر بحث لفظ کا بھی یہی حال ہے کہ جب ہی کوئی مرد اپنی عورت کو خطاب کر کے کہے گا تو سوائے طلاق کے دوسرا کوئی معنی و مفہوم نہیں لیا جائے گا، ماشاء اللہ یہ صراحت اس حد تک پہنچ چکی ہے

اور عوام میں اس کا اس قدر اثر ہے کہ عموماً لوگ اپنے محاروں میں اس لفظ کے استعمال پر ہیز کرتے ہیں مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ تم نے فلاں کام یا فلاں عورت کو چھوڑ دیا ہے تو جواب میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے چھوڑ دی بلکہ اس کے بجائے کوئی اور لفظ جو اس کے مفاد کا مفید ہو استعمال کرتا ہے۔ اگر ہواً یا خطاً کہہ گزرے تو فوراً علماء سے مسئلہ پوچھنے کو دوڑتا ہے، یہی ہیں اس صراحت کے نتائج چونکہ مطلق نے لفظ صریح طلاق کو تین دفعہ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا صورت میں عورت مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ (تصدیق حضرت علامہ مولانا احمد دین گانگوی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب حضرت علامہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۳۴۳﴾ فتوی شرعی: کہ زید اور اس کی بیوی خالدہ میں جھگڑا ہوا انتہائی غصہ کی حالت میں خالدہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، دی، دی۔ پھر مجمع عام میں اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کن الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دی، زید نے پھر مذکورہ الفاظ دہرائے اور آمد بوقت تنازعہ کے زید اور خالدہ کے درمیان تین گواہ بھی موجود ہیں اور خالدہ کے پاس زید سے ایک دودھ پیتا بچہ بھی ہے، برائے مہربانی جواب جلد مطلع فرمادیں کہ بچہ خالدہ کے پاس رہے یا نہیں۔

سائل مولوی عبدالقدوس ضلع مرادآباد ہندوستان

الجواب: (۱) اس صورت میں خالدہ پر تین طلاق پڑ یگی اگر شوہر کی نیت تین طلاق کی نہ ہو خالدہ جب تک کسی غیر شخص سے نکاح نہ کرے حق پرورش خالدہ کا رہے گا۔ کذا فی کتب الفقہ

(۲) صریح طلاق میں نیت اور تاکید کا اعتبار نہیں ہوتا ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے، لفظ طلاق دی، دی، دی (یعنی طلاق دی) پوری عبارت اس طرح ہوگی)

طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی کا ایک ہی مفہوم اور ایک ہی مطلب ہے۔ بہر حال طلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا مکرر ایقاع ہے۔ اس میں نیت اور تاکید کا عذر غیر مسموع ہے۔ بہر حال صورت مسئولہ میں ہر حالت میں مکرر اطلاق تین شمار ہونگی۔ (قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۳۴۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ آج صبح میرا برادر نسبتی آیا ہم آپس میں باتیں کرر ہے تھے۔ میری بیوی جب چائے لیکر آئی تو ہماری باتوں میں مداخلت کرنے لگی، میں نے منع کیا لیکن باز نہ آئی۔ میں نے غصہ میں کہا جا تُو آج سے توں میری والدہ ہے، مجھے تیری ضرورت نہ ہے، میرے گھر سے نکل جا۔ آیا ان الفاظ سے میری بیوی مطلقہ ہو گئی یا نہیں۔ سائل: رہتاس خان علووالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ کے الفاظ اولیٰ تو آج سے میری والدہ ہے سے ظہار ثابت نہیں ہوتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "لو قال لها انت امی لا یکون مظاهرا و ینبغی ان یکون مکروها"۔

پھر اس کے ظہار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ظہار کے لیے صراحۃ حرف تشبیہ کا ہونا شرعاً ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے

"فعلم انه لا بد من کونه ظهارا من التصریح باداة التشبیه شرعا"۔

اور ظاہر ہے کہ آپ کے ان الفاظ میں حرف تشبیہ صراحۃ مذکور نہیں تو ان الفاظ سے ظہار ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ مجھے تیری ضرورت نہیں سے طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوی عالمگیری میں ہے، ولو قال لا حاجة لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق، بلکہ یہ الفاظ طلاق کے الفاظ کنایات ہی سے نہیں ہیں کہ نہ تو ان میں انشاء طلاق ہے نہ اخبار طلاق۔ پھر یہ تعریف کنایہ ہی صادق نہیں ہوئی۔

ردالمحتار میں ہے

"ما ذکروه فی تعریف لکنایة (ما احتمل الطلاق وغیره) لیس علی الطلاق بل هو مقید بلفظ یصح خطابها به و یصلح لا نشاء الطلاق

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الذی واضمرہ اولا اخبار بانہ اوقعہ ولا بد من ثالث ہو کون اللفظ سببا عن الطلاق وناشیا عنہ ملخصا"۔

تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔ پھر آپ نے کہا تو میرے گھر سے نکل جا تو یہ الفاظ کنایات طلاق سے ہیں کہ ان پر تعریف کنایہ صادق آرہی ہے۔ اوران کا محتمل طلاق ہونا اوران کا اخبار پر دال ہونا۔ بلکہ ان کا ناشی عند الطلاق ہونا ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے

"ونحو اخرجی واذہبی وقومی ای من ھذا المکان لینقطع الشر فیکون انہ طلقہا فیکون جوابا"۔

پھر جب ان الفاظ کا کنایہ طلاق ہونا ثابت ہو چکا تو اگر ان کو بہ نیت طلاق کہا ہے تو ان سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

﴿۳۴۵﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے سسر کو جا کر کہا کہ آج میں بیوی کو طلاق دے کر جاؤں گا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں۔ سائل: مولوی نجم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ آج میں طلاق دے کر جاؤں گا تو طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں شوہر اپنے آئندہ طلاق دینے کے قصد اور ارادہ کا اظہار کر رہا ہے اور نہ اس وقت وہ ایقاع طلاق کر رہا ہے نہ اس کی خبر دے رہا ہے محض قصد وارادہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

"لو قال نویت طلاقک او ارادت طلاقک لا تطلق وان نوی"۔

لہٰذا اگر اس شوہر نے صرف یہ الفاظ کہے ہیں تو ان الفاظ سے طلاق ہی واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے "ولو قال نویت طلاقک او احببت طلاقک اور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رضیت طلاقك او اذدت طلاقك لا تطلق وان نوی۔

لہٰذا آپ کی بیوی اب بھی آپ کی بیوی ہے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۳۴۶﴾ **فتوی شرعی:** میرے بیٹے کی شادی دو سال قبل ہوئی ہے۔ معمولی گھریلو جھگڑا ہوا۔ تو میرے بیٹے نے بحالت غصہ کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ یہ لفظ تین دفعہ سے زائد مرتبہ کہے۔ اس بات کے گواہ میرے علاوہ گھر کی عورتیں بھی ہیں۔ ان کے بیان لف ہیں۔ میری بہو حاملہ ہے۔ ہم نے سن رکھا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ اور نہ دودھ پلانے والی کو کیا یہ درست ہے۔

سائل محمد رمضان میانوالی

الجواب: محترم رمضان صاحب آپ نے غلط سن رکھا ہے۔ عورت حاملہ ہو یا دودھ پلانے والی ہو ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ آپ کے بیان حلفی اور دیگر گواہوں کی گواہی کی روشنی میں آپ کی بہو مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ کے بیٹے پر حرام ہو چکی ہے۔ وضع حمل کے بعد عدت پوری ہوگی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے،

اذا قال لامراته انت طالق و طالق و طالق ولم یعلمه بشرط و ان کانت مدخولة طلقت ثلاثا ،

یعنی جب خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تو طلاق والی ہے اور طلاق والی ہے اور طلاق والی ہے اور اس نے طلاق کو کسی شرط سے معلق بھی نہیں کیا اور عورت مدخولہ ہے تو اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ رہا غصہ تو یہ وقوع طلاق سے مانع نہیں۔ کیونکہ طلاق عموماً دی ہی غصہ کی حالت میں جاتی ہے بلکہ الفاظ کنایہ میں غصہ دلیل طلاق ہے۔

۔ باقی رہا غصہ مانع طلاق نہیں ہے۔ بلکہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔

﴿۳۴۷﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی حافظ قرآن پڑھی لکھی ہے۔ بس گھریلو کسی مسئلے پر مجھ سے الجھ پڑی۔ مجھے سخت غصہ آیا میں نے تین بار کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ یہ الفاظ اس نے

بالکل نہ سنے اور نہ میں نے بتائے۔ میرا سوال یہ ہے کہ طلاق کا بیوی کو علم ہونا ضروری ہے یا نہیں۔
سائل غلام حسن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہو جاتی ہے۔ خواہ بیوی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ۔ بیوی کو علم ہو یا نہ۔ ان پڑھ ہو یا حافظ قرآن، طلاق پتھر ہے۔ نکاح شیشہ ہے۔ جب پتھر شیشہ پر لگتا ہے تو شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ ان سے علیحدہ رہیں۔ بغیر حلالہ شرعی کے آپ کے عقد میں دوبارہ نہیں آ سکتی۔

قرآنِ مجید میں ہیں

"فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ"۔

﴿۳۴۸﴾ **فتوی شرعی**: مجھے والدہ کہتی تھی کہ جاؤ بازار سے سبزی وغیرہ خرید کر لاؤ۔ میری طبعیت ٹھیک نہ تھی۔ بار بار کہا، مجھے سخت غصہ آیا اور کہا اگر میں بازار سبزی یا گوشت وغیرہ خریدنے گیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں بازار چلا گیا۔ سبزی کے علاوہ اور بھی گھریلو اشیاء خرید لایا۔ میں نے طلاق صبح کے وقت اٹھائی تھی اور بازار شام کے وقت گیا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہو گی یا نہ۔
سائل محمد اکرم ولد محمد راشد علی میانوالی

الجواب: محمد اکرم آپ نے طلاق کو معلق بالشرط کیا۔ آپ کو چاہیے تھا یہ بازار نہ جاتے۔ آپ خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں بازار گیا اور اشیاء بھی خرید لایا تو آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔

جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے

"ومن الالفاظ المستعملة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی و علی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیة"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مجھے بخار تھا۔ میری بیوی والدین کے گھر گئی ہوئی تھی۔ میں نے بار بار کہا گھر واپس آ جاؤ۔ لیکن نہ آئی۔ میں نے بحالت غصہ کہا اگر تو کل آفتاب غروب ہونے تک نہ آئی تو تجھ پر تین طلاق۔ یعنی تو مجھ پر تین طلاقوں سے حرام ہوگی۔ اسی اثناء میں اچانک وہ بھی بیمار ہوگئی۔ اس کے والد نے کہا بیٹا گھر نہ جاؤ۔ جب بخار اترے گا تو چلی جانا۔ اب میں بڑا پریشان ہوں۔ کیا کروں وقت گذر چکا ہے۔ میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل سعد رفیق میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سعد رفیق صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔

ردالمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۶ میں ہے، **و تنحل الیمین اذا وجد الشرط**

کیونکہ آپ نے شرط لگائی تھی کہ کل غروب آفتاب تک آ جانا۔ آپ کے حلفی بیان کے مطابق وہ غروب آفتاب تک نہ آئی بلکہ کچھ دن والدین کے گھر گذار کر آئی۔

﴿۳۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بھائی سے پچھلے سال زمین کے معاملہ میں تنازع ہوا۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ میں نے قسم اٹھائی تھی اگر میں بھائی کے گھر قدم رکھوں یا کلام کروں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہو۔ مجھے بیٹوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے صلح کرلو۔ المختصر یہ ہے کہ وہ بھائی میرے پاس آیا معافی مانگی۔ زمین بھی واپس کی، میں نے اس سے گفتگو کی اور اس کے گھر گیا۔ بیٹھا رہا، چائے پی پھر واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے طلاق اٹھائی تھی کہ بھائی سے نہ کلام کرونگا اور نہ ان کے گھر جاؤں گا۔ اب مجھے بہت افسوس ہوا، جناب مجھے ازروئے شرع مسئلہ بتایا جائے، جو حکم شریعت کا ہو گا اس پر عمل کرونگا۔ سائل زمان خان ساکن دلیوالی میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حاجی محمد خان صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھائی کے ساتھ گفتگو نہ کرنے اور ان کے گھر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ جانے کی طلاق اٹھائی تھی۔ جبکہ آپ کے بیان کے مطابق بھائی سے کلام کی اور ان کے گھر جا کر چائے نوش فرمائی۔ لہٰذا شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہوگی۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۷ پر ہے، فاذ اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط۔

﴿۲۵۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے قسم کے ساتھ کہا اگر میں چچا کے گھر جاؤں تو میری بیوی تین طلاقوں سے حرام ہو۔ اب میں بڑا پریشان ہوں، میرے کزن کی شادی ہونیوالی ہے۔ جناب مجھے مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اگر میں چچا کے گھر چلا جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہوگی یا نہ۔ اپنے محلہ کے استاد سے پوچھا تھا انہوں نے کہا اگر چچا کے گھر جائے گا تو بیوی سے فارغ ہو جائے گا۔

سائل محمد امان اللہ ولد احسان اللہ بلوخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے استاد نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر چچا کے گھر جائے گا تو تیری بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بدون حلالہ شرعی دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا جیسا کہ ”وتنحل اليمين اذاوجد الشرط مطلقاً لكن ان وجد فی الملك طلقت“۔ دوسرے گھر چلے جائیں تو کوئی حرج نہ ہے۔

باب ما لا یقع الطلاق
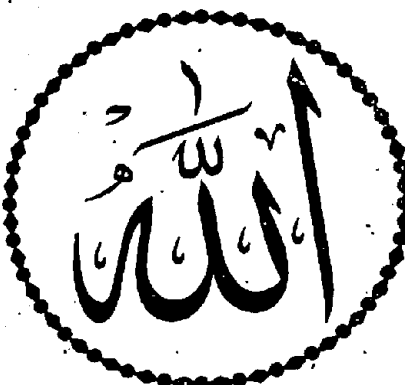
﴿۳۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ محمد اختر نے بوقت نکاح مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی بیٹی اپنے گھر میں رکھوں گا اور اپنے
ساتھ نوکری پر نہ لے جاؤں گا۔ اب وہ عدہ خلافی کر رہا ہے۔ میں بوڑھا ہونے کے علاوہ بیمار بھی
ہوں۔ میری بیٹی کے علاوہ اور کوئی گھر میں نہ ہے۔ مجھے ایک مولوی نے کہا ہے کہ اس وعدہ خلافی
سے نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ کیا یہ واقعی صحیح ہے کہ میری بیٹی مطلقہ ہو چکی ہے۔
سائل محمد زمان ساکن بیرُولی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هو الله الموفق باالصواب۔
صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چونکہ تعلیق نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی نہ مطلقہ ہوئی ہے اور نہ نکاح
ٹوٹا ہے۔ ہاں آپ کا داماد وعدہ خلافی کر رہا ہے۔ وعدہ کے متعلق قرآن مجید کا فرمان ہے، وافــو
ابالعہد ان العہد کان مسئولا ۔ وعدہ پورا کرو وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔
مولوی کا کہنا صحیح نہیں ہے۔

﴿۳۵۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ آسیہ بی بی دختر اللہ ڈتہ ضلع بھکر میں آسیہ بی بی لفظ
اشھد اللہ سے حلفیہ بیان کرتی ہوں جو کچھ کہوں گی اللہ رب العزت کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہونگی،
میں عاقلہ بالغہ 20 برس کی ہوں، میرے نانا جان قادر بخش اور میرے والد اور میرے چچا نے
میرا نکاح محمد فیاض ولد فیض محمد سے کرنے کا ارادہ ظاہر کیا میں نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح
فیاض وغیرہ سے نہ کرنا۔ اس انکار کا تذکرہ میں نے نانی جان کنیز بی بی بہو قادر بخش سے بھی کیا
لیکن افسوس کہ انہوں نے میرے نکاح کی رسم شروع کر دی۔ بعد از عشاء چند آدمی میرے پاس

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آئے انہوں نے مجھے کہا ہم تیرا نکاح فیاض ولد فیض سے کرتے ہیں، کیا تو راضی ہے؟، میں حلفاً کہتی ہوں کہ اسی وقت فوراً صاف صاف انکار کیا اور کہا اس وقت میں بہت پریشان ہوں مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، نکاح کے متعلق میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، میں کسی سے نکاح نہیں کرتی۔ جلد ہی کیا ہے، مجھے سوچنے کا موقع دیا جائے، لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی نکاح کی رسم ادا کر دی۔ جونہی مجھے معلوم ہوا کہ میرے صاف انکار کے باوجود نکاح کر دیا گیا ہے تو میں نے اپنے نانا جان، اور والدہ کے علاوہ نانی جان کو اپنے انکار سے آگاہ کیا، لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، اور ابھی تک اسی بات پر بضد ہیں، عید کے موقع پر فیاض کی والدہ نسرین بی بی کپڑا اور کچھ سامان لے کر بطور مجھے دینے آئی تو میں نے لینے سے انکار کیا اور والدہ کو کہا ان کو کہو اپنا سامان اٹھائے اور گھر جائے، آئندہ ہمارے گھر پر نہ آئے، میرا ان سے کوئی رشتہ نہ ہے۔

یہ بیان پڑھ کر آسیہ بی بی کو سنایا گیا، سمجھایا گیا

نشان انگوٹھا آسیہ بی بی

جناب عالی! ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں آسیہ بی بی دختر اللہ دتہ کا نکاح فیاض ولد فیض محمد سے ہے یا کہ بچی مذکورہ اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے؟

سائل غلام بشیر، قاری عمر بخش

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آسیہ دختر اللہ دتہ موضع ڈھانڈلہ ضلع بھکر کے حلفیہ بیان کے مطابق اگر صورت مسئلہ اگر واقعی اسی طرح ہے تو مسماۃ آسیہ بی بی کا نکاح صحیح و نافذ نہیں ہے۔ کیونکہ عاقلہ بالغہ پر نکاح کے معاملہ میں جبر نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا، درمختار میں ہے، لا تجبر البالغة

البکر علی النکاح لا نقطاع الولایۃ بالبلوغ

لہٰذا اسماۃ مذکورہ جہاں چاہے اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔

﴿۳۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی نے چوری کی، جب میں نے پوچھا تو صاف انکار کر دیا۔ میں نے بحالت غصہ میں کہا اگر گھر میں تو اپنا قصور نہ مانے گی تو تین طلاق ہے۔ اس سے قبل وہ میری والدہ کو اسی چوری کے متعلق اقرار کر چکی تھی۔ لیکن میری والدہ سے کہا اظہار نہ کرنا۔ میری بے عزتی ہوگی، مجھ سے غلطی ہوگئی خدارا معاف کر دو۔ المختصر یہ ہے کہ میری بیوی نے میرے سامنے چوری سے انکار کیا اور میری والدہ کے سامنے اقرار جب کہ میں طلاق دے چکا ہوں۔ اب از روئے شرع مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد اسد خان جانو خیلا نوالہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی، کیونکہ آپ کی بیوی اپنا قصور آپ کی والدہ سے اظہار کر چکی ہے۔ اس لیئے آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی، کیونکہ یہ قاعدہ ہے، اذا فات الشرط فات المشرط۔

﴿۳۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ ہمارے شہر کندیاں میں محمد سہیل نامی ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔ لڑکی کے ورثاء نے مطالبہ کیا ہمیں وہ اپنی بہن کا نکاح کر دے ورنہ ہم محمد سہیل کو قتل کر دینگے۔ ایک دن اس کو پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ خوب پٹائی کی۔ حتی کہ مارنے پر آگئے، اتنے تک شور وغل کی آواز پڑوسیوں نے سنی تو وہ آگئے اور صلح صفائی کے لیئے کہا۔ المختصر یہ کہ صلح صفائی کے لیے کمیٹی بنا دی گئی۔ اس لڑکے نے وعدہ کیا کہ میں ایک ہفتہ کے اندر اپنی بہن کا نکاح کر کے دوں گا اور اگر نہ کروں تو اس نے منہ سے کچھ نہ کہا بلکہ پانچ پتھر زمین پر پھینک دیئے اور چلا گیا۔ اب جب کہ ایک ماہ گزر چکا ہے وہ واپس نہیں آیا۔ محمد سہیل کی بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سائل محمد رفیق انجم کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کنکریاں پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب تک کہ منہ سے الفاظ طلاق نہ کہے جائیں۔

جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے،

وبہ ظہران من تشاجر مع زوجتہ فا عطاہا ثلثۃ احجار ینوی الطلاق و لم یذکر لفظالا صریحا ولا کنایۃ لا یقع علیہ (درمختار جلد دوم ص ۵۷۵)

﴿۳۵۶﴾ فتوی شرعی: کہ چند روز قبل میرے بہت قریبی دوست کے گھر رات کو ڈاکو آگئے۔ مال وغیرہ لوٹنے کے بعد میرے دوست کی بیوی سے زیادتی بھی کر گئے۔ اب میرا دوست بڑا پریشان ہے اور بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے کیا وہ طلاق دے دے، شرعاً کوئی گناہ تو نہیں ہوگا۔

سائل عظمت اللہ خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے دوست کے ساتھ برا ہوا۔ انہیں سمجھائیے کہ طلاق نہ دے، آپ کی بیوی کے ساتھ جو ہوا وہ بادل نخواستہ ہوا۔ آپ کا نکاح قائم ہے۔ حدیث شریف میں ہے، طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔

﴿۳۵۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے چچا غلام رسول کی شادی چار سال پہلے ہوئی۔ میرا چچا چچی کو گھر چھوڑ کر سعودی عرب چلا گیا۔ اب پاکستان آیا ہے لیکن ہمارے گھر نہیں آیا۔ وہ میرے ماموں کے پاس آیا۔ میرے ماموں اہل خانہ نے سمجھایا کہ گھر جاؤ اس نے کہا وہ عارضی بیوی مجھے پسند نہیں۔ ان کا قصہ چھوڑ و۔ اس پر میری مامی جان اور بھابھی نے کہا پھر انہیں آزاد کر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دو۔ یعنی طلاق دے دو۔ تو غلام رسول نے کہا اچھا اب میری طرف سے تین طلاق ہے۔ ان کے اس بیان کی گواہ دو عورتیں ہیں جن کے حلفی بیان لف ہیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہی دیکر مشکور فرمائیں۔ سائل شوکت اقبال محلہ یتیم خانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کو یقین ہے کہ آپ کی چچی کو طلاق ہو چکی ہے تو اس صورت میں وہ دوسری جگہ بعد از عدت شادی کر سکتی ہے۔ یقین نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ درالمختار میں،

لو قالت امراته لرجل طلقنی زوجی و اینکهما عدتی لا باس ان ینکحها۔

﴿۳۵۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی کی عادات واخلاق اچھے نہیں نیز شریعت کی بھی تبع نہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو طلاق دیکر فارغ کر دوں اور اچھے اخلاق و نیک اعمال والی عورت سے شادی کر لوں کیا میں ایسا کر سکتا ہوں

سائل محمد حنیف ساکن گلمیری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق نہ دیں ایسی صورت میں واجب نہیں ہے۔، بہتر یہ ہے کہ اس کو سمجھاتا رہے اور طلاق نہ دیوے، لیکن بد اخلاق تارک صلوٰۃ اور فاجرہ ہو تو طلاق شرعاً واجب ہے۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے،

وقولهم الاصل فيه اى فى الطلاق الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو موذية او تاركة صلاة ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلى لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولا

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

علیها تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس ان یتفرقا (ایضا فصل فی المحرمات ص۴۰۲ جلد دوم۔

﴿۳۵۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں اپنی بیوی سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، لیکن وہ مجھ سے نفرت کے علاوہ بعض اوقات گالیاں بھی دینا شروع کر دیتی ہے، بلکہ میری والدہ جب میری طرف داری کرتی تو اس کو بھی گالیاں دیتی ہے، اس طرح یہ میرے لیے عذاب ہے، کیا میں طلاق دے دوں کوئی گناہ تو نہ ہوگا۔

سائل صوفی محمد خضر حیات چٹہ وٹہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر گھر بسانے کی کوئی صورت نہ ہو تو طلاق دینا کوئی گناہ نہ ہے، ردالمختار جلد دوم ص ۶۷ میں ہے

فی القهستانی عن شرح الطحاوی السنته اذا وقع بین الزوجین اختلاف ان یجتمع اهلهما الیصلحوا بینهما فان لم یصلحا جاز الطلاق۔

﴿۳۶۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دوں لیکن زبان سے یہ الفاظ کبھی نہیں کہے، بلکہ صرف دل میں خیال گزرتا ہے، کیا ایسا کرنے سے میری بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

سائل محمد کمال خان بوری خیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس طرح طلاق واقع نہیں ہوگی۔

جیسا کہ درمختار میں ہے،

عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوز عن امتی ما وسوست به

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صدورها مالم تعمل به او تتکلم متفق علیه (مشکوۃ باب الوسوسه فصل اول صفحه ۱۸) هکذا فی الفتاوٰی الرضویة فی الجز الثانی عشر ص ۳۸۱۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صرف دل میں خیال آنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی کوشش کریں کہ یہ خیال بھی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہتر ہے۔

﴿۳۶۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے باپ نذیر احمد نے طلاق نامہ لکھوایا اور مجھ سے زبردستی دستخط کرا لیئے، حالانکہ میرا طلاق اور دستخط کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ سب کچھ زبردستی ہوا۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد حنیف زرگر میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ زبردستی لکھوانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

وفی البحران المراد لاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلواکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا۔ (ردالمحتار جلد دوم ص ۵۷۰)

﴿۳۶۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ رات کے وقت میرا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ اور پھر دن کے وقت میرا برادر نسبتی آ گیا میری بیوی نے اپنے بھائی کے ساتھ ملکر مجھے مارا اور جھگڑا کیا، مجھے کافی پریشانی ہوئی، اسی عالم میں میں بیہوش ہو گیا۔ میرے والد اور میرے چچا کے بیان کے مطابق میرے منہ سے کئی قسم کی فحش گالیاں نکلتی رہیں اور اسی اثنا میں میرے منہ سے طلاق، طلاق، طلاق کا لفظ کئی بار نکلتا رہا۔ میری بیوی گھر چلی گئی اور کہا کہ مجھے طلاق ہو گئی ہے، جب کہ میں حلفاً کہتا ہوں میں جھگڑے کے دوران ہی بے ہوش ہو گیا تھا، مجھے کوئی خبر نہیں کہ میں کیا کہتا رہا۔ کیا میری منکوحہ

مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہوگی یا نہیں۔

سائل محمد عمر الدین ولد صلاح الدین ساکن اباخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب غصہ اس درجہ پہنچ جاوے کہ کچھ ہوش وحواس نہ رہے تو ایسی حالت کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ شامی میں ہے،

حیث قال الثانی ان یبلغ النہایۃ فلا یعلم ما یقول ولا یریدہ فہذ الاریب انہ لا ینفذ شئی من اقوالہ۔ فتاوٰی خیریہ جلد دوم ص ۵۸۰

ردالمحتار جلد دوم ص ۵۷۷ میں ہے،

وسئل نظماً طلق زوجۃ ثلاثا فی مجلس القاضی وہو مختلط مدحوش ما جاب نظماً بان الاہش من اقسام الجنون فلا یقع۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی منکوحہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۳۶۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی کے ایک لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، میں ایک دن گھر آیا تو میری بیوی اس لڑکے کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی، وہ فوراً اٹھ کر میرے پاؤں پڑ گئی اور قرآن اٹھا کر کہا کہ میں سچے دل سے توبہ کرتی ہوں، آئندہ مجھ سے یہ برافعل نہیں ہوگا، بہرحال کافی بحث کے بعد مجھے یقین آگیا کہ شاید یہ باز آجائے اور معاف کر دوں بہرحال یہ مجھے یقین ہے کہ زنا تو اس سے سرزد ہوا ہے، میری آپ سے التجاء ہے کہ آیا اگر میں بیوی کو رکھوں تو کیا رکھ سکتا ہوں یا کہ طلاق دوں، آپ ہی راہنمائی فرمادیں۔ سائل محمد عارف خان سوانس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی بیوی زنا سے سچے دل سے توبہ کرتی ہے تو طلاق دینا ضروری نہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ الدر المختار جلد۲ ص ۴۰۳ میں ہے،

ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ۔

الدر المختار جلد۲ ص ۳۸۶ میں ہے،

لو زنت امرأۃ رجل لم تحرم علیہ و جازلہ وطؤہا عقب الزنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر توبہ کرتی ہے تو موقع دیں، شائد کہ خوف خدا پیدا ہو جائے اور آپ کا گھر بچ جائے۔

﴿۳۶۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے انتہائی قریبی رشتہ دار کی بیوی حلفاً کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، مگر اس کا شوہر انکار کرتا ہے، کہتا ہے میں نے جھگڑا ضرور کیا ہے مگر طلاق وغیرہ نہیں دی، میری بیوی جھوٹ بولتی ہے، از روئے شرع کیا حکم ہے،
سائل محمد رفیق خان شمشیر آباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے رشتہ دار کی بیوی مطلقہ نہیں ہوتی کیونکہ نصاب شہادت مکمل نہ ہے۔

ردالمختار جلد چہارم ص ۵۱۵ میں ہے،

ونصابہا لغیرہا من الحقوق، کنکاح و طلاق، رجلان، او رجل وامرأتان ولا تقبل شہادۃ اربع بلا رجل۔

﴿۳۶۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے طلاق اس طرح دی ہے، بیوی نہ حاضر تھی نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ اُس کا نام لیا بلکہ میں نے طلاق تو زرینہ بی بی کو دی ہے، حالانکہ میری بیوی کا نام شمیم اختر ہے، جیسا کہ نکاح نامہ کی کاپی لف ہے، میں نے کسی آدمی کو مطمئن کرنے کے لئے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چال چلی تھی۔ اہل محلہ اور میری بیوی کے بھائیوں نے شور مچا دیا کہ غلام حسین کی بیوی مطلقہ ہوگئی۔ آپ مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔

سائل غلام حسین ساکن سہراب والا

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی نہ حاضر تھی اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نام بھی کسی اور عورت کا لیا گیا اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوئی۔

جیسا کہ درمختار جلد۲ص ۳۷۸ میں ہے،

غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالته وکذا لوغلط فی اسم بنته الا اذا کانت حاضرة و اشار الیها فیصح۔

پس جیسا کہ نکاح میں تسمیہ غلط سے نکاح نہیں ہوتا، ایسا ہی طلاق میں بھی طلاق واقع نہ ہو گی۔

﴿۳۶۶﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے رات کو بیوی سے جھگڑا کیا اور سخت غصہ کی حالت میں صبح اسٹام طلاق دینے کی غرض سے خریدا، جونہی میں وثیقہ نویس کے پاس گیا تو میرا والد آگیا اس نے میری خوب بے عزتی کی اور اسٹام کو پھاڑ دیا اور کہا اگر طلاق دی تو میں تجھے ماردونگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں اس سے زیادہ بات نہ ہوئی، آیا میری بیوی پر طلاق پڑتی ہے یا نہ۔

سائل محمد انور خان ساکن مظفر پور

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محض اسٹام پیپر خریدنے سے طلاق نہیں پڑتی، کیونکہ آپ نے نہ طلاق خود لکھی اور نہ لکھوائی۔

جیسا فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۸ میں ہے،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها او قراه علی الزوج فاخذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث بها الیها فاتاها وقع علیها ان اقر الزوج انه کتابه۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی زوجہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۳۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے محمد ارشد نے کل مجھ سے جھگڑا کیا وہ مجھ سے رقم مانگتا تھا جب کہ میرے پاس پیسے نہ تھے، اسی جھگڑا کے دوران میری بہو آ گئی اس نے کہا اگر میرے سسر کے پاس رقم ہوتی تو تجھے ضرور دیتے، اور کہا نکما آدمی خود کام کیوں نہیں کرتے غیرت کر ،محنت مزدوری کرو۔ المختصر یہ کہ میرے بیٹے کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا غصہ کی حالت میں وہ وثیقہ نویس کے پاس کچہری میں چلا گیا، مجھے بہو نے کہا یقیناً وہ کوئی غلط کام کرے گا چلو انہیں سمجھاؤ، میرے بیٹوں کا کہنا ہے کہ محمد ارشد نے اسٹام پیپر خریدا اور ہم پہنچ گئے ہم نے اور عرضی نویس محمد اصغر نے سمجھایا کہ طلاق نہ دو پھر اس نے اسٹام جو طلاق کے لیے خریدا تھا پھاڑ دیا، آیا طلاق تو نہیں ہوئی۔

سائل محمد ناصر جاوید خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وثیقہ نویس سے طلاق کے معاملہ میں صرف بات کرنا طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے،

ولو استکتب من آخر کتاباً باولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها او قراه علی الزوج فا خذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث بها الیها فاتا ها وقع علیها ان اقر الزوج انه کتابه۔ و کذا کل کتاب لم یکتب بخطه و لم یمله بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقرا نه کتابه۔ هکذا فی الدر المحتار جلد دوم ص ۵۹۲۔

﴿۳۶۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ ناراضگی کے باعث میں نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی تھی تقریباً ایک ہفتہ کے اندر پھر نکاح ہو گیا اور اب میری بیوی اور ان کے بھائیوں نے مجھ سے جھگڑا کیا میں نے غصہ میں آ کر پھر دو طلاقیں دے دیں۔ ہمارے امام مسجد کہتے ہیں کہ تیری بیوی مطلقہ چار طلاق سے ہو چکی ہے کیونکہ طلاقیں تین ہیں ایک لغو ہوئی بہر حال تین طلاق سے مطلقہ ہو چکی ہے، میری چک میں بے عزتی ہو رہی ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں۔

سائل چوہدری مہتاب احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چک کے امام مسجد کا کہنا غلط ہے، آپ بغیر عدت کے اگر بیوی راضی ہو تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ اور عدت کی ضرورت نہ ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۳۸۷ میں ہے،

وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی دو طلاق سے مطلقہ ہوئی ہے۔ نکاح کر لیں۔

﴿۳۶۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ میاں اور بیوی اور شوہر کی والدہ ایک طلاق کی گواہی دیتے ہیں جب کہ پڑوسی نصر اللہ خان، حفیظ اللہ خان کونسلر کہتے ہیں، بعد از نماز مغرب اقبال خان نے بیوی سے جھگڑا کیا اسی دوران ہم نے سنا وہ کہہ رہا تھا میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں جب کہ درمیان میں دیوار حائل ہے۔ ہم اقبال کو دیکھا نہیں صرف اس کی آواز سنی، آیا اس صورت میں اقبال کی بیوی مطلقہ ہو گی یا نہیں شرعی مسئلہ سے آگاہ فرما دیں۔

سائل نصر اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین طلاق ثابت نہ ہوں گی، کیونکہ تین طلاق کے گواہ خود کہتے ہیں اور مقر ہیں کہ ہم اس مکان میں موجود نہ تھے اور دیوار درمیان میں

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

حائل تھی اور ہماری شہادت سمعی ہے۔لہٰذا یہ شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے۔

جیسا کہ الدر المختار جلد۴ص ۵۱۸ میں ہے، **ولا یشهد علی محجب بسماعه منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیره لکن لو کان لا تقبل۔**

پس رجوع کرنا عدت کے اندر صحیح ہے۔اور وہ دونوں باہم زن وشوہر ہیں۔نکاح ان کا قائم ہے۔ھکذا فی المتون۔

﴿۳۷۰﴾ فتوی شرعی: کہ میری شادی کو تقریباً دس سال ہو گئے ہیں اولاد نہ ہے۔ میری خواہش تھی کہ دوسری شادی کروں۔دوسری شادی کے لیے کوشش کی گئی۔انہوں نے کہا آپ کا نکاح اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ سابقہ بیوی کو طلاق دیں۔لیکن میں پہلی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا۔میں نے ایک چال چلی، جب طلاق دی تو میں نے اپنی بیوی کے نام کی بجائے کزن کا نام لیکر طلاق دی۔ اور میں نے پہلے گواہ بھی بنا دیا تھا کہ میں چال چلوں گا۔میری بیوی کا نام سمیرا بی بی ہے لیکن بوقت طلاق حمیرا بی بی کا نام لیکر طلاق دی۔کیا میری بیوی پر تو طلاق نہیں پڑے گی۔

سائل شاہ بہرام ساکن مظفر پور میانوالی

الجواب: اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۷۵ میں ہے، **ولو قال امراته الحبشية طلاق ونيته له فی طلاق امراته لیست بحبشية لا یقع علیها وعلی هذا اذا سمی بغیرا سمها ولا نیة له فی طلاق امراته**۔اور اگر پہلے گواہ بنا لیئے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی کو کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

﴿۳۷۱﴾ فتوی شرعی: کہ وقوعہ کے روز گھر کندیاں میں صبح ہمارا کسی عزیز کی وجہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے تکرار ہوا۔اور جب دن گزر گیا۔تقریبا عصر کے وقت ہم دونوں میاں بیوی اپنے موٹر سائیکل پر سوار ہوکر میانوالی سسرال کو چلے ۔راستہ میں میں نے بیوی کو سمجھانے کی کچھ باتیں کیں۔شام کو ہم سسرال کے گھر کے قریب پہنچ کر گھر سے تھوڑا فاصلے پر میں نے اپنی بیوی کو موٹر سائیکل سے اتارا۔اور وہ میکے گھر چلی ۔تو میں نے اپنا موٹر سائیکل موڑا ۔میرا منہ دوسری طرف تھا تو میں نے کنکر اٹھائے اور میں ایک ہی سانس میں لفظ طلاق ،طلاق ،طلاق کہا۔نہ بیوی کا نام لیا اور نہ ہی اس کے ماں باپ کا اور نہ ہی میں نے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔یا میں نے تمہیں طلاق دی۔نہ ہی میرا ارادہ طلاق تھا۔اور اس وقت کوئی گواہ بھی موجود نہ تھا۔اور اس کے بعد ہماری کوئی بات نہ ہوئی۔ہم دونوں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔میری بیوی اس وقت حاملہ تھی۔میں قرآن وسنت کے روشنی میں علماء کرام سے راہنمائی چاہتا ہوں کہ میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

سائل عبدالغفار کندیاں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی ،کیونکہ فقہا کرام نے متفقہ تحریر فرمایا ہے کہ جوڑ ھیلے پھینکنے کو فلا یقع بالقاء الاحجار الیھا ،ہی نہیں۔پھر فرمایا لان رکن الطلاق اللفظ او ما یقوم مقامھا ۔آگے فرماتے ہیں ،کطلقتك و انت طلاق و مطلقة باتشدید قید بخطابھا۔لم یقع لترکه الاضافة الیھا۔ شارع فرماتے ہیں،

ای المعنویة۔فانھا الشرط والخطاب من الاضافة المعنویةوکذا الاشارة نحوھذہ طالق ،وکذا نحوامراتی طالق۔و زینب طالق۔

بعض علماء کو اضافتہ المعنویہ کو سمجھنے میں غلطی لگی وہ اضافت نحوی سمجھتے رہے یہ فقہی اصطلاح

الصلوة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

ہے، تو عدم وقوع الطلاق اصلاً لفقد بشرط الاضافتہ الیھا۔ الآخرہ کما فی البحر۔

یعنی میں نے تجھ کو طلاق دی، انت طالق یعنی تو طلاق والی ہے، لفظ مطلقہ بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے۔ اسی لیے شارع نے فرمایا طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا گیا ہے۔ اپنی مثال میں کاف ضمیر سے دوسری اور تیسری مثال میں انت ہے، اس واسطے کہ اگر خطاب یوں بولے گا کہ تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا کہ نہ نکلنا بغیر میرے حکم کے سو مقرر میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی۔ پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی۔ بسبب ترک اضافتہ کے ردالمختار نے تو اتنے تک بھی لکھا کہ عورت نے طلاق چاہی تو مرد نے کہا طلاق، طلاق، طلاق تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق میں عورت کو خطاب ضرور ہے۔ چنانچہ علامہ حموی نے شرح کنز میں اس کی تصریح کردی ہے۔

فتاوی امجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں اضافتہ ضرور ہونی چاہیے بغیر اضافتہ طلاق واقع نہ ہوگی خواہ حاضر کے صیغے سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے، یا اشارہ کے ساتھ مثلاً اے، اسے یا نام لیکر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبدالغفار کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں وہ اب بھی میاں بیوی ہیں۔

﴿۳۷۲﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیوی کو میرا بھائی والدین کے گھر سے لینے گیا۔ جو کہ روٹھی ہوئی تھی۔ واپسی پر اس کی میرے بھائی سے لڑائی ہوگئی۔ مجھے غصہ آیا۔ میں نے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں بیوی کو طلاق دے دونگا۔ طلاق دے دونگا۔ طلاق دے دونگا۔ برائے کرم مجھے شرعی مسئلہ بتایا جائے۔ سائل محمد حنیف والد حاجی پیر بخش میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد حنیف نے کہا میں طلاق دے دونگا۔ ان الفاظ سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق کے لیے تنجیز بصیغہ ماضی ضروری ہے۔ مستقبل کے الفاظوں سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ہدایہ میں ہے "من ان الطلاق بلفظ الاستقبال وعد"۔ ردالمختار جلد دوم ۶۵۸ میں ہے "اوانا الطلق نفسی لم یقع وعد"۔

﴿۳۷۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ نصراللہ خان ولد احمد خان سکنہ بلوخیل میانوالی نے حلفاً بیان دیا کہ میری بیوی مسماۃ کنیز فاطمہ کا جھگڑا ہوا۔ کنیز فاطمہ میکے جانا چاہتی تھی۔ خاوند مسمی نصراللہ خان اسے منع کر دیا تھا۔ جب اس نے ضد کی تو میں نے کہا طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اب تو چلی جا۔ عورت کا نام نہیں لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ اور نہ ڈھیلے وغیرہ پھینکے۔ وہ اس وقت نہیں گئی بعد میں چلی گئی۔

سائل نصراللہ خان۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کو عورت کے میکے جانے پر معلق کیا گیا ہے۔ وہ عورت اس وقت میکے نہ گئی تو شرط نہ پائی گئی۔ طلاق واقعہ نہ ہوگی۔ بعد میں چلی جانے سے حلف واقعہ نہ ہوگا۔

جیسا کہ ردالمختار جلد نمبر۲ صفحہ ۵۹۰ میں ہے، انما یحلف بطلاق قہا لا بطلاق غیرہا۔

﴿۳۷۴﴾ **فتوی شرعی:** محمد فاروق ولد غلام حسین جوشاہی سکنہ چک 26 DB تحصیل وضلع میانوالی حلفاً بیان کرتا ہے کہ میں والدہ کی رقم دینا چاہتا تھا۔ بیوی اس سلسلہ میں مزاحم ہو رہی تھی۔ اس پر میں نے غصہ کے عالم میں یہ الفاظ کہے کہ مجھے طلاق ہے، مجھے طلاق ہے، مجھے طلاق ہے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرا بیان حلفی تا حد علم ویقین صحیح و درست ہے۔ کوئی غلط نہ ہے۔ اور کوئی امر مخفی نہ رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں علمائے دین شرعی حکم سے مستفیض فرمائیں۔ موقع

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر موجود امیر عبداللہ ولد محمد عثمان نے اور محمد فاروق کے بیانات کی تائید کی۔

سائل محمد فاروق والد غلام حسین۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد فاروق ولد غلام حسین کی بیوی پر طلاق واقعہ نہ ہوئی۔ کیونکہ طلاق کی نسبت بیوی کی طرف نہیں۔ مجھے طلاق ہے میں عورت کی طرف اضافت نہیں۔ طلاق عورت کو دی جاتی ہے اپنے آپ کو نہیں۔

فتاوٰی عالمگیری جلد۲ ص ۴۰۸ پر ہے،

" رجل قال لا مراتہ فی الغضب اگر تو زن منی سہ ۳ طلاق و حذف الیاء لا تطق لا نہ ما اضاف الطلاق الیھا۔

نیز خلاصہ میں ہے،

رجل قال لا مراتہ اگر توزن منی سہ۳ الطلاق مع حذف الیا د لا یقطع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف لم یکن مضیفا الیھا۔

نوٹ: مسمی محمد فاروق نے حلفاً بیان کیا کہ جس وقت میں نے لفظ طلاق، طلاق استعمال کیا اس وقت میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہ تھی لہٰذا شرعی طور پر اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔

﴿۳۷۵﴾ **فتوی شرعی:** محمد فاروق ولد دین محمد ذات باہی سکنہ موسیٰ خیل تحصیل و ضلع میانوالی نے تحریری بیان کہ میں حلفاً بیان دیا کرتا ہوں کہ میری بیوی مسماۃ زینب روٹھ کر اپنے میکے گئی ہوئی تھی۔ میری والدہ اسے منانے کے لیے گئی اور میں بھی اس کے پیچھے اپنے سسرال چلا گیا۔ وہاں پر میری بیوی اور میری والدہ آپس میں تکرار کر رہی تھیں۔ مین نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ عقل کر جس پر میری بیوی نے مجھے کہا کہ میرا جھگڑا نہیں ہے۔ تیرا اور تیری ماں کا جھگڑا ہے۔ میں نے غصہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں آکر ایک تھپڑ مار دیا اور میں نے ہمشیرہ سے کہا کہ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔

میری ہمشیرہ جو وہاں پہلے سے موجود تھی اس نے مجھے دھکا دیا اور گھر سے نکلنے کو کہا میں اپنے گھر جا رہا تھا۔ راستہ میں گو ہے جلانے والے یعنی گوبر پڑے تھے۔ میں نے تین گو ہے اٹھائے اور واپس مڑا اور اسی طرح تین دفعہ گو ہے پھینک دیئے۔ طلاق، طلاق، طلاق ہے کہہ کر وہ گو ہے اس کی طرف پھینک دیئے اور گھر چلا گیا۔ بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہ تھی۔ یہ بیان میں حلفاً کہتا ہوں۔

سائل محمد فاروق ولد دین محمد

الجواب: شرعاً طلاق کی نسبت واضافت بیوی کی طرف ضروری ہے۔ محمد خالد نے بہن کو مخاطب کر کے کہا طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے ایسی صورۃ میں نہ نسبت پائی گئی اور نہ اضافت لہٰذا طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

﴿۳۷۶﴾ فتوی شرعی: میں شادی شدہ ہوں۔ میرے چھ بچے ہیں۔ میں ایم۔ اے اسلامیات کر رہا ہوں۔ طلاق کا مضمون پڑھا تو میرے منہ سے کبھی کبھی بے اختیار نکل جاتا ہے۔ طلاق دی، حالانکہ میں نے کبھی طلاق کے متعلق سوچا تک نہیں۔ ہم میاں بیوی بڑے خوش گوار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل صوفی اللہ دِتہ میانوالی

الجواب: اگر واقعی اس طرح ہے جو آپ نے بیان حلفی میں لکھا ہے تو اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن آئندہ اس معاملہ میں محتاط رہیں۔

﴿۳۷۷﴾ فتوی شرعی: میں نے بیوی سے کئی مرتبہ لڑائی جھگڑا کے درمیان کہا کہ

میں کورٹ میں جا رہا ہوں۔ اور طلاق دونگا۔ اسی طرح میں نے کئی مرتبہ کہا ہے۔ لیکن کبھی بھی نہ طلاق دی اور نہ لکھی۔ میرا سوال یہ ہے کیا اس طرح کہنے سے کہ میں عدالت میں جا رہا ہوں طلاق دے دونگا کیا طلاق تو نہیں ہوتی۔ سائل عرفان محمد خان میانوالی

الجواب: شوہر کے الفاظ سے کہ کورٹ میں طلاق دونگا یا یہ کہ طلاق دینے کے لیے کورٹ جا رہا ہوں۔ طلاق نہیں ہوتی۔

﴿۳۷۸﴾ **فتوی شرعی:** میں نے کل رات خواب میں بیوی سے جھگڑا کیا۔ اور بیوی کی طرف اشارہ کر کے تین طلاقیں دیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں یہ سب کچھ خواب کے عالم میں ہوا۔ جب میں جاگا کلمہ شریف پڑھا، توبہ استغفار کی۔ میرا سوال یہ ہے کیا خواب کے عالم میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سائل انوار چوہدری میانوالی

الجواب: اگر واقعی ہی آپ صحیح کہتے ہیں تو مطمئن رہیں خواب کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

﴿۳۷۹﴾ **فتوی شرعی:** میری بیوی ملازمہ ہے۔ خود کماتی ہے۔ میرا خیال نہیں رکھتی۔ اسی وجہ سے میرا اکثر اس سے جھگڑا رہتا ہے۔ کل میں نے پکا ارادہ کیا اس کو طلاق دیتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ طلاق لکھ کر دی جاتی ہے۔ میں نے دو دفعہ کہا ابھی دیتا ہوں تم کو طلاق، یہ کہتے ہوئے میں کاپی اور پین ڈھونڈنے لگا تا کہ طلاق لکھ کر بیوی کے حوالے کر دوں۔ براہ مہربانی مجھے مسئلہ بتا دیں۔ کیا دو دفعہ اس طرح کہنے سے کہ میں ابھی تم کو طلاق دیتا ہوں، طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں۔ سائل محمد مشتاق محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: ہمارے علاقائی رسم و رواج میں ٹھہر و ابھی یہ کام کرتا ہوں کے الفاظ مستقبل

قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ طلاق دی نہیں بلکہ طلاق دینے کا وعدہ کیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں دیتا ہوں۔ یہ وعدہ طلاق ہے۔ اس قسم کے الفاظ لکھنے سے یا کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔

﴿۳۸۰﴾ فتوی شرعی: کہ مسمی جاوید اقبال ولد محمد اکرم نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اسی اثناء میں جاوید کے منہ سے غیر ارادی طور پر تین یا چار مرتبہ لفظ طلاق طلاق طلاق نکلا۔ مسمی مذکور حلفاً کہتا ہے کہ نہ بیوی کو مخاطب کیا نہ وہ میرے سامنے تھی اور نہ طلاق دینے کا ارادہ تھا۔ مجھے شرعی مسلہ بتایا جائے آیا ازروئے شرع شریف طلاق ہوئی یا نہ؟۔

سائل محمد جاوید اقبال ولد محمد اکرم

الجواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے اضافت ضروری ہے۔ خواہ صراحۃ ہو یا دلالۃ جاوید اقبال نے اگر ان الفاظ طلاق، طلاق، طلاق، سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کی ہے تب تو طلاق واقعی ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ جاوید اقبال اگر شرعی قسم کے ساتھ اپنی نیت کا حال بیان کرے کہ ان الفاظ سے میرا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا تو وہ وقوع طلاق کا حکم نہیں دیں گے۔ اگر جھوٹ بولے گا تو سارا عذاب اور گناہ اسی کے سر ہوگا۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۰۸ پر ہے،

" رجل قال لا مراتہ فی الغضب اگر توزن منی سہ ۳ طلاق و حذف الیار لا تطق لا نہ ما اضاف الطلاق الیھا۔

نیز خلاصہ میں ہے،

رجل قال لا مراتہ اگر توزن منی سہ ۳ الطلاق مع حذف الیا ر لا یقطع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف لم یکن مضیفا الیھا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: مسمی جاوید اقبال نے حلفاً بیان کیا کہ جس وقت میں نے لفظ طلاق، طلاق استعمال کیا اس وقت میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہ تھی لہٰذا شرعی طور پر اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں ہے کوئی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

﴿۳۸۱﴾ فتوی شرعی: ''ایک شخص ذہنی مریض تھا جس کی با قاعدہ ڈاکٹروں نے تصدیق بھی کی۔ اس مرض کے دوران اس کی ایک رات بیوی کے ساتھ چپقلش ہوگئی۔ تو اس کی بیوی تین پتھر اٹھا لائی اور کہا کہ مجھے طلاق دو۔ اس نے تینو پتھر چارپائی پر لیٹے ہوئے پھینک دیئے۔ اور غصے میں کہا اب راضی ہو؟ پھر اس کی بیوی دوبارہ پتھر اٹھا لائی اور کہا کہ ایک ایک کر پھینکو تو اس نے (خاوند) کہا دفع ہو جاؤ۔ اور سو گیا اب سوال یہ ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے جب کہ اس کے ذہنی مرض (نیم مجنون) کا تصدیق نامہ بھی ساتھ لف ہے۔

سائل محمد اقبال خان ولد غلام محمد خان سکنہ سہراب والا

الجواب: محمد اقبال خان ولد محمد خان پنوں خیل سکنہ سہراب والا ضلع میانوالی ذہنی مریض ہے اور عرصہ دو سال سے مختلف ڈاکٹروں سے دماغی توازن درست نہ ہونے اور نفسیات کا علاج کراتا رہا ہے اکتوبر 2002ء میں ان کا جھگڑا سحری کے وقت بیوی سے ہوا۔ اس نے طلاقیں دے دیں۔ بمطابق رپورٹ ڈاکٹر لیاقت حسین شاہ امراض ذہنی D.H.Q ہسپتال میانوالی ایسا مریض کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ایام جنون میں سائل ڈاکٹر اعجاز احمد قریشی سرگودھا سے نفسیات کا بھی علاج کراتا رہا ہے، لہٰذا شرعاً ایسے مریض کی طلاق واقع نہیں ہوئی لہٰذا غلام سکینہ ابھی تک بدستور محمد اقبال خان کے نکاح میں ہے۔

﴿۳۸۲﴾ فتوی شرعی: کہ محمد فاروق نے انتہاء غضب اور شدتِ غصہ مین اپنی بیوی کو تین سے بھی زیادہ طلاقیں دی ہیں۔ اور وہ گھر میں پہلے بھی لڑتا جھگڑتا رہتا ہے۔ اسی دوران اس نے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے والد کو بھی مارا پیٹا جب تین چار مرتبہ مار چکا تو بعد میں کچھ ہوش ہوا تو باپ سے اس نے معافی مانگی اور طلاق کے متعلق اس نے کہا کہ مجھے کچھ بھی علم نہیں ہے۔ فوج میں تھا ادھر بھی لڑ پڑا واپس آ گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ انتہائی غصہ میں لت پت طلاقیں دی جائیں تو واقع ہوں گی یا نہ؟ سائل محمد فاروق

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ جب بندہ شدتِ غصہ میں مدہوش ہو جائے اور ماں بہن اور زمین و آسمان کی تمیز نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

چنانچہ شامی میں یہ ہے کہ

" وسئل نظما فیمن طلق زوجۃ ثلثا فی مجلس القاضی وھو مغتاظ مدھوش فاجابا نظما بان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان (درمختار جلد اول صفحہ ۳۷۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ محمد فاروق کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب کتاب الطلاق

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۸۳﴾ فتوی شرعی [illegible] بالکل آوارہ ہو چکی ہے۔ اب تو علانیہ زنا کرانا اس کا مشغلہ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کے خاوند کو کہا اس کو طلاق دے دو، یا زنا سے منع کرو۔ لیکن ہماری کوئی بات نہیں مانتے۔ اب ان دونوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

سائل: محمد ایوب کلورکوٹ

الجواب بتوفیق الملک الوهاب: اگر اس کی بیوی زنا کراتی ہے تو اس کے شوہر کو منع کرنے کو کہا جائے اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے بے حیا مرد و عورت سے تمام تعلق منقطع کر دیں۔

﴿۳۸۴﴾ فتوی شرعی: کہ میرے بیٹے محمد طفیل نے قسم اٹھا کر کہا کہ اگر میں کزن پ، ن کے علاوہ کسی اور لڑکی سے نکاح کروں تو وہ لڑکی مجھ پر حرام ہے۔ اب وہ کزن تو اس کو نہیں ملی ہمیں کیا کرنا چاہیے ہم تو بڑے پریشان ہیں۔ سائل: محمد طفیل میانوالی

الجواب: ایسا کہنے سے دوسری منکوحہ پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۶۹۰ پر ہے "وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا"۔

﴿۳۸۵﴾ فتوی شرعی: میرا بیوی کے ساتھ تنازع ہوا میں نے کاتب سے تین طلاق لکھوائی انگوٹھا لگایا پھر میں نے بیوی کے والد کو دے دیا، آیا میری بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ سائل: ظفر اقبال خانو خیلانوالہ

الجواب: اگر واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو طلاق واقع ہو گئی، زبانی دوبارہ کہنا شرط نہیں بلکہ کاتب کا لکھنا بھی شرط نہیں، صرف کاتب کو ایک مرتبہ کہہ دینا کہ میری عورت کو طلاق لکھدے کافی ہے کہ یہ اقرار طلاق ہے، فتاوی شامی جلد ۲ ص ۵۸۹ میں ہے " ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب"۔

عدت پوری کرنے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۸۶﴾ **فتوی شرعی** میرا بیوی کے ساتھ رات کے وقت جھگڑا ہوا۔ اور صبح کی نماز کے بعد کاغذ قلم لیا اور تین طلاقیں لکھ دیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ صرف لکھی اور عورت کے حوالے کر دی، میرا ارادہ صرف ڈرانے کا تھا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہو ئی یا نہیں۔ سائل محمد قمر الدین کالا باغ

الجواب : طلاق لکھنے سے واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ طلاق کے الفاظ زبان سے نہ کہے ہوں، محمد قمر الدین صاحب آپ کی بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ ہو چکی ہے، اب بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے ساتھ بیوی بن کر نہیں رہ سکتی۔

ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۸۹ میں ہے

”کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا۔۔۔ ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة“۔

اسی طرح ہدایہ جلد دوم ص ۳۴۰ میں ہے

”ولا یفتقر الی النیة لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال“۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ ہو چکی ہے۔

﴿۳۸۷﴾ **فتوی شرعی** : آج میری بیوی سے لڑائی ہوئی میں اسے کہتا ہوں نماز پابندی کے ساتھ پڑھا کر مگر وہ نماز نہیں پڑھتی کئی بار لڑائی ہوئی، آرام سے سمجھایا، اپنے سسر سے شکایت کی لیکن اس قدر منحوس ہے کہ پھر بھی پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، پھر آج اس سلسلہ میں لڑائی ہوئی میں نے کہا اگر تو نے نماز چھوڑی تجھے طلاق دے دونگا۔ اور تجھے طلاق ہے یہ لفظ میں نے بحالت غصہ میں کہے، جو کچھ بیان ہوا اس میں کچھ جھوٹ نہ ہے۔ سائل محمد وقار قادری PAF بیس میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب اگر آپ کی بیوی نے نماز نہ پڑھی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضا کو ادا بھی کر لے۔

درمختار میں ہے

"قال ان لم تصلی الصلوة فطالق فصلتها قضاء طلقت على الاظهر، ظهيرية"۔

بیوی کو کہا اگر تو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہو جائے گی۔

﴿۳۸۸﴾ **فتوی شرعی** : میں نے بیوی کے بھائیوں کو لکھ دیا تھا کہ اگر دوسری لڑکی سے نکاح کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے۔ اب جب کہ ہماری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں اولاد نرینہ سے محروم ہوں کافی علاج وغیرہ کرائے مگر اب تک اولاد سے محروم ہوں۔ مجھے ڈاکٹروں نے کہا ہے دوسری شادی کر لیں امید ہے اولاد ہو گی۔ میں نے بیوی کو راضی کئے بغیر اور بغیر بتائے شادی کر لی۔ کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے۔ میری بیوی مطلقہ تو نہیں ہو گی۔ سائل: محمد زبیر اویسی ساکن ہزارہ

الجواب: نکاح کے ہوتے ہی زبیر صاحب آپ کی پہلی بیوی پر طلاق بائن ہو گی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس سے دوبارہ نکاح کر لیں خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہو گی، اگر زوجہ اولیٰ اجازت بھی نہ دے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۲۳۴ میں ہے

"اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لا تمنعه وامر الواحدة والبينونة فلوقوعه قبل الدخول وتفريقه فى الايقاع حيث لم يقل (تين بلكه ايك دو تين) امر عدم الوقوع اذا نكح اخرى او هذة

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرة اخری فلا تحل الیمین لعدم کلما وما یقوم مقامہ۔

طلاق کا وقوع اس لیے ہے کہ شرط پائی گی اور اجازت اس کے لیے مانع نہیں ہے۔ لیکن ایک اور بائنہ طلاق اس لیے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جدا جدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہوئی اس لیے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک دو تین کہا اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لیے کہ اس نے کلمہ یا اسکا ہم معنی لفظ نہیں کہا۔

﴿۳۸۹﴾ فتوی شرعی ہمارے علاقہ میں ایک آدمی نے اسٹامپ پیپر پر لڑکی سے معاہدہ کیا کہ تجھے اجازت ہوگی، ناچ گانے کی رات باہر گزارنے کی، میں آپ کے کام میں ہرگز مخل نہ ہونگا۔ اگر ہونگا تو نکاح فسخ سمجھیں، میری طرف سے اجازت ہوگی، اب وہ منع کرتا ہے ایسا نہیں کرنے دیتا۔ آیا عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل: غلام حیدر چھینہ ضلع بھکر

الجواب: ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ثلثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث ورجلة النساء رواہ حاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسند صحیح"۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"ثلثة لا یدخلون الجنة ابدا الدیوث والرجلة من النساء ومد من الخمر رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عنہما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"ثلثة قد حرم الله عليهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالديه والديوث الذي يقر في اهله الخبث رواه احمد والنسائي والبزاز والحاكم وقال صحيح الاسناد۔

تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے (اس کو احمد نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔

رہی طلاق اس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑ جائے گی ورنہ نہیں۔

جیسا کہ در مختار میں ہے،

"اذهبي الى جهنم ان نوى خلاصة وكذا اذهبي عن وافلحي وفسخت النكاح"۔

جہنم میں جا طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہو جائے۔ خلاصہ۔ اور اگر یوں کہا میرے پاس سے چلی جا تو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا۔ ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

"لو قال فسخت النكاح ونوى الطلاق يقع"

اگر کہا میں نے نکاح فسخ کیا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی۔

یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جب کہ شرط واقع ہوئی ہو تو وقوع طلاق کا حکم ہوگا۔ اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا۔ عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وہ جھوٹی قسم کھالے گا تو اس کا وبال اس پر ہے، عورت پر الزام نہیں۔ اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے۔

﴿۳۹۰﴾ **فتوی شرعی**: ہمارے والد مرحوم نے ہماری بہن کا نکاح بچپن میں کر دیا تھا۔ اب لڑکا جوان ہے ہماری بہن کی عمر بیس سال ہوگئی ہے۔ لڑکا شرابی ہونے کے علاوہ جواباز اور چرسی بھی ہے۔ ہم نے کہا کہ لڑکا لکھ دے کہ آج سے میں شراب، جوابازی اور چرس پینے کے علاوہ تمام بری محافل کو بھی چھوڑ رہا ہوں اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر میں لکھے ہوئے کی خلاف ورزی کروں تو میری بیوی کو طلاق سمجھی جائے۔ اور ان سے میرا ہمیشہ کے لیے تعلق ختم ہوگا۔ یہ تحریر میں نے بقائمی ہوش وحواس کردی، کسی قسم کا جبر وغیرہ نہ ہے۔ اب جب کہ ایک سال شادی کو گزر گیا پھر اس نے شراب پینا اور برائیاں کرنا شروع کر دیں ہیں پولیس نے پکڑ کر F.I.R درج کی۔ دو ماہ جیل میں بھی گزار کر رہا ہو گیا، پھر وہی کام شروع کر دیا ہے۔ جناب ان حالات میں کیا ہماری بہن مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل قاری عبدالرحمٰن چکڑالہ

الجواب: آپ کی بہن کو طلاق نہ ہوئی۔ جیسا کہ **فتاوی ہندیہ** جلد اول ص ۳۸۰ میں ہے

"کما تبیناہ فی فتاونا ونص فی الخانیة ان احسبی انک طالق لیس بطلاق وفی الھندیة عن الخلاصة امرأة قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لا یقع وان نوی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ تو طلاق سمجھ لے یہ طلاق نہیں ہے، اور ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ مجھے طلاق دے، تو خاوند نے جواب میں کہا تو اس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے، تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔

﴿۳۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ عورت طلاق دے سکے۔

سائل نوید قمر۔

الجواب: جب خاوند عورت کو اختیار دیا ہو تو وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے،

فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۳۷۵ میں ہے،

ان قال لها طلقی نفسك متی شئت فلها ان تطلق فی المجلس وبعده ولها المشية مرة واحدة وكذا قوله متی كشئت واذا ما شئت ولو قال كلما شئت كان ذلك لها ابدا حتی يقع ثلاث كذا فی السراج الوهاج

﴿۳۹۲﴾ **فتوی شرعی:** میں نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا اگر توں والدین کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق ہونگیں اب بڑا پریشان ہوں کیا کروں میرے برادر نسبتی کی شادی ہونے والی ہے، بیوی نے والدین کے گھر جانا ہے کوئی ایسا طریقہ بتا دیں کہ معاملہ درست ہو جائے۔

سائل فاروق احمد

الجواب: اس کا آسان حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دیدیں اور جب عدت گزر جائے تو عورت والدین کے گھر چلی جائے پھر نکاح جدید کر لیں تو اس طرح طلاق نہیں پڑے گی

شرح وقایہ جلد دوم ص ۸۹ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فاراد ان تدخل الدار من غیر ان یقع الثلاث فحیلته ان یطلقها واحدة وتنقضی العدت فتدخل الدار حتی یبطل الیمین ولا یقع الثلث ثم یتزوجها فان دخلت الدار لا یقع شئی لبطلان الیمین۔ هکذا درمختار جلد دوم ص ۶۹۰۔

﴿۳۹۳﴾ **فتوی شرعی**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی شخص ایک لفظ کے ساتھ طلاق کے ساتھ عورت کو بحالت غصہ تین مرتبہ کہتا ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں آیا عورت مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہوگی یا نہیں۔ سائل: مولوی محمد صدیق سیالوی سرگودھا۔

الجواب: اسی قسم کے سوال کے جواب فتاوی نوریہ میں ہے کہ عورت مذکورہ پر بلا شک وشبہ و ریب تین طلاقیں واقع ہوئیں۔ اور باقی لغو ہیں۔ اس پر آئمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے، سنن بیہقی جلد ۷ ص ۳۳۷ اور موطا امام مالک جلد ۲ ص ۴۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے " والنظم من البیهقی ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائته قال تأخذ ثلثا وتدع سبعا وتسعین "

نیز سنن بیہقی میں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "طلاقت امرأتی الفا" کے جواب میں ہے" تاخذ ثلثا وتدع تسعمائته وسبعته وتسعین"۔

حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے سو طلاق دی اس کو فرمایا کہ تین واقع ہوئیں اور ستانوے لغو ہیں اور یونہی سنن بیہقی وغیرہ میں بکثرت صحابہ کرام سے مسند حدیثیں ہیں۔

میزان الشعرانی جلد ۲ ص ۱۲۶ میں ہے" والنظم من الرحمة اتفق الائمة الاربعة علی ان الطلاق فی الحیض لمدخول بها او فی طهر جامع فیه محرم الا انه یقع وکذلك جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع "۔

حاصل یہ کہ ہر چار اماموں کے نزدیک تین واقع ہیں۔ موطا امام محمد ص ۲۰۳ میں ہے" وهو قول ابی حنیفة وعامة فقهاء نا"۔

فتح القدیر جلد۳ ص ۳۳۰، شامی جلد۲ ص ۵۷۶ میں ہے "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلاث"

یعنی جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور وہ آئمہ دین جو ان کے پیچھے ہیں، (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ان سب حضرات کا متفقہ مذہب ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دے تو تین واقع ہو جاتی ہیں۔

﴿۳۹۴﴾ **فتوی شرعی**: مجھے میرے داماد نے اسٹام پیپر پر لکھ دیا تھا کہ اگر میں کوئی خلاف شرع کام کروں تو آپ کی بیٹی کو طلاق دینے کا اختیار ہو گا۔ اب اس نے شراب پینا شروع کر دیا ہے۔ اور نماز بھی چھوڑ دی ہے۔ اب جب کہ ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا۔ میری بیٹی نے تنگ آ کر طلاق دے دی اور خاوند کا گھر چھوڑ کر یہاں میرے پاس آ گئی ہے۔ ایک امام مسجد نے کہا ہے عورت طلاق نہیں دے سکتی۔ از روئے شرع صحیح مسئلہ لکھ دیں۔ سائل: محمد وارث خان میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تعلیق وتفویض جو آپ کے داماد کی طرف سے اپنی بیوی کے لیئے ہوئی تھی صحیح تھی۔ یعنی اگر میں کوئی خلاف شرع کام کروں تو میری بیوی کو طلاق کا اختیار ہو گا۔ آپ کے بیان کے مطابق ایک ماہ سے زائد گزر گیا ہے شراب پیتے ہوئے۔ لہٰذا یہ اختیار ٹھیک عرصہ ایفاء شروط کے وقت تک ہی محدود رہے گا۔ آپ کی بیٹی نے ایک ماہ کے بعد اپنے اختیار سے جو طلاق لی ہے وہ واقع نہیں ہوئی۔

جیسا کہ فتاوی شامی صفحہ ۱۱۴ میں ہے

"قوله امرك بيدك مثله المعلق كان دخلت الدار فامرك بيدك فان طلقت نفسها كما وضعت القدم فيها طلقت وان بعد ما مشت خطوتين لم تطلق لانها طلقت بعد ما خرج الامر بيدها بحر من"

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

المحیط"۔ (درمختار جلد دوم ص ۲۶۳)۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی نہ اب طلاق دے سکتی ہے اور نہ خاوند کا گھر چھوڑ سکتی ہے۔ ان کے ساتھ گھر ہی میں رہے اور شوہر کو برائی سے منع کرتی رہے۔

﴿۳۹۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا خاوند سعودی عرب میں رہتا ہے، ان کے میرے ساتھ تعلقات خراب ہو چکے ہیں اب انہوں نے میری طرف خط لکھا اور اس میں انہوں نے تین طلاق دے دی۔ کیا خط کے ذریعے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں جب کہ وہ خط کا اقرار بھی کرتا ہے۔

سائلہ اناریں بی بی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ پر طلاق واقع ہوگئی۔ خط کے ذریعہ سے طلاق واقع ہونے کی جو شرط فقہائے کرام نے تحریر فرمائی ہے کہ شوہر اپنے خط کا اقرار کرے کہ یہ میں نے لکھا ہے وہ شرط یہاں پر باحسن وجہ پائی جاتی ہے۔

فتاوی شامی جلد۲ ص ۴۴ میں ہے،

بعث (ای الزوج) به (الكتاب) اليها (ای الی الزوجة) فانا ما وقع ان اقر الزوج۔

یعنی بیوی کی طرف خط خاوند نے بھیجا اور وہ اس کو ملا تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر خاوند اس بات کا اقرار کرے کہ یہ اسی کا خط ہے اور چونکہ اس نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو یہ طلاق مغلظہ ہوئی اور اس کو طلاق بدعت بھی کہتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳۹۶﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں

ایک شخص مسمی اسلام دین ولد غلام رسول سکنہ گلمیری والا کا جھگڑا اپنے بھائی محمد دین سے ہوا۔ اسلام دین نے کہا غصہ میں کہ اس جگہ میں رہوں گا یا تو اگر تجھے نہ نکالوں تو میری بیوی مجھ پر حرام ہے۔ طلاق ہے۔ پھر غصہ میں اس نے قرآن مجید سر پر اٹھالیا مجھ پر حلف ہے۔ میں ضرور نکالوں گا۔

سائل: اسلام دین ولد غلام رسول

الجواب: صورۃ مسئولہ میں محمد دین کو مکان چھوڑنا ہوگا جملہ سامان منتقل کرے اگر وہ رہے گا اسلام دین کی بیوی مطلقہ بطلاق بائن ہوگی۔ حلف کا کفارہ آئیگا جو زبانی بتادیا گیا۔

﴿۳۹۷﴾ **فتوی شرعی:** میرا اور بیوی کا بیٹے کے رشتہ پر جھگڑا ہوا اس نے کہا میں اپنے بیٹے کی شادی وہاں کروں تو طلاق ہے اب اگر وہ شادی کردے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور کونسی طلاق ہوگی۔

سائل: محمد خضر ذیشان

الجواب: شریعت مطہرہ میں اگر طلاق معلق بالشرط ہو تو جب شرط پوری ہوگی طلاق واقع ہوگی۔ جب بیٹے کی شادی کرے گا ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔ عدت میں رجوع کر سکتا ہے۔

اذا طلق الرجل امرته تطیقه رجعیة او تطلیقتین فله ان براجعها فی عدتها (قدوری ص۲۳۰) ویستحب له ان یشهد علی الرجعة شاهدین اذا اضافة الی شرط وقع عقیب الشرط۔ شامی جلد دوم ص۶۷۸، هدایه جلد دوم ص ۳۵۹، فتاوی نوریه جلد سوم ص ۲۵۲)

﴿۳۹۸﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص مالک زمین اپنے مزارع سے ایک دوسرے مزارع سے اعتبار چاہتا ہے۔ دونوں مزارعوں نے باہم ایک دوسرے کو اعتبار دیا کہ ہم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کا نقصان ہوا مگر مالک زمین شراب کے نشہ میں تھا ہمیں گالیاں دیتا رہا میرا بچہ ثناء اللہ اس وقت گاڑی لاد کر گھر گیا اور اس بچہ نے ایک فائر کیا تو مالک زمین نے کہا کہ تم نے میرے اوپر فائر کیا ہے میں نے اسے بہت سمجھایا کہ اس نے تم پر فائر نہیں کیا مگر مالکِ زمین شرابی بضد تھا کہ آپ مجھے طلاق اٹھا دیں کہ ثناء اللہ نے میرے اوپر فائر نہیں کیا تو پھر میں نے یوں طلاق اٹھائی کہ اگر میرے بیٹے نے تجھ پر فائر کیا ہو تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے۔ اور ارادہ میں یہ تھا کہ میرے بیٹے نے اس پر فائر نہیں کیا اور ثناء اللہ نے حلفاً یہ کہا کہ میں نے فائر نہیں کیا تھا صرف دھمکی کے لیے ہوائی فائر کیا۔ مالکِ زمین کی طرف فائر نہیں کیا تھا اور نہ میرے ارادے میں تھا کہ اس پر فائر کروں۔ تو سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہ؟۔ سائل، حاجی عطاء اللہ وتہ خیل

الجواب : صورۃ مسئولہ میں فائر کنندہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے والد نے جو طلاق اٹھائی وہ سچی ہے کہ اس کے بیٹے ثناء اللہ نے مالکِ زمین پر اور اس کی طرف فائر نہیں کیا لہٰذا حاجی عطاء اللہ پر ان بیانوں کے مطابق کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

"فاذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفقاً مثل ان يقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق - فتاوى عالمگيری جلد دوم صفحه ٤٤٠۔

﴿۳۹۹﴾ **فتوی شرعی** : کہ دو بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اور مضروب مسمی نجیب اللہ ہسپتال داخل ہے۔ دوسرا بھائی مسمی امیر قلم خان اور معززین نمبردار صاحب صلح کے لیے گھر آئے۔ نجیب اللہ خان کے روپے اور خرچہ منہ زبانی مخالفت کی وجہ سے امیر قلم نے یہ کہا کہ مجھ پر طلاق ہے کہ اگر میں اس کیس میں صلح کروں دونوں گواہان موقع حاضر ہیں اور اس کے ان الفاظ پر گواہ ہیں اور دستخط کر رہے ہیں۔

براہِ کرام صلح کس طرح ہو سکتی ہے اور امیر قلم کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ سائل: امجد آرائیں میانوالی

الجواب : صورۃ مسئولہ میں طلاق معلق بالصلح ہے۔ جب تک مذکورہ شخص صلح نہ کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی اگر صلح کرے گا (اور صلح کرلینی چاہیے) تو صرف ایک طلاقِ رجعی پڑ جائے گی۔ جس کا حل صرف رجوع قولی یا رجوع فعلی ہے۔ نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ ہی حلالہ کی رجوعِ قولی اور رجوعِ فعلی کا معنی زبانی سمجھا دیا ہے۔ "فاذاا ضافہ الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفقاً مثل ان بقول لا مراتہ ان دخلت الدار فانت طالق وھذا بالاتفاق" فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۰، احسن فتاوٰی جلد ۵ صفحہ ۱۸۰، فتاوٰی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۱ "

﴿۴۰۰﴾ فتوی شرعی: کہ عنایت اللہ نے یوں طلاق اٹھائی کہ بہن بہنوئی مجھے برابر کی زمین نہ دیں تو میری بیوی کو طلاق ہو۔ تو اب سائل یہ عرض کرتا ہے ہم اگر بہن بہنوئی کی جگہ اپنے بھانجہ کو زمین دے دیں تو طلاق ختم ہوگی یا نہ۔ سائل: عنایت اللہ ولد فتح خان موسیٰ خیل

الجواب : صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق جس شخصیت پر اٹھائی گئی ہے زمین کا لین دین اسی کے متعلق ہوگا۔ دوسرے آدمی کو زمین منتقلی سے طلاق کا حل نہیں ہوگا۔ اس صورۃ مذکورہ سے طلاق کا حل یہ ہے کہ اگر برابر کی زمین ہر دو طرف سے دو طرف کو مل جائے تو پھر طلاق واقع نہ ہوگی اگر برابر زمین کی نہ ملی تو پھر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جس میں عدت (تین ماہواریاں / وضع حمل) کے اندر اندر رجوعِ قولی یا رجوعِ فعلی ضروری ہوگا۔ رجوعِ قولی فعلی زبانی سمجھا دیا ہے۔ بھانجہ یا کوئی اور ہو اس کی طرف زمین منتقل کرنے سے طلاق اسی طرح بحال رہے گی واضح رہے کہ اب کی طلاق کے بعد پھر صرف دو طلاق کا مالک ہوگا۔

﴿۴۰۱﴾ فتوی شرعی: کہ میرے اوپر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے کہ اگر میں اپنی ہمشیرہ صاحب خاتوں کے گھر جاؤں غلام رسول کے مکان سے متصل گلی میں آیا جب کہ وہ گلی دو گھروں کے لیے مشترک ہے۔ ایک جس میں طالق کی ہمشیرہ صاحب خاتوں رہتی ہے۔ اس کا علیحدہ دروازہ ہے جبکہ دوسرے گھر کا دروازہ نہ ہے۔ گھر کی حد بندی بذریعہ بنیاد علیحدہ کر دی گئی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔تاہم راستہ دونوں کے لیے مشترک ہے۔اگر وہی شخص گلی میں آ جائے تو اس کی بیوی پر طلاقیں واقع ہوں گی یا نہ؟
مکان کا نقشہ اور گلی کا نقشہ لف ہذا ہے۔طالق کا موجودگی کی نشاندہی نقشہ میں سرخ قلم سے کردی گئی ہے۔
سائل اللہ دتہ ولد غلام محمد ساکن پکہ ساندانوالہ میانوالی۔

الجواب : صورۃ مسئولہ میں گلی میں آنے سے طلاق واقعہ نہ ہوگی کیونکہ گھر یا بیت کا اطلاق چار دیواری کے اندر ہوتا ہے۔راستہ پر نہیں ہوتا۔جب کہ گلی کی حد بندی کردی گئی ہے اور بہن کے گھر کا علیحدہ دروازہ بھی موجود ہے۔

(۱) فاذا اضافة الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لامراته ان دخلت الدار فانت طالق، عالمگیری جدل دوم ص ٤٤٠۔

(۲) واذا طلق الرجل امراته تطیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذالك اولم ترض۔ ھدایه جلد دوم ص ۳۷۳۔

﴿۴۰۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بوقت جھگڑا کہا کہ میں تجھے اس مکان میں لے جاؤں جہاں پڑوس میں (چھڑے لوگ) بغیر اہل وعیال رہتے ہیں تو مجھ پر طلاق ہے۔اس کے جواب میں لڑکی کے ماموں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ پرانے گھر (والدین کے گھر) اس کو بھجواؤں تو مجھ پر طلاق ہے۔اس کا شرعی حل کیا ہے۔سائل: محمد امیر سکنہ محلہ ہاشم شاہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں اگر اس کرایہ کے مکان میں جس کے پڑوس میں بغیر اہل و عیال لوگ رہتے ہیں اول الذکر شخص لیجائیگا تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اس کا حل یہ ہے کہ ان لوگوں کو کہا جائے وہ مستورات لے آئیں یا دوسرا ماموں بغیر شرط کے عورت بھیجے گا تو اس

پر طلاق واقع ہو جائے گی عورت بغیر رضاومشورہ کے خود چلی جائے یا کوئی دوسرا بھیجدے تو پھر بھی ماموں پر طلاق نہ ہوگی۔

"فاذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفقاً مثل ان يقول لا مراته ان دخلت الدار فانت طالق و هذا بالاتفاق" فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۰، احسن الفتاوی جلد ۵ صفحہ ۱۸۰، فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۱"

﴿۴۰۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک شخص نے حلف بالطلاق ثلاثہ اٹھایا کہ میں لڑکی بغیر شرط منا کردوں تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے حرام جو اباً داماد نے بھی غصہ میں کہہ دیا کہ میں شرط پوری ہونے دوں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہے کیا کسی طرح میاں بیوی کی صلح ممکن ہے۔

سائل: محمد اکرم خان میانوالی۔

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق ثلاثہ کو طالق نے اپنے فعل کے ساتھ معلق کیا ہے اگر لڑکی کوئی اور منا دے والد کا مشورہ اور رضا شامل نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۷ پر ہے،" انت طالق بدخول الدار او بحلفتك لم تطلق حتى تدخل او تحيض، ردا لمختار جلد دوم صفحہ ۶۸۷

﴿۴۰۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ مسمی محمد اقبال نے اپنے بھائی سے جھگڑتے ہوئے کہا کہ مجھ پر طلاق ہے اور طلاقیں کہنا چاہتا تھا لیکن میرے منہ پر بھائی نے ہاتھ رکھ کر روک لیا۔

سائل محمد اقبال میانوالی شہر

الجواب: صورۃ مسئولہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی تین ماہ کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔

اذا تطلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فى

عدتها (الى قوله) والرجعة ان راجعتك او راجعت امراتی او يطاها او يقبلها او يلمسها شهوة - هدایه باب الرجعة جلد ۲ ص ۳۷۳، فتاویٰ انوریه جلد سوم ص ۳۷۱، فتاویٰ رضویه جلد ۱۲ صفحه ۳۶۷)

﴿۴۰۵﴾ **فتویٰ شرعی**: کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں چار مہینوں کے اندر مکان اکھیڑلوں گا۔ جگہ خالی کردوں گا۔ اگر میں چار مہینوں کے اندر مکان نہ اکھیڑوں اور جگہ خالی نہ کردوں تو میری بیوی پر تین طلاقیں ہیں۔ اس طلاق اٹھانے والے نے چار مہینوں کے اندر مکان نہ اکھیڑے۔ جگہ خالی نہ کی۔ تو چونکہ اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں ہیں۔ اس لیے اس نے حلالہ کرلیا اب حلالہ کے بعد وہ اس جگہ پر آسکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب: وہ شخص حلالہ کرنے کے بعد اس گھر میں آسکتا ہے۔ اور اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں اور اس کی بیوی بھی اس جگہ پر آسکتی ہے۔

شیخ القرآن محمد منظور احمد دار العلوم غوثیہ
شمس المدارس جنڈانوالہ بھکر

﴿۴۰۶﴾ **فتویٰ شرعی**: محمد نصر اللہ ایک ایسی عورت کو گھر لے آیا ہے۔ جس کے متعلق محمد ظفر اللہ خان نے گواہی دی کہ یہ عورت مطلقہ ہو چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک آدمی محمد ظفر اللہ خان جو کہ تارک الصلوٰۃ ہے اس کی گواہی پر مذکورہ عورت سے محمد نصر اللہ شادی کرسکتا ہے۔
سائل غلام حسن خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے طلاق نہیں ثابت ہوسکتی۔ اگر چہ وہ پابند شرع ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے، واشهد واذوی عدل منكم، لہٰذا تاوقتیکہ شرعی طریقے پر طلاق ثابت نہ ہوجائے غلام حسن اس سے شادی نہیں کرسکتا۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عوت کو اپنے گھر سے نکال دے اور نامحرم کو اپنے گھر میں رکھنے کے سبب توبہ کرے۔ اور اگر اس عورت سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اس

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صورت میں اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور سنی مدرسہ میں کچھ رقم جمع کرائیں کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ اگر عورت مذکورہ کو اپنے گھر سے فوراً نہ نکالے تو سب مسلمان اس سے سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (پ۷ع۱۴)

﴿۴۰۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ آج صبح ہم میاں بیوی کا جھگڑا ہوا تو اسی جھگڑا کے دوران میری والدہ نے کہا بوٹی مارو، تو میں نے جواب میں کہا اگر میں بوٹی ماروں تو مجھ پر طلاق ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے بیوی کو کہا نکل جاؤ تو اس کے انکار پر میں نے کہا میں تمہیں فیصلہ دیتا ہوں، تین اوپلے اٹھائے تو میری بیوی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا اور ہمشیرہ نے وہ اوپلے ہاتھ سے چھین لیے۔ پھر میں نے دو یا تین تھپڑ لگائے، آیا از روئے شرع طلاق ہوئی یا نہیں۔

سائل محمد شفاء اللہ خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں۔ آپ کی بیوی پر اس وقت طلاق پڑے گی جب آپ مقررہ کھیت سے مقررہ بوٹی اکھیڑیں گے۔ اگر مقررہ کھیت سے مقررہ بوٹی نہیں اکھیڑی تو بیوی پر کوئی ایک بھی طلاق نہیں پڑے گی۔ فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لامراتہ ان دخلت الدار فانت طالق (عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰)

﴿۴۰۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ کافی عرصہ سے میری دور رشتہ داروں سے ناراضگی ہے۔ میرے ماموں کے بیٹے کی شادی ہونی والی ہے۔ میں نے ماموں سے کہا اگر فلاں فلاں آدمی آپ کے بیٹے کی شادی میں شریک ہوئے تو میں حلفاً کہتا ہوں میں شادی میں شریک نہ ہونگا اگر ہوا تو مجھ پر طلاق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

سائل ہدایت اللہ ضلع لیہ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ہدایت اللہ نے حلف با طلاق اٹھایا ہے کہ فلاں فلاں دو آدمی شریک شادی ہوئے تو مجھ پر طلاق ہے، یہ طلاق معلق ہے۔ اگر آدمی مذکورہ شادی میں شریک ہوئے تو ہدایت اللہ خان پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، عدت کے اندر اندر رجوع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰ میں ہے فاذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مرأته ان دخلت الدار فانت طالق

﴿۴۰۹﴾ فتوی شرعی: کہ میں حلفاً بیان دیتا ہوں کہ اگر میں تیرے ساتھ بولوں تو مجھ پر عورت تین طلاقوں سے حرام ہے یہ لفظ میں نے صرف ایک مرتبہ کہے تھے۔ اس وقت سے اس وقت تک میں اپنے بھائی سے نہیں بولا، اب مجھے سخت پریشانی ہے، شریعت میں کوئی بچاؤ کی صورت ہو تو لکھ دیں تاکہ ہم آئندہ زندگی خوشحال گزار سکیں۔

سائل غلام عباس ضلع میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ چونکہ طلاق معلق ہے، اس تعلیق کے ابطال کا حیلہ یہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں، اس کے بعد عورت کی عدت طلاق گزرنے کے بعد از ان عدت آپ اپنے بھائی سے بول لیں تو پھر اس کے بعد تجدید نکاح کے ساتھ پھر یہ دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گذار سکتے ہیں اور پھر بھائی کے ساتھ بولتے رہنے سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے، ینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً ---- فحیله من علق الثلث بدخول الدوران یطلقها واحدة ثم بعد العدت تدخلها فتنحل الیمین فینکحها۔

﴿۴۱۰﴾ فتوی شرعی: کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ رشتہ کے معاملہ میں بات کر رہا تھا باتوں باتوں میں مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا اگر اپنے بھائی نذر محمد سے رشتہ لوں تو مجھے پر طلاق ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔ مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔ سائل محرم خان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت میں مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محرم کی بیوی پر ایک طلاق رجعی اس وقت واقع ہوگی جب بھائی سے رشتہ لے گا، فی الحال کوئی طلاق نہیں ہے۔ فاذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰۔

﴿۴۱۱﴾ فتوی شرعی: کہ میرے لڑکے نے منکوحہ سے لڑائی کی کیونکہ والد میکے گھر جانے پر بضد تھی۔ غصہ میں کہا اگر تو نے گھر کے باہر قدم رکھا تو تجھ پر تین طلاق ہے۔ میری بہو نے والدین کے گھر جانے کا ارادہ ترک کیا۔ پھر دوسرے دن والدین کے گھر میرے بیٹے کی رضا سے گئی۔ یہ مسئلہ ہم نے مقامی مولوی سے پوچھا اور ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ اگر اسی وقت جاتی تو طلاق ہو جاتی یہ دوسرے دن اس کی اجازت سے گئی ہے تو طلاق نہ ہوگی۔ آپ ہماری اس مسئلہ میں راہنمائی فرمادیں۔

سائل حافظ محمد رمضان خانو خیلانوالہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ عورت نے باہر جانے کو کہا شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق ہے، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے روز باہر گئی طلاق نہ ہوئی۔ شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعله فوراً لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ با ظهارها ولم یخالفه احد۔

جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لیے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لیے وہ تیار کھڑی ہے۔ صرف اسی مارنے پر یا نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے۔ یہی عرف ہے جب کہ حلف کا مراد یہی عرف ہے۔ اس کا نام یمین فور ہے۔ جس کے اظہار اور بیان میں امام

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوحنیفہ منفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔

فتح القدیر میں ہے،

تهيات للخروج فحلف لا تخرج فاذا جلست ساعة ثم خرجت لا يحنث لان قصده منعها من الخروج الذی تهيات له فكانه قال ان خرجت الساعة وهذا اذا لم يكن له نية فان نوى شيئا عمل به۔

کہ اگر تو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصد وہ نکلنا ہے جس کے لیے وہ تیار تھی۔ اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا۔ پس گویا خاوند نے یوں کہا کہ تو اب نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ یہ حکم تب ہوگا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس وقت آپ کی بہو کے باہر نہ جانے سے طلاق نہ ہوئی۔ چاہے بعد میں وہ شوہر کی اجازت یا بغیر اجازت باہر جائے طلاق واقع نہ ہوگی۔

﴿۴۱۲﴾ **فتویٰ شرعی:** زاہد اقبال ولد شیر محمد ذات حجام نے کہا میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میری بیوی میکے گئی۔ میں اسے لینے کے لیے اس کے میکے گھر میں گیا تو وہاں اس کے والد نے میرے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا۔ میرے انکار پر اس نے مجھے زدوکوب کیا تو میں نے وہاں پر غصہ میں آکر یہ الفاظ کہے کہ مجھ پر تین طلاق بیوی حرام ہوگی۔ اگر میں نے آئندہ تیرے گھر پر قدم رکھا'' یہ الفاظ کہے تو میرے سسر نے کہا کہ اس نے اب طلاق دے دی ہے۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تیرے گھر میں آئندہ داخل ہونے پر طلاق اٹھائی ہے۔ اس مسئلہ میں فتویٰ دیا جائے۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرا یہ بیان حلفی درست ہے۔ سائل جاوید اقبال ولد شیر محمد

الجواب: بمطابق بیان حلفی جاوید اقبال کے اس نے آئندہ کے گھر آنے پر طلاق معلق کی ہے۔ ایسی طلاق تب واقع ہوگی جب جاوید اقبال سسر کے گھر داخل ہوگا۔ ورنہ نہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بان کا حلف ان لا یدخل دار فلان اولا یکلم فلانا او نحو ذالك ثم اکره علی الدخول والکلام ففعل کان حنثا ۔ منقول احسن الفتاوی جلد ۵ ص ۱۸٦ ، حاشیہ عالمگیری جلد ۳ ص ۴۸۳

﴿۴۱۳﴾ فتوی شرعی میری شادی کو دس سال گزر چکے ہیں۔ میری بیوی ہر ہفتہ کو والدین کے گھر جاتی ہے۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ ہر روز کا جانا عزت کو کم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کی پڑھائی بھی متاثر ہوتی ہے۔ میرے لیے مصیبت یہ ہے کہ پڑوسیوں سے یا ہوٹل سے کھانا کھانا پڑتا ہے۔ اسی اتوار کو پھر چلی گئی۔ جب منگل کو آئی تو میں نے کہا آج کے بعد اگر گئی تو تم مجھ پر طلاق ہو جائے گی۔ پھر اتوار کو چلی گئی۔ یہ کلمہ صرف ایک مرتبہ کہا پھر کچھ دیر بعد کہا اگر اب تم گئی تو میں تمہیں طلاق دے دونگا۔ یہ جملہ پانچ سے زائد مرتبہ کہا ہمیں شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے کہ کیا بیوی میری مطلقہ ہو گئی ہے یا نہ۔ اگر مطلقہ ہو گئی تو کیا واپس لانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ میں توبہ استغفار بھی کرونگا۔ نیز غریب لوگوں کو کھانہ بھی کھلاؤنگا۔ آئندہ یہ حرکت بھی نہ کرونگا۔

سائل غلام علی چک نمبر 6 میانوالی

الجواب: آپ کے بیان حلفی اور گواہوں کے بیان کے مطابق آپ کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی۔ صرف رجوع کافی ہوگا۔ رجوع یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر زبان سے کہہ دے میں نے رجوع کیا۔ میں نے طلاق واپس لی۔ یا میاں بیوی کا تعلق قائم کر لے تو رجوع ہو جائے گا۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ باقی پانچ مرتبہ کہا کہ میں تمہیں طلاق دے دونگا۔ یہ صرف طلاق کی دھمکی ہے۔ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ آپ ماشاء اللہ صاحب جائیداد ہیں اگر چاہیں تو غرباء کو طلباء کو کھانا کھلا دیں۔ توبہ واستغفار کریں تو شریعت میں کوئی منع نہیں۔ بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی منکوحہ پر صرف ایک طلاق پڑی، رجوع کافی ہوگا۔ لیکن آئندہ آپ صرف دو طلاقوں کے مالک ہوں گے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۱۴﴾ **فتوی شرعی** میں نے کہا اگر میں دکان پر جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق ہے۔ یہ الفاظ صرف ایک مرتبہ کہے۔ اب میں بے حد پریشان ہوں۔ اس مہنگائی کے دور میں دوکان پر نہ گیا تو بچوں کی روزی کیسے کماؤ نگا۔ دو باتوں میں ایک ضرور ہوگی یا دکان چھوڑ دوں یا عورت کو میری خواہش ہے کہ دونوں نہ جائیں۔ کوئی ترکیب بتائیں۔ میری روزی کا ذریعہ وہ بھی نہ جائے اور گھر بھی برباد نہ ہو۔

سائل محمد شکور میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں آپ دوکان پر زندگی میں جب جائیں گے تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جس کا حکم شرعی یہ ہے کہ عدت کے اندر بغیر تجدید نکاح کے شوہر رجوع کر سکتا ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص دکان پر چلا جائے۔ اس سے ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہ شخص بیوی سے رجوع کرے اور رجوع سے مراد ہے کہ یا تو زبان سے کہدیں کہ میں طلاق واپس لیتا ہوں۔ یا بیوی کو ہاتھ لگادے یا اس سے صحبت کرے۔ زبان سے یا فعل سے رجوع کر لینے کے بعد طلاق کا اثر ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس شخص نے تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کا حق استعمال کرلیا۔ اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا۔ آئندہ اگر دو طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہو جائے گی۔ اس لیے آئندہ احتیاط کرے۔

﴿۴۱۵﴾ **فتوی شرعی** میری شادی کو دس سال ہو گئے بوقت نکاح، نکاح خواں نے یہ شرط لکھ دی کہ اگر دولہا دوسری شادی کرے گا تو پہلی بیوی کو طلاق ہوگی۔ میں نے دستخط کر دیئے، میرے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اس بیوی سے میری اولاد نہیں۔ ایم، بی، بی ایس لیڈی ڈاکٹر سے ٹیسٹ کرانے کے بعد یہ رپورٹ آئی کہ اس عورت کے بچے نہیں ہو سکتے۔ بیوی مجھے کہتی ہے کہ شادی کرلو میں راضی ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں نکاح نامہ میں یہ شرط بھی تھی کہ اگر میں شادی کروں تو پہلی بیوی کو طلاق ہوگی۔ قبلہ مفتی صاحب میں یہ چاہتا ہوں کہ میں شادی بھی کرلوں اور پہلی بیوی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھی نہ جائے۔ براہ کرام شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل ابراہیم خان میانوالی

الجواب: سوال میں نقل کردہ الفاظ اگر میں دوسری شادی کروں تو پہلی بیوی کو طلاق ہو گی۔ یا تین طلاق کے الفاظ تھے۔ اگر یہی الفاظ لکھے تھے، جو آپ نے اپنے بیان حلفی میں لکھے ہیں تو دوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو صرف ایک طلاق ہو گی۔ وہ رجعی طلاق ہو گی۔ رجعی کا مطلب ہے کہ آپ عدت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں۔ دوبارہ نکاح یا شرعی حلالہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ ہاں عدت ختم ہو گئی تو پھر باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر طلاق کے تین مرتبہ الفاظ استعمال کیئے تھے تو اس سے دوسری شادی کرتے ہی پہلی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو جائے گی۔ پھر شرعی حلالہ کے علاوہ واپس لانے کا کوئی حل نہیں۔

﴿۴۱۶﴾ فتوی شرعی ہم کئی رشتہ دار اکٹھے فلم دیکھتے ہیں۔ میرے والد بڑے سخت مزاج کے آدمی تھے۔ انہوں نے مجھے کئی بار منع کیا تھا کہ فلمیں نہ دیکھا کرو۔ میں وعدہ کر لیتا لیکن رشتہ داروں کے ساتھ چلا جاتا ہوں، ایک دن میرے والد کو بہت غصہ آیا مجھے مارا پیٹا پھر میں نے بحالت غصہ کہا اگر میں آئندہ فلم پر گیا تو کل عورتیں مجھ پر طلاق ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی فلمیں دیکھتا ہوں۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ میرے والد فوت ہو گئے۔ میری شادی ہونے لگی میں سخت پریشان ہوں کیا کروں کوئی آسان حل بتا دیں۔ نوازش ہو گی۔ سائل اعجاز خان میانوالی

الجواب: آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر شادی شدہ لڑکا یہ کہے اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر تمام عورتوں کو طلاق یہ لغو ہے۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس طرح کہتا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو نکاح کرتے ہی اس کو طلاق ہو جاتی لیکن وہ بھی صرف ایک دفعہ پھر اسی لڑکی سے دوبارہ نکاح کرنے پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ مطمئن رہیں شادی کر لیں۔ طلاق نہ ہو گی۔ لیکن اس قسم کی غلط حرکات سے ہمیشہ دور رہیں۔ شرعی احکام کی پابندی کریں۔ ھکذا فی الفتاوٰی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۱۷﴾ فتوی شرعی: میرے بیٹے کی شادی دو سال قبل ہوئی ہے۔ معمولی گھریلو جھگڑا ہوا۔ تو میرے بیٹے نے بحالت غصہ کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ یہ لفظ تین دفعہ سے زائد مرتبہ کہے۔ اس بات کے گواہ میرے علاوہ گھر کی عورتیں بھی ہیں۔ ان کے بیان لف ہیں۔ میری بہو حاملہ ہے۔ ہم نے سن رکھا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ اور نہ دودھ پلانے والی کو کیا یہ درست ہے۔

سائل محمد رمضان میانوالی

الجواب: محترم رمضان صاحب آپ نے غلط سن رکھا ہے۔ عورت حاملہ ہو یا دودھ پلانے والی ہو ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ آپ کے بیان حلفی اور دیگر گواہوں کی گواہی کی روشنی میں آپ کی بہو مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ کے بیٹے پر حرام ہو چکی ہے۔ وضع حمل کے بعد عدت پوری ہو گی۔ فوت ہو جانے یا اپنی مرضی سے طلاق دے تو بعد از عدت اگر چاہے تو آپ کے بیٹے کے عقد میں آ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ آپ کے بیٹے کے ہاں وہ رہے۔ باقی رہا غصہ مانع طلاق نہیں ہے۔

﴿۴۱۸﴾ فتوی شرعی: میری بیوی حافظ قرآن پڑھی لکھی ہے۔ بس گھریلو کسی مسئلے پر مجھ سے الجھ پڑی۔ مجھے سخت غصہ آیا میں نے تین بار کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ یہ الفاظ اس نے بالکل نہ سنے اور نہ میں نے بتائے۔ میرا سوال یہ ہے کہ طلاق کا بیوی کو علم ہونا ضروری ہے یا نہیں۔

سائل غلام حسن میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہو جاتی ہے۔ خواہ بیوی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ۔ بیوی کو علم ہو یا نہ۔ ان پڑھ ہو یا حافظ قرآن، طلاق پتھر ہے۔ نکاح شیشہ ہے۔ جب پتھر شیشہ پر لگتا ہے تو شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے بیان حلفی کے مطابق آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ ۳ بہ سہ طلاق ہو چکی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ آپ ان سے علیحدہ رہیں۔ بغیر حلالہ شرعی کے آپ کے عقد میں دوبارہ نہیں آ سکتی قرآن مجید

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہیں" فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ "۔

﴿۴۱۹﴾ **فتوی شرعی:** مجھے والدہ کہتی تھی کہ جاؤ بازار سے سبزی وغیرہ خرید کر لاؤ۔ میری طبعیت ٹھیک نہ تھی۔ بار بار کہا، مجھے سخت غصہ آیا اور کہا اگر میں بازار سبزی یا گوشت وغیرہ خرید نے گیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں بازار چلا گیا۔ سبزی کے علاوہ اور بھی گھریلو اشیاء خرید لایا۔ میں نے طلاق صبح کے وقت اٹھائی تھی اور بازار شام کے وقت گیا۔ کیا میری بیوی مطلقہ ہوگی یا نہ۔

سائل محمد اکرم ولد محمد راشد علی میانوالی

الجواب: محمد اکرم آپ نے طلاق کو معلق با شرط کیا۔ آپ کو چاہیے تھا کہ بازار نہ جاتے۔ آپ خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں بازار گیا اور اشیاء بھی خرید لایا تو آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ بدون حلالہ شرعی کے دوبارہ آپ کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۵۹۰ میں ہے "ومن الالفاظ المستعلمة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلانیة"۔

﴿۴۲۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا بھائی سے پچھلے سال زمین کے معاملہ میں تنازع ہوا۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ میں نے قسم اٹھائی تھی اگر میں بھائی کے گھر قدم رکھوں یا کلام کروں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام ہو۔ مجھے بیٹوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے صلح کرلو۔ المختصر یہ ہے کہ وہ بھائی میرے پاس آیا معافی مانگی۔ زمین بھی واپس کی، میں نے اس سے گفتگو کی ور اس کے گھر گیا۔ بیٹھا رہا، چائے پی پھر واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے طلاق اٹھائی تھی کہ بھائی سے نہ کلام کرونگا اور نہ ان کے گھر جاؤں گا۔ اب مجھے بہت افسوس ہوا، جناب مجھے از روئے شرع مسئلہ بتایا جائے، جو حکم شریعت کا ہو گا اس پر عمل کرونگا۔

سائل حاجی محمد خان ولد حاجی محمد زمان خان ساکن دلیوالی میانوالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حاجی محمد خان صاحب آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھائی کے ساتھ گفتگو نہ کرنے اور ان کے گھر نہ جانے کی طلاق اٹھائی تھی۔ جبکہ آپ کے بیان کے مطابق بھائی سے کلام کی اور ان کے گھر جا کر چائے نوش فرمائی۔ لہٰذا شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو گئی۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۷ پر ہے، فاذ اضافه الی الشرط وقع عقيب الشرط۔

﴿۴۲۱﴾ فتوی شرعی: کہ میں نے قسم کے ساتھ کہا اگر میں چچا کے گھر جاؤں تو میری بیوی تین طلاقوں سے حرام ہو۔ اب میں بڑا پریشان ہوں، میرے کزن کی شادی ہونیوالی ہے۔ جناب مجھے مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اگر میں چچا کے گھر چلا جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہو گی یا نہ۔ اپنے محلہ کے استاد سے پوچھا تھا انہوں نے کہا اگر چچا کے گھر جائے گا تو بیوی سے فارغ ہو جائے گا۔

سائل محمد امان اللہ ولد احسان اللہ بلوخیل

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کے استاد نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر چچا کے گھر جائے گا تو تیری بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بدون حلالہ شرعی دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا جیسا کہ "وتنحل اليمين اذا وجد الشرط مطلقاً لكن ان وجد فی الملك طلقت"۔

﴿۴۲۲﴾ فتوی شرعی: کہ میرے والد اور میرے خاوند کے تعلقات آپس میں اچھے نہ تھے۔ والدین کی محبت ایک قدرتی امر ہے۔ میں والد کی دھڑ کرتی تھی۔ اور میرے میاں اس کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن میرے خاوند نے سخت بدکلامی کی، میرے والد کو برا بھلا کہا اور ساتھ ہی یہ کہا۔ اگر آج کے بعد تو والدین کے گھر گئی تو مجھ پر تو تین طلاقوں سے حرام ہے، اب جب کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے، فوتگی کی اطلاع آ گئی ہے میں نے جانا بھی ضروری ہے، اب میں کیا کروں۔ (یہ مسئلہ پہلے فون پر پوچھا گیا پھر تحریر میں لایا گیا، محمد علی اعظمی) سائلہ نائلہ بی بی میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: نائلہ بی بی اگر آپ والد کے گھر گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ فوت ہونے کے بعد بھی تو باپ کا گھر ہے۔آپ ایسا کریں باپ کے پڑوسی کے گھر چلی جائیں وہاں منہ دیکھ لینا اولاد سے اظہار تعزیت بھی کر لینا، یا باپ کی میت کو آپ کے گھر لے آئیں، منہ دیکھ لینا۔ جیسا کہ فتاوی شامی جلد دوم صفحہ ۶۷۲ میں ہے "اذا علمت ذلك طهر لك ان قاعدة بناء الايمان على العرف معناها ان المعتبر هو المعنى المقصود فى العرف من اللفظ المسمى، اعلم انه اذا حلف يد خل دار زيد فداره مطلقاً دار يسكنها"۔

﴿۴۲۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بیوی اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھر چلی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتہ مسلسل چار دن تک وہاں پر رہی ہے، وہاں سے آکر پھر بہن کے گھر لاہور چلی گئی تو میں بڑا پریشان ہوا۔ جب گھر آئی تو مجھے سخت غصہ آیا۔ بحالت غصہ کہا، اے فلانی آج کے بعد کسی کے گھر نہ جانا حتی کہ اپنی بہن کے گھر بھی نہ جانا اگر گئی تو مجھ پر حرام ہے۔ گالیاں دیں، تو نے مجھے تنگ کر رکھا ہے، مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

سائل غلام یٰسین ملک محلہ میانہ میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی بیوی بہن کے گھر یا کسی رشتہ دار کے گھر گئی تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ پھر آپ کو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۴۰ میں ہے، اذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل ان يقول ان دخلت الدار فانت طالق۔

﴿۴۲۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا والد سے زمین کے معاملہ میں تنازع تھا، میں نے کہا اگر میں پرسوں تک زمین واپس نہ لے لوں تو تجھ پر طلاق ہے، تو تجھ پر طلاق ہے، تو تجھ پر طلاق ہے، اب میں بڑا پریشان ہوں چھوٹے بچے ہیں، مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

سائل محمد اکرم خان موچھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق ایک شرط پر معلق ہے، فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراتہ ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰ خلاصہ کلام یہ ہے کہ پرسوں جو تاریخ مقرر کی اس تاریخ تک زمین واپس نہ ہوئی تو پھر دو طلاق کا حکم دیا جائے گا جو کہ عدت کے اندر اور بعد از عدت نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿۴۲۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں بقائمی ہوش وحواس حلفاً بیان کرتا ہوں کہ جمعہ کے دن میرے والدین کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ تو میں نے والد کو کہا کہ خاموش ہو جاؤ پڑوسی کیا کہیں گے۔ تو والد نے مجھے دو تین تھپڑ رسید کئے تو پھر میں نے غصہ کی حالت میں یہ کہا کہ مجھ پر طلاق ہے، اگر میں کپڑا آپ کو نکلوا دوں یہ واقع پونے دو ماہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

سائل شاہ جہان خواجہ آباد شریف

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ یہ طلاق معلق ہے۔ جب تک یہ شرط نہ پائی گئی تو طلاق واقعہ نہ ہوگی، فی الحال کوئی طلاق وغیرہ نہیں۔" فاذا اضافہ الی الشرط وقع عقب الشرط اتفاقاً مثل ان یقول لا مراتہ ان دخلت الدار فانت طالق عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰

﴿۴۲۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا اور میرے بھائی کی بیوی کا آپس میں کسی معاملہ پر جھگڑا ہو گیا تو میں نے یوں لفظ کہے کہ میں تجھ سے ایک منٹ بھی اکٹھے رہنے پر گزارہ نہیں کرسکتا، اگر میں اب کے بعد آپ کے ساتھ رہوں تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے، تو از روئے شرع شریف اس مسئلہ کا کیا جواب ہوگا۔ سائل امیر نواز

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فوراً گھر سے نکل جائے آئندہ تعلیق طلاق کو ختم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ سائل ماہواری سے ایک دو دن قبل صرف ایک طلاق دیدے اور رجوع قولی فعلی نہ کرے۔ اس کے بعد میاں بیوی علیحدہ رہیں۔ تین ماہواریوں کے بعد پھر سائل بھاوج کے ساتھ بول چال رہن سہن اکٹھا رکھ دیں۔ اس کے بعد میاں بیوی جدید نکاح کیساتھ پھر زندگی بھر اکٹھے رہ سکتے ہیں اور پہلی تین معلق طلاقیں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے "ینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً ۔۔۔۔ فحیلہ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدت تدخلها فتنحل الیمین فینکحها"۔

﴿۴۲۷﴾ فتوی شرعی: کہ میرا بھائی کے ساتھ جھگڑا ہوا کیونکہ وہ مجھے بے موقع گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور بیٹھک میں رکھ دیا۔ اتنے تک میری بھتیجی آئی اس نے میرے بازوں سے پکڑ کر واپس لانا چاہتی تھی اسی کھینچا تانی میں گر کر زخمی ہوا۔ اور طیش میں آ کر کہا کہ میں ادھر جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق سے حرام ہے۔ مجھ پر طلاق ہے، مجھ پر حرام ہے، یہ الفاظ تین دفع کہے،

(نوٹ) جب مفتی جامعہ اکبریہ نے پوچھا ادھر سے کیا مراد ہے تو طالق نے کہا ادھر سے مراد کمرے تھے، ابھی میں بیٹھک میں ہوں) لہٰذا مجھے شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد یعقوب کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طالق محمد یعقوب کے بیان اور دوسرے گواہان کے بیان کے مطابق اس نے اشارہ کر کے کہا میں ادھر جاؤں تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق سے حرام، اس کی مراد جو خود طالق اور دوسرے گواہان بیان کی ہے کہ اُدھر سے مراد کمرے تھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سامان بھی کمروں سے نکلوایا گیا۔ قاعدہ شرعی کے مطابق جہاں اشارہ میں یا مراد میں ابہام ہو تو حالف کی نیت ہی معتبر ہوتی ہے۔ اب طالق نے خود حلفاً کہہ دیا اور گواہوں کی تائید بھی حاصل ہو گئی۔ لہٰذا شرعی فیصلہ یہ ہے کہ محمد یعقوب ان کمروں میں رہے گا تو اس کی بیوی مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ بھتیجے کے کمروں میں یا اور بیٹھک میں رہے تو بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔ "فاذا اضافه الى الشرط وقع عقبب الشرط اتفاقاً مثل ان يقول لا مراته ان دخلت الذار فانت طالق" عالمگیری جلد دوم ص ۴۴۰

﴿۴۲۸﴾ **فتویٰ شرعی :** کہ میرا بیوی کے ساتھ گھریلو کام پر جھگڑا ہوا۔ میں نے غصہ میں کہا میں تجھے آج گھر سے نہ نکالوں تو مجھ پر طلاق ہے۔ میں اسی وقت گھر سے چلا گیا اور والد نے میری بیوی چچا کے ہمراہ بھیج دی۔ شرعی مسئلہ س آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد اقبال

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ محمد اقبال کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ شرط پوری کردی گئی ہے۔ اور عربی قاعدہ ہے "اذا فات الشرط فاذا فات المشروط"

﴿۴۲۹﴾ **فتویٰ شرعی :** کہ میرا بیوی کے ساتھ کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا، کیونکہ میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں۔ معمولی بات پر سخت غصہ آجاتا ہے، تو میں نے بحالت غصہ اپنی بیوی کو یہ کہا کہ مجھ پر تین طلاق ہے اگر میں تجھے گھر میں رہنے دوں۔ اب میں بڑا پریشان ہوں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمادیں۔ سائل محمد اکرم PAF

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ سائل نے تین طلاق کو گھر میں رہنے پر معلق کیا ہے۔ اگر کلام متصل ہو تو طلاق کے الفاظ کی تقدیم تاخیر سے فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

معاشرہ میں شرط عموماً بعد میں بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا محمد اکرم کی بیوی گھر میں نہیں رہ سکتی اگر رہنے کا ارادہ کرلیا یا ٹھہر گئی تو مطلقہ بہ سہ ۳ طلاق ہو جائے گی۔ چنانچہ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۸۸ میں ہے، ینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً.... فحیلہ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقھا واحدۃ ثم بعد العدت تدخلھا فتنحل الیمین فینکحھا۔

﴿۴۳۰﴾ فتوی شرعی: کہ گھر میں بیوی میرے ساتھ بیٹھی تھی اچانک کسی بات پر مجھے غصہ آیا اور میں نے تین چپل پھیک کر (یعنی مار کر) ان کو گھر سے فارغ کر دیا۔ آیا ازروئے شرع شریف کیا حکم ہوگا۔

(نوٹ) جب مفتی صاحب نے سائل سے پوچھا لفظ فارغ سے تیری طلاق مراد تھی تو سائل نے حلفاً کہا بالکل نہیں)

سائل محمد عباس خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ تین چپل کیا ہزار چپل مارنا یا پھینکنا بھی پایا جائے جب تک زبان سے الفاظ طلاق نہ نکلیں تو طلاق نہیں ہوتی۔ ہاں فارغ کا لفظ طلاق کنایہ سے ہے، جس سے طلاق کا وقوع طالق کی نیت پر موقوف ہوتا ہے، یا مذاکرہ طلاق ہو یا دلالۃ حال ہو چونکہ مذاکرہ طلاق اور دلالۃ حال نہ ہے اور خود طالق کے بیان کیا کہ اس لفظ سے میری نیت طلاق نہ تھی۔ لہٰذا ازروئے شرع شریف سائل مذکور کی منکوحہ پر اس لفظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۳۱﴾ فتوی شرعی: کہ مدعی مقرب خان کہتا ہے کہ تمام گندم دینے کی مجھ سے گل میر خان نے شرط لگائی جو کہ ہار گئے صرف یہ نہیں بلکہ تین طلاق بھی اٹھائی۔ بوقت طلاق وشرط ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ (دستخط مقرب خان)

بیان مدعلیہ۔گل میر خان

کہتا ہے میں نے تمام گندم کی شرط تو لگائی مگر طلاق کا ذکر تک نہیں ہوا۔ یہ بیان حلفاً دستخط کہتا ہوں۔

(دستخط گل میر خان)

مدعی تین طلاق اور تمام گندم کی شرط لگانے کا بیان دیتا ہے۔ اور مدعلیہ صرف شرط کا اقراری اور طلاق کا انکاری ہے۔اس صورت حال میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہوگا۔

سائل مقرب خان،گل میر خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ مدعی مقرب خان تمام گندم کے ساتھ تین طلاقوں کا حلف بھی اٹھاتا ہے جبکہ مدعلیہ گل میر خان صرف گندم کی شرط کا اقراری ہے۔اصول شرع یہ ہے کہ اس معاملہ میں مقرب خان کی شرط فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعی ہے حدیث شریف میں ہے"البینة علی المدعی الیمین علی من انکر" مقرب خان کے پاس گواہ نہیں اور نہ گل میر خان کے پاس ہے تو اب مدعلیہ (گل میر خان) سے قسم لی جائے گی اگر وہ حلف دیتا ہے تو فیصلہ اسی پر ہوگا۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ فیصلہ صرف گندم کی شرط پر ختم ہوگا طلاق وغیرہ نہ ہوگی۔

نوٹ: شرط لگانا حرام ہے مدعی اور مدعلیہ کو چاہیے کہ آئندہ محتاط رہیں۔

«۴۳۲» **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ آج صبح میرا برادر نسبتی آیا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔میری بیوی جب چائے لیکر آئی تو ہماری باتوں میں مداخلت کرنے لگی، میں نے منع کیا لیکن باز نہ آئی۔ میں نے غصہ میں کہا جا کتی آج سے توں میری والدہ ہے، مجھے تیری ضرورت نہ ہے، میرے گھر سے نکل جا۔آیا ان الفاظ سے میری بیوی مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔

سائل رہتاس خان علووالی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هو الله الموفق بالصواب۔

صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ آپ کے الفاظ اولیٰ تو آج سے میری والدہ ہے سے ظہار ثابت نہیں ہوتا۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

لو قال لها انت امی لا یکون مظاهر اوینبغی ان یکون مکروها۔

پھر اس کے ظہار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ظہار کے لیے صراحتاً حرف تشبیہ کا ہونا شرعا ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے،

فعلم انه لا بد فی کونه ظهارا من التصریح باداة التشبیه شرعا۔

اور ظاہر ہے کہ آپ کے ان الفاظ میں حرف تشبیہ صراحتاً مذکور نہیں تو ان الفاظ سے ظہار ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاوٰی عالمگیری میں ہے، ولو قال لا حاجة لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق، بلکہ یہ الفاظ طلاق کے الفاظ کنایات ہی سے نہیں ہیں کہ نہ تو ان میں انشاء طلاق ہے نہ اخبار طلاق۔ پھر یہ تعریف الکنایہ ہی صادق نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس پر ان سے طلاق ہی واقع نہیں ہوتی۔

ردالمحتار میں ہے

ماذکروه فی تعریف الکنایة (ما احتمل الطلاق وغیره) لیس علی الطلاقه بل هو مقید بلفظ یصح خطابها به ویصلح لانشاء الطلاق الذی واضمره الاخبار بانه اوقعه ولا بد من ثالث هو کون اللفظ سیا عن الطلاق وناشأ عنه ملخصا۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

توان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔ پھر آپ نے کہا تو میرے گھر سے نکل جا تو یہ الفاظ کنایات طلاق سے ہیں کہ ان پر تعریف کنایہ صادق آرہی ہے۔ اوران کا محتمل طلاق ہونا اوران کا اخبار پر دال ہونا۔ بلکہ ان کا ناشی عندالطلاق ہونا طاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے

ونحو اخرجی واذہبی وقومی ای من ہذا المکان لینفع الشرفیکون (رداً اولاً انہ طلقہا فیکون جوابا۔

پھر جب ان الفاظ کا نیت طلاق ہونا ثابت ہو چکا تو اگر ان کو بہ نیت طلاق کہا ہے تو ان سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ ضروری ہے کہ عدت کے اندر رجوع کرے۔

﴿۴۳۳﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں نے سسر کو جا کر کہا کہ آج میں بیوی کو طلاق دے کر جاؤں گا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں۔

سائل مولوی نجم الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ آج میں طلاق دے کر جاؤں گا تو طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں شوہر اپنے آئندہ طلاق دینے کے قصد اور ارادہ کا اظہار کر رہا ہے اور نہ اس وقت وہ ایقاع طلاق کر رہا ہے نہ اس کی خبر دے رہا ہے محض قصد وارادہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

لو قال نویت طلاقك او ارادت طلاقك لا تطلق وان نوی۔

لہٰذا اگر اس شوہر نے صرف یہی الفاظ کہے ہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولو قال هويت طلاقك او احببت طلاقك او رضيت طلاقك او ازدت طلاقك لا تطلق وان نوى۔

لہذا آپ کی بیوی اب بھی آپ کی بیوی موجود ہے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۳۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میری بہن ایک پڑھی لکھی ملازمہ ہے۔ ہمارے بہنوئی کا آئے روز جھگڑا ہو جاتا ہے میں کل ان کے گھر گیا تو پہلے تنازع شروع تھا، میں نے کہا میری بہن کو طلاق دو اس نے کہا یہ عورت میرے کام کی نہیں میں اس کو ہرگز نہیں رکھتا، کیا اس کے ایسا کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں۔

سائل غلام فرید ملک

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ کے بھائی فرید کے مطالبہ پر یہ الفاظ کہے کہ یہ عورت میرے کام کی نہیں ہے تو یہ الفاظ طلاق کے ہیں چنانچہ فتاوی قاضی خاں ص ۴۷ جلد ۷ میں ہے

ولو قال لم يبق بيني وبينك عمل يقع الطلاق اذا نوى۔

فتاوی عالمگیری ص ۳۷ جلد ۲ میں ہے

وفى الفتاوى لم يبق بينى وبينك عمل ونوى يقع كذا فى العنايه۔

ظاہر ہے کہ ان الفاظ عربی کے تحت شوہر کے الفاظ بھی داخل ہیں اور بلاشبہ وہ قول اس قول پر مشتمل ہے تو جس طرح اس قول سے طلاق واقع ہوگئی اسی طرح اس قول سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

اب باقی رہا یہ فرق کہ اس قول میں شوہر سے نیت دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہاں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ پہلے طلاق کا صراحتہ ذکر تھا نہ وہ قول مطالبہ طلاق کے جواب میں ہے تو اس قول سے پہلے مذاکرہ طلاق صراحتہ پایا گیا۔ اور جو الفاظ کنایہ سوال طلاق کے جواب میں کہے جائیں گے تو ان سے مذاکرہ طلاق کی بنا پر طلاق کا واقع ہونا نیت پر موقوف نہیں ہے۔

ردالمحتار مصری ص ۴۷۷ ج ۲ میں ہے

اما اذا تکلمت بسوال الطلاق فقد حصلت المذاکرۃ وفیھا لا تتوقف علی النیۃ۔

یہ الفاظ کنایہ کی تیسری قسم جواب فقط میں داخل ہیں اور حالت مذاکرہ طلاق کی ہے تو ان الفاظ سے طلاق بلا نیت کے بھی واقع ہوگئی۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۴۷۸ میں ہے

والثلث یتوقف علیھا فی حالۃ الرضاء فقط ویقع فی حالۃ الغضب المذاکرۃ بنیۃ۔

خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی اور اس صورت خاص میں اس سے نیت دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

﴿۴۲۵﴾ **فتوی شرعی** کہ میں اپنے سسرال گیا کیونکہ پہلے میرے اور میرے سسرال کا زمین کے معاملہ میں تنازع چل رہا تھا حتی کہ ہم نے ایک دوسرے کے خلاف درخواست بازی کی ہوئی ہے تو میں صلح کے معاملہ میں گیا تو میرے برادر نسبتی غلام محمد ایک فائل لیکر آئے اس میں سے اسٹام نکالا مجھے کہا انگوٹھا لگا دو میں نے اس نیت سے لگا دیا کہ شاید کوئی گواہی وغیرہ ہوگی طلاق کا میں نے سوچا تک نہ تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ طلاق نامہ تھا۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔ سائل محمد فرقان سیالوی۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس دستاویز کے بعد عدم وقوع طلاق کی یہ چند وجوہ سمجھ میں آتی ہیں، (۱) دستاویز میں جس واقع کو لکھا گیا ہے اگر یہ واقعہ نہیں گزرا اور خسر نے یہ تحریر طلاق واقع محض اپنی طرف سے گڑھ کر لکھی ہے اور یہ بات بھی سچ ہو کہ شوہر نے بغیر پڑھے انگوٹھا لگا دیا اور یہ بھی صحیح ہو کہ شوہر اس تحریر کے مضمون طلاق کا ابتدا ہی سے منکر ہے تو ہرگز طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فتاوی شامی ص ۴۴۰ میں ہے

کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع الطلاق مالم یقر انہ کتابہ۔

(۲) دستاویز کا واقعہ تو ضرور وجود میں آیا اور سالے نے اس واقعہ کے موافق یہ تحریر لکھی کہ شوہر نے اپنی بیوی کی طرف بغیر خطاب و اضافت اور اشارہ کے تین بار صرف طلاق طلاق طلاق کہا اور یہ تحریر شوہر ہی کی تسلیم بھی کر لی جائے تو اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ طلاق صریح کے واقع ہونے کے لیے لفظ طلاق کی عورت کی طرف کسی طرح کی اضافت ضروری ہے مثلاً یوں کہے کہ میری عورت کو طلاق ہے یا فلانی عورت کو طلاق ہے یا عورت کو مخاطب بنا کر کہے تجھے طلاق ہے یا عورت کی طرف اشارہ کر کے کہے اس کو یا اسے طلاق ہے اور اس دستاویز میں عورت کی طرف کوئی اضافت مذکور نہیں ہے اور نہ عورت کو طلاق دینے کی نیت ہے۔ لہٰذا اس دستاویز کے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

درمختار جلد ۲ ص ۴۴۰ میں ہے

لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا۔

ردالمحتار جلد ۲ ص ۴۴۲ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان الصریح لا یحتاج الی النیۃ ولکن لا بد فی وقوعہ قضاءً و دیانۃ من قصد اضافۃ لفظ الطلاق الیھا عالما بمعناہ۔

(۳) شوہر نے جب اس تحریر پر بغیر پڑھے انگوٹھا لگایا اور اس کا طلاق دینے کا قصد وتصور نہ تھا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوئی۔

فتاوی شامی میں ہے

لو کرر مسائل الطلاق بحضرتھا 'کتب نا قلا من 'کتاب امراتی طالق مع التلفظ او حکی غیرہ فانہ لا یقع اصلا مالم یقصد زوجتہ و عمالو لقنتہ لفظ الطلاق فتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ فلا یقع اصلا علی ما افتی بہ مشائخ اوزجند صیانۃ عن التلبیس۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

«۴۳۶» **فتوی شرعی:** کہ میرے داماد نے بوقت نکاح اقرار نامہ حلف کے ساتھ لکھ دیا تھا کہ میں اپنی منکوحہ کو والدین کی مرضی کے خلاف کہیں لے جاؤں تو میرا نکاح نہیں رہے گا۔اب وہ آزاد کشمیر ساتھ لے جا رہا ہے، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد شاہد عباس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلا شک وشبہ مذہب حنفیہ کی رو سے طلاق بائن واقع ہو گئی کہ شرط کے پائے جانے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے،

بحر الرائق جلد ۴ ص ۸ میں ہے،

قولہ فیقع بعدہ ای یقع الطلاق بعد وجود الشرط۔

ہدایہ جلد ۲ ص ۳۵۹ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اضافه الیٰ شرط وقع عقیب الشرط۔

فتاوی شامی جلد۲ ص ۶۷۸ میں ہے،

ووجود الیمین شرط الحنث فیحنث۔

باب طلاق المدہوش

﴿۴۳۷﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ مجھے پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے۔ گذشتہ دنوں میں نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی ،کیا ایسی حالت میں طلاق ہو جائے گی۔

سائل عمران اسلم خان عیسیٰ خیل

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هوالله الموفق بالصواب:

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ شرعاً درستی عقل شرط طلاق ہے اور اختلال عقل مانع، نیز جس کا جنون و مدہوشی و اختلال عقل صرف ایک مرتبہ ثابت ہو جائے تو کلمات طلاق جو اس کی طرف منسوب کیئے جائیں ان کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کہ مجھے جنون یا مدہوشی و اختلال عقل کا دورہ پڑا ہوا تھا، کافی ہے اور وہ کلمات طلاق جو فی الواقع اس نے کہے بھی ہوں، طلاق متصور نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس کے لیے درستگی عقل کی شرط پائی نہین جائیگی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

ما جعل علیکم فی الدین من حرج

اور تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

بدائع الصنائع جلد۳ص ۹۹ میں ہے

والعقل من شرائط اهلیة التصرف

فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۴۸ میں ہے

والمبرسم من الهندیة ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم المغنی علیه والمدهوش۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

فتاوی قاضی خان جلد۲ص۲۱۳ میں ہے

رجل عرف انه كان مجنونا فقالت له امراته طقتنی البارحت فقال الزوج اصابنی الجنون ولا یعرف ذلك الا بقوله كان القول قوله۔

فتاوی خیریہ جلد ۱ص۴۰ میں ہے،

ان المدهوش ان عرف منه الدهش مرة فالقول قوله بيمينه

فتاوی شامی جلد۲ص ۵۸۷ میں ہے

تشرأ والنظر له و سئل نظما فيمن طلق زوجته ثلثا فی مجلس القاضی وهو مغتاظ مدهوش فاجاب نظما ايضاً بان الدهش من اقسام۔فلا يقع واذا كان يعتا ده بان عرف منه الدهش مرة يصدق بلا برهان۔ هكذا فی الفتاوی الشامی

تو اگر صورت مندرجہ بالا صحیح و واقعی ہے اور آپ کو مدہوشی و اختلال عقل کے دورے پڑا کرتے ہیں تو طلاق دیتے وقت آپ کی ذہنی حالت درست نہ تھی اور مدہوشی کا دورہ تھا، تو طلاق لغو باطل شمار ہوگی اور طلاق ایک بھی نہیں پڑے گی اگر چہ اس مدہوشی کا گواہ ایک بھی نہ ہو۔ اگر آپ نے جھوٹ، غلط بیانی سے کام لیا ہے تو آپ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

﴿۴۳۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا پڑوسی ایک انتہائی غریب آدمی ہے مگر عقل بہت کم رکھتا ہے۔ اس لیے تو گھر کی اشیاء اٹھا کر گلی میں پھینک دیتا ہے، بعض اوقات راہ گزر کو دے بھی دیتا ہے، ہم بہت پریشان ہیں اور اس نے کل والے دن اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور اسے تین طلاقیں دے دیں، کیا ایسے آدمی کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

سائل نور محمد کمہار وانڈھی روشن والی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ نے جس شخص کے بارے میں بتایا وہ شخص پاگل نہیں ہے۔ جس کی طلاق واقع نہ ہو۔ بلکہ طلاق ایسے کی واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبد۔۔۔۔ وما زلا او سفها خفیف العقل (درمختار) وشرح السفہ فی اللغۃ الخفۃ وفی اصطلاح الفقہا۔ خفۃ تبعث الانسان علی العمل فی مالہ بخلاف مقتضی العقل ۔(ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۰)

﴿۴۳۹﴾ فتوی شرعی: کہ میری بیٹی کا گھر والا شراب کا نشہ کرتا ہے، اور اس نے اسی نشہ کی حالت میں میری بیٹی کو تین طلاقیں دے دیں، میں مسمات مصباح بی بی، میرے بیٹے محمد فرحان اور میرا خاوند گواہ ہیں۔ آیا حالت نشہ میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔

سائلہ مصباح بی بی میانوالی

الجواب : صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس حالت میں آپ کی بیٹی کو طلاق ہو گئی ہے۔

فتاوی شامی ردالمحتار جلد دوم ص ۵۸۶ میں ہے

وفی التاتارخانیہ طلاق سکران واقع اذا اسکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا

پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹی کو طلاق ہوئی ہے، اگر آپ کے داماد نے لفظ طلاق تین مرتبہ یا اس سے زیادہ کہا ہے، تو اس کی بیوی مغلظہ بائنہ ہو گئی۔ رجعت اس سے درست نہیں اور نکاح جدید بھی بلا حلالہ کے درست نہیں ہے۔ اور اگر لفظ طلاق ایک مرتبہ کہا ہے تو اس میں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رجعت عدۃ کے اندر صحیح ہے، اور بعد عدت کے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔

﴿۴۴۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا باپ بڑھاپے کی وجہ سے پاگل ہو گیا ہے، ہر وقت میری والدہ کو کہتا رہتا ہے میں نے تجھے طلاق دی ہے، کیا پاگل آدمی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سائل محمد رمضان میانہ کھوہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر آپ کا باپ واقعی پاگل ہے اور مستند ڈاکٹر بھی پاگل کہتا ہے جیسا کہ رپورٹ آئی ہے، تو پاگل آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستقیظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المجنون حتی یفیق۔ ہدایہ شریف جلد دوم ص ۳۳۰، ردالمحتار جلد دوم ص ۱۳۲ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی والمجنون۔

﴿۴۴۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا بیوی کے ساتھ کئی دنوں سے رشتہ کے معاملہ میں تنازع چل رہا تھا میرے برادر نسبتی آئے انہوں نے مجھے شراب پلائی اور نشہ کی حالت میں مجھ سے کاغذ پر نشان انگوٹھا لگوایا پھر ضلع کچہری جا کر عرضی نویس سے میری طرف سے طلاق نامہ لکھوالیا، آیا میری بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئی یا نہیں۔

سائل محمد ظہیر الدین کرمشانی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ فرضی جعلی طلاق نامہ لکھ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح شراب شوہر کو پلا کر، یا سفید کاغذ پا دستخط یا نشان انگوٹھا لگوا کر طلاق نامہ تیار کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پاک میں ہے

الذی بیدہ عقدۃ النکاح

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، ھکذا فی کتب الحدیث والفقہ۔

ردالمحتار جلد۲ ص ۵۸۷ میں ہے

ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها و قرأہ علی الزوج فاخذ الزوج و ختمه و عنونه و بعث به الیها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه کتابه ولم تقم بینه لکنه وصف الامر علی وجهه لا تطلق قضاء ولا دیانته و کذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقر انه کتابه۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۴۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،
کہ میں نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق
دی، میں نے تجھے طلاق دی، آیا غصہ مانع طلاق ہے یا نہیں۔

سائل احمد بخش ڈھوک علی خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ آپ کی بیوی مطلقہ مغلظہ بہ سہ ہوگئی۔

قرآن کریم میں ہے

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

نشے اور غصے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذہب حنفی کی تمام کتب معتبرہ کی تصریحات جلیلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکران (نشے والے
) کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بلکہ نبیذ وغیرہ اشیاء کے استعمال سے نشے کی صورت میں بالتخصیص
قول مفتیٰ بہ کی بناء پر وقوع طلاق کی تصریحات جلیلہ بھی صاف صاف موجود ہیں۔

فتح القدیر جلد۳ ص ۳۴۸ میں ہے،

والنظم من الدر (او سکران) ولو نبیذ او حشیش او افیون او
بنج زجرا به یفتیٰ تصحیح القدوری

اور یونہی طلاق غضبان (غصے والے) کے وقوع کی واضح اور روشن تصریح موجود
ہیں۔فتاوی امام غزی تمرتاشی ص ۵۳ میں ہے واما طلاق الغضبان فعمومات
کلام اصحابنا طقته بالوقوع بلکہ آئمہ دین متین نے تو غصے کو دلیل طلاق قرار دیا اور
فرمایا کہ وہ کلمات کنائی صریح طلاق ہیں غصے کی حالت میں طلاق ہیں۔اگر چہ طالق نیت طلاق کا
صریح انکار کرے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بحر الرائق جلد۳ ص۳۰۳ میں ہے،

والنظم للامام فقیہ النفس و فی حالة الغضب یقع الطلاق بثلاثته من هذه الثمانیته و اذا قال لم انوا لطلاق لا یصدق قضاء۔ مبسوط جلد ٦ ص ٨٠ وفی حالته الغضب لا یدین (الیٰ ان قال) تعین اطلاق مراد، تو صریح میں بطریق اولیٰ کہ اقویٰ من الکنایہ ہے بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلمات صریحہ میں اور وہ بھی وہ جو پورے ادا نہ کیئے گئے ہوں وقوع طلاق کی غصے کی حالت میں تصریح فرمادی اور رضا کی حالت میں ہو تو نفی مثلاً انت طال سکون لام سے، حالت رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے۔

خانیہ جلد۲ س۲۱۴، بحر الرائق جلد۳ ص۲۵۵، فتاوی عالمگیری جلد۲ ص۵۰ میں ہے

والنظم من الهندیة ولو حذف القاف من طالق فقال انت طال فان کسر اللام وقع بلا نیته والا نان کان فی مذاکرة الطلاق او الغضب فکذلك

فتاوی قاضی خان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں، بلکہ یہاں تک مصرح کہ اگر غصے کا یہ علم ہو کہ طلاق کا علم ہوتے ہوئے بھی صحیح نہ بول سکے اور طلاق کو تلاق، طلاغ، تلاک، طلاک ،تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

خانیہ جلد۲ ص۲۱۱ میں ہے

لان هذا مما یجری علیٰ لسان الناس خصوصا فی الغضب والخصومته فیکون الطلاق واقعا ظاهر اولا یصدق قضاء۔

تو واضح ہوا کہ غصہ منافی طلاق نہیں بلکہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے۔

بدائع صنائع جلد۳ ص۱۰۲ میں ہے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والنظر لملك العلماء حال الغضب ومذاكرة الطلاق دليل ارادة الطلاق ظاهرا فلا يصدق في الصرف عن الظاهر

مہر نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ صورت مندرجہ میں طلاق واقع ہوگئی اور ایسے عذر نہ دافع بن سکتے ہیں اور نہ رافع ۔ استفادہ فتاوی نوریہ۔
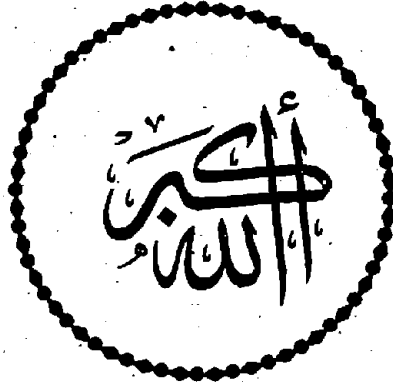
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب المکرہ

﴿۴۴۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں،

کہ اگر کسی سے زبردستی طلاق نامہ پر انگوٹھا وغیرہ لگوایا جائے باوجود اس کے وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا رہے اور وہ شخص جان کے خوف سے ایسا کردے تو کیا طلاق ہو جائے گی یا نہیں۔

سائل کریم احمد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی کریم احمد انکار کرتا رہا او جبراً انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

فتاوی عالمگیری جلد۲ ص ۶۳ میں ہے،

رجل اکرہ بالضرب والحبس علیٰ ان یکتب طلاق امرأته فلا نته بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلا نته بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

﴿۴۴۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا برادر نسبتی محمد خان میرے گھر آیا۔ اس کا میرے ساتھ معمولی جھگڑا ہوا اور اس نے کہا میری بہن کو طلاق دے دو ورنہ میں تمہیں مارونگا تو میں نے تین طلاقیں دے دیں کیا میری عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ سائل محمد جمال مظہر آف علووالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اس طرح طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ عند الحنفیہ اکراہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا الدر المختار جلد دوم ص ۵۷۵ میں ہے، ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو عبدا او مکرھا فان طلاقه صحیح لا اقرارہ بالطلاق (درمختار جلد دوم ص ۵۷۶) وفی البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب الکنایات

﴿۴۴۵﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی اور میری ماں کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ میری ماں نے کہا کہ بیوی کو طلاق دے دو۔ میں نے کہا کہ مجھ پر حرام، حرام، حرام ہے، جبکہ بیوی موقع پر موجود نہ تھی اور میں نے تین عدد روڑے پھینک دیئے نہ میں نے بیوی کا نام لیا اور نہ ہی موقع پر بیوی حاضر تھی۔

سائل فدا حسین ولد عطا محمد ساکن شہباز خیل ضلع میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوهاب هو الله الموفق بالصواب: مجھ پر حرام یا میں نے چھوڑی کے الفاظ کی نسبت بیوی کی طرف نہیں اور نہ بیوی موقع پر موجود ہے ایسی صورت میں طلاق واقعہ نہ ہوگی۔

فتاوٰی رضویہ جلد ۲ اصفحہ ۳۳۶ میں ہے،

"لا یقع فی جنس الاضافة اذالم ینو لعدم الاضافة الیها"

بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۱ پر دیکھئے۔ روڑہ پھینکنا طلاق شمار نہیں ہوتا۔

﴿۴۴۶﴾ **فتوی شرعی:** میرا اور میری بیوی مسماۃ بشیراں خاتون کا گندم کی کھلوٹی لانے پر جھگڑا ہوا۔ اس کو میں نے منع کیا کہ ضرورت نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا اور نازیبا کلمات اِستعمال کیئے میں اسے مارنے کے لیے دوڑا تو وہ بھاگ کر گھر کی کھڑکی سے باہر نکل گئی تو میں نے غصہ میں کہا ایک، دو، تین طلاق سے چھوڑا۔ نہ بیوی موجود تھی وہاں پر نہ ہی اس کی والدہ یا والد یا اس کا نام لیا اس موقعہ پر میرے چچازاد بھائی لطیف اللہ خان بھی موجود تھے۔ یہ الفاظ غیر ارادی طور پر زبان سے جاری ہوئے۔ ارادہ طلاق نہ تھا۔

سائل محمد خان سکنہ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ میں نہ مذاکرہ طلاق ہے نہ ہی نسبت پائی گئی ہے۔ ایک، دو،

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تین طلاق سے چھوڑا تنہا طلاق نہیں اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ جلد اول صفحہ ۳۸۲ میں ہے، لا یقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافة۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اضافت والے معاملہ میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ جب تک اضافت کی نیت نہ کی ہو۔ کیونکہ بیوی کی طرف اضافت نہ ہوئی۔ جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۵۹ میں ہے، ہاں اگر واقع میں اس نے نیت تین طلاق کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا۔ عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ "ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ" القرآن۔ کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

﴿٤٤٧﴾ **فتوی شرعی:** ایک شخص مسمی حاکم خان ولد شیر خان نے برادری کے مجبور کرنے پر اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہا۔ جب کہ مسمی مذکورہ حلفاً کہتا ہے کہ میرا اپنی بیوی کو ایک طلاق دینے کا ارادہ بھی نہ تھا صورۃ مذکورہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل ضیاء اللہ خان

الجواب: صورۃ مسئولہ کے مطابق چونکہ شخص مذکورہ نے حلفیہ بیان کیا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔ لیکن برادری کے دباؤ پر میں نے طلاق دی۔ جب کہ تین دفعہ محض ان کو مطمئن کرنے کے لیے الفاظ طلاق دہرائے۔ تین طلاقیں نہیں دیں۔ بلکہ بطور تاکید کے دو مرتبہ اضافی لفظ ایک طلاق کے بعد استعمال کئے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوگی چونکہ خاوند نے عدت میں رجوع بھی کرایا اور زبانی بھی بتایا گیا ہے لہٰذا وہ طلاق غیر موثر ہوگی اور زوجین کا میاں، بیوی کی طرح رہنا جائز ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۴۸﴾ **فتوی شرعی** کہ میرے خاوند نے گھریلو جھگڑے کے بعد مٹھ بھر ریت پھنکتے ہوئے کہا کہ جا چھا ہو جا۔ اس وقت کوئی گواہ نہ تھا سوائے ایک چھوٹی بچی کے۔ طلاق دہندہ سے پوچھا کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق نہیں کہے تھے میں یہ بات حلفاً کہہ رہا ہوں صرف معاملہ کو ختم کرنے کے لیے کہہ دیا۔ اس کے علاوہ کوئی طلاق کی نیت نہ تھی۔ ان سے پہلے طلاق کا ذکر بھی نہیں ہوا تھا۔

سائل محمد اقبال درویش خطیب جامع مسجد مجاہد ملت روکھڑی موڑ میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب باصواب یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ الفاظ ہیں۔ نیت سے طلاق ہوگی اور عدم نیت سے طلاق نہ ہوئی۔ چونکہ طالق اقراری ہے کہ میری طلاق کی نیت نہ تھی لہٰذا ان پر کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

چنانچہ شامی باب الکنایات میں یہ ہے

" فالکنایات لا تطلق بها لا نیته"۔ "فالکنیات لا تطلق بها قضاءً الا بنیة او دلالة الحال "

درمختار جلد دوم صفحہ ۶۴۶، فتوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۵۸۳، احسن الفتاوی جلد ۵ صفحہ ۱۸"

کنایات سے طلاق سے وقوع پر موقوف ہے، هذا ماعندی ولعل عند غیری احسن من هذا۔

﴿۴۴۹﴾ **فتوی شرعی:** کہ مسمی فیض حمید گھر آیا تو اس کی بیوی کسی کام سے گھر سے باہر تھی اس کی عدم موجودگی میں اس نے اپنی والدہ سے تکرار کی۔ اس نے غصہ میں کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق اور تین اوپلے بھی پھینک دیئے۔ کیا شرعاً یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

سائل محمد اسلم خان روکھڑی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں طلاق کی نسبت لفظاً معناً بیوی کی طرف نہ ہے کیونکہ مخاطب بیوی نہیں ماں ہے۔ اور نہ ہی اس کا نام لیا لہٰذا بغیر اضافت لفظی و معنوی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اوپلے پھینکنا یا پتھر وغیرہ ڈالے اور کلام میں نسبت نہ کرے تو اوپلے پھینکنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ بمطابق بیان سائل نے بے ارادہ طلاق کے لفظ کہے اور ارادہ اور نیت پر اس کا بیان کافی ہے۔ " فالکنایات لا تطلق بها لا بنیته"۔ "فالکنایات لا تطلق بها قضاءً الا بنية اودلالة الحال "(در مختار جلد دوم صفحہ ٦٤٦۔

﴿۴۵۰﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص سالی کو اغواء کر لیتا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا اور زنا وغیرہ کا انکار کرتا ہے تو کیا اس اغواء کے عمل سے اس کی بیوی مطلقہ ہوئی ہے یا نہیں۔

سائل محمد رزاق سکنہ کندیاں میانوالی

الجواب: صورۃ مسئولہ کا جواب باصواب یہ ہے کہ سالی سے غلط تعلقات اغواء بد نظری سب حرام فعل ہیں اس پر توبہ لازم ہے مگر صرف اس جرم کے بدلہ میں اغواء کنندہ کی بیوی مطلقہ نہیں ہوتی۔

﴿۴۵۱﴾ **فتوی شرعی:** کہ اگر ایک شخص اپنی بیٹی سے جھگڑتے ہوئے کہے کہ تو ماں کی شہ پر گستاخی کر رہی ہے، طلاق، طلاق، طلاق تو کیا ماں پر طلاق واقع ہو جائے گی،

سائل فتح خان بھکر

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ مخاطب بیٹی ہے، ماں موجود نہ ہے نہ نسبت واضافت ہے بغیر نسبت واضافت طلاق واقع نہ ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری ص ۴۰۸، فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۳۸ پر ہے،

رجل قال لامراته فی الغضب اگر تو زن منی سه طلاق و

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حذف الیاء لا تطلیق لانه ما اضاف الطلاق الیہا

اسی طرح ہدایہ شریف میں ہے،

لا یقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافة الیہا

یعنی اضافت والے امور میں جب نیت نہ ہوتو بیوی کی طرف اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی۔ بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۱ پر بھی اسی طرح موجود ہے۔

درمختار میں ہے، لم یقع لترکه الاضافة الیہا

اسی ردالمحتار میں ہے، قوله لترکه الاضافة ای المعنویة فانها الشرط و الخطاب من الاضافة المعنویة و کذا الاشارة نحو هذه طالق

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مطلقاً طلاق طلاق کہنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

﴿۴۵۲﴾ **فتوی شرعی:** کہ ایک شخص جسکا نام مقرب خان ولد نور خان قوم اعوان سکنہ چھوئی۔ جس وقت جھگڑا ہوا میں اس وقت رکھی موڑ پر تھا یہ بیان میں خداوند قدوس کو حاضرو ناظر سمجھ کر دے رہا ہوں کہ میں گھر جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک آدمی نے بتایا کہ تمہارے گھر میں جھگڑا ہوگیا ہے، جب میں گھر پہنچا تو شخص غلام حسین اور احمد گل دونوں زخمی تھے تو میں ان کو میانوالی ہسپتال لے گیا، احمد گل بے ہوش تھا، غلام حسین ہوش میں تھا، میں نے غلام حسین سے پوچھا کہ کتنے آدمی لڑائی کرنے والے تھے تو اس نے بتایا کہ پانچ آدمی تھے پھر میں نے ان پانچ آدمیوں کی ایف۔آئی۔آر درج کروائی اور یہی بات جس کی وجہ سے میں نے گواہی نہیں حلف دیا، جو مجھے کہا گیا ہے تو میں نے اس پر جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر بیوی حرام ہے ملک خلاص ولد اللہ یار نے بیان دیا کہ میں نے یہی کچھ سنا، اس صورت میں کیا بیوی کو طلاق ہوئی یا نہ، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ سائل ملک مقرب موضع کلری

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: صورۃ مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ سائل نے حلف بالطلاق اپنی معلومات کے مطابق اٹھایا ہے۔

جیسا درمختار میں ہے،

قال لامراتہ انت حرام، الا ان نوی التحریم اولم ینو شیاً وظہار ان نواہ وحدوان نوی الکذب وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلاث ان نواھا ویفتی بانہ طلاق بائن ان لم ینوہ لغلظۃ۔
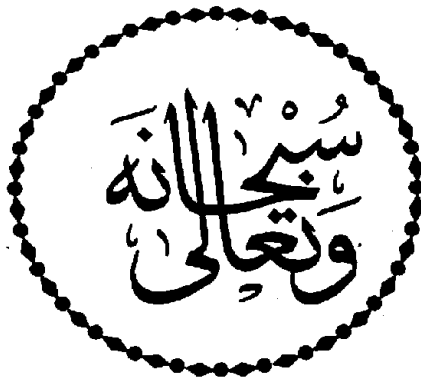
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

«۴۵۳» **فتوی شرعی** : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ میرے بیٹے کا نکاح تقریباً دو سال کی عمر میں ایک سال کی عمر والی لڑکی سے ہوا۔ اب ہمارے حالات خراب ہو گئے ہیں۔ دشمنی ہوگئی ہے۔ ہم ان کا رشتہ لینا نہیں چاہتے۔ اگر اب ہم طلاق دے دیں تو کیا شرعاً طلاق ہوگی یا نہ جب کہ میرے بیٹے کی عمر اب آٹھ سال ہے۔

سائل محمد انور خان ماڑی انڈس

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قدوری ص ۱۴۴، فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۴۴، ہدایہ جلد ۲ ص ۳۳۸، بدائع الصنائع جلد ۳ ص ۱۰۰، بحرالرائق جلد ۳ ص ۲۵۰، خلاصۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۵۷، فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے،

والنظم من الهندیته ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔

ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۷۰، بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۹۴، ابن ماجہ ص ۱۴۸ میں ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے،

رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یلعق۔

طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کے قابل ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا یجوز علی الصبی الطلاق حتی یحتلم۔ نصب الرایہ جلد سوم ص ۲۲۳۔

یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوتا ہوا جاگنے تک اور چھوٹا بڑا ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

﴿۴۵۴﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرے بچے کا نکاح اس وقت ہوا جب کہ اس کی عمر بمشکل چھ ماہ ہوگی میرے والد صاحب کے یہ اکلوتے پوتے تھے وہ چاہتے تھے کہ تم دونوں بھائی آپس میں بچوں کے نکاح کرلو، اب میری بھائی سے ناراضگی ہوگئی ہے، ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے پورے مکان پر قبضہ کرلیا ہے اور مجھے نکال دیا ہے۔ صلح کی فی الحال کوئی صورت نہ ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بھتیجی کو طلاق دے دوں۔ کیا نابالغ بچہ طلاق دے سکتا ہے۔ سائل محمد اکمل خان ولد خلاص خان سوانسی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ اور جمہور آئمہ دین متین کے مذہب میں نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۴۸ میں ہے،

ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل

یعنی نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگر چہ عقلمند ہو، ہاں مرد عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اسی میں ہے،

یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا۔

(نوٹ): بلوغ (یعنی بالغ ہونا)، احتلام یا انزال منی سے ثابت ہوجاتا ہے اور پورے پندرہ سال کا ہوجائے تو پھر بھی لڑکا لڑکی بالغ ہوجاتے ہیں، مفتی بہ قول پر، اگر چہ احتلام و انزال کچھ بھی نہ ہو۔ (فتاوی الدر المختار)

﴿۴۵۵﴾ **فتوی شرعی:** کہ میرا لڑکا دس سال کا ہے۔ جس کا نکاح شرعی چار سال پہلے ہوا تھا۔ اب لڑکی سولہ سال کی ہوگئی ہے جو کہ بالغہ ہے، والدین دونوں کے راضی ہیں کہ طلاق ہوجائے۔ کیونکہ لڑکی پڑھ رہی ہے اور لڑکا نہیں پڑھتا بلکہ لوہے کی دکان پر کام کرتا ہے، اب سوال یہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ لڑکے کی عمر کم ہے یعنی نابالغ ہے کیا وہ بالغ لڑکی کو طلاق دے سکتا ہے،

سائل مجید گل نوری خیل میانوالی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکا نابالغ ہو تو طلاق نہیں دے سکتا۔

فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اور اگر بالغ ہو چکا ہے تو طلاق دے سکتا ہے

﴿۴۵۶﴾ **فتوی شرعی:** کہ بالغ ہونے کے کیا اسباب ہیں فقہ کی کتاب کے حوالہ سے لکھ دیں۔سائل عبدالشکور۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلوغت کے اسباب تین ہیں۔

۱۔ لڑکے کو احتلام آجائے

۲۔ اس کی بیوی کو حمل ہو جائے

۳۔ انزال ہو جائے

یعنی شہوت کے ساتھ منی ٹپک ٹپک کر خارج ہو اور اگر ان تین چیزوں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو پندرہ سال عمر پوری ہو جائے تو بالغ ہو جاتا ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد ۳ ص ۶۰۲ میں ہے،

والنظر منها بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (الیٰ ان قال فی التنویر) فان لم یوجد فیهما شیئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة وعلیه الفتوی۔

شامی میں ہے

هذا عندهما وهو روایته عن الامام وبه قالت الائمة الثلثته۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ہمارے امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے جس پر فتوٰی ہے، پورے پندرہ سال قمری کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہے اور اس کی طلاق وغیرہ بھی معتبر ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا۔

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ ہے۔

﴿۴۵۷﴾ **فتوی شرعی:** کہ دو سال کی لڑکی کا نکاح چھ سال کے لڑکے کے ساتھ کر دیا گیا اب لڑکے والے طلاق دینا چاہتے ہیں سوال یہ ہے کہ نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے یا نہیں۔

سائل عبد القدیر خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ نابالغ کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی۔

فتاوٰی عالمگیری جلد۲ ص ۴۸ میں ہے والنظم من الهنديه ولا يقع طلاق الصبی وان كان يعقل۔

ابو داؤد جلد۲ ص ۲۴۸ ابن ماجہ ص ۱۴۸، ترمذی جلد۱ ص ۱۷۰، بیہقی جلد۷ ص ۳۵۹ میں ہے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

رفع القلم عن ثلاثته عن الصبی حتی يبلغ الحديث

یعنی بچے سے بالغ ہونے تک قلم اٹھائی گئی ہے تو اس حدیث شریف سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔ كما استدل به الائمته الكرام على عدم وقوع طلاق الصبی۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۴۵۸﴾ **فتوی شرعی:** کہ لڑکے اور لڑکی کی عمر بلوغت شرعاً کیا ہے، وضاحت فرما دیں۔ سائل ابوالفرقان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی جب پورے پندرہ سال کے ہو جائیں تو فتوی اس پر ہے کہ وہ بالغ ہو گئے۔

فتاوی عالمگیری جلد۳ص۶۰، درالمختار علی الشامی جلد۵ص۱۳۲ میں ہے

والنظر من الدر فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنته۔

﴿۴۵۹﴾ **فتوی شرعی** کہ میں نے اپنے لڑکے کا نکاح آٹھ سال کی عمر میں ایک دس سال کی بچی کے ساتھ کر دیا۔ اب بچی والے رشتہ دینا نہیں چاہتے، اب میرے بچے کی عمر سکول سرٹیفکیٹ کے مطابق چودہ سال ہو گئی جب کہ ابھی تک بلوغت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ یعنی میری تحقیق کے مطابق بچہ بالکل نابالغ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا بچہ اس عمر میں طلاق دے سکتا ہے یا نہیں۔

سائل رفیع الدین شاہ ڈھوک تریڑ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر لڑکا چودہ سال کا بالغ نہیں ہوا تو طلاق نہیں دے سکتا۔ فتاوی عالمگیری جلد۲ص۴۸ میں ہے، ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگر چہ عقلمند ہو، ہاں مرد عاقل بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد۳ص۶۰۲ میں ہے

وادنی مدة البلوغ بالاحتلام ونحوه فی حق الغلام اثنتا عشرة سنته

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور لڑکے کا بالغ ہونا یوں ہے کہ اسے احتلام آجائے یا اس کی بیوی کو اس سے حمل ہو جائے یا انزال ہو جائے۔

فتاوی عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے

بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال او الانزال

اور اگر یہ کوئی بات بھی نہ پائی جائے تو چودہ سال کا لڑکا بھی نابالغ رہتا ہے مگر جب پندرہ سال کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہو جائے گا۔ اگرچہ کوئی علامت نہ پائی جائے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔ والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریۃ اذا انتھیا الیہ خمس عشرۃ سنتہ عند ابی یوسف و محمد وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ (علیھم الرحمتہ) وعلیہ الفتوی۔

(نوٹ): سال شرعاً چاند کے لحاظ سے ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے ذرہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس کے حساب سے دیسی چودہ برس کا لڑکا جلد ہی شرعاً پندرہ سال کا ہو جائے گا۔ مآخذ فتاوی نوریہ جلد سوم۔

﴿۴۶۰﴾ فتوی شرعی "(۱) بھائی کی مطلقہ سے نکاح ہو سکتا ہے (۲) ایک عورت اگر بالغ نہ ہو تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں (۳) غیر مدخول کی عدت ہے یا نہیں۔

سائل محمد علی میانوالی

الجواب: یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ (کنز الدقائق صفحہ ۱۵)۔

ہر عاقل اور بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۱) بھائی کی مطلقہ سے بعد از عدت نکاح جائز ہے غیر مدخولہ کی عدت نہیں۔

(۲) عورت نابالغ پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مطلقہ کو تین کپڑے بھی دے اور نصف مہر اگر مقرر کیا گیا ہو۔

(۳) الطلاق قبل الدخول غیر مدخول کی عدت نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فما لکم علیهن من عدة (پ۲۲ رکوع ۳)

باب العدت

﴿۴۶۱﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ ازروئے شرع عورت کو عدت کس طرح گزارنی چاہے اور اس کے ضروری مسائل لکھ دیں سائلہ: بیگم غلام محمد خان میانوالی

الجواب بتوفیق الملک الوھاب ھواللہ الموفق بالصواب:

اسلام نے نسب کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ اس نے عدت کے جو احکام بیان کیئے ہیں ان میں اسی مقصود کی تکمیل پیش نظر ہے کہ نسب میں اختلاف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ شریعت پاک نے ہر نکاح کے اختتام پر خواہ نکاح کا اختتام شوہر کی وفات کی بنا پر ہو یا طلاق کی وجہ سے عورت پر ایک مخصوص مدت کا انتظار لازم کیا ہے۔ تاکہ یقینی طور پر یہ علم حاصل ہو جائے کہ شوہر سے اس معتدہ کے پیٹ میں بچہ تو نہیں ہے۔

قرآن مجید میں عدت کی مدتیں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

حاملہ کی عدت "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الطلاق)

حاملہ عورتوں کی عدت بچہ کی پیدائش ہے

طلاق والی کی عدت: "والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء" (البقرہ)

طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں یعنی تین ماہواری کے بعد دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔

وفات کی عدت: "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف (البقرہ)

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) اپنے آپ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں۔ پھر جب اپنی عدت پوری کرلیں تو ان کے اپنی ذات کے بارے میں دستور کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

بڑی عمر والی عورتوں کی عدت: بڑی عمر والی عورتیں یعنی جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو نا اُمیدی کی عمر کو پہنچ گئی ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "والی یسئلن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلثہ اشھر والائی لم یحضن (الطلاق)

تمہاری عورتوں میں سے ان عورتوں کی عدت جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمھیں کوئی شبہ ہو تین مہینے ہے اوران کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔

معلوم ہوا کہ جس طرح بڑی عمر والی عورت کی عدت ہے تین مہینے تو اسی طرح نابالغ بچی نکاح والی اگرچہ رخصتی نہیں۔ منگیتر فوت ہو جانے کی صورت ہیں نابالغ پر بھی عدت ہے۔

عدت کے اندر نکاح کرنا ناجائز ہے قرآن پاک مین ہے" ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ" جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو

خلاصہ کلام: نکاح صحیح میں طلاق وغیرہ سے جدا ہونے کی صورت میں عدت کی یہ تین صورتیں ہیں۔

۱۔ وضع حمل سے ۲۔ قروء سے عدت ۳۔ مہینوں کے حساب سے عدت۔

جس عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض سے پاک ہونا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ جس کا شوہر انتقال ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

عدت کے چند ضروری احکام

۱۔ اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو چار قمری مہینے اور دس دن اوپر عدت گزارے۔ خواہ مہینے انتیس کے ہوں یا تیس دن کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو وفات پائے تو ایک سو بیس دن پورے گزارے۔

۲۔ عدت گزارنے کے لیے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں۔

۳۔ عدت کے دوران عورت کو، چوڑیاں پہننا، زیور پہننا، خوشبو لگانا، حتی کہ بناؤ سنگھار کرنا منع ہے بلکہ یہ ٹائم وہ اظہار افسوس میں گزارے۔ اگر طلاق بائنہ کی عدت ہے تو شوہر کی سابق زوجیت پر اظہار افسوس کرنا، اگر طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہے تو زینت کرنا مستحب ہے تاکہ شوہر اس کی جانب راغب ہو جائے اور رجوع کرے۔

۴۔ سر دھونا، نہانا، کپڑے دھونا اگر سر میں درد ہو تو تیل لگانا جائز ہے۔ ہاں سرمہ رات لگائیں تو جائز ہے۔

۵۔ عدت کے دوران خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ اگر بہت غریب ہے، محنت مزدوری دن کو کرے اور رات گھر میں بسر کرے اگر بیمار ہے تو حکیم ڈاکٹر کے پاس جانا جائز ہے۔ اسی طرح کسی قانونی مجبوری کی وجہ سے نکل سکتی ہے۔

۶۔ خاوند کے گھر اگر عورت کی عزت محفوظ نہیں تو والدین کے گھر یا محفوظ مکان میں عدت گزارنا جائز ہے۔

۷۔ تمام فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ طلاق یافتہ عورت کا نان نفقہ ہر حال میں شوہر کے ذمہ ہوگا۔

﴿۴۶۲﴾ فتوی شرعی: میری بیٹی کا نکاح ایک ماہ پہلے ہوا۔ اس کی رخصتی کے ایک دن پہلے دولہا فوت ہو گیا کیا اس صورت میں میری بیٹی پر عدت لازم ہو گی، نیز دولہا والوں کو حق مہر بھی دینا لازم ہوگا۔

سائل: امیر عبداللہ خان میانوالی۔

الجواب: اگر رخصتی سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے یا کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو بھی لڑکی کے ذمہ عدت وفات چار مہینے دس دن لازم ہے اور وہ پورے مہر کی مستحق ہے۔ جو مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا۔ اور وہ شوہر کے ترکہ میں بیوہ کے حصہ کی بھی مستحق ہے۔

﴿۴۶۳﴾ **فتوی شرعی** : اگر شوہر عورت کو طلاق دے اور عورت کی عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت طلاق کی عدت کے دن گزارے یا مرنے کی عدت کے دن گزارے۔ سائل: عبدالحمید میانوالی

الجواب : اگر عورت طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کا حکم الگ الگ ہے۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو۔ اس کی عدت وہی وضع حمل ہے،، بچے کی پیدائش سے اس کی عدت ختم ہو گی۔ خواہ طلاق دہندہ کی وفات کے چند لمحوں بعد بچہ پیدا ہو جائے۔ عورت کی عدت ختم ہو گئی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے اس صورت میں طلاق کی عدت کالعدم سمجھی جائے گی اور عورت نئے سرے سے وفات کی عدت گزارے گی، یعنی چار مہینے اور دس دن۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے بائن طلاق دی تھی پھر عدت ختم ہونے سے پہلے مر گیا، اس صورت میں یہ دیکھیں گے کہ طلاق کی عدت زیادہ طویل ہے یا موت کی، ان دونوں میں سے جو زیادہ طویل ہو گی وہ اس کے ذمہ لازم ہو گی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ عورت اس صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدت بیک وقت گزارے گی۔ ان میں سے اگر ایک پوری ہو جائے اور دوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی ماندہ دنوں کی عدت بھی پوری کرے گی۔

﴿۴۶۴﴾ **فتوی شرعی** : میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔ میری شادی کو صرف چھ ماہ گزرے ہیں۔ میرا شوہر فوت ہو گیا ہے۔ میں ایک انتہائی غریب اور بے آسرا گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں نے شادی سے پہلے ملازمت کے لیے درخواست دے رکھی تھی۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ عدت کے دوران کیا میں ملازمت کر سکتی ہوں۔ اگر میں نے فی الحال ملازمت جائز نہ کی تو بعد میں ملازمت ملنا بہت مشکل ہو گا۔ سائلہ: کلثوم بی بی میانوالی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: اگر واقعی آپ غریب اور مفلس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور آپ بے آسرا ہیں تو عدت کے دوران ملازمت کرنا جائز ہے۔ لیکن رات گھر پر رہیں۔

﴿۴۶۵﴾ **فتوی شرعی**: کہ میرا بھائی فوت ہوگیا ہے اور میری بھابی کو تقریباً پانچ ماہ کا حمل تھا۔ میری بھابی کو سخت بخار ہوا اور اسی دوران حمل گر گیا ہے۔ آیا میری بھابھی کو عدت کتنی گزارنی ہوگی۔

السائل: محمد زاہد خان محلہ یارو خیل

الجواب: پانچ ماہ کے حمل سے اعضاء بن گئے تھے تو اس کے گر جانے سے عدت تمام ہوگی اب عدت کی حاجت نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے ''اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا''۔

ردالمحتار میں ہے، حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت ختم ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہی ہوں گے۔

﴿۴۶۶﴾ **فتوی شرعی**: کہ ہمارے شہر کوٹ چاندنہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو عرصہ دو سال سے گھر سے نکال دیا ہے۔ بارہا صلح کی کوشش کی گئی وہ کہتا ہے میں بدکار عورت کو گھر میں نہیں آنے دونگا۔ اسی دوران وہ حاملہ ہوگئی بچہ پیدا ہوا۔ عورت کا بیان کہ یہ اپنے باپ کا ہے مگر باپ انکار کرتا ہے، آیا اس عورت پر عدت ہوگی یا نہ کیونکہ عام لوگوں کا کہنا ہے کہ بچہ حرام کاری کا ہے۔ سائل: محمد اصغر حیات کوٹ چاندنہ۔

الجواب: عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے ''قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر، وقال تعالیٰ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔

﴿۴۶۷﴾ فتوی شرعی: کہ ہماری کافی پرانی دشمنی تھی دو قتل ہو گئے، بیچ میں چند نیک لوگوں نے خلوص نیت سے کوشش کی کہ صلح ہو جائے۔صلح ہم سے اس شرط پر ہونا قرار پائی کہ قاتل پارٹی مقتول کے ورثا کو پانچ لاکھ روپے کے علاوہ ایک رشتہ بھی دینگے، ہوا یہ کہ قاتل پارٹی کے پاس رشتہ بالکل نہ تھا، صلح ختم ہوگئی۔ پھر چند دنوں کے بعد صلح پہلی شرط پر ہونا قرار پائی۔قاتل کے بھائی نے اپنی بیوی کو راضی کیا اسے طلاق دی، اسی وقت نکاح مقتول کے بیٹے سے کر دیا گیا۔ پھر دوسرے دن ایک مولوی صاحب نے کہا یہ نکاح نہیں ہوا۔ کیونکہ عورت پر عدت گزارنا لازم ہے۔آپ ہماری صحیح راہنمائی فرمادیں۔

سائل: محمد اشرف خان کمر مشانی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ اس عورت کا دوسرا نکاح غلط ہوا ہے۔ کیونکہ طلاق کے بعد عورت کو عدت گزارنا تھی جو کہ نہیں گزاری اور فوراً دوسرا نکاح کر دیا گیا۔مولوی صاحب نے درست کہا ہے کہ یہ نکاح نہ ہوا۔جیسا قرآن پاک میں ہے، **ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله** جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو۔

ان دونوں کو فوراً علیحدہ کر دیا جائے ورنہ جو لوگ اس نکاح کو کروانے میں شامل تھے یعنی گواہ وغیرہ وہ گناہگار ہونگے، کیونکہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے زنا ہوگا۔

﴿۴۶۸﴾ فتوی شرعی: کہ ہم انتہائی غریب آدمی ہیں حتی کہ اپنا ذاتی مکان بھی نہیں ہے۔ میرے والد مرحوم گدھا ریڑی سے بمشکل گھر کا خرچ وغیرہ پورا کرتے تھے۔ ہمارے والد کافی عرصہ بیمار رہے پھر وہ وفات پا گئے جو کچھ گھر میں تھا علاج پر خرچ ہو گیا۔اب تو کرایہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔جب کہ میرے چار بہن بھائی چھوٹے ہیں جو کہ زیر تعلیم ہیں۔ میں مزدوری پر جاتا ہوں کمرتوڑ مہنگائی کے دور میں کیا بنتا ہے۔المختصر یہ ہے کہ ہمارے محلہ کے امام

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد نے کہا ہے کہ عورت خاوند کے گھر ہی عدت گزارے۔ اگر ہم یہاں رہتے ہیں تو ہمارے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، ہاں اگر ہم گاؤں ماموں کے پاس چلے جائیں تو ہم خوشحالی کی زندگی گزار سکتے ہیں، کیا از روئے شرع میری والدہ پر لازم ہے کہ یہاں رہے۔ سائل: غلام فرید محلہ میانہ

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے۔ جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم ص ۶۲۰ میں ہے' وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علی دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع"

اگر عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے۔ درمختار جلد اول ص ۲۶۰ میں ہے "تعتد ان معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج اوینھدم المنزل او تخان انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت وغیر ذلک من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ"۔

موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں پوری کریں۔ جہاں عدت واجب ہوئی ہے الآیہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو یا اور کسی قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہو جائے۔

﴿۴۶۹﴾ فتوی شرعی: کہ کیا ایام عدت میں عورت خوشبو اور چمکیلے کپڑے زیب تن کر سکتی ہے۔ سائل: محمد نعیم انصاری کندیاں

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں۔ ہر قسم کا زیور یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار، پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبور ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے

جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسرے کے رنگے کپڑے یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگر چہ پڑیا گیرہ کا، چوڑیاں اگر چہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا یا بیٹھے میں بچھانا منع نہیں۔ ماخذ فتاوی رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۱۔ غرضیکہ ہر قسم کا بناؤ سنگھار منع ہے۔

﴿۴۷۰﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک بچی کا نکاح چھوٹی عمر میں کیا گیا۔ اب لڑکی بالغ ہے جس کی عمر ۱۸ سال ہے اور لڑکا جسکی عمر ۲۴ سال ہے ایک دوسرے سے شادی نہیں کرنا چاہتے، دونوں کے والدین راضی ہیں، آیا اس صورت میں لڑکی پر عدت ہوگی یا نہیں۔ سائل: حافظ عبد القیوم مظہری

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں بلا عدت نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ پر عدت نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے،

"ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة۔"

﴿۴۷۱﴾ **فتوی شرعی**: کہ میری بھابھی کو بھائی نے تین طلاق دیکر گھر سے فارغ کر دیا ہے اب وہ والدین کے گھر ہے۔ حمل وغیرہ نہیں، اس کی عدت کتنی مدت ہوگی۔

سائل: محمد جمال الدین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ ہر مدخول بہا مطلقہ پر عدت لازم ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آتا ہے اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں،

قرآن کریم میں ہے "والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء"

اور یہی حکم تمام کتب مستندہ معتبرہ مذہب مہذب حنفیہ میں ہے، قرآن پاک کے صاف صاف حکم مذکور لکھنے کے بعد کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ تاہم مزید تسلی کے لیے فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۴ میں ہے "اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او ثلاثا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقراء واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ و بارک وسلم"۔

لہٰذا قبل از انقضاءِ عدت نکاح کرنا حرام ہے اور ایسا نکاح شرعاً نکاح نہیں عورت بدستور سابق اس مرد پر حرام ہی ہے۔

﴿۴۷۲﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک لڑکی کو خاوند نے طلاق مغلظہ دیکر گھر سے فارغ کر دیا والدین فوت ہو چکے ہیں وہ ماموں کے گھر رہنے لگی اس عدت کے دوران ناجائز تعلقات کی وجہ سے حاملہ ہو گئی، کیا اس کا دوسری جگہ نکاح وضع حمل کی حالت میں جائز ہو گا۔ سائل: رانا ابرار احمد جوہر آباد

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ بلاشک وضع حمل سے پہلے نکاح کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں ہے، **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن** (ترجمہ) حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حملوں کو جن لیں۔ فتاوی عالمگیری جلد ۲ ص ۱۳۵، فتاوی قاضی خان جلد ۲ ص ۲۶۳ میں ہے، **والنظم من البحر وان حبلت معتدۃ عن ثلاث فعد تھا بالوضع** یعنی اگر تین طلاقوں سے معتدہ حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے جو شخص جائز بنائے تو وہ قرآن کریم کے خلاف چلنے والا ہے۔

﴿۴۷۳﴾ **فتوی شرعی**: کہ ایک عورت کے مطلقہ ہوئے پانچ سال ہو گئے یعنی عدت طلاق مکمل ہو چکی ہے اب اس کے چچازاد کے ساتھ ناجائز تعلقات ہو گئے اب ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے، کیا وضع حمل سے قبل نکاح زانی سے ہو سکتا ہے۔

سائل: غلام حسین

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ اگر واقعی عدت پوری ہو چکی ہے اور حمل عدت پوری ہونے کے بعد ہوا تو نکاح جائز ہے، قرآن پاک میں ہے "**واذا طلقتم النساء**

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازوجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف" فتاوی عالمگیری جلد۲ص ۷ میں ہے،"وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قدزنی هو بها وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل" مگر یہ تسلی کرلیں کہ واقع حمل سے پہلے عدت پوری ہوچکی تھی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جوان عورت کی عدت یہ ہے کہ اگر بوقت طلاق حمل ہو یا طلاق کے بعد تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو بچہ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے اور اگر حمل نہ ہوتو بعد از طلاق تین حیض پورے ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے۔ایسا ہی قرآن پاک میں ہے اور علماء نے بھی یہی حکم دیا ہے۔

﴿۴۷۴﴾ **فتوی شرعی**: کہ کیا عدت کے دوران نکاح ہوسکتا ہے اگر نہیں ہوسکتا تو وجوھات بیان کریں۔سائل: حافظ عبدالکریم خوشاب

الجواب: اس سلسلہ میں فقہائے عظام نے فرمایا کہ عدت پوری ہونے تک پہلا نکاح نکاح ثانی کے حرام ہونے کے حق میں حکم جمیع وجوہ سے قائم رہتا ہے۔ بدائع الصنائع جلد۲ص ۲۶۸ میں ہے"والنظر منه وامام المطلقه ثلثا او بائنا والمتوفی عنها زوجها فلان النکاح حال قیام العدة قائم من کل وجه لقیام بعض أثاره کالثابت من کل وجه فی باب الحرمته"۔اور جب حکماً پہلا نکاح قائم ہے تو وہ عورت عدت پوری ہونے سے پہلے شرعاً محل نکاح ہی نہیں۔فتح القدیر جلد۳ص ۱۱۷ میں ہے۔

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
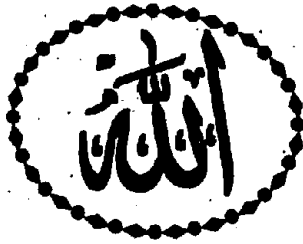
﴿۴۷۵﴾ فتوی شرعی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

ہمارے علاقہ میں ایک دل ہلا دینے والا واقع پیش آیا کہ ایک چرواہے لڑکے نے بکری سے بدفعلی کی ہے اور اس بات کے ہم پانچ آدمی گواہ ہیں مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ اس بکری کو ذبح کیا جائے یا زندہ رہنے دیا جائے، نیز اس چرواہے کو کتنی سزا دی جائے مفصل بیان فرمائیں۔

سائل نصر اللہ ڈھوک علی خان

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب باصواب یہ ہے کہ اس لڑکے پر تعزیر ہے۔ اس علاقے کا مفتی جو مناسب خیال کرے سزا دے اور بکری کو ذبح کر کے دفن کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ بدفعلی کرنے والا لڑکا بکری کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے۔ دفن کرنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اگر زندہ رہنے دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت اور دودھ بلاشک حلال ہے۔

ردالمختار جلد سوم ص ۱۷۸ میں ہے،

وفی القنیة بر مزاجناس الناطفی فرج البهیمة کفیها لا غسل فیه بغیر انزال و یعزر و تذبح البهیمة و تحرق علیٰ وجه الاستحباب ولا یحرم اکل لحمها به۔

﴿٤٧٦﴾ فتوی شرعی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ ہمارے معاشرہ میں جہاں اور بہت برائیاں زور پکڑ گئیں ہیں وہاں بدفعلی کی وبا بھی کثرت سے پھیل چکی ہے۔ آوارہ لڑکے اس مصیبت میں پھنس چکے ہیں۔ بدفعلی کرنے والے کے متعلق قرآن وسنت میں کیا حکم ہے مفصل لکھ دیں۔ سائل قاری اللہ وسایا ہرنولی

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ بدفعلی انتہائی گھناؤنا جرم ہے اس فعل بد کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے، جب عذاب والے فرشتے انسانی شکل میں آئے تو قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو آپ باہر نکلے فرمایا بے حیا شرم کرو یہ میرے معزز مہمان ہیں جاؤ قوم کی بیٹیوں سے نکاح کر لو تو انہوں نے کہا، قالوا لقد علمت مالنا فی بنٰتك من حق وانك لتعلم ما نرید۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(پارہ نمبر ۱۲ آیت نمبر ۷۸) یعنی آپ جانتے ہیں کہ ہمیں آپ کی لڑکیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہے۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کافر ہونے کے علاوہ ایک ایسی خبیث بدکاری اور بے حیائی میں مبتلا تھی جو دنیا میں پہلے کبھی نہ پائی گئی تھی۔ جس سے جنگل کے جانور بھی نفرت کرتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ منہ کالا کرے جس کا وبال وعذاب عام بدکاری سے بدرجہ زیادہ ہے۔ اس لیے اس قوم پر ایسا شدید عذاب آیا جو عام بے حیائی اور بدکاری کرنے والوں پر کبھی نہیں آیا۔ اس پوری بستی کو اوپر اٹھا کر الٹا کر پھینک دیا اور پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ (عراق میں موصل شہر کے قریب کچھ فاصلے یہ بستی کھنڈرات کی صورت میں موجود ہے) اور بتا دیا کہ ایسے خبیث لوگوں کی اصل سزا یہی ہے۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کے بعد بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اس سے ملتی جلتی سزا تجویز فرمائی کہ ایسے خبیث کو کسی بلند مقام سے سر کے بل الٹا گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں، اس طرح ہلاک کر دیا جائے۔

حدیث پاک میں ہے،

اقتلوا الفاعل والمفعول بہ۔ دوسری حدیث میں ہے' فارجموا الاعلی والا سفل احصنا اولم یحصنا۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن ج۲ ص۳۸۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے خبیث شخص کا حال لکھ کر اس کی سزا دریافت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالاتفاق آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ نے یہی فیصلہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے اس حکم کے مطابق اس کو جلا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایسے شخص کو جلا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور اسکی تائید میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر حد زنا کے تحت غیر محصن کو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے آدمی کو رجم کروایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث قتل کے راوی ہیں مگر آپ کے ہاں طریقہ قتل یہ ہے کہ کسی بلند مقام سے سر کے بل الٹا گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں۔ حتی کہ مر جائے۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۱۶۲ میں ہے،

قال فی العالئیة ولا یحد بوطء دبر و قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ اوامته اوزوجته فلا حد اجماعاً بل یعزر قال فی الدر بنحو الاحراق بالان ودهدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح وفی الفتح یعزر و یسجن حتیٰ یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطته قتله الامام سیاسته۔

لوطی کے لیے صحابہ کرام، فقہائے عظام اور علمائے اعلام نے جو سزائیں مقرر فرمائیں ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے

(۱) حد زنا لگائی جائے (۲) رجم کیا جائے (۳) آگ میں جلایا جائے (۴) لوطی پر دیوار گرا دی جائے (۵) کسی بلند عمارت کی چھت سے الٹا سر کے بل گرا کر او پر پتھروں کی بارش کی جائے۔ (۶) قتل کیا جائے (۷) سخت سزا دی جائے قید میں ڈالا جائے حتی کہ توبہ کرے۔ (۸) بد بودار جگہ پر رکھا جائے (۹) لوطی سے سخت نفرت کا اظہار کیا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جائے (۱۰) قطع تعلق کیا جائے جب تک کہ توبہ کر کے سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

ان تمام روایات کا خلاصہ سخت تعزیر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

«۴۷۷» فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لقطہ یعنی گری پڑی چیز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یعنی سب سے پہلے تو یہ ہے کہ اٹھا لینی چاہئے کہ نہیں، اگر سر راہ پڑی ہوئی ہو تو؟ دوسرا یہ کہ اگر بالفرض آدمی پکڑ لیتا ہے اور اعلان وغیرہ کرنے کے باوجود اس چیز کا اصل مالک نہیں ملتا تو پھر کیا حکم ہے، بعض اوقات یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چیز شہر میں کسی بارونق بازار میں پڑی ہوئی ملے تو اس صورت میں اعلان کرانے سے اس چیز کے کئی جعلی دعویدار بھی اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں جس سے فتنے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔ ان تمام صورتوں کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ وہ گری پڑی چیز ایک آدمی اٹھا لیتا ہے اور وہ اپنے گھر آجاتا تو اب اسے کیا کرنا چاہیے وہ چیز بھی ہوسکتی ہے اور نقدی وغیرہ بھی ہوسکتی ہے یا اپنے مصرف میں لے لے یا کسی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں لگادے۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا تفصیلی جواب لکھ دیں۔ سائل: صفدر علی بھٹی بھکر

الجواب: صورت مسئولہ میں جواب بالصواب یہ ہے کہ وہ چیز بالکل معمولی سی ہو اور کھانے کے کام آنے والی ہو۔ اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اسے اٹھا کر صاف کر کے تناول کر لیا جائے، جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ مسقوطۃ فقال لولا ان تکون من صدقۃ لاکلتھا" نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا۔ (صحیح بخاری)

صحیح بخاری صفحہ ۳۲۴ میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے،

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لا نقلب الیٰ اھلی فاجد التمرۃ ساقطۃ علی فراشی فارفعھا لا کلھا ثم اختی ان تکون صدقۃ فالقیھا،

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، (کبھی) جب میں اپنے گھر پلٹتا ہوں تو اپنے بستر پر پڑی ہوئی کھجور دیکھتا ہوں اور کھانے کے لیئے اس کو اٹھالیتا ہوں لیکن پھر خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو اس لیئے پھینک دیتا ہوں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر راستے میں کوئی ایسی گری پڑی چیز مل جائے تو اٹھا کر کھا سکتے ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

ظھر فی جواز اکل ما یوجد من المحقرات ملقی فی الطرقات لانہ ﷺ ذکر انہ لم یمتنع من اکلھا الا تورعا لخشیۃ ان تکون من الصدقۃ التی حرمت علیہ لا لکونھا مرمیۃ فی الطریق فقط۔ (فتح الباری جلد ۵ ص ۸۶)

یہ حدیث راستے میں پڑی ہوئی حقیر چیزوں کو اٹھا کر کھا لینے کے جواز میں ظاہر ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں اس کھجور کے کھانے میں صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو جو آپ پر حرام کیا گیا ہے نہ کہ اس کا راستہ میں فقط گرا پڑا ہونا۔ لہذا معمولی سی کھانے والی چیز گری پڑی مل جائے تو اسے اٹھا کر کھا سکتے ہیں۔ اس کا اعلان کرنے کی حاجت نہیں۔

۲: دوسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز ہو تو معمولی نوعیت کی مگر کھانے کے کام آنے والی نہ ہو جیسے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چھڑی، کوڑا، رسی، چاقو وغیرہ اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں کہ تین دن تک لوگوں کے اجتماع میں اعلان کرتا ہے یا اتنی دیر اعلان کرے کہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اس کے بعد اسے تلاش نہیں کرے گا۔

سید سابق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

الشئی الحقیر لا یعرف سنة بل یعرف زمنا یظن ان صاحبه لا یطلبه بعده والملتقط ان ینتفع به اذا لم یعرف صاحبه (فقه السنته جلد ۳ ص ۲۳۳)

حقیر سی چیز کا سال بھر اعلان نہ کیا جائے بلکہ اتنی دیر اعلان کیا جائے کہ یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اس کے بعد اسے تلاش نہیں کرے گا۔ ایسی چیز کو اٹھانے والا اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے جب کہ اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

اس کی دلیل بعض روایات و آثار سے ملتی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رخص لنا رسول الله ﷺ فی العصا والسوط والحبل واشباهه یلتقطه الرجل ینتفع به (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں لاٹھی کوڑا رسی اور اس جیسی اشیاء میں رخصت دی ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسی چیز گری پڑی اٹھالے تو وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وفی اسناده ضعف اس کی سند میں کمزوری ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے اور اس کی سند میں کمزوری ہے، امام ابوداؤد نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ راجح بات یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں، اور مرفوع و موقوف دونوں صورتوں میں علت یہ ہے کہ اس کی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سند میں ابو الزبیر مدلس راوی ہیں اور انہوں نے اپنے استاذ سے سننے کی وضاحت نہیں کی۔ (ارواء الغلیل جلد ۶ ص ۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے کہ انہیں بازار سے ایک دینار ملا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا تین دن تک اس کا علان کر۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو کوئی شخص ایسا نہ ملا جو اس دینار کو پہچاننے والا ہو۔ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے آپ کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا، اسے کھالو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک دینار کو ۱۲ درھم میں توڑا اس میں سے ۳ درھم کے جو ۳ درھم کی کھجوریں ایک درھم کا زیتون خریدا۔ الغرض ان کے پاس ۳ درھم باقی بچ گئے ۔ جب انہوں نے ان اشیاء میں سے کچھ حصہ استعمال کر لیا تو اس دینار کا مالک آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آدمی کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا اس کا دین اسے ادا کر دو۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہمارے پاس کوئی چیز آئے گی تو ہم اسے ادا کر دیں گے۔ (عبد الرزاق جلد ۱۰ ص ۱۴۲،)

امام بزار فرماتے ہیں اس کی سند میں ابو بکر ابن ابی سبرۃ ہے وہ لین الحدیث ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ابو بکر بن ابی سبرۃ وضاع ہے۔ (مجمع الزوائد)

لیکن حافظ ضیاء مقدسی فرماتے ہیں کہ یہ ابو بکر بن ابی سبرۃ کے علاوہ ہے اور اس حدیث کو انہوں نے احادیث مختارہ میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

یعلی بن مرۃ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من التقط لقطة یسیرة درهما او حبلا او شبه ذلك فلیعرفه

ثلاثة ایام فان کان فوق ذلك فليعرفه سنة۔ (مسند احمد جلد ٤ ص ١٧٣)

جو شخص کوئی ہلکی سی چیز گری پڑی اٹھا لے جیسے درہم یا رسی یا اس جیسی کوئی اور چیز تو وہ تین دن تک اس کا اعلان کرے۔ اگر اس سے اوپر ہو تو ایک سال تک اس کا اعلان کرے۔ مسند احمد کے مطبوعہ نسخے میں اس حدیث کے آخر میں ایک سال کا ذکر ہے۔ جب کہ مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۱۶۹ میں فليعرفه ستة ايام کے الفاظ ہیں یعنی چھ دن تک اس کا اعلان کرے اور مسند احمد کے اطراف 470/5 میں بھی اسی طرح ان الفاظ کو ضبط کیا گیا ہے اور محقق نے مسند احمد کے ترکی اور ہندی مخطوطے سے بھی اسی طرح ثابت کیا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی ایسی چیز کا اعلان تین یا چھ دن تک کرے۔ اگر مالک نہ آئے تو استعمال کر لے۔ لیکن اس کی سند میں عمر بن عبد اللہ بن یعلی کمزور راوی ہے۔

مذکورہ بالا روایات میں اگرچہ ضعف ہے لیکن ان کی تائید میں آثار صحیحہ موجود ہیں جیسا کہ اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اذا وجدت لقطة فعرفها على باب المسجد ثلاثة ايام فان جاء من يعترفها والا فشانك بها۔ (مصنف عبد الرزاق 136/10)

جب تو کوئی گری پڑی چیز پائے تو مسجد کے دروازے پر تین دن تک اس کا اعلان کر۔ اگر تو اس کو پہچاننے والا آجائے تو اس کے حوالے کر اور اگر نہ آئے تو اسے استعمال کر لے۔ اس نقطہ کو معمولی سی چیز پر ہی محمول کیا جائے گا جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور اثر میں ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا جس کو ایک تھیلی ستو ملی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ وہ تین دن تک اس کا اعلان کرے۔ پھر وہ تین دن کے بعد آیا اس نے کہا اس کو پہچاننے والا کوئی نہیں تو حضرت عمر

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ نے کہا اے غلام اسے پکڑ لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے درندے لے جائیں یا ہوائیں اڑا دیں۔ (عبدالرزاق 143/10)

لہذا جب کوئی معمولی سی چیز ملے جو کھانے کے کام نہ آنے والی ہو تو اس کا تین دن تک یا اتنے دن تک اعلان کرے کہ یقین ہو جائے کہ اس کا مالک اسے تلاش نہ کرے گا۔ اس کے بعد استعمال کر سکتا ہے۔

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز قیمتی ہو۔ اس کا سال بھر اعلان کرتا رہے۔ عصر حاضر میں اخبارات، اشتہارات، ریڈیو، بڑے بڑے جلسوں میں اعلان کرایا جا سکتا ہے اور اگر سال تک مالک نہ آئے تو اسے اپنے تصرف میں لایا جا سکتا ہے۔ اگر مالک آجائے تو اسے وہ چیز واپس کرنی پڑے گی۔ اگر وہ استعمال کر چکا ہو اور اصل چیز موجود نہ ہو تو اتنی قیمت ادا کر دے، اور چیز جب ملے تو اس کی علامات اور نشانیاں اچھی طرح ذہن نشین کر لے یا نوٹ کر لے۔

لقطہ اگر حیوان ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو ایسا ہوگا جو اپنا دفاع خود کر سکتا ہوگا جیسے انٹ، بیل وغیرہ تو ایسے حیوان کو نہ پکڑا جائے اور اگر ایسا حیوان ہو کہ وہ اپنا دفاع خود نہ کر سکتا ہو تو اسے پکڑ لیا جائے جیسے بکری، مرغی وغیرہ۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے گری پڑی چیز کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اعرف عفاصها ووكاءها ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشأنك بها۔

اس کا ڈاٹ اور تسمہ خوب پہچان لے پھر سال بھر اس کا اعلان کرتا رہے۔ پھر اگر اس کا اصل مالک آجائے تو اس کے سپرد کر دو ورنہ جو چاہو کرو۔ پھر اس نے گم شدہ بکریوں کے بارے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا۔ ھی لك او لا خیك او للذئب

وہ تیرے لیئے ہے جو تیرے بھائی کے لیئے یا بھیڑیے کے لیئے۔ پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا مالك ولھا ؟ ومعھا حذاء ھا وسقاء ھا ترد الماء وتاکل الشجر حتی یجد ھا ربھا۔

تجھے اس سے کیا سروکار اس کا پانی اس کے جوتے اس کے پاس ہیں گھاٹ پر آ کر پانی پی لے گا، درختوں کے پتے کھائے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ (صحیح بخاری ص ۲۴۲۹، صحیح مسلم ص ۱۷۲۲)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ لقطہ اگر قیمتی چیز ہو یا جانور بکری وغیرہ کی مثل ہو تو اس کو پکڑ لے۔ اس کی علامات ونشانیاں اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ سال بھر اس کا علان کرتا رہے اگر اس کا مالک سال بھر اعلان تک نہ آئے تو اسے اپنے استعمال میں ضمانت و ذمہ داری کے ساتھ لے آئے اور اگر اس کا مالک بعد میں آ جائے تو اس کی ملکیت باقی رہتی ہے اور اسے وہ چیز واپس کرنی پڑے گی اور اگر ایسا حیوان ہو جو اپنا دفاع کر سکتا ہو تو اسے نہیں پکڑنا چاہیئے، گری پڑی چیز جس شخص کو مل جائے اسے وہ چیز غائب یا چھپانی نہیں چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا،

تعرف ولا تغیب ولا تکتم فان جاء صاحبھا والا فھو مال اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (مجمع الزوائد جلد ٤ ص ۲۹۷)

اس کی شناخت کی جائے اور اسے غائب نہ کیا جائے اور نہ چھپایا جائے۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دو اور اگر نہ آئے تو اللہ کا مال ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

شناخت و پہچان کا حکم اس لیئے ہے کہ اس کے جعلی دعویدار پیدا نہ ہوں بلکہ جو شخص صحیح علامات بیان کردے اس کے حوالے کی جائے۔

﴿۴۷۸﴾ **فتوای شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں حج کے موقع پر پردہ کا کیا حکم ہے؟ سائل حافظ محمد بخش تونسوی بھکر۔

الجواب: حج بیت اللہ مسلمانوں کے لئے فریضہ ادا کرنا گوناگوں برکتوں کا ذریعہ ہے اور حیرت انگیز نعمتوں کا وسیلہ ہے۔ باوجودیکہ سابقہ مشکلات ختم ہوگئیں اور بہت کچھ آسانیاں پیدا ہوگئیں ہیں۔ تاہم دور دراز کا سفر ہے۔ ہزاروں روپے کا خرچ ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ جانا میسر ہوتا ہے اور اب بھی بہت کچھ مشکلات اٹھانا پڑتی ہیں ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط برتیں مسائل حج سے کامل واقفیت حاصل کریں اسی لئے ہر زبان میں مسائل واحکام حج سے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہوچکی ہیں تاکہ شرعی قانون کے مطابق صحیح حج ادا ہوسکے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مخلوق خدا کا یہ عظیم گروہ جو ملک کے ہر گوشے سے پہنچ رہا ہے اکثر وبیشتر اس فریضہ کے احکام ومسائل سے بالکل بے خبر ہے سنن ومستحبات تو درکنار فرائض وواجبات سے بھی غافل ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ محظورات وممنوعات کا برابر ارتکاب ہوتا رہتا ہے بلکہ اور تمام گناہوں تک سے بچنے کا ذرہ برابر اہتمام نہیں ہوتا۔ نمازوں کے ادا کرنے میں تقصیر جماعت کی پابندی میں کوتاہی حالانکہ ایک فرض نماز بھی حج سے بدرجہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے اگر بغیر عذر شرعی ایک نماز بھی قضا کی تو حج قبول ہونے کی توقع مشکل ہوجاتی ہے سفر میں خصوصاً احرام باندھنے کے بجائے تلبیہ کہنے اور ذکر اللہ کرنے کی بجائے عام طور پر غیبت اور بکواس بکتے رہتے ہیں نہ زبان پر قابو نہ نگاہ پر قابو نہ ہاتھ پاؤں پر بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہیں، نماز کا انتظار ہورہا ہے اور فضولیات میں مصروف،

غیبت میں مبتلا ہیں، حالانکہ زندگی کے اس عظیم مرحلے پر پہنچ کر تو تمام اوقات عبادت اور توبہ و استغفار انابت الی اللہ سے معمور ہونے چاہیں تا کہ ان مقدس مقامات کی برکات سے مالا مال ہوں، گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ایسے واپس ہوں جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے ولادت ہوئی ہے اور دنیا میں دوبارہ آئے ہیں۔

بعض حضرات مستحبات و آداب میں تو غلو کرتے ہیں لیکن فرائض و واجبات میں تقصیر کرتے رہتے ہیں اور دور حاضر کے اکثر حجاج کو دیکھ کر تو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید کسی میلہ یا تماشہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں بلکہ ۹۹ فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہو جاتی ہیں اور اس طرح گناہ کبیرہ کی مرتکبہ ہوتی ہیں نہ صرف بے حجاب بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے، بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے مردوں کی دھکم پیل میں جان بوجھ کر گھستی ہیں اور پستی ہیں اجنبی مردوں کے ساتھ شدید و قبیح اخلاط میں مبتلا ہوتی ہیں یہ سب حرام ہے گناہ کبیرہ ہے ایسا حج کہ جس میں اول سے آخر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہو سکے کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا؟ حج مبرور کا بیان فرمایا ہے کہ حج کرے اور اس میں کوئی بھی بے حیائی کا کام نہ کرے کوئی گناہ نہ کرے تب گناہوں سے پاک و صاف ہوگا جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

پاکستان و ہندوستان کی بعض عورتیں مصر و شام وغیرہ بعض ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ بے پردہ ہیں خود بھی پردہ اٹھا دیتی ہیں اور حرم میں اس طرح آتی ہیں جیسے تمام مردان کے محرم ہیں یا وہ گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں لیکن یہ انتہائی حماقت ہے اگر کوئی قوم کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گناہ جائز نہیں ہو جاتا پھر دیکھا یہ گیا ہے کہ ان کی بے پردگی یعنی چہرہ کا کھلا ہونا ایک خاص سنجیدگی اور وقار کے ساتھ ہوتی ہے لباس بھی ان کے سر سے پاؤں تک باحجاب ہوتا ہے پاؤں تک میں موزے ہوتے ہیں لیکن پاکستان عورتوں کا لباس تو انتہائی بے حیائی کا ہوتا ہے تمام نسوانی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں بے محابا سینہ تان کر چلتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت وفسق میں مبتلا ہوتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کو مطلق منع نہیں کرتے کوئی اصلاح نہیں کرتے نہ روکتے ہیں نہ ٹوکتے ہیں یہ تو کھلی بے حیائی ہے۔

ان سے بڑھ کر ایک اور عام ابتلاء یہ ہے کہ تمام عورتیں پانچ وقتہ نمازوں میں مردوں کی طرح حرم میں پہنچتی ہیں باوجودیکہ عورتوں کے لیے دروازے بھی مخصوص ہیں اور نماز پڑھنے کی جگہیں بھی متعین ہیں مگر حج کے زمانہ چونکہ بے حد اژدہام ہوتا ہے مستقل جگہ پر نہیں پہنچ پاتیں تو مردوں کے درمیان صفوں میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور نماز پڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نماز اور عورتیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے وطن میں عورتوں کو تنہا نماز گھروں میں پڑھنا افضل ہے اسی طرح مکہ ومدینہ میں بھی عورتوں کے لیئے نماز گھروں میں تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مکہ ومدینہ میں نماز کا جو ثواب حرم اور مسجد نبوی کا ہے اور ان کو گھروں پر پڑھنے میں اس سے زیادہ ملتا ہے جو مسجد میں مردوں کو ملتا ہے ایسی صورت میں حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز گھروں میں ہی پڑھنی چاہیئے بالفرض کسی وقت بیت اللہ کے دیکھنے کی غرض سے یا طواف کرنے کی غرض سے مسجد حرام یا صلوٰۃ وسلام کی غرض سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئیں اور نماز با جماعت پڑھ لیں تو ادا ہو جاتی ہے بشرطیکہ مردوں کے درمیان نہ کھڑی ہوں ایک عورت اگر مردوں کے درمیان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑی ہو جاتی ہے تو تین مردوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے دائیں بائیں کے دو مردوں کی اس کی محاذات (سیدھ) میں جو مرد کھڑا ہے اس کی بھی تینوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں بالفرض بغیر ارادے کے کوئی عورت اتفاقیہ طور پر عین نماز کے وقت صفوں کے درمیان پھنس جائے اور نکلنا دشوار ہو جائے یا طواف کرنے کے درمیان نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت اس کو خاموش بغیر نماز کے جہاں بھی ہو بیٹھ جانا چاہیے نماز کی نیت ہرگز نہ کرے ورنہ مردوں کی نماز بھی خراب ہو گی جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر تنہا وہیں وہ اپنی نماز ادا کر لے، عورتوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے بھی ایسے وقت میں جانا چاہیئے جب نماز کا وقت نہ ہو اس وقت نسبتاً بھیڑ بھی کم ہوتی ہے اور اگر اتفاقاً نماز کا وقت ہو جائے تو اذان ہوتے ہی جلدی طواف پورا کر کے یا طواف درمیان میں چھوڑ دیں اور جتنے شوط (چکر) رہ گئے ہیں وہ نماز کے بعد جہاں چھوڑے تھے وہیں سے پورے کر دیں یا اسی طواف کو دوبارہ کر لیں، بہر حال گناہ سے بچنا بے حد ضروری ہے اور ابھی بہت سی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سب میں نماز اور بے پردگی کا مسئلہ میرے خیال میں سب سے زیادہ اہم ہے، بہر حال حج ایک ایسا اہم فریضہ ہے جو زندگی میں بار بار ادا کرنا بے حد مشکل ہے اس لیے چاہیئے کہ مرد ہوں یا عورتیں انتہائی احتیاط کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں۔

نیز یہ بھی خیال رہے کہ بعض عورتیں اپنے ملکوں میں بھی پردہ نہیں کرتیں اور گویا مستقل طور بے پردہ رہتی ہیں بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے اور ایک فرض حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے سفر میں تو چاہیے کہ اس گناہ عظیم سے بچیں تاکہ یہ فریضہ تو صحیح طریقے سے ادا ہو، آج کل بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر کرتی ہیں یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا بلکہ اگر محرم ہو بھی لیکن حج پر قادر نہ ہو یا عورت اس کے مصارف برداشت کرنے کے قابل نہ ہو تب بھی حج فرض نہ ہو گا، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حج بھی فرض نہ ہو اور پھر

وہاں جا کر حج میں اتنی فروگذاشتیں بھی ہوں جب شرعاً اس کے ذمہ حج فرض ہی نہیں ہے تو یہ حج کا سفر کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ حج بیت اللہ میں حجاج کرام سے اس قسم کی کوتاہیوں اور خلاف شرع حرکتوں کی وجہ سے ہی حج کی برکتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اگر اتنی کثرت سے حجاج کرام صحیح طریقہ پر یہ فریضہ ادا کرتے اور ہم سب کا حج بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتا تو شاید دنیا کا نقشہ بدل جاتا، حق تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح فہم اور توفیق خیر نصیب فرمائیں۔

حج اور اس کے فوائد و اسرار:

حج بیت اللہ دین اسلام کا اساسی رکن اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض عین ہے اسلام کے بنیادی امور میں اصلی جوہر اور روح عبادت ہے ان سب صورتوں میں احکم الحاکمین کے حکم سے طریقہ عبادت اور اظہار عبدیت وعبودیت کی تعیین کی گئی ہے اس روح کے لیے حج قابل مقبول مقرر کیا گیا ہے وہ بھی من جانب اللہ ہے اور کسی انسانی عقل کا اس میں دخل نہیں ہے، روح اور جسد دونوں ہی وحی ربانی کا کرشمہ ہیں اور یہ دائرہ عقل اور ادراک انسانی سے ماوراء ہے جس طرح روح مامور بہ ہے اسی طرح یہ جسد بھی اس کا مطلوب ہے، **ذلك تقدير العزيز العليم** لیکن عبادت وعبدیت کے طریقوں کے ماوراء عقل ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عقل وادراک اس کے محاسن اور منافع وثمرات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے، نماز ہو یا روزہ زکوٰہ ہو یا حج جہاں تک عقل کی رسائی ہے اس کے اسرار وحکم کی طرف جو رہنمائی ہوئی ہے وہ بجائے خود حیرت انگیز ہے،

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ می دارد
برنگ ارباب صورت رابہ بو ارباب معنی را

نماز اور خصوصاً باجماعت اور اذان واقامت میں وقت کی پابندی کے ذریعہ امت محمدیہ علی

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک خاص نظم ونسق کے ساتھ کیسے کیسے فوائد برکات کا نظام قائم کیا گیا ہے روزہ میں ضبط نفس اور پاکیزگی روح کی کیسی نتیجہ خیز اور اثر انگیز تدبیریں کارفرما ہیں زکوٰۃ میں فقراء ومساکین کی حاجات وضروریات کی تکمیل کے لیے کیسا عجیب نظریہ پیدا کیا گیا ہے اسی طرح حج بیت اللہ میں اصلاح نفس اور اجتماعی تعاون کی تدبیریں، تربیت خلائق اور ہدایت عالم کی مصلحتین مضمر ہیں، تعظیم شعائر اللہ اور تجلیات الٰہیہ کے مرکز بیت اللہ کے طواف میں مشاعر مقدسہ کی تعظیم وتقدیس اور عرفات کے روح پرور اجتماع میں اسرار وحکم کے جو رموز ہیں ان کے غور وفکر میں عقل حیران ہے۔

حج کے اس بے مثال عالمی اجتماع میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے امت مسلمہ کے افراد جمع ہوتے ہیں یہ عالمی اجتماع جن ہمہ گیر اجتماعی ومنافع کا ذریعہ بن سکتا ہے وہ بالکل ظاہر ہیں اسلام کا یہ دینی نظام اتنا محیر العقول ہے کہ تہذیب وترقی کی مدعی قومیں اور کوئی مذہب وملت اس کی ہمسری کا دعوٰی نہیں کرسکتی، قرآن کریم کی دو آیتوں میں انہیں اسرار وحکم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (الحج ۳۲)

ترجمہ: اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے،

لیشہدوا منافع لہم (الحج ۲۸)

ترجمہ: تاکہ وہ اپنے منافع (اور فوائد) کو دیکھ لیں (حاصل کرلیں)

﴿۴۷۹﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح فرمائیں۔

سائل ملک محمود احمد میانوالی

الجواب: واضح رہے کہ مردوں کے لیے داڑھی رکھنا واجب، اس کی شرعی مقدار ایک قبضہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ایک مشت اور داڑھی رکھنا اسلامی اور مذہبی شعار تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کرام علیہم السلام کی متفقہ سنت اور شرافت و بزرگی کی علامت ہے اسی سے مردانہ شکل وصورت کی تکمیل ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل ہے اور حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے، لہٰذا داڑھی رکھنا ضروری ہے اور منڈانا یا ایک مشت (مٹھی) بھر ہونے سے پہلے کترانا حرام اور کبیرہ گناہ ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع (یعنی اتفاق) ہے۔

حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرمائی ہیں،

عشر من الفطرة قص الشارب و اعفاء اللحية۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

یعنی دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ۱، مونچھوں کا کترانا ۲۔ داڑھی بڑھانا، ۳۔ مسواک کرنا، ۴۔ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرنا۔ ۵، ناخن تراشنا۔ ۶۔ بدن کے جوڑوں کو دھونا۔ ۷۔ بغل کے بال اکھاڑنا، ۸۔ زیر ناف بال صاف کرنا۔ ۹۔ پانی سے استنجا کرنا، راوی کو دسویں چیز یاد نہ رہی فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اس حدیث میں جو کہ سنداً نہایت قوی حدیث ہے، دس چیزوں کو جن میں سے داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا بھی فطرت بتلایا گیا ہے اور فطرت عرف شرع میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معمول بہ اور متفق علیہ سنت ہو اور امت کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہو۔ (فتاوی رحیمیہ جدید جلد ۱۰ ص ۱۰۶)

صاحب مجمع البحار اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

عشر من الفطرة ای من السنة ای سنن الانبیاء علیہم السلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

التی بالاقتداء بھم فیھا ای من السنة القدیمة التی اختارھا الانبیاء علیھم السلام واتفقت علیھا الشرائع فکانھا امر جبلی فطروا علیه (مجمع البحار جلد ۳ ص ١٥٥)

یعنی دس چیزیں فطرت (سنت) میں سے ہیں یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کرام علیہم الصلاۃ السلام کی ان سنتوں میں سے ہیں جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا یعنی اس سنت قدیم میں سے ہے جس کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار فرمایا اور اس پر تمام شرائع متفق ہیں گویا کہ یہ وہ امر جبلی ہے جس پر تمام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کو پیدا کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں،

قالوا ومعناه انها من سنن الانبیاء صلوات الله وسلامه علیهم (نووی شرح مسلم ج١ ص ١٦٨)

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ داڑھی بڑھانے کا حکم تمام شریعتوں میں تھا اور یہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کی سنت رہی ہے۔

دوسری جگہ ارشادی نبوی ﷺ ہے،

عن ابن عمر رضی الله عنه قال: قال النبی ﷺ خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفو الشوارب وفی روایة انھکو الشوارب واعفو اللحی متفق علیه (مشکوٰۃ شریف ص ٣٨٠)

یعنی مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو۔ (چھوٹی کرو) اور داڑھی کو معاف رکھو۔ (یعنی اسے نہ کاٹو) ایک اور حدیث میں واعفو اللحی کے الفاظ مذکور ہیں یعنی داڑھی لمبی کرو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ صیغہ امر کے ساتھ داڑھی رکھنے کا حکم فرما رہے ہیں اور امر حقیقت میں وجوب کے لیے ہوتا ہے نیز داڑھی منڈانے میں کفار اناث (عورتیں) اور مخنثوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جس کا ناجائز اور حرام ہونا احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ ابوداؤ شریف میں ہے،

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انہ لعن المتشبہات من النساء بالرجال والمتشبہین من الرجال بالنساء (ابوداود جلد ۲ ص ۲۱۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور مردوں میں ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں لعنت فرمائی ہے، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ ﷺ الرجل یبلس لبسۃ المرأۃ والمراۃ تلبس لبسہ الرجل (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو زنانہ لباس پہنے اسی طرح اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردانہ لباس پہنے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس رضی الله عنه قال لعن رسول الله المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوهم من بیوتکم (مشکوٰۃ ص ٣٨٠)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ لعنت کرتے ہیں ان مردوں پر جو (داڑھی منڈا کر یا زنانہ لباس پہن کر) عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

داڑھی کا ایک مٹھی سے پہلے کٹانا یہ بھی یہود و نصاریٰ اور ایرانی پارسیوں کے ساتھ مشابہت ہے چنانچہ علماء متاخرین میں تحریر فرماتے ہیں،

وقص اللحیة من سنن الاعاجم وهو الیوم شعار کثیر من المشرکین والافرنج والهنود ومن لا خلاق لهم فی الدین ممن یتبعونهم ویحبون ان یتربوابزیهم

ترجمہ: داڑھی کتروانا عجمیوں کا طریقہ ہے موجودہ زمانہ میں اکثر و بیشتر مشرک فرنگی اور ہندوؤں کا اور ان لوگوں کا شعار بن گیا ہے جن کو دین سے کوئی سروکار نہیں اور انگریزوں کے قدم بقدم چلنے ان کی سی شکل و وضع اختیار کرنے کو پسند کرنے لگے ہیں،

آگے تحریر فرماتے ہیں،

ثم قال وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیته فعلم ان ما یفعله بعض من لا خلاق له فی الدین من المسلمین فی الهند والاتراک حرام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور منڈوانے ہی کی طرح مرد کو داڑھی کٹانا بھی حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہندی مسلمان جن کو دین کا کوئی لحاظ نہیں اور نیز ترک جو ایسے کرنے لگے ہیں وہ حرام ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وهنود است وگذاشتن آں بقدر قبضه واجب است واورا سنت گویند بمعنی طریقه مسلوك دردین است یا به جهت آنکه ثبوت آن به سنت است

یعنی داڑھی منڈانا حرام ہے اور اہل مغرب اور ہندوؤں کا طریقہ ہے، داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور اس کو سنت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے یا اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے چنانچہ نماز عید کو (اسی معنیٰ کے اعتبار سے) سنت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے،

واما الاخذ منها وهی دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد۔ (كتاب الصوم مطلب فی الاخذ من اللحيته ج۲ ص ۱۵۵)

صاحب درمختار کا قول

لم يبحه احد نص فی الاجماع (البوادر والنوادر ج۲ ص ۴۴۳)

یعنی داڑھی منڈانے اور کٹوانے کی حرمت پر اجماع کی تصریح ہے۔

تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقال العلائی فی کتاب الصوم قبیل فصل العوارض ان الاخذ من اللحیة دون القبضة کما یفعله المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم فحیث ادمن علی فعل هذا المحرم یفسق وان لم یکن ممن یستبیهونه ولا یعدونه فارقا للعدالة والمروة۔ (جلد ۱ ص ۳۵۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کو کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔

اسی طرح فیض الباری شرح بخاری میں ہے،

وام قطع دون ذلك فحرام اجماعا بین الائمة رحمهم الله جلد ۲ ص ۳۸۰)

یعنی تمام آئمہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ داڑھی اس طرح کاٹنا کہ ایک قبضہ سے کم رہ جائے حرام ہے

اور حدیث شریف میں ہے،

عن رویفع بن ثابت قال: قال لی رسول الله ﷺ یارویفع العل الحیوة ستطول بك بعد فاخبر الناس ان من عقد لحیه او تقلد وترا او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمد امنه بری (مشکوۃ ص ۴۳)

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا داڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرے تو محمد ﷺ اس سے بری

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔

لاجپوری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

جب داڑھی لٹکانے کی بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی۔ (فتاوی رحیمیہ جلد اص ۱۰۷)

الاختیار شرح المختار میں ہے،

اعفاء اللحی قال: محمد ﷺ عن ابی حنفیۃ ترکہا حتی تکث وتکثر والتقصیر فیہا سنۃ وھو أن یقبض زجل لحیتہ فما زاد علی قبضہ قطعہ لأن اللحیۃ زینۃ و کثرتہا من کمال الزینۃ وطولہا الفاحش خلاف السنۃ۔

ترجمہ: اعفاء اللحی یعنی داڑھی بڑھانا امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا داڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہیے یہاں تک کہ گھنی ہوجائے اور بڑھ جائے اور داڑھی میں قصر سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی سے پکڑے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دیں۔ داڑھی سنت ہے اور اس کا بھرپور ہونا (گھنی ہونا) کمال زینت ہے اور داڑھی کی غیر معمولی درازی خلاف سنت ہے۔ (الاختیار شرح المختار جلد۳ ص ۲۳۵)

وقد اختلفوا فیما طال منہا فقبل: ان یقبض الرجل علی لحیتہ واخذ ما فضل عن القبضۃ فلا باس فقد فعلہ ابن عمر وجماعۃ من التابعین واستحسنہ الشعبی وابن سیرین وکرھہ الحسن وقتادۃ و قالا: ترکہا عافیۃ احب لقولہ ﷺ اعفوا اللحی۔ (احیاء العلوم جلد۲ ص ۱۴۸)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ اگر داڑھی لمبی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ بعض کا قول ہے کہ مقدار مشت چھوڑ کر باقی کاٹ ڈالے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور امام شعبی رضی اللہ عنہ اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے اس کو اچھا سمجھا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کو لٹکی رہنے دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اعفوا اللحی، داڑھی بڑھاؤ۔ (بحوالہ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۱۵۹، ۱۶۰)

اور نصاب الاحتساب میں ہے،

قال علیہ السلام: احفوا الشوارب واعفوا اللحی ای قصوا الشوارب واترکوا اللحی کما ہی ولا تقطعوھا ولا تحلقوھا ولا تنقصوھا من القدر المسنون وھو القبضہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھی کو اپنی حالت سے بڑھاؤ اور جب تک وہ ایک قبضہ بھر نہ ہو جاوے اس کو نہ کٹاؤ نہ منڈاؤ نہ گھٹاؤ اور صحیح مقدار ایک مٹھی ہے۔

بہر حال یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ داڑھی ایک مشت رکھنا ہی واجب ہے اور داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے پہلے کتروانا حرام ہے اور اس آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب الآثار میں ہے،

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن الھیثم عن ابن عمر انہ کان یقبض علی اللحیۃ ثم یقص ما تحت القبضۃ قال محمد

وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ

ترجمہ: امام محمد رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ہیثم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کاٹ دیا کرتے تھے، امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا ہے،

فقہ مالکی کی مشہور فقیہ علامہ محمد بن محمد یثنی مالکیؒ المنح الوفیہ شرح مقدمہ العزیۃ میں فرماتے ہیں

ان ترک الاخذ من اللحیۃ من الفطرۃ وامر فی الارسال بان تعفی ای تترک ولا حرج علی من طالت لحیتہ بان یاخذ منھا اذا زادت علی القبضۃ۔

ترجمہ: داڑھی رکھنا فطرت میں سے ہے اور چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ بڑھائی جائے لیکن جس شخص کی داڑھی ایک قبضہ سے لمبی ہو جائے تو ایسے شخص کو قبضہ سے زائد حصہ کو کترواڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

مشہور شافعی فقیہ اور محدث امام نووی رضی اللہ عنہ حدیث خصال فطرت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں،

المختار ترکھا علی حالھا وان لا یتعرض لھا بتقصیر ولا غیرہ۔

ترجمہ: مذہب مختار یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ کتروانے اور منڈوانے کا تعرض بالکل نہ کیا جائے

واعفاء اللحیۃ) بان لا یاخذ منھا شیا مالم یستحبن طولھا و

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بحرم وحلقها ولا يكره اخذ ما زاد على القبضة۔

اور حضور ﷺ کی سنت داڑھی کو چھوڑ دینا ہے اس طرح کہ اس میں سے کچھ بھی نہ تراشے جب تک کہ وہ لمبی ہو کر بری نہ لگنے لگے اور اس کا منڈانا تو بالکل حرام ہے۔ البتہ قبضہ سے زیادہ حصہ کا تراشنا مکروہ نہیں۔ (بحوالہ داڑھی کا وجوب ص ۵۷ تا ٦۷)

بہر حال مذکورہ تمام احادیث اور فقہاء کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت یعنی قبضہ سے کم کرنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز اور حرام ہے اور اتنی داڑھی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں یعنی صرف یہ معلوم ہو کہ داڑھی رکھی ہوئی ہے یہ بات قرآن و سنت اور فقہاء کرام کے اقوال کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے اور اسلام کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے جو کہ انتہائی خطرناک ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جو لوگ اس قبیح فعل کے مرتکب ہیں یا دوسروں کے لئے اس فعل قبیح کا سبب بنے ہیں سب پر ضروری ہے کہ داڑھی ایک مٹھی رکھیں اور اب تک جو گناہ ہوا ہے اس سے صدق دل سے توبہ واستغفار کریں، ورنہ آئندہ جو بھی ان کی وجہ سے داڑھی ایک مشت سے پہلے کتروائے گا تو ان کا وبال بھی ان ہی پر ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے،

من سن فى الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل ولا ينقص من اجورهم شيء ومن سن فى الاسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من اوزارهم شيء۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳٤۱)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کسی نیکی کی بنیاد ڈالی اور اس نیکی پر بعد میں بھی عمل ہوتا رہا تو بعد

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں عمل کرنے والوں کی نیکیوں کے بقدر بنیاد ڈالنے والے کو ثواب ملے گا، لیکن اس سے عمل کرنے والوں کی نیکیوں میں کچھ کمی نہیں آئے گا اور جس نے اسلام میں بدی کی بنیاد ڈالی اور اس بدی پر بعد میں عمل ہوتا رہا تو آئندہ عمل کرنے والوں کے گناہ کے بقدر بنیاد ڈالنے والے کو گناہ ملتا رہے گا اور اس کے سبب برائی کرنے والوں کے گناہ میں سے کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔

۳۔ جو امام داڑھی منڈاتے ہیں یا ایک مٹھی سے پہلے کتراتے ہیں تو وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہیں اور فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، بلکہ نمازیوں پر ضروری ہے کہ متقی پرہیزگار عالم دین کو امام بنائیں جو شریعت اور سنت کا پابند ہو، البتہ ایسے امام کی اقتداء میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں وہ نمازیں ہو گئیں باقی ثواب پورا نہیں ملے گا جیسا کہ البوادر النوادر میں کہ درمختار واجبات صلوٰۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے،

کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا

اور ردالمختار میں اسکے عموم پر ایک قوی اعتراض کرکے تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے،

الا ان یدعی تخصیصھا بان مرادھم بالواجب والسنۃ التی تعاد بترکہ ما کان من ماھیۃ الصلوٰۃ وجزائھا۔

﴿۴۸۰﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا پنجگانہ نمازوں، جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے بعد لوگ مصافحہ کرتے ہیں بلکہ معانقہ بھی کرتے ہیں کیا جائز ہے یا بدعت، بعض لوگ بدعت وخلاف شرع کہتے ہیں، تفصیل سے مسئلہ لکھ دیں۔ سائل مولوی محمد فاروق۔ ضلع لیہ راجن پور۔

الجواب: مسلمان سے مصافحہ کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے کہ حدیث شریف

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

(۱) تصافحوا یذھب الغل (مشکوۃ شریف ص ۴۰۱)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کرتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے،

(۲) قال قتادۃ: قلت لانس: اکانت المصافحۃ فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نعم (مشکوۃ شریف ص ۴۰۱)

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا مصافحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں تھا۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے،

(۳) تجوز المصافحہ لانھا سنۃ قدیمۃ متواترۃ القولہ علیہ السلام: من صافح المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ۔ (ردالمحتار ص ۶۵۶ جلد ۵)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے کہ مصافحہ سنت ہے اور قدیم سے متواتر ہے اور حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں،

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور مغفرت معاصی کا سبب ہے۔ اسی طرح معانقہ بھی سنت ہے کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

(۴) ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم

اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط الا صافحنی بعث الیٰ ذات یوم ولم اکن فی اہلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ وھو علی سریر فالتزمنی فکانت تلک اجود اجود رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۲)

یعنی کیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب تم حاضر ہوتے وہ تم سے مصافحہ فرماتے؟ حضرت ابو ذر نے فرمایا میں جب بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ﷺ مجھ سے مصافحہ فرماتے، اور ایک دن حضور ﷺ نے میرے بلانے کو آدمی بھیجا تو میں گھر میں نہ تھا، میں جب آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ تخت پر جلوہ افروز تھے تو حضور ﷺ نے مجھے سے معانقہ فرمایا تو یہ زیادہ بہتر اور نفیس طریقہ ہے۔

ہدایہ میں ہے،

(۵) قالو الخلاف فی المعانقہ فی ازار واحد اما اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس لہا بالاجماع وھو الصحیح۔ (ہدایہ ص ۴۶ جلد ۴)

یعنی فقہاء نے فرمایا کہ اختلاف اس معانقہ مین ہے کہ جس میں فقط ایک تہبند باندھا ہوا ہو لیکن جب اس پر قمیص یا جبہ ہو تو ایسے معانقہ مین بالاجماع کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔ ان عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ معانقہ بھی سنت ہے۔ بالجملہ مصافحہ کا جواز بلکہ سنت ہونا تو ان احادیث وکتب فقہیہ سے ظاہر ہو گیا۔ جب مصافحہ ومعانقہ کا جواز بلکہ سنت ہونا ثابت کر دیا گیا تو ان احادیث وعبارات میں کسی وقت کی تخصیص تو مذکور نہیں بلکہ حکم عام ہے جو تمام اوقات کو شامل ہے۔ نماز سے پہلے ہو یا فوراً بعد عام حکم کو خاص کرنا جہالت ہے۔

اسی طرح علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسکی تصریح فرماتے ہیں،

(۶) المصافحہ سنۃ فی سائر الاوقات (طحطاوی مصری ص ۱۸۶)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور علامہ طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں،

(۷) المصافحة سنة مستحبة عند كل لقاء۔ (مجمع البحار ص ۲۵۰ جلد ۲)

ان ہر دو عبارات کا ترجمہ یہ ہے کہ مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے اور ملاقات کیوقت مستحب ہے۔ لہٰذا کسی مہینہ اور سال اور دن اور رات یا صبح اور شام یا کسی وقت لقاء کی تخصیص اس کو سنت و مستحب ہونے سے خارج نہیں کر سکتی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں،

(۹) وجائز آنکہ تودیع وقد وم سفر باشد یا جهت طول عهد ملاقات یا غلبه و شدت حب فی الله بعد (اذا شعته اللمعات ص ۴۲ جلد ۴)

اس بے معلوم ہوا کہ معانقہ (گلے ملنا) سفر سے آنے کے سوا اور بھی اظہار محبت وعنایت اور بوقت وداع یا دیر سے ملاقات یا بوقت شدت حب فی اللہ کے لیے بھی جائز ہے۔

نیز اسی میں ہے،

(۱۰) اما معانقه اگر خوف فتنه نه باشد مشروع است واز شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیق احادیث نقل کرده شده ست که انچه بروجه شهوت بود مکروه ست وانچه بروجه کرامت باشد مشروع۔ تفته ان که خلاف در جائے ست که برهنه تن باشد۔ اما با قمیص وجبه لا باس به است با جماع۔ (اشعته اللمعات ص ۲۲ ج ۴)

اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے،

(۱۱) الخلاف فيما اذا لم يكن عليهما غير الازار اما اذا كان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیھما قمیص او جبۃ جاز بالا جماع وقال امام ابو المنصور ان المکروہ من المعانقۃ ما کان علی وجہ الشھوۃ واما علی وجہ البر الکرامۃ فجائز عند الکل۔ (مجمع الانہر مصری جلد ۵ ص ۲۵۲)

وکذا فی العینی

یعنی اگر معانقہ میں کسی فتنہ کا خوف نہ ہوتو مشروع ہے۔ امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ مکروہ وہ ہے جو بر بنائے شہوت ہو اور جو معانقہ بر کرامت کی غرض سے ہو وہ جائز ہے۔ یہی اکثر کتب فقہ میں ہے۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ اعراف میں قصہ اصحاب سبت پڑھ کر رونے لگے۔ حاضرین متحیر ہوئے، حضرت عکرمہ نے آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں یہ غور کر رہا ہوں کہ اس قصے میں شکار کرنے والا گروہ تو اپنی سرکشی کی بنا پر ہلاک ہو گیا اور وہ گروہ جنہوں نے انہیں نصیحت کی اور ان کو شکار سے روکا وہ محفوظ رہا۔ اور تیسرا گروہ جنہوں نے نہ خود شکار کیا نہ انہیں منع کیا بلکہ وہ ساکت ہی رہا۔ شاید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے ان نافرنوں کے ساتھ عذاب میں شامل ہوئے۔ یہ خیال کر کے میں رونے لگا اور مجھے یہ خوف طاری ہوا کہ اکثر لوگوں سے ایسا سکوت و مداہنت ہو جاتی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عکرمہ نے کہا،

(۱۲) یا حضرت حکم ساکتان حکم واعظان ست کہ بلا شتہ نجات یا فتنہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودند۔ ایں دعوے راچہ دلیل می گوئی تا من تسلی پذیرم۔ عکرمہ گفت کہ بارھا از شما شنیدہ ام ونیز از مقررات شرع ست کہ امر بمعروف ونہی از منکر فرض کفایت ست ودر فرض کفایت بجا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آوردن بعض حکم بجا آوردن کل دارد و هرگاه که یك جماعت امر بمعروف کردند عهد از همه ساقط شد و ساکتان را مواخذه نماند۔ اگر کل سکوت می کردند البته شریك گنهگاران می شدند و منع ایشان واعظان را بنا بر آں بود که از قبول امر و نهی مایوس و سرور درود اد و برخاستند و پیشانی عکرمه رابوسه دادند و اورادر بر گرفتند و برابر خود بنشا ندند۔ (تفسیر عزیزی سورہ بقرص ۳۴۶)

حضور سکوت کرنے والوں کا حکم واعظوں کا حکم ہے کہ انہوں نے بے شبہ نجات پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس دعوے کی دلیل پیش کرو تاکہ میری تسکین خاطر ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے چند بار آپ ہی سے سنا اور نیز یہ قواعد شرع میں سے بھی ہے کہ **امر با المعروف ونہی عن المنکر** فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں چند کا ادا کرنا کل کے ادا کرنے کا حکم رکھتا ہے کہ جہاں ایک گروہ نے امر بمعروف کر دیا فریضہ سب کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور سکوت کرنے والوں پر کچھ مواخذہ نہ رہا۔ ہاں اگر سب نے ہی سکوت کیا تو یہ گنہگاروں میں شریک ہوتے ہیں اور انکا واعظوں کو منع کرنا اس بنا پہ تھا کہ یہ ان کے نصیحت پذیر ہونے سے ناامید ہو چکے تھے نہ اس لیے تھا کہ یہ گناہ سے رضامند اور مداہنت کے لیے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کلمہ کو سن کر بہت خوش ہوئے اور چہرہ پر آثار فرحت وسرور نمایاں ہوئے اور کھڑے ہو کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان سے معانقہ کیا پھر انہیں اپنے برابر بٹھایا۔

ان عبارات سے معانقہ کے مکروہ کی دو صورتیں بیان ہوئیں ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معانقہ بغرض شہوت ہو تو مکروہ ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ برہنہ تن ہو تو مکروہ ہے، اور جواز معانقہ کی دس صورتیں ذکر کیں۔

۱۔ معانقہ بغرض اظہار محبت

۲۔ معانقہ بخیال اظہار عنایت

۳۔ معانقہ بوجہ کرامت

۴۔ معانقہ بوجہ نیکی

۵۔ معانقہ بجہت طول عہد ملاقات

۶۔ معانقہ بوجہ سرور خوشی

۷۔ معانقہ بوقت غلبہ حب فی اللہ

۸۔ معانقہ بوجہ شدت حب فی اللہ

۹۔ معانقہ بوقت قدوم از سفر

۱۰۔ معانقہ بوقت وداع برائے سفر

اور خاص و عام پر ظاہر ہے کہ ایام عیدین میں ان کی اکثر وجوہ موجود ہیں کون نہیں جانتا کہ ایام عید اظہار محبت کے دن ہیں کون واقف نہیں کہ ایام عید اظہار عنایت کے دن ہیں کس کو علم نہیں کہ ایام عید برو کرامت کے دن ہیں۔ کس کو علم نہیں کہ ایام عید مسرت و خوشی کے دن ہیں کسے پتہ نہیں کہ یہ ایام عید میں کتنی مدتوں کے بچھڑے باہم ملاقات کرتے ہیں، معانقہ کو ناجائز و مکروہ کہہ دینا اور محض اپنی ہٹ دھرمی سے معانقہ کو وقت قدوم سفر کیساتھ خاص کر لیا اور فقط اپنی ضد سے سنت کو بدعت ٹھہرانا مخالفین کی جہالت و عنایت نہیں تو اور کیا ہے۔

شاح الجید میں تکملہ شرح اربعین کی عبارت منقول ہے،

(۱۳) ومشروعية المصافحة مطلقا اعم من ان تكون عقيب الصلوات الخمس والجمعة والعيدين وغير ذلك لان النبي صلى الله عليه وسلم لم يقيدها بوقت دون وقت

اسی میں مسوی سے بحوالہ امام نووی نقل کرتے ہیں

(۱٤) هكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يوم العيد والمعانقة يوم العيد۔ لہٰذا بعد نماز عیدین مصافحہ ومعانقہ جائز ہے۔ بعد نماز پنجگانہ اور خاص کر نماز عصر و فجر کے بعد امام ومقتدی کا مصافحہ کرنا جائز ہے،

مجمع البحار میں ہے،

(۱۵) كانت المصافحة في اصحابه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هي سنة مستحبة عند كل لقاء وما اعتادوه بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له في الشرع ولكن لا باس به وكونهم حافظين عليها في بعض الاحوال مفرطين فيها في كثير منها لا يخرج ذالك البعض عن كونه مما ورد الشرع باصلها وهي من البدع المباحة۔ (مجمع البحار جلد ۲ ص ۲۵۰)

درمختار میں فرمایا

(۱٦) واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووي في اذكاره وغيره في غيره۔ (شامی مصری جلد ٥ ص ۲۵۲)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شامی میں ہے،

(۱۷) قال ابو الحسن البکری و تقیدہ بما بعد العصر و الصبح علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلہا کذالک کذا فی رسالۃ الشرنبلالی فی المصافحۃ و نقل مثلا عن الشمس الحالوتی و انہ افتی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردۃ فی مشروعیتہا۔

خلاصہ: مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سنت سمجھا جاتا تھا اور وہ ہر ہر ملاقات پر مستحب ہے۔ اور نماز پنجگانہ خاص کر صبح و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بدعت مباح ہے اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں جیسا کہ مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے۔ اسی لیے اس کا جواز، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہ کی کتب سے مستفاد ہوا اور اسی کی مشروعیت پر علامہ شمس نے کہا ہے۔ لقا یہاں بمعنی ملاقات ہے۔

حدیث شریف میں ہے،

ویسلم علیہ اذا لقیہ۔ اس کا ترجمہ اشعتہ اللمعات میں یہ لکھا سلام دہد بروی چو ملاقات کند مسلمان را۔ (اشعتہ اللمعات جلد ٤ ص ٥)

اور الفاظ حدیث یصافحکم اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط الا صافحنی۔ کا ترجمہ اشعتہ اللمعات میں یہ کیا،

(۱۸) ایا بود آنحضرت کہ مصافحہ میکرد شمارا چون ملاقات میکرد شما آنحضرت را گفت ابو ذر ملاقات نکردم من آنحضرت را ہیچ گاہ مگر آنکہ مصافحہ کرد مرا۔ (اشعتہ اللمعات

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جلد ٤ ص ٢٣)

توان میں اس کے معنی ملاقت کے لیے۔

خود علامہ شامی نے تو ردالمحتار میں مصافحہ کو بعد نماز کے نہ سنن روافض لکھا نہ بدعت سیئہ تحریر فرمایا۔ نہ غیر مشروع کہا، مخالفین کے دعوے میں اگر صداقت ہے تو وہ خود ان کی عبارت پیش کریں۔

ہاں علامہ نے شامی میں ایک یہ عبارت ملتقط کی نقل کی

(١٩) تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض (شامی جلد ٥ ص ٢٥٢)

اس عبارت میں کراہت کی علت ایک تو یہ ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کسی فعل کے ناجائز وممنوع ہونے کی دلیل نہیں کہ مواہب لدینہ میں ہے،

(٢٠) الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع (مواهب مصرى ج٢ ص ١٢٢)

تو جب عدم فعل دلیل منع نہیں تو مصافحہ مذکور کا ممنوع ہونا ثابت نہ ہوسکا۔

دوسری علت یہ بیان کی یہ مصافحہ طریقہ روافض ہے تو اس میں روافض سے مشابہت ہے۔ لہٰذا مکروہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تشبہ اس فعل میں ممنوع ہے جو فی نفسہ شرعا ممنوع ہو، یا اس قوم کا شعار خاص ہو، یا کرنے والا اس کو بقصد مشابہت کرے۔

چنانچہ شامی میں ہے،

(۲۱) ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم قصد بہ التشبہ لا مطلقا۔ (شامی جلد۱ ص ۴۵۳)

تو جب یہ مصافحہ نہ خود فی نفسہ شرعا ممنوع و مذموم، نہ کرنے والے ان کو بقصد مشابہت روافض کرتے ہیں تو اس میں وہ تشبہ ہی نہیں پایا گیا جو نا جائز و مکروہ ثابت کر سکے۔ علاوہ بریں کسی گمراہ قوم کا طریقہ اس وقت تک لائق اجتناب ہوتا ہے جب تک وہ ان کی سنت رہے، اور جب اس قوم میں سے ان کا رواج اٹھ جائے تو وہ پھر اس قوم کی سنت ہی نہیں کہلائے گی۔

درمختار میں ہے،

(۲۲) ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقبل الید الیمنی الا انہ من شعار الروافض ویجب التحرز عنہ وغیرہ قلت ولعلہ کان وبن فتبصر

علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں،

(۲۳) ای کان ذلک من شعارھم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی ھذہ الزمان فلا نھی عنہ کیفما کان۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۳۸)

تو بعد نماز کا مصافحہ عین ممکن ہے کہ صاحب ملتقط کے زمانہ میں طریقہ روافض ہو لیکن ہمارے زمانہ میں تو یہ اب ان میں رائج ہی نہیں کہ روافض نہ جماعت کا التزام رکھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں لہٰذا یہ مصافحہ ہمارے زمانہ میں طریقہ روافض ہی نہیں ہے تو یہ دوسری علت بھی ختم ہو گئی۔ بالجملہ عبارت ملتقط کے کراہت کی جب ہر دو علتیں باقی نہ رہیں تو حکم کراہت بھی باقی نہ رہا تو مصافحہ بعد نماز کراہت جائز ہوا۔

دوسری عبارت

(۲۴) ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها فی الشرع وانه ینبه فاعلها اولا ویعزر ثانیا۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اس کا جواب حضرت امام نووی کی اذکار کی عبارت میں ہے، جس کو علامہ شامی نے نقل کیا۔

واما ما اعتادہ الناس من المصافحة بعد صلوۃ الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع هذا الوجه ولکن لا باس به فان اصل المصافحة سنة اللتی ورد الشرع با صلها۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اگر علامہ ابن حجر نے اس مصافحہ کو غیر مشروع کہا تو حضرت امام نووی نے اس کو مشروع قرار دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امام نووی کا مرتبہ بدر جہا بلند ہے۔ تو جب اس مصافحہ کا مشروع ہونا ثابت ہوگیا تو فعل مشروع کے کرنے والے پر نہ تنبیہ ہوگی نہ تعزیز۔ تو اس عبارت سے استدلال بھی ختم ہوگیا۔

تیسری عبارت مدخل کی یہ ہے،

(۲۵) انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلك ویزجر فاعل لما اتی به من خلاف السنة۔ (شامی جلد ۵ ص ۲۵۲)

اس عبارت میں اس مصافحہ کو بدعت کہا اس کا جواب درمختار کی اس عبارت میں گزرا جو جواب سوم میں منقول ہے کہ بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ دوسری بات یہ کہی کہ یہ مصافحہ خلاف محل میں ہے کہ شرعا وہ وقت لقا ہوتا ہے اور بعد نماز کا وقت وقت لقا نہیں تو وہ خلاف محل ہوا۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا جواب یہ ہے کہ بعد نماز کا وقت لقا ہے۔ چنانچہ وشاح الجید میں منصحہ سے بحوالہ تکملہ شرح اربعین نقل ہیں،

(۲۶) ان حالة السلام حالة القاء لان المصلى لما احرم صار غائبا عن الناس مقبلا على الله تعالىٰ فلما ادى حقه قبل له ارجع الىٰ مصالحك و سلم على اخونك لقدومك عن غيبتك ولذالك ينوى القوم بسلامه كما ينوى الحفظة و اذا سلم يندب له المصافحة او تسن كالسلام۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں حضرت شیخ نور الحق والدین مشہور شیخ نو قطب عالم کے ذکر میں نقل کرتے ہیں کہ ان قطب عالم نے اپنے شیخ حضرت علاء الحق والدین سے دریافت کیا۔

پیش شیخ عرضه داشت که چه سر ست که مشائخ بعد از سلام نماز فریضه مصافحه میکند فرمو سنت بریں است که چوں مسافر ے از سفر بازمی آید با دوستاں مصافحه میکند، چوں درویش در نمازمی ایستد مستغرق میگردد و از خود بیروں می آید سفر باطن حاصل میشود چوں سلام می دهد بخود بازمی آید ضرور ست که مصافحه میکند۔ (اخبار الاخیار ص ۱۰۳)

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ نماز کے بعد کا وقت بھی وقت لقا ہے کہ نماز میں جب حرام باندھتا ہے تو وہ لوگوں سے غائب ہو جاتا ہے اور سیر الی اللہ میں مستغرق ہو کر سفر باطن کرتا ہے اور جب وہ حق اللہ کو ادا کر چکا تو اب وہ سفر باطن سے واپس ہوا تو یہی اس کی حالت لقا ہے۔ لہٰذا اس پر

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کو سلام کرنا مسنون ہوا تو مصافحہ کیوں نہ مستحب ہوگا۔ پھر جب یہ مصافحہ بوقت لقا ہوا تو خلاف محل بھی نہ ہوا۔ اور جب مستحب یا سنت ثابت ہوا تو یہ خلاف سنت کب ہوا۔

﴿۶۸۱﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

وہ تمام افراد مثلاً مصنف ہدایت کار پیش کار کیمرہ مین اداکار اور نشریاتی ادارے جو اسٹیج ٹی وی اور فلموں میں غیر مسلموں مثلاً ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ کا کردار ادا کرتے ہوئے مندروں گرجا گھروں وغیرہ میں جا کر ان ہی کی طرح عبادت کرتے ہیں بتوں سے مدد مانگتے ہیں کیا یہ سب اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان سب کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ ایسی صورت میں کیا ان کی بیویاں اور شوہران سے علیحدگی اختیار کریں؟ ان تمام افراد کے بارہ میں جواب سے مطلع کریں۔ سائل محمد عمر فاروق راولپنڈی

الجواب: واضح رہے کہ غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا ان کی نقالی کرنا گناہ اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے پھر خصوصاً کفار کے مذہبی شعار میں ان کی مشابہت اختیار کرنا یا ان کا کردار ادا کرنا اور اس نوعیت کے دوسرے ایسے امور (جن کی سرحدیں کفر سے ملتی ہیں) کا مرتکب ہونا ضلالت اور کفر کا باعث ہے۔

حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے (وہ کل قیامت کے دن) انہی میں سے ہوگا۔

لہذا صورت مسئولہ میں نشریاتی اداروں اسٹیج، ٹی وی اور فلموں میں جو کچھ نشر ہوتا ہے۔ اس کے بے حیائی منکرات اور دوسرے مفاسد پر مشتمل ہونے کے علاوہ ایسی چیزیں نشر ہوتی ہیں جو موجب کفر ہیں اور اس میں جو لوگ حصہ لیتے ہیں مثلاً مصنف ہدایت کار اداکار وغیرہ اور پھر غیر مسلموں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی طرح عبادت کرتے ہیں مندروں اور گرجا گھروں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیساؤں میں جا کر بتوں اور صلیب وغیرہ کے سامنے جھکتے ہیں اپنے گلے میں صلیب لٹکاتے ہیں ہندوؤں کی طرح مانگ بھرتے ہیں غیر اللہ (یعنی بتوں سے) سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کفار کے دوسرے مذہبی شعار کو بخوشی ادا کرتے ہیں ان سب افعال کے ادا کرنے والے اور اس کی رہنمائی کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

نیز امت مسلمہ کا قرناً بعد قرن اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ باری تعالی کے علاوہ ایسی چیزوں کی عبادت پرستش اور ان کو سجدہ کرنا (چاہے تعظیماً کیوں نہ ہو) جو کفار کے شعار اور خاص کفر کی علامات ہیں جیسے بت چاند سورج اور صلیب وغیرہ باجماع امت کفر وشرک ہے اس کا کرنے والا کافر مرتد ہے اگر چہ اس کا مرتکب عبادت کی نیت نہ رکھتا ہو کیونکہ شریعت کا مدار ظاہر عمل پر ہے البتہ ممکن ہے کہ عند اللہ سبحان تعالی وہ شخص مؤمن ہو مگر دنیوی احکام کے لحاظ سے اس کا مرتکب کافر شمار ہوگا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں کہ:

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو تسلیم کرے اور اس پر ایمان لائے اور ساتھ ساتھ آفتاب (سورج) کو سجدہ کرے تو وہ شخص بالاجماع مسلمان نہیں اگر اس کا دل ایمان سے بھرپور ہے تو دیانتہ کافر نہیں کہا جائے گا لیکن قضاء اس کو کافر کہیں گے اور تمام معاملات اس کے ساتھ وہی کئے جائیں گے جو کفار کے ساتھ کئے جاتے ہیں، (الاعلام بقواطع الاسلام جلد ۲ ص ۳۳)

نیز فرمایا جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو سوائے کافر کے کسی دوسرے سے صادر نہیں ہوتا تو وہ شخص کافر کہا جائے گا اگر چہ وہ اعلانیہ اپنے اسلام کو ظاہر کر رہا ہو جیسے یہودیوں کے کنیسہ میں یہود کے ساتھ ان کے طریقہ پر زنار وغیرہ پہن کر جانا وغیرہ۔ (الزواجر جلد ا ص ۲۴)

الغرض کفار کے شعار کو اختیار کرنا اس کی طرح عبادت کرنا غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ کو سجدہ کرنا، خواہ عبادت کی نیت ہو یا نہ ہو بالاجماع یہ سب اعمال کفر وشرک میں داخل ہیں اس کے مرتکبین

اور رہنما کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر لازم ہے کہ ان چیزوں سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں ورنہ ان پر ان کی بیویاں حرام ہوں گی اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا شرعاً درست نہ ہوگا۔

شرح العقائد ص ۱۴۸ میں ہے،

ولو نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة للتکذیب و علم کونه ذلک بالا دالة الشرعیة کسجود الصنم و القاء المصحف فی القاذورات و التلفظ بالفاظ الکفر۔

نبراس ص ۲۴۸ میں ہے،

کما لو فرضنا ان احداً صدق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ واقربه و عمل به ای صار جامعاً لارکان الایمان باجماع اهل القبلة و مع ذلك شد الزنار بالاختیار یجعله کافراً ای نحکم بکفره ظاهراً و باطنا و هو مختار الشارع۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام بقواطع الاسلام جلد۲ ص ۳۳ پر لکھا ہے،

و منها ان موجبات الارتداد کل قول او فعل صدر عن تعمد او استهزاء بالدین صریح کسجود الصنم و الشمس سواء کان فی دار الحرب او فی دار الاسلام و فی المواقف و شرحها من صدق بما جاء به النبی ﷺ و مع ذلك سجد للشمس کان غیر مومن بالاجماع

درمختار جلد۴ ص ۲۲۲ میں ہے،

فی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد۔ و قال العالمة ابن عابدین

الصلوة و السلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

رحمہ اللہ، ای تکلم بہ باختیار غیر قاصد معناہ وہذا الاینافی بامر من ان الایمان ہو التصدیق فقط او مع الاقرار، لان التصدیق وان کان موجوداً حقیقۃ لکنہ زائل حکما لان الشارع جعل بعض المعاصی امارۃ علی عدم وجود، کالھزل المذکور، وکمالو سجد لصنم۔ فانہ یکفر۔ (وقولہ والطوع) ای الاختیار، احترازعن الاکراہ عن الاکراہ ودخل فیہ الہازل کما مر لانہ یعد مستخفا لتعمدہ التلفظ بہ وان لم یقصد معناہ وفی البہر عن الجامع الصغیر۔ اذا طلق الرجل کلمۃ الکفر عمداً لکنہ لم یعتقد الکفر۔ قال بعضہم یکفر وہو الصحیح عندی لانہ استخف بہ منہ الخ۔ ثم قال فی البہر والحاسل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ہاذلاً اولا عباً کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ۔(جلد ٤ ص ٢٢٤)

فتاوی ہندیہ جلد۲ ص ۲۷۵ میں ہے،

یکفر بوضع قلنسوۃ المجوسی علی راسہ وہو الصحیح الا لضرورۃ لدفع الحر والبرد وبشد الزنار فی وسطہ ۔(جلد ۲ ص ۲۷۵)

خلاصہ یہ کہ جولوگ ایسے کاموں میں براہ راست شریک ہیں ان کے لیے توبہ اور استغفار کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے اور جولوگ براہ راست اس میں شریک نہیں ان کے لیئے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، البتہ ہرلحاظ سے ایسے کاموں میں شرکت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

﴿٤٨٢﴾ **فتوی شرعی:** کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آج کل نعت خواں حضرات جو ذکر والی نعتیں پڑھتے ہیں جس میں پیچھے سے (اللہ، اللہ) وغیرہ ذکر کی آوازیں آتی ہیں جو بطور ردھم پڑھا جاتا ہے، ان نعتوں کا کیا حکم ہے اور ان کا پڑھنا اور سننا کیسا ہے؟ اس کے علاوہ موسیقی کے آلات لہوا استعمال کرنا کیسا ہے

سائل غضنفر خان میانوالی

الجواب: سوال میں جن نعتیہ کیسٹوں کا ذکر کیا گیا ہے انہیں بغور سنا گیا ان کیسٹوں میں حمد باری تعالیٰ اور نعتوں کے پس منظر میں لفظ اللہ کو مخصوص انداز سے دہرایا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ اللہ کی آواز کو دف کے متبادل کے طور پر محض نعتوں کا پس منظر بنانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ ان آوازوں کا پس منظر بنانے کے لیے استعمال کیا گیا اور جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ ان آوازوں کو کمپیوٹر کے ذریعے مکسنگ کے عمل سے گزار کر نعتوں کے پس منظر میں ترتیب دیا جاتا ہے اس سے بھی مذکورہ بالا مقصد کی تائید ہوتی ہے لفظ اللہ کو ذکر کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، لہٰذا جن نعتوں میں لفظ اللہ کو مذکورہ طریقے سے پڑھا گیا ہے ان کا سننا جائز نہیں ایسی نعتیں پڑھنے اور سننے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

فی الاشباہ والنظائر جلد ۱ ص ۱۰۴

قال قاضی خان اذا قال عند فتح الفقاع للمشتری صلی علی محمد قالوا یکون آثماً وکذا الحارس اذا قال فی الهراسة لا اله الا الله یعنی لاجل الاعلام بانه مستیقظ۔ رجل جاء الی البزاز لیشتری منه ثوباً فلما فتح المتاع قال سبحان الله او قال اللهم صل علی محمد ان اراد بذلك اعلام المشتری جودة ثیابه ومتاعه کره۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فتاوی ہندیہ جلد ۵ ص ۳۱۵ میں ہے،

من جاء الی تاجر لیشتری منه ثوباً فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالیٰ وصلی علی النبی ﷺ اراد به اعلام المشتری جودة ثوبه فذلك مکروه هکذا فی المحیط۔ حارس یقول لا اله الا الله او یقول صلی الله علی محمد یاثم لانه یاخذ لذلك ثمناً

الدر المختار جلد ۱ ص ۵۱۸ میں ہے،

وحراماً عند فتح التاجر متاعة ونحوه وفی الشامیه تحته الظاهر ان المراد به کراهة التحریم لما فی کراهیة الفتاوی الهندیه اذا فتح التاجر الثوب فسبح الله تعالیٰ او صلی علی النبی ﷺ یرید به اعلام المشتری جودة ثوبه فذلك مکروه وکذا الحارس لانه یاخذ لذلك ثمنا وکذا الفقاعی اذا قال ذلك عند فتح فقاعه علی قصد ترویجه وتحسینه یاثم وعن هذا یمنع اذا قدم واحد من العظماء الی مجلس فسبح او صلی علی النبی ﷺ علاماً بقدومه حتی یفرج الناس او یقوموا له یاثم۔

وفی الشامیة ایضا جلد ۲ ص ۳۵۰

وما کان سبباً لمحظور فهو محظور

وفی المحیط البرهانی جلد ۷ ص ۵۰۷

والتسبیح والتحمید نظیر القرائة (ای فی القراءة عند قوم مشاغیل وفی الحمام وغیرهما)

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

وفی التاتارخانیہ جلد۵ص۴۹۱

واذا قرأ القرآن علی ضرب الدف والقصب فقد کفر

وفی الہندیہ جلد۵ص۳۱۷ میں ہے

قراء القران بالترجیع قیل لا تکرہ وقال اکثر المشائخ تکرہ ولا تحل لان فیه تشبهاً بفعل الفسقة حال فسقهم ولا یظن احد ان المراد بالترجیع المختلف المذکور کور اللحن لان اللحن حرام بلا خلاف۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے آلات لہو سے نعت سننا سخت گناہ ہے پرہیز ضروری ہے۔

﴿۴۸۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو ہمارے کچھ بھائی سبز عمامہ باندھتے ہیں، یہ باندھنا کیسا ہے سائل **ملک جاوید اقبال۔**

الجواب: سید دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین قسم کا عمامہ استعمال فرمایا ہے، اکثر سفید خاص کر حضر میں بعض دفع سیاہ خاص کر جنگ وفتح کے موقع پر اور گاہے بگاہے سبز۔

قرآن پاک میں سبز رنگ کے بارے میں

علیهم ثیاب سندس خضر واستبرق

جنت والوں کے اوپر کی پوشاک سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑوں کی ہوگی۔

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر۷۶ ہے، متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان

یہ (جنتی) لوگ وہاں سبز غالیچوں پر اور عمدہ عمدہ بچھونوں پر تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

سورۃ کہف پارہ ۱۵ آیت ۳۱ میں ہے

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیاب خضر من سندس واستبرق

وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز مہین ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے پہنیں گے۔

درج بالا قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا۔

چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القلوب فی لباس المحبوب ص ۳ پر رقمطراز ہیں۔ دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید گاہے گاہے دستار سیاہ و احیاناً سبز (انتی) پھر درمختار جلد ۵ ص ۲۵۲ میں ہے، لا باس بسائر الالوان یعنی کسی بھی رنگ کے استعمال میں حرج نہیں ہے۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے، قال صاحب الروضہ یجوز للرجال والنساء بس الثوب الاحمر والا خضر بلا کراھتہ، یعنی مردوں اور عورتوں کو سرخ اور سبز پوشاک پہننے کا جواز بلا کراہت ہے۔ پھر شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سفر السعادۃ ص ۴۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں، بہ تحقیق جواز ثابت شدہ است کہ دوست ترین رنگھا نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از بیاض خضر بود یعنی تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رنگوں میں سفید رنگ کے بعد سبز رنگ زیادہ محبوب تھا۔ جب کہ علامہ عبدالحی نے مجموعۃ الفتاوی جلد ۲ ص ۳۹۱ میں تحریر فرمایا ہے، کہ سفید کے بعد پیلا رنگ زیادہ محبوب تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم جلد ۲ ص ۴۰۵ میں فرماتے ہیں وکان یعجبہ ثیاب الخضر یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز پوشاک پیارا لگتا تھا۔ الوفا باحوال المصطفیٰ جلد ۲ ص ۵۶۶ میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبز کپڑوں میں وفود سے ملاقات کرتے تھے۔ پیارا لگنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ جنتیوں کا لباس ہے جیسا کے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الوسائل جلد ۱ ص ۱۴۴ میں تحریر فرمایا

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے قال ابن بطال اثباب الخضر من لباس اهل الجنته ، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۲۴۱ میں ہے، حضرت سلمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مہاجرین اولین کو پایا ہے کہ سیاہ، سفید، سرخ اور سبز عمامے باندھتے تھے۔ پھر ایک ضابطہ کلیہ مذہب احناف کا ہے، الاصل فی الاشیاء ولا باحته جب تک کسی چیز کی حرمت کی دلیل نہ پائی جائے وہ جائز ہے چنانچہ فتاوی شامی جلد ۵ ص ۳۲۶ میں ہے، لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله باثبات الحرمته او الکرحته ، خود حضور ﷺ نے باوجود شارع ہونے کے شراب جیسی ام الخبائث کو حرام کہنے میں اس وقت تک توقف فرمایا کہ صریح آیت آگئی کہ یہ ہم کون ہیں کہ بلا دلیل شرع چیزوں کو حرام کہتے پھریں۔ مشکوۃ شریف ص ۳۶۲ میں ہے، وما سکت عنه فهو عفو یعنی شرع شریف جن چیزوں کی حلت وحرمت سے خاموش ہے وہ معاف اور جائز ہیں اسی حدیث پاک سے احناف کا مذکورہ قاعدہ کلیہ ماخوذ ہے۔ لیکن کسی ایک رنگ کو شعار نہ بنائیں کبھی کبھی سفید بھی استعمال کرلیا کریں۔

﴿۴۸۴﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا کوئی ایسی صورت ہے جس میں خودکشی کرنا گناہ نہ ہو۔ سائل محمد گلزار

الجواب: اگر اکراہ شرعی پایا گیا تو اس صورت میں خودکشی گناہ نہیں، فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۳۶ میں ہے،

لو قال له لتقتلن نفسك بالسيف اولا قتلنك بالسياط او ذكر له نوعا من القتل هو اشد مما امره ان يفعل بنفسه وسعه ان يقتل نفسه بالسيف ۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنے کو تلوار سے قتل کرو ورنہ میں تجھے نہایت غلط طریقے سے قتل کرونگا تو اس شخص کو غالب گمان ہوا کہ اگر میں اپنے کو قتل نہ کروں گا تو یہ آدمی جیسی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دھمکی دے رہا ہے ویسا ہی کر گزرے گا یعنی یہ اکراہ شرعی پایا گیا اس صورت میں خودکشی کرنا گناہ نہ ہوگا۔

﴿٤٨٥﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہو تو کیا اسے دعائے قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ سائل عبدالستار

الجواب: ایسے شخص کے لیے دعائے قنوت پڑھنا منع ہے۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷ میں ہے اور فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۱۰۳ میں ہے،

اذا ادرکہ فی الرکعۃ الثالثۃ فی الرکوع ولم یقنت معہ لم یقنت فیما یقضی کذا فی المحیط۔

﴿٤٨٦﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی نماز قضا ہو جائے تو لوگوں کے سامنے کس طرح ادا کرے۔ سائل محمد نعیم

الجواب: ایسی صورت میں دعائے قنوت کی تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھانا منع ہے۔ بہار شریعت جلد ۴ ص ۷، ردالمحتار جلد ۱ ص ۴۴۷ میں ہے،

رافعا یدیہ لو فی الوقت اما فی القضاء عند الناس فلا یرفع حتی لا یطلع احد علی تقصیرہ۔

﴿٤٨٧﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ کرنے کے بعد قعدہ اخری میں دو رکعت بھول کر اور ملا دی اب دوبارہ سجدہ سہو کرے یا نہیں۔ سائل حافظ ذوالفقار علی۔

الجواب: اس صورت میں سجدہ سہو دوبارہ کرنے کا حکم ہے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد ۱

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ص ۵۰۳ میں ہے، اذا صلی رکعتین فرضاً او نفلاً و سهواً فیهما فسجد له بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیه لم یکن له ذلك البناء ای یکره له تحریما لئلا یبطل سجوده بلا ضرورة بخلاف المسافر اذا انوی الاقامة لانه لو لم یبن بطلت ولو فعل ما لیس له من البناء صح بناءه لبقاء التحریمة ویعید هو المسافر سجود السهو علی المختار۔

﴿۴۸۸﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

عورت نے آیت سجدہ تلاوت کی اور ابھی سجدہ تلاوت ادا نہیں کیا مگر حیض آ گیا کیا عورت پر سجدہ واجب ہوا یا نہیں۔ سائل محمد مظہر ملک

الجواب: عورت سجدہ تلاوت کرے تو گنہگار نہ ہوگی۔ فتاوی شامی جلد اص ۵۱۷ میں ہے، اذا قرأت اية السجدة ولم تسجد لها حتی حاضت سقطت لان الحیض ینا فی وجوبها ابتداءً فکذا بقاءً

﴿۴۸۹﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

وہ صورت کیا ہے کہ ایک آدمی ساری دنیا گھوم آیا مگر نماز قصر کرنا واجب نہ ہوا۔

سائل عبد العزیز

الجواب: وہ ایسی صورت ہے کہ جب مسافر اتنے سفر پر نکلا کہ اس پر قصر واجب ہو جائے مگر اس نے یہ سفر اس طرح کیا کہ پچاس پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ٹھہر کر کام کیا اور پھر ارادہ کیا کہ پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر کام کرنا ہے تو اس صورت میں اس پر قصر واجب نہ ہوگی۔ اسی طرح اعلحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی الرحمتہ الرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ اگر دو سو میل کے ارادہ پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی ۲۰ میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے ۳۰ میل جاؤں گا وہاں

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پچیس میل وعلی ہذا القیاس مجموعہ دوسو میل تو وہ مسافر نہ ہوا۔ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۶۶۷۔

﴿۴۹۰﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثی مشکل کو غسل کون دے عورتیں یا مرد۔

سائل خالد خان

الجواب: خنثی مشکل کو نہ مرد نہا سکتا ہے نہ عورت بلکہ تیمم کرایا جائے۔ بہار شریعت جلد ۴ ص ۱۳۵ میں ہے اور فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۱۵۰ میں ہے، الخنثی المشکل المراھق لم یغسلھا رجل ولا امرأة وتیمم وراء ثوب کذا فی الزاھدی۔

﴿۴۹۱﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ بچپن سے لیکر آخری عمر تک پاگل ہی رہا اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ لکھ دیں۔

سائل محمد امین

الجواب: اگر کوئی شخص نابالغی میں پاگل ہوا ہو اور ساٹھ سال کی عمر میں پاگل کی حالت میں وفات پا گیا ہو تو اس کے لیے نابالغ والی دعا پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ جلد ۱ ص ۱۰۸ میں ہے، اذا کان صغیرا او مجنون فلیقل اللھم اجعلہ لنا فرط۔ غنیۃ صفحہ ۵۴۳ میں ہے، ینبغی ان یعقد بالجنون الا صلی لانہ لم یکلف فلا ذنب لہ کالصبی بخلاف العارضی فانہ قد کلف وعرض الجنون لا یمحو اما قبلہ۔

﴿۴۹۲﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہچان نہ ہو کہ یہ میت مسلمان کی ہے یا غیر مسلم کی تو کیا ایسی میت کو مسلمانوں کے قبرستان

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں دفن کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ سائل گل ظہیر خان

الجواب: اگر اس آبادی میں مسلمان زیادہ ہوں تو ان کو مسلم قبرستان میں دفن کیا جائے اور کافر زیادہ ہوں تو کافروں کے قبرستان میں گاڑا جائے اور اگر برابر ہوں تو احتیاطاً دونوں کے قبرستانوں سے الگ تیسری جگہ دفن کیا جائے۔ ایسا ہی فتاوی عالمگیری جلد اص ۱۴۹ میں ہے

﴿۴۹۳﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا ایک مسلمان عادل کی گواہی سے ۲۹ شعبان کو رمضان کے چاند کا ثبوت شرعاً ہو جاتا ہے سائل محمد رمضان

الجواب: ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو تو ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت شرعاً ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے،

عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال انی رأیت الهلال یعنی هلال رمضان فقال اتشهد ان لا اله الا الله قال نعم قال اتشهد ان محمد الرسول الله ﷺ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ عرض کیا ہاں، فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوۃ ص ۱۷۴)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، دریں حدیث دلیل ست بر آں کہ یك مرد مستور الحال یعنی آں کہ فسق او معلوم نہ باشد مقبول ست خبر وے در ماہ رمضان و شرط نیست لفظ شہادت

یعنی اُس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ایک مرد مستور الحال یعنی جس کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو اس کی خبر ماہ رمضان میں مقبول ہے۔لفظ شہادت کی شرط نہیں (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص۷۹)

درمختار مع شامی جلد دوم ص۹۰ میں ہے،

قبل بلا دعویٰ و بلا لفظ اشہد و حکم و مجلس قضاء للصوم مع علۃ کغیم وغیرہ خبر عدل او مستور لا فاسقاً تفاقاً

﴿۴۹۴﴾ **فتوی شرعی** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے چاند کے لیے اگر دو آدمی گواہی دیں تو کیا عید ہو جائے گی یا نہیں۔سائل محمد امیر

الجواب: اس صورت میں یہ ہے کہ وہ لوگ فاسق نہیں ہیں مگر عادل بھی نہیں ہیں بلکہ مستور الحال ہیں یعنی بظاہر عادل معلوم ہوتے ہیں کہ پوری داڑھی رکھے ہوئے ہیں اور پیشانیوں پر سجدے کے نشانات بھی ہیں لیکن ان کے حالات کی تحقیق نہیں تو ان کی گواہی سے عید کا چاند ثابت نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری جلد۵ ص۱۷۲ میں ہے،

لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایۃ ہو الصحیح

ہکذا فی الکافی۔ الروایت ہوا الصحیح۔

﴿۴۹۵﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امیر کا حج افضل ہے یا غریب کا۔سائل محمد افضل

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب: غنی کا حج فقیر کے حج سے افضل ہے، جیسا کہ الاشباہ والنظائر ص ۱۷۶ میں ہے، حج الغنی افضل من حج الفقیر لان الفقیر یؤدی الفرض من مکۃ وہو متطوع فی ذہابہ و فضیلۃ الفرض افضل من فضیلۃ التطوع۔

﴿۴۹۶﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مُحرم داڑھی کا خلال کرسکتا ہے۔ سائل قاری محمد نعیم

الجواب: احرام باندھے ہو تو اس وقت میں داڑھی کا خلال مکروہ ہے۔ جیسا کہ الاشباہ النظائر ص ۹۱ میں ہے، تخلیل الشعر سنۃ فی الطہارۃ ویکرہ للمحرم۔

﴿۴۹۷﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر آدمی کے دونوں ہاتھ کہنیوں اور پاؤں ٹخنوں کے اوپر کٹے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کرے۔ سائل سرفراز علی

الجواب: جس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر تک کٹے ہوں اور چہرہ زخمی ہو تو ایسے شخص پر نماز فرض ہوتی ہے مگر اس کو نماز پڑھنے کے لیے نہ وضو کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تیمّم کی جیسا کہ نور الایضاح باب التیمم ص ۴۴ میں ہے،

مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجھہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ۔ اسی طرح درمختار مع شامی جلد ۱ ص ۱۶۸ میں بھی ہے۔

﴿۴۹۸﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مردہ اور زندہ کے غسل میں فرق ہے،

سائل محمد عبداللہ خان

الجواب: زندہ اور مردہ کے غسل میں پانچ باتوں کا فرق ہے۔

(۱) زندہ کو پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا سنت ہے اور مردہ کا پہلے چہرہ دھونا مستحب ہے۔

(۲) زندہ کو کلی کرنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں کلی نہیں۔

(۳) زندہ کو ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں منع ہے۔

(۴) زندہ کو حکم ہے کہ اگر پاؤں کے پاس دھوون کے جمع ہونے کا امکان ہو تو غسل کے وضو میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فارغ ہو کر دوسری جگہ دھوئے مگر مردہ کے غسل میں پاؤں کا دھونا مؤخر نہ کرے۔

(۵) زندہ اپنے غسل کے وضو میں سر کا مسح کرے اور مردہ کے وضو میں ایک روایت کے مطابق سر کا مسح نہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس کے بھی سر کا مسح کرے جیسا کہ تفسیر روح البیان جلد دوم ص ۳۵۶ میں ہے،

الفرق بین غسل المیت والحی انہ یستحب البدایۃ بغسل وجہ المیت بخلاف الحی فانہ یبدأ

﴿۴۹۹﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کپڑے پر سوئی کے نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹیں پڑ گئیں کیا اس سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ سائل ظفر اقبال خان

الجواب: ان سے کپڑا ناپاک نہیں ہے۔ بہار شریعت حصہ دوم ص ۵۰، لیکن اگر وہ تھوڑے پانی میں پڑ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا جیسا کہ درمختار جلد ا ص ۲۱۴ میں ہے، عفی بول انتضح کرؤس ابر لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح۔

﴿۵۰۰﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عورتوں کے آگے کے مقام سے رطوبتیں نکلتی ہیں کیا وہ ناقض وضو ہیں یا نہیں۔

سائل نسیم اللہ خان

الجواب: عورتوں کے آگے کے مقام سے ہوا کے علاوہ بغیر خون ملی ہوئی رطوبت نکلی تو اس رطوبت سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ وہ نجس ہوتی ہے۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص ٢٤)

﴿٥٠١﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میں ایک غریب آدمی تھا قربانی کی پھر دسویں کو ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار کر دیا کیا میری وہی قربانی کافی ہے یا کہ اور خرید کر قربانی کروں

سائل محمد عرفان علی

الجواب: پہلی قربانی کے وقت آپ صاحب نصاب نہ تھے، پھر شام کو آپ امیر بن گئے تو اس صورت میں آپ کو ایک اور قربانی کرنا ہوگی، جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ٥ ص ٢٥٩ میں ہے، لو ضحی فی اول الوقت وھو فقیر فعلیہ ان یعید الاضحیۃ وھو الصحیح۔

﴿٥٠٢﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا خصی جانور کی قربانی جائز ہے جسکا خصیہ پورے طور پر کٹا ہوا ہو۔ سائل کرم علی رضوی

الجواب: خصی جانور کی قربانی صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ٥ ص ٢٦٤ میں ہے،

الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط

جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ٢٥٤ میں ہے،

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یجوز ان یضحی بالخصی لانه اطیب لحما من غیر الخصی قال ابو حنیفة ما زاد فی لحمه انفع مما ذهب من خصیة۔

﴿۵۰۳﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے امام مسجد نے مسئلہ بیان کیا کہ جو آدمی منت کی قربانی کرے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ اغنیاء کو دے سکتا ہے کیا یہ صحیح ہے،

سائل محمد عمران انصاری محلہ عادل شاہ

الجواب: آپ کے امام مسجد نے بالکل صحیح کہا ہے قربانی منت کی ہو تو اس صورت میں قربانی کرنے والا اس کا گوشت نہیں کھا سکتا اور اگر میت نے قربانی کی وصیت کی تو اس صورت میں بھی نہیں کھا سکتا بلکہ کُل کا کُل گوشت صدقہ کرے۔ بہار شریعت حصہ ۵ ص ۱۴۴ میں ہے، قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے، بلکہ اس کو صدقہ کرنا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿۵۰۴﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا آدمی قربانی کا گوشت فروخت کر سکتا ہے۔ بلکہ باقی رہنے والی چیزیں مثلاً کتاب یا کپڑا وغیرہ کے عوض بیچ ڈالے جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ مع فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۲۹ میں ہے،

الاصح ان یضحی من ماله ای من مال الصغیر و یا کل ای الصغیر من الاضحیة التی ھی من ماله ما امکنه و یبتاع بما بقی ما ینتفع بعینه کالغربال و المنخل کما فی الجلد وھو اختیار شیخ الاسلام و ھکذا روی ابن سماعة عن محمد رحمهم الله۔ اور الاشباہ والنظائر ص ۳۰۶ پر احکام البیان میں ہے، واختلفو فی وجوب صدقة الفطر فی ماله والاضحیة والمختمد

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الوجوب فیؤد یوما الوی ویذبحها ولا یتصدق بشئی من لحمها فیطمعه منه قریبتاع له بالباقی ما تبقی عینه۔

سائل اطہر ندیم قاسمی

الجواب: بالغ قربانی کرنے والا گوشت ہرگز فروخت نہیں کرسکتا البتہ نابالغ کے مال سے قربانی کرے تو جس قدر ہوسکے نابالغ اس میں سے کھائے اور جو بچ جائے اسے تقسیم نہ کرے

﴿۵۰۵﴾ **فتوی شرعی:** یا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیا پاگل مسلمان اگر ذبح کردے تو کیا اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا جائے گا یا نہیں۔

سائل شمشاد علی

الجواب: پاگل جس کی عقل جاتی رہی اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۱۹۸ میں ہے،

ذاهب العقل اذا ذبح لو توكل ذبيحته هكذا فی الفتاوی قاضی خان فی الجز الاول۔

﴿۵۰۶﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میں اکثر جانور ذبح کرتا ہوں اور بسم اللہ، اللہ اکبر کبھی ترک نہ کی مگر آج جانور ذبح کیا بھول گیا اور جانور کو ذبح کردیا آیا اس صورت میں جانور حلال ہوگا یا نہیں۔

سائل عبدالرحمن قصاب

الجواب: بھول کر بسم اللہ، اللہ اکبر کے بغیر جانور ذبح کردیا تو اس صورت میں جانور حلال ہے اس کا گوشت بھی کھانا جائز ہے، ہدایہ جلد ۴ ص ۴۱۹ میں ہے،

ان ترك الذابح التسمية عمداً فالذبيحة ميتة لا تو كل وان
ترکھانا سیاً اکل۔

﴿۵۰۷﴾ فتوی شرعی: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ
کہ ننگے سر نماز کا شرعی حکم تحریر فرمادیں۔سائل قاری محمد عرفان علی بھکر۔

الجواب: کسی مسلمان شخص کا بغیر عذر کے ننگے سر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا
جواب ہے کہ نماز کی دوسری شرائط اور ارکان کا التزام کرتے ہوئے اگر کسی شخص نے نماز ادا کی
ہے تو اس کی نماز تو درست ہو جائے گی لیکن نماز جو بغیر کسی عذر کے ننگے سر پڑھی گئی ہے سنت متوارثہ
کے خلاف ہے اور تمام ادوار اور قرون سے تواتر کے ساتھ جو دنیا کے ہر ملک اور روئے زمین کے ہر
خطہ کے مسلمانوں کا جس طریقہ پر ابتداء اسلام سے لے کر آج تک معمول رہا ہے یہ عمل ان تمام
مسلمانوں کے عمل کے خلاف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اہل کتاب ننگے سر نماز
پڑھتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے آپ اہل کتاب کو ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ننگے سر ہی نماز پڑھتے ہیں۔

امام لماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے کہ خذ الزینۃ
اس سے مراد خوبصورت ترین لباس سے مزین ہونا ہے۔

علامہ ابوحیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
یہ بات قطعی طور پر ظاہر ہے اور بداہتہ معلوم ہے کہ نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا جو
حکم ہے اور خوبصورت ترین ہیئت بنا کر اور اچھی طرح آراستہ و مزین ہو کر اپنے جمال پسند خداوند
ذوالجلال والجمال کے پاکیزہ اور خوبصوت گھر میں نماز کے لیے حاضر ہونے کا حکم ہے تو واضح ہونا

چاہئے کہ اس زینت کو اختیار کرنے کے حکم میں وہ لباس داخل نہیں ہے جو ستر ڈھانپنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ تو مطلقاً مامور نہ ہے اور اس کا تو مطلق حکم ہے اس کو زینت نہیں کہا جاتا وہ تو ضروری چیز ہے اور زینت تو ضرورت سے زائد چیز کا نام ہوتا ہے۔ یہ کلما بہت وجیہ ہے زینت کا سر چھپانے اور ڈھانپنے کو شامل ہونا کسی شک وفریب کا محل نہیں ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جو آغاز اسلام سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا معمول اور طریقہ چلا آرہا ہے۔

گزشتہ پندرہ صدیوں سے کسی نے کسی زمانے میں اور کسی جگہ نہیں دیکھا کہ مسلمانوں نے دنیا میں کہیں نماز کے لیے صفیں باندھیں اور ننگے سر نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہوں اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اور وہ مکابر سینہ گزٹ اور ہٹ درھم حقیقت کا منہ چڑھانے والا ضدی ہے۔ سر ڈھانپنے کو قرآن مجید کے حکم زینت سے خارج کرنے کا ارادہ کرنے والے کا کوئی دلیل ساتھ نہیں دیتی بلکہ یہ قول اس کی نفسانی خواہش کا عکاس ہوگا جس کا نمونہ اور مثال موجود نہیں ہے اس میں کوئی ذرا بھر شک نہیں ہے کہ زینت کا لفظ سروں کو ڈھانپنے کے حکم کو سب سے پہلے شامل ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ میں سر ڈھانپنا قرآنی حکم ہے۔

یبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف ۷۔۳۱،۳۲)

اے اولاد آدم! تم ہر نماز کے وقت زینت (خوبصورت لباس) پہن لیا کرو۔

روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے، ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔

(علامہ آلوسی، روح المعانی جلد ۸ ص ۱۰۹)

وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یامر بستر الرأس فی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الرأس فی الصلوٰۃ۔
(کشف الغمہ جلد ۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گاہ عمامہ بے کلاہ مے پوشد وگاہ باکلاہ وگاہ کلاہ بے عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ٹوپی کے ساتھ اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے۔(شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۶)

امام اہلسنت ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، آج کل دیار بنگال کے بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی وانکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام نے کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں، اور احادیث شریفہ وفقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے۔

اگر یہ بہ نیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل (سستی) ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر۔۔۔ جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے۔ اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اکرم ﷺ و صحابہ کرام علیہم الرضوان سب سے ثابت ہے؟ بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔

الخروج عن عادۃ البلاد شہرۃ و مکروہ۔ اہل معتبر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے۔ صوفیائے کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔

ننگے سر نماز پڑھنے میں اہل حدیث کا مؤقف

اہل الحدیث حضرات کے نزدیک ننگے سر نماز تو ہو جاتی ہے، خصوصاً جب یہ ضرورتاً بھی ہو لیکن محض سستی و لاپرواہی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنے کو فیشن ہی بنا لینا اسے وہ بھی پسند نہیں کرتے بلکہ تمام احناف کی طرح اس صورت کو وہ بھی غیر مستحسن یا مکروہ و ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ

اس سلسلہ میں ایک مختصر فتویٰ مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ اس کی جلد ۱۵ شمارہ ۲۲ میں شائع ہوا تھا جس میں مفتی مجلّہ نے لکھا تھا۔

ننگے سر نماز ہو جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز ملتا ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل اور ابدالآباد کے لیے یہ عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی

اس سلسلہ میں ممتاز اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے جب پوچھا گیا کہ بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اسی طرح ہی نماز پڑھنا اگرچہ فرض با جماعت مسجد میں ہو۔ اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے، کیا اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان علیہم اجمعین سے ثبوت ملتا ہے؟ اور ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر؟ اور ساتھ ہی دلائل کا مطالبہ کیا گیا تو موصوف نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ء کو جو فتویٰ صادر فرمایا جسے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ الاعتصام کی جلد ۱۱ کے شمارہ ۱۸ میں نشر ہوا۔ وہ فتویٰ قدرے طویل ہے اس لیے اس کا حتی الامکان مفید خلاصہ پیش کیئے دیتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں،

سر اعضائے ستر میں سے نہیں لیکن نماز میں سر ننگا رکھنے کے مسئلہ کو اس لحاظ سے بلکہ آداب نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے اور آگے کندھوں کو ڈھانکنے پر دلالت کرنے والی بخاری و مؤطا امام مالک کی روایات اور مؤطا کی شرح زرقانی (وتمہید) ابن عبد البر، بخاری کی شرح فتح الباری، ابن تیمیہ کی کتاب الاختیارات اور امام ابن قدامہ کی المغنی سے تصریحات اور اقتباسات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ کندھے بھی اگرچہ اعضائے ستر میں سے نہیں ہیں اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا ہونے کی شکل میں ننگے کندھوں سے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سر بھی اگرچہ اعضاء ستر مین سے نہ سہی لیکن آداب نماز میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ بلا وجہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے اور اسے ہی زینت کا تقاضا بھی قرار دیا ہے اور آگے لکھا ہے،

ابتدائے عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی

روایت نہیں گزری، جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبد اور خشوع خضوع و عاجزی کے خیال سے (ننگے سر) پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقین کی ایک خلقت سے مشابہ ہوگا۔ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ (التوبہ ٥٤) نماز کو آتے ہیں سست اور کاہل ہو کر

غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے، تو گویا موصوف کے نزدیک اگرچہ سر اعضائے ستر میں سے نہیں کہ اس کا ڈھانپنا واجب ہوا، البتہ آداب نماز کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ڈھانپا جائے اور ننگے سر نماز کو عادت بنالینا نہ ثابت ہے نہ پسندیدہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا آداب کے خلاف ہے۔

﴿٥٠٩﴾ **فتوی شرعی:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میانوالی کی قدیم مرکزی عیدگاہ جس میں عیدین کے علاوہ جنازے بھی پڑھے جاتے ہیں کیا وہاں پنجگانہ نماز باجماعت قائم کی جاسکتی ہے بعض دیوبندی لوگوں کا کہنا ہے کہ عیدگاہ میں نماز باجماعت کے لیے آذان کہنا اور جماعت پنجگانہ پڑھنا بدعت ہے اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرما دیں۔

سائل۔ حاجی محمد اعجاز خان ناظم یونین کونسل نمبر 18 میانوالی

الجواب: جماعت قائم کرنے کے لیے فقہاء کے نزدیک مسجد کا ہونا شرط بھی نہیں اگر کوئی شخص مسجد کے علاوہ نماز باجماعت قائم کرے اسے بھی حضور اکرم ﷺ کے فرمان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالیشان کے مطابق ستائیس گنا ثواب ملے گا۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۶ مسئلہ نمبر ۲۲۱ میں تحریر ہے،

نماز جمعہ عیدین کے لیے مسجد شرط نہیں لیکن فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ عیدگاہ بحکم مسجد ہونا مفتی بہ قول ہے۔

قال فی الشرح تنویر اما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ او عید فهو مسجد فی حق جواز الاقتداء فی الشامیة (قوله به یفتیٰ نهایة)

ترجمہ: شرح تنویر الابصار میں لکھا گیا ہے جو جنازہ کے لیے جنازہ گاہ بنائی جائے یا عید کے لیے عیدگاہ بنائی جائے وہاں نماز فرض قائم کرنا جائز ہے۔ علامہ شامی نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

دیوبندی مکتبۂ فکر کے مشہور مفتی رشید احمد لدھیانوی احسن الفتاویٰ جلد ۴ باب المساجد صفحہ ۴۲۸ پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے شامیہ سے بجمیع احکام مسجد ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

والمختار للفتوی انه مسجد فی حق جواز الاقتداء وایضاً فی کتاب الوقف منها قوله والمصلیٰ شمل الجنازة ومصلی العید فلا یکون مسجد مطلقاً فانما یعطی له حکم المسجد فی صحة الاقتداء بالامام

ترجمہ: شامی جلد اول میں لکھا گیا ہے کہ جنازہ گاہ اور عیدگاہ مطلقاً احکام مسجد میں نہیں (اس میں جنازہ وغیرہ بھی پڑھا جا سکتا ہے) لیکن نماز فرض کے لیے مسجد کے حکم میں ہے، یہاں امام کی اقتداء جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جملہ فقہاء کے نزدیک عیدگاہ جنازہ گاہ میں نماز با جماعت

کرنا جائز ہے، جولوگ اس کو بدعت ونا جائز کہتے ہیں وہ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہیں۔

نوٹ

ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ فتاوی اکبریہ جلد دوم میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے، تاہم اگر کسی صاحب علم کو مطالعہ کے دوران کہیں غلطی نظر آئے تو مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی کی جاسکے۔

شکراً جمیل جداً

محمد علی الاعظمی

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم